

علمائے اہلسنت دیوبند
پر تین سو لاکھ فیاضات کے حوالہ سے مشتمل

دفاعِ اہلِ السنۃ والجماعۃ

دارالعلوم دیوبند و پاک وہند کے جید علماء کرام کی تعمیرِ لفظ کے ساتھ مزین

تصنیف

مولانا ساجد خان نقشبندی

ایستادِ فرمودہ

مناظر اسلام شہزادہ اہلسنت فاتح فرق باطلہ شیر پنجو خواہ

حضرت مولانا غازی مفتی ندیم محمودی حفظہ اللہ

مکتبہ ختمِ نبوت

محالہ جنگی پشاور

اہل السنۃ والجماعۃ کی عبارات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: مناظر اسلام غازی اسلام حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی حفظہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ ختم نبوت ہشاور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (اول)
- مؤلف: مناظر اہل سنت حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ
- تصحیح و نظر ثانی: حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ
- باہتمام: مفتی ندیم صاحب
- کتابت: مولانا عبد اللہ رحمانی اورنگ آباد (الہند)
- ترتیب: ایم، ایس، اسلام گرافکس ممبئی
- تعداد صفحات: ۹۹۴
- شعبہ نشر و اشاعت: مکتبہ ختم نبوت قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۳	کاشف اقبال علماء یہود کے نقش قدم پر		تقاریظ
۵۴	شفیع اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک نظر	۹	مولانا عبدالحق سنہلی صاحب مدظلہ العالی
۵۵	خان کی توثیق پر حضرت تھانویؒ کا حوالہ	۱۱	مولانا راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی
۵۸	کوثر نیازی کی حقیقت	۱۳	مولانا طاہر حسین گیلوی صاحب مدظلہ العالی
۵۹	سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ	۱۵	مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی
۶۰	شبلی نعمانی کی طرف منسوب حوالہ	۱۶	مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی
۶۲	محدث کشمیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ	۱۷	مفتی غازی ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی
۶۳	مولانا اعجاز علیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۱۸	مولانا ابویوب قادری صاحب مدظلہ العالی
۶۴	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۲۲	عرض مولف
۶۴	علامہ بخاریؒ کے والد کی طرف منسوب حوالہ		{باب اول} (چند تاریخی حقائق)
	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ پر جھوٹے	۲۹	"دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف" پر
۶۶	حوالہ جات کا الزام اور اس کا جواب	۳۰	ایک نظر
	اہل السنۃ کا رضا فانیوں کے ساتھ اختلاف	۳۰	مقرظین کا جھوٹ
۶۸	اصولی ہے	۳۱	ترجمان رضا غایت کے نام پر بریلوی فتویٰ
۷۶	ترجمان رضا غایت کا دجل و تبلیس	۳۲	اہل السنۃ والجماعۃ پر الزام تراشی کا سبب
۷۹	ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے	۳۳	مسئلہ آسان حل
۷۹	سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی	۳۴	اکابر اہلسنت کا مقام اہل بدعت کی نظر میں
۸۱	دھواں دار تقریریں	۳۵	حجۃ الاسلام مولانا نونو تویؒ
۸۳	فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے	۴۶	امام رشید احمد گنگوہیؒ
۸۴	اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ	۴۸	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۸۵	فروعی مسائل میں سلف و صالحین سے جدا رہ	۵۲	دارالعلوم دیوبند میں چار فوری وجود

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۱۶۳	ترجمان رضافانیت کا ایک اور الزام	۸۶	مولانا احمد رضا خان اکابر کا باغی
۱۶۵	شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا	۸۶	احمد رضا صاحبہ رضی اللہ عنہما و احمد مجتہدین کا باغی
۱۶۶	دیوبندی مذہب اسلام سے جدا (الزام)	۸۷	جابل و غبیث کون؟
۱۶۷	نواب احمد رضا بریلوی فتوے کی زد میں	۸۹	ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد کس نے ڈالی
۱۶۷	سعید قادری کا مسلک اور بریلوی کذب	۸۹	شاہ ولی اللہ و بانی تھابریلوی ہرزہ سرائی
	دیوبندیت خالص ولی الہی بھی نہیں نظر	۹۳	مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھا
۱۷۰	شاہ کشمیری کے حوالے سے اعتراض	۹۵	مولانا احمد رضا کی سند حدیث منقطع
۱۷۲	مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۶	مولوی غلام مہر علی کی انت لیلوی کہانی
۱۸۱	اپنے گھر کی خبر لو	۹۹	غلام مہر علی کے الزامات کا تحقیقی جائزہ
۱۸۲	بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں	۱۰۳	دہلی مناظرے کی حقیقت
۱۸۳	رضا خان کا قول وہابی اپنے میں	۱۲۹	خاندان ولی الہی اور شاہ اسماعیل شہید
۱۸۳	وہابی مذہب صوفیا کا مذہب	۱۳۱	دہلی مناظرہ نے رضا خانیوں ہی کا منہ کالا کیا
۱۸۳	علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟		جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر بند کے
۱۸۵	وہابیت کا ایک خوفناک تصور	۱۳۳	علماء پہلے ہی اپنی رائے دے چکے ہیں
۱۸۶	بریلوی علماء کا اقرار دیوبند وہابیت کے مخالف	۱۴۱	تقویۃ الایمان سے شورش ہوگی
۱۸۷	علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام اور جواب	۱۴۷	سارے فساد کی جڑ رضا خانی میں
۱۹۸	دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں	۱۴۹	تقویۃ الایمان اور امداد الفتاوی
۲۰۲	احمد رضا کا حنفی کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار	۱۵۳	امداد الفتاوی کے جواب میں فیصلہ کن حوالہ
۲۰۳	علمائے حرم پر رضا خانی فتوے	۱۵۵	تقویۃ الایمان کے رد کی رام کہانی
۲۰۴	پاکستانی فوج حکومت فتووں کی زد میں	۱۵۷	باادب بے ایمان بے ادب باایمان
۲۱۱	کانپور میں تھانوی کا تقیہ کر کے سنی بننا	۱۵۹	اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ (اعتراض)
		۱۶۰	شاہ شہید آخری دم تک حنفی رہے

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۳۷۶	اعتراض ۳ اللہ جہت سے پاک نہیں	۲۱۵	نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور
۳۸۰	اعتراض ۴ اللہ مکار ہے	۲۱۸	قصیدۃ النعمان کے نام پر جھوٹ
۳۸۰	اعتراض ۵ اللہ کو ہمیشہ علم غیب نہیں		خدا مالدین کا حوالہ امام ابوحنیفہ سے بڑا
۳۸۳	اعتراض ۶ برے وقت میں پہنچنا اللہ کا کام	۲۲۰	عالم
۳۸۶	اعتراض ۷ اللہ کی قبر		اعتراض امام صاحب کا قول قرآن و
۳۹۳	اعتراض ۸ الحجد المقل پر اعتراض	۲۲۵	حدیث کے خلاف ہو سکتا ہے
۳۹۹	اعتراض ۹ اللہ تعالیٰ چوری و شراب خوری	۲۲۶	اعتراض: حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع
۴۰۵	اعتراض ۱۰ اللہ کی خطرناک بے ادبی		فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی
۴۰۸	اعتراض ۱۱ بندوں کے کاموں کی خبر نہیں	۲۲۹	کے متعلق عبارت کی توجیہ
	اعتراض ۱۲ طارقی جمیل کے عظمت	۲۳۰	علامہ شامی رضا خانیوں کی نظر میں
۴۱۳	خداوندی کے خلاف عقائد	۲۳۵	آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں
۴۱۳	اعتراض ۱۳ طارقی جمیل کا اللہ پر بہتان	۲۳۶	اعتراض: دیوبند نام کی کہانی
	اعتراض ۱۴ غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق	۲۳۷	بریلی نام کی کہانی
۴۱۵	دیوبندی نظریات	۲۳۸	مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار
	اعتراض ۱۵ کعبہ معظمہ کے متعلق		حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے
۴۲۶	دیوبندی عقائد	۲۴۲	ماموں پر اعتراض کا منہ توڑ جواب
	اعتراض ۱۶ سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی		{باب دوم}
۴۳۰	طرف منہ کرنے کی ضرورت نہیں	۲۵۳	اللہ تعالیٰ کی توہین کے متعلق علمائے
	اعتراض ۱۷ قرآن مجید کو ہدیان و بکواس		دیوبند پر اعتراضات اور ان کے جوابات
۴۳۳	سے تشبیہ	۲۵۴	علمائے دیوبند اور توحید خداوندی
	اعتراض ۱۸ قرآن مجید کے متعلق تحریف	۲۵۶	بریلویوں کی توحید دشمنی
۴۳۸	کا دیوبندی عقیدہ	۲۵۶	اعتراض ۱ عقیدہ خلف و عید و امکان نظیر

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۶۹	اعتراض ۲۴ گنوار جیسی حیثیت	۴۴۳	اعتراض ۱۹ دیوبندی شیخ الہندی کی خود ساختہ آیت
۵۷۲	اعتراض ۲۵ سفارشی ماننے والا ابو جہل	۴۵۲	اعتراض ۲۰ سپاہ صحابہ کے کثوت
۵۷۴	اعتراض ۲۶ رسول کے چاہنے سے کچھ	۴۵۶	رضا خانیوں کا نظریہ توحید
۵۷۸	اعتراض ۲۷ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان	۴۵۶	اللہ تعالیٰ کو ننگی ننگی گالیاں (معاذ اللہ)
۵۸۲	اعتراض ۲۸ آخرت کا حال معلوم نہیں	۴۵۹	اللہ تعالیٰ سے قلم جہل، کمینہ پن کا صدور
۵۸۴	اعتراض ۲۹ کروڑوں محمد جیسے	۴۶۱	شرکیہ عقاید کی جھلک
۵۸۸	اعتراض ۳۰ گاؤں کے چودھری جیسے	۴۶۲	نبی کو اللہ کی مثل نہ سمجھنا پلید عقیدہ و معاذ اللہ
۵۹۱	اعتراض ۳۱ عام بشر کی سی تعریف کرو	۴۶۲	لفظ اللہ حضور ﷺ کا نام ہے (معاذ اللہ)
۵۹۳	اعتراض ۳۲ حضور کسی چیز کے مختار نہیں	۴۶۲	بہت سی جگہ حضور سے مراد اللہ (معاذ اللہ)
۶۰۶	اعتراض ۳۳ زمین کے خوانے	۴۶۳	اللہ کو حاضر و ناظر ماننا بے ادبی (معاذ اللہ)
۶۰۹	اعتراض ۳۴ حضور کفار جیسے	۴۶۳	اللہ نے جھوٹ بولا (معاذ اللہ)
۶۱۰	اعتراض ۳۵ حفظ الایمان	۴۶۴	نبی کا خیال خدا کا دیدار (معاذ اللہ)
۶۳۰	اعتراض ۳۶ براہین قاطعہ	۴۶۴	اللہ کے نام میں گدھے جیسی تاثیر معاذ اللہ
۶۶۷	اعتراض ۳۷ تحذیر الناس	{باب سوم}	
۷۴۸	اعتراض ۳۸ آخری معنی سمجھنا جاہل		
۷۴۸	اعتراض ۳۹ انبیاء سے امتی بڑھ جاتے	۴۶۵	انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کا الزام
۷۵۳	اعتراض ۴۰ حیات دجال سے تشبیہ	علمائے دیوبند پر گستاخی کا الزام اور حقیقی گستاخوں کی نقاب کشائی	
۷۵۵	اعتراض ۴۱ انبیاء کرام معصوم نہیں	۴۶۶	اعتراض ۲۱ نماز میں نبی ﷺ کا خیال آجانا
۷۵۸	اعتراض ۴۲ مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء	۵۰۲	اعتراض ۲۲ چمارو ذرو نا چیز سے کمتر
۷۵۹	اعتراض ۴۳ واقعہ کی تحقیق کی غلطی	۵۳۶	اعتراض ۲۳ بڑے بھائی کا الزام
۷۶۰	اعتراض ۴۴ رحمتہ للعالمین صفت خاصہ نہیں	۵۶۰	
۷۶۸	اعتراض ۴۵ بشریت میں مماثلت		

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۷۶۸	اعتراض ۶۷ جنازے پر آیت	۸۰۹	
۷۶۹	اعتراض ۶۸ عذاب سے بچ جانا غنیمت	۸۱۱	
۷۷۲	اعتراض ۶۹ انبیاء سے محبت ضروری نہیں	۸۱۲	
۷۷۴	اعتراض ۷۰ یوسف ثانی		
۷۷۴	اعتراض ۷۱ عیسیٰ سے بڑھ کر	۸۱۵	
۷۷۶	اعتراض ۷۲ عیسیٰ کے نبی ہونے کا انکار	۸۱۵	
۷۷۹	اعتراض ۷۳ انبیاء کرام کی بے بسی	۸۱۹	
۷۷۹	اعتراض ۷۴ سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا	۸۲۱	
۷۸۱	اعتراض ۷۵ احکام کی حقیقت سے بے		
۷۸۳	خبر	۸۲۳	
۷۸۳	خوابوں پر اعتراضات کا جائزہ		
۷۸۵	خوابوں کے متعلق شریعت کے اصول	۸۲۷	
۷۸۶	خواب پر کوئی فتویٰ نہیں	۸۲۸	
	اعتراض ۷۶ اللہ کی گود میں	۸۳۱	
۷۹۳	اعتراض ۷۷ قرآن مجید پر پیشاب	۸۳۲	
۷۹۶	اعتراض ۷۸ اردو دیوبندی علماء سے		
۷۹۶	سیکھی	۸۳۳	
۷۹۷	اعتراض ۷۹ تھانوی کی شکل میں	۸۳۴	
۷۹۹	اعتراض ۸۰ پھر میں تھے کعبہ میں		
۸۰۱	اعتراض ۸۱ دیوبندی علماء کے باورچی	۸۳۵	
۸۰۳	اعتراض ۸۲ شیطان ابو بکرؓ و عمرؓ کی شکل		
۸۰۶	میں	۸۳۷	
	اعتراض ۴۶ بھائی کہنا نص کے موافق		
	اعتراض ۴۷ امر کر مٹی میں مل گئے		
	اعتراض ۴۸ حضور پر بہتان		
	اعتراض ۴۹ حضور نے بلا عدت نکاح		
	اعتراض ۵۰ حضور ﷺ بہرہ و پیئے		
	اعتراض ۵۱ میلاد منانا کرشن جیسا		
	اعتراض ۵۲ دیوبندی مولوی بانی اسلام		
	اعتراض ۵۳ حضور ﷺ کا روضہ حرام		
	اعتراض ۵۴ حضور کو طاغوت کہنا		
	اعتراض ۵۵ حضور کے برابر		
	اعتراض ۵۶ لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں		
	اعتراض ۵۷ گنبد خضرا گرانا واجب		
	اعتراض ۵۸ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں		
	اعتراض ۵۹ نفع و نقصان کے مالک		
	نہیں		
	اعتراض ۶۰ تہذیب و اخلاق سے بے خبر		
	اعتراض ۶۱ میدان میں شکست		
	اعتراض ۶۲ حضور پر غیر نبی کی برتری		
	اعتراض ۶۳ جادو گرز یا دہ طاقت رکھتے		
	اعتراض ۶۴ اتناویل سے توہین والا کافر		
	اعتراض ۶۵ مثل اعیاء ہونے کا دعویٰ		
	اعتراض ۶۶ انبیاء پر برتری کا دعویٰ		

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۹۷۰	اعتراض ۱۰۱ اس پر علماء کے فتوے	اعتراض ۸۳ ام المومنین کی بیوی سے تعبیر	
	اعتراض ۱۰۲ حضرت گنگوہیؒ نے مرثیہ کو جلائے کا حکم دیا	۸۴۲	
۹۷۳		۸۴۴	اعتراض ۸۴ دیوبندی کلمہ و درود
	بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں	۹۱۷	رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب
۹۷۵			قرآنی تراجم پر اعتراضات کا جائزہ
۹۷۵	انبیاء کی نبوت کا انکار	۹۲۳	اعتراض ۸۵ اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت
۹۷۹	انبیاء شیطانی گروہ میں داخل معاذ اللہ	۹۲۳	اعتراض ۸۶ اللہ کو ابھی معلوم نہیں
۹۷۹	انبیاء علیہم السلام کو ذلیل کہنا معاذ اللہ	۹۲۴	اعتراض ۸۷ اللہ بھول جاتا ہے
۹۸۰	شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے	۹۲۴	اعتراض ۸۸ او وجدک ضالاً
۹۸۱	عیسیٰ علیہ السلام فیل ہو گئے معاذ اللہ	۹۳۳	اعتراض ۸۹ اولقد همت به
	نبی کریم ﷺ کے لیے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ و کفریہ عقیدہ - العیاذ باللہ	۹۳۶	اعتراض ۹۰ حتی اذا استقیس الرسل
۹۸۲		۹۳۹	اعتراض ۹۱ مغفرت ذنب
۹۸۳	رضا خانی تاویل اور اس کا منہ توڑ جواب	۹۵۱	اعتراض ۹۲ او مکروا و مکرا اللہ
۹۹۰	حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین		مرثیہ گنگوہیؒ پر اعتراضات کا جائزہ
۹۹۱	حضرت آدم علیہ السلام کی توہین معاذ اللہ	۹۵۹	اعتراض ۹۳ خدا ان کا مربی
	حضور ﷺ بتوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے معاذ اللہ	۹۶۱	اعتراض ۹۴ کعبہ میں پوچھتے گنگوہی کا رسدہ
۹۹۲		۹۶۳	اعتراض ۹۵ مردوں کو زندہ کیا
۹۹۲	ازواج مطہرات قبور میں پیش کی جاتی ہیں	۹۶۵	اعتراض ۹۶ یوسف ثانی
۹۹۳	اس پر رضا خانی تاویل کا منہ توڑ جواب	۹۶۶	اعتراض ۹۷ صدیق تھے فاروق تھے
		۹۶۷	اعتراض ۹۸ ابانی اسلام کا ثانی
		۹۶۹	اعتراض ۹۹ طور سے تشبیہ
		۹۷۰	اعتراض ۱۰۰ طلب استعانت

تقریظ

جامع المعقول والمنقول نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، رئیس الاقنیاء، مخدوم الصلحاء، استاذ الحدیث

حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلياً و مسلماً! امام بعد

بندہ کے سامنے کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ کا مسودہ ہے جس کو عالم جلیل جناب مولانا محمد ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے جو عرصہ دراز سے احقاق حق اور ابطال باطل میں مصروف ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک رضا خانی ترجمان ”مولوی کاشف اقبال رضا خانی“ کی کتاب ”دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف“ کے رو میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگہ دریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل و فریب سے کام لیا ہے بلکہ اس گھناؤنی حرکت میں ان سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں کہ اہل حق کی کتابوں کی عبارات سے کتر و بیونت کرنے میں اچھی صفائی دکھائی ہے اور سیاق و سباق اور ماقبل و مابعد کی عبارت کو چھوڑ کر درمیان کے ایسے تراشے نقل کیے ہیں جن سے علماء دین و اہل حق کی تکفیر و تضلیل ظاہر ہو رہی ہے جس پر نام نہاد اہل سنت بغلیں بجا رہے ہیں لگتا ہے کہ کاشف اقبال صاحب کے ہاتھ اکابر کی صحیح عبارات تترنے کے لیے تیز قینچی آگئی ہے جس سے وہ مقصد برآوری (اپنی قوم کو گمراہ کرنے اور اہل حق کی تکفیری مہم) میں کامیاب معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو مسلم شریف کی اس روایت کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یكون بعدی أئمة لا یہتدون بھدای ولا یسنون بسنتی
وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جشبان انس۔

(مشکوٰۃ شریف: حص ۶۲ ص ۴)

”حضور سنی نبیؐ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کچھ ایسے قہمدہوں گے جو راہ راست سے ہٹے ہوئے اور میری سنت سے دور ہوں گے پھر ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جسم ان کا انسانی لیکن

دل ان کے شیاطین جیسے ہوں گے۔“

دور حاضر میں اس طرح کے گمراہ قائدین کی ایک لمبی فہرست ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے میں لگے ہیں۔ بہر حال محترم مولانا محمد ساجد خان صاحب زید مجدہ نے اہل حق کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ (فجزاہ اللہ خیرا)

دن ہے کہ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائے اور زبغ و ضلال سے محفوظ فرما کر راہ مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللھم ارننا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و ارننا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه
اٰمین یا رب العالمین۔ بجاہ سید المرسلین (ﷺ)

خیر خواہ۔ ۲/۵/۳۸

تقریظ

جامع المعقول والمنقول، عمدۃ المفسرین، استاذ العلماء

حضرت مولانا محمد راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث والفقہ دارالعلوم دیوبند و ناظم اعلیٰ شعبہ تحفظ سنت دارالعلوم دیوبند

محمد و نصلی علی رسولہ الکریم۔

ایک انسان کی یہ سب سے بڑی محرومی ہے کہ اسے بارگاہ خداوندی سے جو خیر کی صلاحیت و دیعت کی گئی ہے اس سے اپنے آپ کو محروم کر کے اپنی پوری زندگی شر و فساد کی راہوں پر لگا دے اور قابل اعتراض اور منفی چیزوں پر اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ صرف کر دے۔

تہمت چند اپنے ذمہ دھر چلے

کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر اب تک ایک پورا طبقہ انہی منفی کاموں میں لگا ہوا ہے کسی بھی بڑے خادم کتاب و سنت عامل ربانی کی طویل تصنیف جو کتاب و سنت کے دلائل سے بھرپور ہوتی ہے اور دین حنیف کی انتہائی مخلصانہ خدمت کے جذبات کے تحت لکھی گئی ہوتی ہیں اور امت کے لیے صد فیصد مفید ہوتی ہیں، یہ حضرات ان میں مغز ماری کر کے جملوں میں قطع و برید کر کے سیاق و سباق سے الگ کر کے ”لا تقر بوا الصلوٰۃ“ کی طرح ایک کفریہ جملہ بنا دیتے ہیں اور پھر بڑی جسارت کے ساتھ ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، حالانکہ کفر و بطلان ان کتابوں سے نہیں نکلتا بلکہ نکالنے والے کے اندر سے نکلتا ہے اور نکالنے ہی پر اکتفاء نہ کر کے اپنی تحریر و تصنیف میں ان کا اعادہ کرتے کرتے اپنی زندگی ختم کر لیتے ہیں پھر دوسرا اور تیسرا آتا ہے اور اب تک مسلسل آتے ہی رہے ہیں، اور انہی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں، ارے اللہ کے بندے اگر زندگی کا مقصد منفیات ہی کو سمجھ رکھا ہے تو اب دوسری کتابوں اور عبارتوں سے کچھ اور نکالو پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جا رہے ہو، اسی ہی سلسلہ اور روش کی ایک اور کتاب معرض وجود میں آئی ہے یعنی: ”دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف“ حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے

انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں، شاید مصنف کے نزدیک جو چیز بہت پرانی ہوتی ہے وہ نئی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

گویا اس شخص نے اپنے بڑوں کے کارناموں کو اپنا بنا کر ان کی محنتوں پر پانی پھیر دیا ہے، خیر جو شخص کتاب و سنت کا نہیں ہوسکا وہ اپنے بڑوں کا کیا ہوگا۔ اس کتاب کا نہایت معتدل و محققانہ جواب حضرت مولانا محمد ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے، جواب نہایت عادلانہ، فضلانہ، ناصحانہ ہے۔۔۔۔۔ ع

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اللہ تعالیٰ مصنف کی گراں قدر کتاب کو مقبول عام اور مفید انام بنائے، آمین۔

تقریظ

سلطان المناظرین فاتح رضا خانیت خطیب اسلام شیریشہ اہل سنت استاذ العلماء

حضرت مولانا سید محمد طاہر حسین گیاوی مدظلہ العالی

موسس و رئیس دارالعلوم حسینیہ جھڑکھنڈ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً اما بعد!

قارئین کرام! زیر نظر کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کے مطالعہ کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے کہ کتاب کس پائے کی ہے۔ میں نے بھی جستہ جستہ بعض مقامات سے پڑھا ہے اور مصنف کی جان کاری اور محنت کا اندازہ لگایا، یہ کتاب بریلویت کی تاریخ کا بڑی حد تک تعارف کرا دیتی ہے، اور خانصاحب بریلی کی تاریخی حیثیت سے متعارف کر دیتی ہے، نیز خان صاحب نے جن مسائل پر محنت کی ہے اور امت میں جس افتراق و تکفیر کے لیے پوری زندگی محنت کی ہے اور اپنے مخصوص حلقہ کی تربیت اور پرورش فرما کر اس کو پروان چڑھایا ہے یہ کتاب اس کے لیے ایک آئینہ کا کام دیتی ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا ساجد خان صاحب نے نہ صرف بریلوی جماعت کے نظریات و عقائد کا تعارف کرایا ہے بلکہ ان پر جگہ جگہ تفصیل اور اختصار کے ساتھ تبصرہ بھی کر دیا ہے تاکہ قارئین کتاب خود بریلویت کو بھی سمجھیں اور اس کے افکار و نظریات اور اس کے مسائل و دلائل سے بھی قدرے واقفیت حاصل کریں اور بڑی حد تک ان کی کمزوریوں اور قرآن و حدیث و سلف سے ان کی دوریوں کو بھی واضح طور پر محسوس کر سکیں نیز رضا خانی جماعت کے علماء کی کذب بیانیوں اور ان کے پروپیگنڈوں سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کر لیں۔

اس لیے مؤلف موصوف نے اہل علم اور اہل اللہ کے خلاف جو بریلوی خانصاحب نے ایک ماحول تیار کیا تھا اس کا مکمل تعارف کرانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے، یہ کام جس گہرے، وسیع اور سنجیدہ مطالعہ کا طالب تھا مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے اس کو پورے طریقے سے کامیاب بنایا ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ”دریا بکوزہ“ کا مصداق ہے، جگہ جگہ حوالوں اور

کمیا ب بلکہ نایاب کتابوں کی اصل عبارتیں بھی نقل فرما کر قارئین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو مدلل کر دیا ہے، تاکہ ضدی اور ہٹ دھرم مزاج لوگوں کے لیے انکار کرنے اور فریب دینے کا کوئی موقع نہ رہ جائے۔ مزید یہ کہ مولانا محمد ساجد خان صاحب نے بیشتر اختلافی مسائل میں صرف قرآن و حدیث اور اقوال سلف ہی سے رضا خانیوں کے خلاف حجت قائم نہیں کی ہے بلکہ خود گھر سے انہی کے آباء و علماء کی کتابوں سے واضح عبارتیں و عقائد دیوبند کی تائید میں پیش فرما کر رضا خانیوں کی منہ زوری پر لگام کسنے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔

ان شاء اللہ ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ ایک بہترین اور کامیاب قابل مطالعہ کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو نافع و مقبول بنائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

سید طاہر حسین گیاوی

۲۴ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۶ء

تقریظ

مناظر اسلام، فاتح فرقہ باطلہ، محقق عصر

حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی

خطیب مرکزی مسجد سبحان گڑھ راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

محقق العصر مناظر اسلام علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی اسم باسمی تالیف لطیف ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ کتاب کسی کاشف اقبال نامی رضا خانی کی سرقد شدہ کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ رضا خانی مذکور نے اپنے آباء و اجداد کی پھیلائی ہوئی غلاظت جمع کر کے سمجھا کہ بہت بڑا تیر مار لیا لیکن علامہ ساجد خان حفظہ اللہ نے دفاع اہلسنت لکھ کر دنیا کے رضا خانیت کی ایسی مٹی پلید کی کہ ان میں ذرہ برابر بھی شرم و حیاء ہوگی تو اپنے باطل مذہب کو فوراً طلاق مغالطہ دے دیں گے۔ لیکن اگر شرم و حیاء ہوتی تو یہ لوگ بریلوی کیوں ہوتے؟

کاشف اقبال نے علمائے دیوبند کی جتنی بھی عبارات پر اعتراض کرنے کی کوشش کی علامہ صاحب نے اولاً ان کے تحقیقی جوابات دیئے اس کے بعد الزامی طور پر بریلویوں کے گھر سے بالکل اسی جیسی بلکہ اس سے بھی شدید قسم کی عبارات پیش کر کے بریلویت کا ایسا منہ کالا کیا کہ ماضی میں شاید اس کی مثال نہ مل سکے۔

عبارات اکابر کے دفاع میں لکھی گئی بہت سی قدیم و جدید کتابوں کا ناچیز نے مطالعہ کیا ہے لیکن بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دفاع اہل السنۃ جیسی پر مغز اور کثیر المواد کتاب تا حال نظر سے نہیں گزری۔ بالخصوص الزامی حوالہ جات میں تو کتاب لاثانی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ ساجد خان صاحب کو مزید زور قلم عطا فرمائے اور ان کے علم سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

ابو حنظلہ عبد الاحد قاسمی ریکم رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بعد العصر

تقریظ

متکلم اسلام ترجمان احناف، مجدد علم العلماء، اتاذا العلماء، حجة الله في الارض

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی

امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ اکریم اما بعد!

عزیزم مولانا مساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ جید عالم دین ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے عقد و نظریات کی اشاعت اور دفاع کے میدان میں کام کر رہے ہیں خصوصاً اہل بدعت کے حوالے سے موصوف کا کام قہر ہے۔ اس میدان میں ایسے سنجیدہ اور صاحب قلم و لسان افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو صحیح عقد و نظریات کی ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر و اسلاف پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوں۔ بحمد اللہ ایسے افراد موجود ہیں اور ان میں ایک مولانا مساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ مولانا کی نئی تصنیف ہے جس میں موصوف نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات موثر انداز میں دلائل کے ساتھ دیئے ہیں۔

وہ ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کا نفع عام فرمائے، مولانا موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اس تصنیف کو اہل بدعت کی طرف سے عوام الناس میں پھیلائے گئے وساوس کو ختم کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محتاج دعا

(حضرت مولانا) محمد الیاس گھمن (صاحب مدظلہ العالی)

۲ مئی ۲۰۱۷

تقریظ

فاتح لامذہبیت، مناظر اسلام، خطیب شیریں بیاں، متکلم اسلام، استاذ العلماء محبوب العلماء

حضرت مولانا غازی مفتی محمد ندیم محمودی صاحب مدظلہ العالی

امیر نوجوانان احناف پشاور و افغانستان

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين الصطفى اما بعد!
مناظر اسلام، محقق العصر، لذیذ البیان، فاتح بریلویت، برادر مکرم حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ ہمارے ان مخلص ساتھیوں میں سے ہیں جن کی زندگی اہل باطل خصوصاً فرقہ رضا خانیہ کے تعاقب اور دین اسلام کی صحیح نظریاتی سرحدات کے دفاع میں گزر رہی ہے۔ میں خود بعض مسائل میں مولانا موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس وقت اہل باطل علماء دیوبند کی بعض عبارات کا غلط مطلب لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برادر مکرم مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان تمام عبارات اور اعتراضات کو لیکر اہل حق کی طرف سے فرض ادا کرتے ہوئے سب اعتراضات کے محققانہ اور مناظرانہ جواب لکھ کر مسلمانوں پر عظیم احسان کیا۔ مجھے خود اس موضوع پر مولانا موصوف کی کتاب کو بار بار دیکھنے کا بہت زیادہ اشتیاق ہے لیکن مسلسل مسلکی تبلیغی مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اب تک پوری کتاب کا حقہ دیکھنے سے قاصر ہوں۔

ان شاء اللہ بغرض استفادہ مکمل کتاب کا مطالعہ اشاعت کے بعد کروں گا فی الحال مسودے سے بعض مقامات کا مطالعہ کیا جتنا مطالعہ کیا بہت زیادہ مفید پایا، نیز مولانا موصوف کی تحقیق پر مجھے کلی اعتماد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف موصوف ان کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ دارین اور قافلہ اہل السنۃ والجماعۃ سے کٹنے والے بد قسمت دوستوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

کتبہ العبد الفقیر

محمد ندیم محمودی الحنفی رخصا کپائے علماء دیوبند یکے از نوجوانان احناف

تقریظ

سلطان المناظرین، فاتح رضا خانیت، ترجمان مسلک دیوبند، شیر اہلسنت

حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ

مبسلا، مصلیٰ و مسلماً اما بعد!

برادر مکرم محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی زید مجدہم نے حکم فرمایا اپنی کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ پر تقریظ لکھنے کا۔ موصوف خود اس میدان کے شاہسوار ہیں اور بڑے عمدہ مناظر ہیں۔ یہ یقیناً ان کی نوازش ہے کہ ہمیں انہوں نے فرمایا کہ اس پر کچھ لکھو اللہ جل مجدہ ان کو اور ان کی کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو مخالفین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم و علیٰ الہ واصحابہ واتباعہ جمعین الی یوم الدین۔

جہاں تک دفاع کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرز تھوڑا سا تبدیل کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہر حال یہ تو ایک مناظرانہ طرز ہے مگر عوام الناس کو ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہوتی جو کہ تقریباً تمام عبارات کا وافی شافی جواب ہوتی تو اس ضرورت کو ہمارے ”خان اعظم“ نے پورا کر دیا۔ باقی رہی بات کہ دفاع کی ضرورت کیوں پیش آئی تو عرض خدمت یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ اولیاء کاملین تھے جس کی شہادت مخالفین کے گھروں سے بھی دی جاسکتی ہے (چند نمونے اس کتاب میں موجود ہیں)۔ تو نیک لوگوں سے محبت رکھنا اور ان پر بے دینوں کے وارد کردہ اعتراضات کے جوابات دینا یہ شروع اسلام ہی سے علماء اسلام کا طرز چلا آرہا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں پر اعتراضات کا سلسلہ اسلام کے دور اول ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر اس دین کے چوکیدار اور اس کی سرحدوں کے محافظ تھے وہ دین

جو کہ رحمت دو عالم سنا پڑا ہے لائے تھے چوروں کو خزانہ لوٹنے کے لیے چوکیداروں و محافظوں کو راستے سے ہٹانا پڑتا ہے تو اس دور میں دین کے چور ”بدعتی“

(بدعتی کو دین کا چور خواجہ محمد معصوم نقشبندیؒ نے اپنے مکتوبات میں کہا ہے) ان اکابر کے مخالف اس لیے ہوئے کہ یہ لوگ انہیں چوری کا راستی نہیں دیتے لہذا ان کا می پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دئے لہذا ہم اپنے ان اکابر کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں کہ دراصل ان کا دفاع خود اس دین کی چوکیداری کے مترادف ہے۔

حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بدعتیوں کی ایک مثال اپنی کتاب اضافات یومیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”کہیں ناک کئے آدمی کو حرامی کہتے وہاں ایک ناک کٹا آگیا اس نے سوچا کہ یہ لوگ تو مجھے حرامی کہنا شروع کر دیں گے اس لیے خود ہی ابتداء کر دی کہ جو ناک والا ملتا اسے کہنے لگتا: ”اومیاں حرامی! کیا حل ہے؟“ لوگ شرماتے ہوئے گزر جاتے کہ ”جواب جاہلاں باشد خاموشی“۔ مگر ایک آدمی نے اسے روک کر پوچھ لیا کہ میاں صحیح سالم ناک والے آدمی کو حرامی نہیں کہتے بلکہ ناک کٹے ہوئے کو حرامی کہتے ہیں حرامی تو خود ہے کہتا ہمیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میاں سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ میں تو اس عرف کے مطابق حرامی تھا مگر میں نے بچنے کے لیے یہ ڈھونگ اور مکر اختیار کیا اس سے کئی جگہ جان بچ گئی۔“

تو بریلی کے خان صاحب نے بھی یہی طرز اختیار کیا اپنے آپ کو بدعتی و مشرک کے فتووں سے بچانے کے لیے دوسروں کو وہابی، گلابی ترابی اور کئی دوسرے القابات دینے شروع کر دیئے حالانکہ ان سارے القابات کے مستحق وہ خود تھے۔

ابن شیر خدا ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ فضل بریلی سے ملنے گئے اور اسے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی کونسی بات پر تمہیں اعتراض ہے بول میں جواب دیتا ہوں تو اس نے کہا کہ کسی پر بھی نہیں تو فرمایا پھر یہ ڈھونگ کیوں رچایا تو بولا کہ یہ سب پیٹ کا مسئلہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ملفوظات فقیہ الامت۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دفاع کیوں ضروری ہے؟ تو یہ دفاع اسلاف اور اکابر امت کا ہے

کیونکہ ہماری جن عبارتوں پر یہ اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں وہ قریباً چودہ سو سال کے اکابر علماء سے بھی منقول ہیں۔ مثلاً خاتم کے دو معنی افضل اور آخری نبی ماننا یہ صرف حضرت نانوتویؒ سے ہی ثابت نہیں بلکہ علامہ خفاجی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں (جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے) حفظ الایمان سے ملتی جلتی عبارت شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہے۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جس کو مولانا نے اس کتاب میں تفصیل سے پیش کر دیا ہے تو دراصل یہ دفاع صرف اکابر علمائے دیوبند کا دفاع نہیں بلکہ صدیوں کے اکابر و اسلاف کا دفاع ہے۔

آخر میں رضا خانی اعتراضات کی نوعیت و کیفیت بتا کر بات ختم کرتا ہوں۔ رضا خانی اعتراضات کا منشا دو طرح سے ہے: (۱) جہالت --- (۲) دجل ---

جہالت سے اعتراض وہ رضا خانی کرتے ہیں جو کہ اپنے پیروؤں کو سچا سمجھ کر یا از خود کسی کتاب سے ناواقفیت کی بنیاد پر کر جاتے ہیں۔ اور دجل سے اعتراض کرنا رضا خانی اکابر و عام علماء و مناظرین کا طریقہ واردات ہے جو کہ جانتے بوجھتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں بننا مگر پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔۔۔ دونوں کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں ایک ایک مثال دیتا ہوں رمضان کا چاند نکلا تو عورتیں دیکھنے کے لیے چھت پر جمع تھیں ایک عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کر رہی تھی کہ شور مچ گیا کہ چاند نظر آ گیا وہ بھی جلدی جلدی دوڑی کہ کہیں میں نہ رہ جاؤں اوپر جا کر پوچھا کہ کدھر ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہے وہ اپنے گندے ہاتھوں سے آئی تھی تو اپنی عادت کے مطابق ناک پر انگلی رکھ کر دیکھنے لگی اور تھوڑی دیر بعد بولی کہ چاند تو نظر آ گیا مگر اس دفعہ بدبودار نکلا ہے تو یہ اعتراض چاند پر بوجہ جہالت کے ہے نہ کہ دجل۔ اب دجل کی بات ملاحظہ فرمائیں ایک جگہ ایک سنی عالم تشریف لائے لوگوں کو احادیث سنائی شروع کی تو چند رضا کے لونڈوں نے پروگرام بنایا کہ اس کو علاقہ سے بھگاؤ ورنہ حلوہ، کبیر خیرات بند ہو جائے گی تو مشورے کے مطابق پہنچ گئے کہ حضرت ہم حدیث پاک سننا چاہتے ہیں ساتھ لوگوں کو بھی لیکر گئے تھے تو اس بزرگ نے کہا کہ تشریف رکھیں وضو کیا اور کتاب مشکوٰۃ شریف اٹھا کر بیٹھ گئے اور پڑھنے لگے:

”عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ“

تو اس وقت رضا کے لونڈوں نے شور مچا دیا: ”گستاخ..... وہابی ہے..... بے ادب ہے..... بے ایمان ہے..... وغیرہ ہم نہیں سنتے تم سے حدیث، پہلے ہم سنتے تھے کہ وہابی گستاخ ہوتے ہیں آج ملاحظہ کر لیا۔“ انہوں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ تو جواب میں کہنے لگے تم نے ہمارے نبی ﷺ کو معاذ اللہ کا اکالا اکبرہ دیا حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ اب ملاحظہ فرمائیں اس بزرگ کے جملے کا یہ معنی، نہ یہ مطلب، نہ یہ سیاق و سباق نہ ہی ان کا ذہن اس طرف گیا نہ ہی ان کا یہ پروگرام تھا، ذہن تو درکنار حاشیہ خیال میں بھی یہ خیال نہیں آیا ہوگا مگر یہ سب ان لونڈوں کی سازش تھی اسے ہی دجل کہتے ہیں۔

رضا خانی علماء کے اعتراضات بھی اسی قسم کے دجل و فریب کا نمونہ ہیں حقائق کی دنیا میں ایسا کچھ نہیں۔ بات نبی پاک ﷺ کی تعریف و توصیف کی ہوگی مگر ان

عقل کے اندھوں کو اننا نظر آتا ہے
مجنون نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

و بهذا القدر نكتفي والله الحمد أولا و آخر ا و صلى الله عليه وسلم و بآرك على
سيدنا و حبيبنا محمد و على آله و اصحابه اجمعين۔

محمد ایوب قادری

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بوقت صبح ۱۱:۰۰ بجے

عرض مولف

قارئین کرام! ۱۹۵۶ء میں چشتیاں کے مولوی غلام مہر علی گولڑوی کی طرف سے ایک شرانگیز کتاب ”دیوبندی مذہب“ شائع کی گئی۔ فقیر کے پاس اس کتاب کا پہلا ایڈیشن موجود ہے، کتاب پڑھ کر یقین نہیں آیا کہ خود کو عالم دین کہلانے والے ایک ہی کتاب کے ہر صفحہ پر مکرو فریب، جھوٹ، کتر بیونت، دجل و تلبیس کے اتنے شرمناک مظاہرے کر سکتا ہے۔

قارئین کرام! ہم ہر ایک کو اختلاف رائے کا حق دیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم سے یا ہمارے اکابر کی رائے سے اتفاق نہ ہو، مگر اختلاف رائے کا یہ اصول کہاں مرقوم ہے کہ اپنے مخالف کو بدنام کرنے کے لیے، اسے بے دین کافر معاذ اللہ ثابت کرنے کے لیے ان کی ہر عبارت میں تحریف کر دی جائے؟، ان کی عبارتوں کا، ان کے عقائد کا خود ساختہ مفہوم لیکر اس پر الزام تراشی کی ایک عمارت کھڑی کر دی جائے؟، جن عقائد سے وہ خود بیزار کی کا اعلان کر رہے ہیں انہیں بار بار ان کے سر تھوپا جائے؟، مخالفت کی تاریک راہوں میں بھٹک کر اسلام کے لیے ان کی روشن و تابندہ کارناموں سے بھی چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں۔

ہنر پنچشم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

قصہ مختصر اس شرانگیز و سرتاپا کذب و فریب کتاب کا جواب اسی وقت چشتیاں ہی کے ایک عالم دین کی طرف سے دے دیا گیا تھا اور قصہ زمین بر سر زمین کے مصداق اس فتنے کا سد باب کر دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ آج جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہے، افغانستان، چینیا، فلسطین، برما، شام، بوسنیا، کشمیر کے مظلوم مسلمان اپنی مدد کے لیے امت مسلمہ کو پکار رہے ہیں، صلیبی افواج ہر طرف سے الکفر ملۃ واحده کے مصداق مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں بجائے یہ کہ ہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے، اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر امت مسلمہ کے اجتماعی کاز (Cause) کے لیے ایک چھت تلے غور و فکر کرتے،

زندگی تو یوں بھی فانی ہے جناب آدمی کو ایک ہونا چاہیے

کہہ رہا ہے اہل کفر کا ستم امت کو اب ایک ہونا چاہیے

مگر تنظیم اہلسنت کراچی نے ایک بار پھر دیوبندی مذہب نامی پرفریب کتاب کو شائع کر کے پاکستان کے اندر مذہبی منافرت و فرقہ واریت کی سلگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سلگانے کی کوشش کی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جن اعتراضات و الزامات کے جوابات سالوں سے دیئے جا رہے ہیں ان کو پھر دوبارہ وقتاً فوقتاً موقع بہ موقع دہرایا جائے؟ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

”نکتہ چینوں اور خردہ گیر یوں کا سلسلہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے علمائے حق کی طرف سے اعتراضات اور الزامات کے برابر جوابات دیئے جا رہے ہیں مگر اعتراضات کرنے والے اور الزامات لگانے والے اعتراضات و الزامات برابر دہرائے جا رہے ہیں دلائل و شواہد پیش کیے جائیں تو قائل ہو جانا چاہیے ضد بحث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام ہنود و یہود اور نصاریٰ سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اور ان (دشمنان اسلام کے خلاف) تبلیغ دین متین کا کام رک جاتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہو جائیں ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر دست کش ہو جائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں۔“ (سفید و سیاہ: ص ۱۵ ارضیاء القرآن پبلی کیشنز)

قارئین کرام! ان الفاظ سے دھوکا نہ کھا جانا یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں جب بلی کی اپنی دم پر پاؤں پڑا تو اب اسے اتحاد یاد آگیا بہر حال ”دیر آید درست آید“ اگر بریلوی واقعی اپنی اس بات میں سچے ہیں تو آؤ ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے مستقبل میں امت کے وسیع مفاد کی فکر کریں اور اتحاد امت کا مظاہرہ کریں لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ ہمیں اس قسم کے لوگوں سے کوئی لگہ شکوہ نہیں اس لیے کہ انتشار و افتراق کی اس مہم کی قیادت کرنا ان جیسے لوگوں کی پیشہ وارانہ مجبوری ہے اسی قسم کی مذموم حرکتوں سے ان کی روزی روٹی وابستہ ہے مگر الحمد للہ امت مسلمہ کی اجتماعی سوچ یکسر اس شرمزہ قلیلۃ سے مختلف ہے۔ آج پوری دنیا میں علمائے اہل

سنت دیوبند کے لاکھوں مدارس، مساجد، دینی مراکز و اجتماعات، نشر و اشاعت کا وسیع نیٹ ورک اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انگریز کے اشارے پر بریلی سے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے والی سازش مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور کے فیصل آباد کے مایہ ناز بریلوی مناظر سعید اسد صاحب اتحاد کے لیے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے چکر لگارہے ہیں۔

ہم پچھلے کئی برس سے اپنے مخالفین کے سامنے یہ چھتا ہوا سوال رکھ رہے ہیں کہ الحمد للہ علمائے دیوبند نے جن کو ختم نبوت کا منکر سمجھا ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، میں ان کے خلاف بھرپور تحریک چلائی، دس ہزار نو جوانوں کا خون اس مقدس مشن کے لیے پیش کیا، بہاولپور (متحدہ ہندوستان) پھر پاکستان کی پارلیمنٹ، ساؤتھ افریقہ کی کورٹ پھر رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ان کو کافر قرار دلوایا۔ آج کسی قادیانی کی یہ جرأت نہیں کہ علمائے دیوبند کے ہوتے ہوئے اپنا لٹریچر آزادانہ طور پر شائع کر سکے، اپنے اجتماعات کر سکے، کسی قادیانی کو کسی مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکے، یہی حال روافض کا بھی ہے ان کے خلاف بھی بھرپور تحریک چلائی گئی۔ اب بقول رضا خانیوں کے اگر معاذ اللہ علمائے دیوبند قادیانیوں سے بھی بڑھ کر گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ آج تک آپ نے ہمارے خلاف ۱۹۳۵ء، ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۳ء یا انجمن سپاہ صحابہ کے طرز پر کوئی تحریک نہیں چلائی؟ کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پوری آب و تاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا لٹریچر کھلے عام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے صلاح مشورے کے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔ آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی دیوبندی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر اکھاڑی گئی ہو کہ یہ اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتا تھا، کوئی ایک عوامی احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زوجین میں سے کوئی ایک دیوبندی ہے اس لیے معاذ اللہ نکاح فسخ کیا جائے؟

کیا یہ سب اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ عوام کے سامنے آپ کے اس وہابی ڈرامے کا ڈراپ سین ہو چکا ہے، عوام نے آپ کی الزام تراشیوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔

اگر آج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو معاذ اللہ کالا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور آپ قاتل کو کندھوں پر بٹھا دیتے ہیں کہ دیکھو مارنے والا عاشق رسول ﷺ ہے مگر یہ دیوبندی جو آپ کے ہاں معاذ اللہ سب سے بڑے گستاخان رسول ﷺ ہیں آپ کے سامنے دندناتے پھرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟ خدا کی قسم ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی گستاخ رسول آجائے تو اس کے جسم کے پہلے ۲۹۵ ٹکڑے کریں گے اس کے بعد سوچیں گے کہ ۲۹۵ بھی ایک قانون ہے اس کے لیے، جو چاہے آزما کر دیکھ لے،

جو جان چاہو تو جان دیں گے
جو مال چاہو تو مال دیں گے
لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ
نبی کا جاہ و جلال دے دیں

حیرت ہے کہ آج اگر یوٹیوب پر معاذ اللہ نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخانہ فلم شائع ہوتی ہے تو اسے بند کروانے کے لیے ٹرین مارچ کا ڈرامہ شروع ہو جاتا ہے مگر علمائے دیوبند کے بارے میں یہ خاموشی درپردہ اس بات کا اقرار ہے کہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ علمائے دیوبند معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ نہیں۔ لیکن کیا کریں اگر اس باسی کڑے کو وقتاً فوقتاً ابال نہ دیں تو ہمیں مسجد میں خطیب کون رکھے گا، مدرسہ میں مدرس کون رکھے گا، آخر گیارہویں کی کھیر کس کے گھر جائے گی؟ مردے کا تیجہ، جوڑا، مصلی کس کے حصے میں آئے گا؟

ہم اب بھی بانگ دہل کہتے ہیں کہ آپ کو اصل اعتراض حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، نامی کتابوں اور مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک جعلی فتوے پر ہے تو سن لیجیے ہم

ان کتابوں کو اپنے لیے سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں ہم چیچ چیچ کر کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کے مندرجات سے متفق ہیں ان کتابوں میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے، ان کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ کیا گیا ہے، آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہے ہمارے مخالفین میں ہے ایسا کوئی مرد مجاہد جو اس بنیاد پر ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرے؟

فہل من مبارز

بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ

کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

بہر حال تنظیم اہلسنت کی طرف سے شائع کردہ اس کتاب کو مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہ نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس کا جواب ایک نئے طرز سے لکھا جائے بندے نے حامی بھر لی۔ جب اس ارادے کا علم بھائی سفیان کو ہوا تو انہوں نے کہا کہ آج کل رضا خانی حضرات کسی کاشف اقبال کی ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ کو لیے پھر رہے ہیں لہذا اس کا جواب دیا جائے فقیر نے یہ کتاب منگوائی تو معلوم ہوا کہ سارا کا سارا دیوبندی مذہب ہی کا چر بہ ہے بہر حال کتاب پڑھ کر اللہ کی طرف سے دل میں القا ہوا کہ کیوں نہ علمائے دیوبند پر آج تک اہل بدعت کی طرف سے لگائے جانے والے تمام ہی چھوٹے بڑے اعتراضات کے جوابات اس مجموعے میں دے دیئے جائیں لہذا کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب کو بھی سامنے رکھ لیا گیا:

” (۱) الکوۃ الشہابیہ، (۲) سبحان السبوح، (۳) باطل اپنے آئینہ میں (۴) الحق المبین

(۵) شمشیر حسینی (۶) دیوبند سے بریلی (۷) دعوت فکر (۸) محاسبہ دیوبندیت“

لیکن چونکہ کاشف اقبال صاحب نے تمام ہی اہم اعتراضات کو ابواب کی شکل میں اپنی کتاب میں جمع کر لیا تھا اس لیے اسی کتاب کو حوالہ جات کے لیے بنیادی ماخذ بنایا گیا ہے۔ البتہ کاشف صاحب نے جہاں جہاں سے اعتراض سر قہ کیا اس کا حوالہ مندرجہ بالا کتب سے دے

دیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر مناظر اسلام سرما یہ اہلسنت حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو وقتاً فوقتاً اس کام میں میری رہنمائی کرتے رہے۔ ساتھ ہی استاذ العلمما محبوب الصلحی مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت حضرت عنازی مفتی ندیم محمودی صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی خصوصی شفقت و توجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے ساتھ ساتھ مکتبہ ختم نبوت پشاور کا بھی جن کی علم دوستی کے بدولت یہ کتاب ان کے عظیم مکتبے سے شائع ہو رہی ہے اللہ پاک اس کا صلہ انہیں دونوں جہاں میں اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔ آمین۔ میں نے یہ کتاب صرف اسی نیت سے لکھی ہے کہ کل قیامت والے دن اس بندہ ناچیز کا نام بھی اللہ کے ان سچے اولیاء کا دفاع کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ بندہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اور بروز قیامت اکابر علماء دیوبند کے ساتھ اس بندے کا حشر کرے۔ آمین۔

ساجد خان نقشبندی

ناظم شعبہ نشر و اشاعت جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ

یکے از خادم نوجوانان احناف پشاور

نگراں و نائب مدیر دو ماہی ترجمان احناف پشاور

خادم الطلبةء دارالعلوم مدنیہ (کراچی)

۷ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ / ۶ جون ۲۰۱۷ء شب جمعہ

اہل السنۃ والجماعۃ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
عبارات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

باب اول

کاشف اقبال کی کتاب کے مقدمہ کا جواب اور چند تاریخی حقائق

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی

شعبہ نشر و اشاعت

(دورہ تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ) (الہند)

باب اول

کاشف اقبال کی کتاب کے مقدمہ کا جواب اور چند تاریخی حقائق

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف پر ایک نظر:

ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھا جو مؤلف کی تہذیب و شناسائی کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہمارے ہاں عرف میں ”انکشاف“ کسی ایسی بات کو ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے جو اس سے پہلے کسی کے علم میں نہ ہو اور وہ بات چونکا دینی والی ہو تو عرض ہے کہ پچھلے سو سال سے ترجمان رضا خانیت کے اکابر بھی یہی الزامات اہل السنۃ والجماعت پر لگاتے رہے تو آخر اس صورت میں مولوی مذکور نے آخر کس بات کا ”انکشاف“ کر دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی فروخت کے لیے کسی صحیح تاجر نہ ذہن کے آدمی نے کتاب کا نام تجویز کیا ہے تاکہ ہر کوئی چونک کر خرید لے کہ دیکھو تو سہی آخر کیا کیا انکشافات کیے ہیں۔

مقرر ظہین کا جھوٹ:

کتاب پر تقریظ لکھنے والے مولوی ضیاء اللہ قادری نے لکھا ہے کہ: ”مولانا نے بڑی محنت سے اس کو تالیف فرمایا دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کر کے ان کو دعوت غور و فکر پیش کی ہے مولانا نے حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۱)

اسی طرح مولوی انوار رضا خانیت لکھتا ہے:

”آپ کی کتاب دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس موضوع پر اگر چہ اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عظیم علمی شاہکار بلکہ اپنے موضوع پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۳)

حالانکہ یہ کتاب ماسوائے چند حوالہ جات کے سب کی سب مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی

کتاب ”دیوبندی مذہب“ سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے حتیٰ کہ جس طرح دیوبندی مذہب نامی کتاب میں حوالوں میں کتر و بیونت ہے اسی طرح کاشف اقبال رضا خانی نے بھی اپنی کتاب میں بعینہ نقل کر دیئے۔ تو بھلا اس سرقہ شدہ مواد کو ”ایک عظیم شاہکار“ کہنا اسے مستغل کتاب کے طور پر پیش کرنا کیا کھلا ہوا جھوٹ و دجل نہیں؟ حیرت ہے کہ اگر متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی مطالعہ بریلویت سے حوالہ جات نقل کر دیں تو یہ لوگ اس پر آسمان سر پر اٹھالیں کہ سرقہ کر کے کتاب لکھی ہے اور یہاں اس بین الاقوامی سارق کو اس حرکت پر حسراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے:

ایں چہ بواجبی است

پھر اسے عظیم شاہکار کہنا بھی جھوٹ ہے ہمیں تو اس میں سوائے الزام تراشی، مکر و فریب، کتر و بیونت، کے عظیم شاہکاروں و شاہ پاروں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔ یہ بہن کہ حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے ایک اور مستقل جھوٹ ہے ان شاء اللہ آگے اپنے مقام پر آئے گا کہ علماء دیوبند کی عبارات میں کس طرح ہاتھ کا کرتب دکھا کر احتیاط کا منہ کالا کیا گیا ہے۔

ترجمان رضا خانیت کے نام پر بریلوی فتویٰ:

کتاب پر مؤلف کا نام ”مناظر اسلام ترجمان مسک رضا مبلغ اہل سنت حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی“ لکھا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف بریلوی مولوی عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

”تمام ملت اسلامیہ مدینے والے کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھتی ہے لیکن دیوبندی عقیدت نے حسین احمد نانڈوی کو ”مدنی“ بنا کر مدینے والے کا شریک ٹھہرایا۔“

(پانچ مسائل کا جواب: جس ۱۲۶ ہزم ایل حضرت کراچی)

بریلوی خطیب اہل سنت مولانا محمد صدیق نقشبندی لکھتے ہیں:

”جب عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ مدت دراز تک مدینہ میں رہنے کے باوجود بھی ”بہشتی“ ہی رہے مدنی نہ کہلائے حضرت سلیمان اور صہیبؓ بھی کافی عرصہ مدینہ میں رہے لیکن یہ بھی علی الترتیب ”فارسی“ اور ”رومی“ کہلائے ”مدنی“ نہ کہلائے تو حسین احمد نانڈوی کو مدنی کیوں کہا جاتا ہے؟

(باطل اپنے آئینہ میں: ص ۷۲، ۷۳ مدینہ پبلشنگ کراچی)

تو جناب کاشف اقبال فیصل آبادی صاحب آپ کی جماعت آپ کے نام کے ساتھ ”مدنی“ لگا کر آپ کو صحابہ کرام پر فوقیت دیتے ہوئے نبی ﷺ کا شریک بنا کر نبی مان رہی ہے معاذ اللہ آپ بھی اس خود ساختہ نبوت پر خوشی سے پھولے نہیں سمارہے ہیں تو اپنے ہی مسلک کے ان مولویوں کے فتوے کی رو سے جس بد بخت کا نام ہی حضور ﷺ کی توہین و بے ادبی پر مشتمل ہو اُسے دوسروں کو گستاخ کہتے ہوئے حیا نہیں آتی؟

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

اہل السنۃ والجماعۃ پر الزام تراشی کا سبب:

کتاب کی تقدیم میں ترجمان رضا خانیت نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ گستاخ ہیں لہذا عوام کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے یہ کتاب لکھ رہے ہیں چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ دیوبندیت کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ اور سرور کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اولیاء کرام کی توہین و تنقیص کرنا ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین: از ناقل) اکابرین دیوبند کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بساط پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی..... سمیت عرب و عجم کے سینکڑوں علماء و مشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا..... الخ۔“

ایک صفحہ آگے لکھتے ہیں:

”ضرورت اس امر کی ہے کہ اصل اختلاف کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ عامۃ

الناس حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔“ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۶، ۲۷)

مولوی غلام مہر علی صاحب چشتیاں بھی یہی لکھتے ہیں:

”چونکہ دیوبندیوں نے اپنے رسالوں میں حضرات اولیائے کرام و علمائے عظام پر نہایت فحش قسم کے حملے کر کے اہل سنت کے دلوں کو مجروح کیا ہے اس لیے مجبوراً بندہ کو حقیقت کا اصل رخ بے نقاب کرنے کے لیے کچھ لکھنا پڑا ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۲، مکتب خانہ مہر یہ چشتیوں طبع اول و ص ۶۵، مضبوط تنظیم اہل سنت کراچی ۲۰۱۲)

حالانکہ اصل اختلاف کا فیصلہ کرنے اور اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے خواہ مخواہ میں اتنی دماغ سوزی، جھوٹ، بہتان، الزام تراشی کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اور یہ حل بھی خود کا شف اقبال صاحب نے پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ کا آسان حل:

”جہاں تک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی..... کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الجھنا نہیں چاہیے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اشرف علی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجادلہ کرنا چاہیے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان و اسلام اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند دینے ہوئے ہیں..... تمہارا کفر کا فتویٰ تمہارے اکابر دیوبند پر لگتا ہے اس لیے کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی مسلمان نہیں تھے تو ان کو مسلمان اور عاشق رسول اور ان کو اپنا امام بنانے کی خواہش مند سب دیوبندی اکابر کافر ہوئے اس لیے کہ ”من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر“ کتب فقہ میں مرقوم ہے۔“

(کلمہ حق: ص ۸۵، ۸۶، شمارہ نمبر ۴)

تولیعے جناب ترجمان رضا خانیت صاحب! اب ہم آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے

تحت اپنے اکابر کا مسلمان عاشق رسول اور اکابر اہل سنت میں سے ہونا ثابت کر دیتے ہیں اور آپ اب ہم سے الجھنے اور ہمارے خلاف کتاب لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی قبروں پر جا کر ماتم کریں اور اپنے ہی فتوؤں کے خون ہو جانے کا مرثیہ پڑھیں۔

اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا مقام اہل بدعت کے اکابر کی نظر میں

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان صاحب کی نظر میں:

مولوی احمد رضا خان اپنی بدنام زمانہ کتاب ”حسام الحرمین“ میں دیگر اکابر اہلسنت کے ساتھ ساتھ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں:

”خلاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں اجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزاز یہ اور دروغ و غرور و فتاویٰ خیر یہ اور مجمع الانہر اور در مختار وغیرہا معتمد کستابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔“

(حسام الحرمین: ص ۷۵، ۷۶)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

”جب علماء حرمین طہیین زاوہم اللہ شرفاً و تکریماً نانوتوی و گنگوہی و تھانوی کی نسبت نام بسام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار و مرتدین ہیں اور یہ کہ ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر نہ کہ انھیں پیشوا اور سر تاج اہلسنت جانتا بلاشبہ جو ایسا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی و بد مذہب ہی نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے۔“

(عرفان شریعت: ص ۶۱، ۶۲)

اسی طرح ایک اور ظالمانہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”قاسم نانوتوی۔۔۔ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و تبعین و پیران و مدح خواں باتفاق علمائے اعداء کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ: ج ۱۴ ص ۵۸۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مشتہ نمونہ از خروارے ہم نے یہاں صرف تین فتوے ذکر کر دیے ہیں ورنہ احمد رضا خان کی قریباً ہر کتاب میں مسلمانوں کے لیے یہی فتویٰ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ یہ مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ مردار ہیں، ان کا نکاح کسی جانور سے بھی نہیں ہوتا، ان سے جسم چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے، ان

کو بیٹیاں دینا ایسا ہے جیسے کسی کتے تلے بیٹی بچھادی ہو۔ معاذ اللہ۔ اور ان سب مغالطات کا واحد سبب یہی ہے کہ ان سب اکابر دیوبند نے جن میں بالخصوص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں توہین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان طرازی اور احمد رضا خان صاحب کی شقاوت قلبی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی اور اکابر دیوبند کامل درجے کے مسلمان بلکہ ولی اللہ تھے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود بریلویوں کو بھی یہ بات مسلم ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی بریلوی اکابرین کی نظر میں

حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں:

مولوی نور بخش توکلی کا شمار بریلویوں کے جید اکابر میں ہوتا ہے اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولوی عبدالحکیم شرف قادری نے ان کو اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے مشائخ نقشبند یہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اسی کتاب میں اپنے شیخ سائیں توکل شاہ انبالوی کا ایک خواب نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

”حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔“

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: ص ۵۲، مشتاق بک کارنلاہور)

الحمد للہ قارئین کرام!!! اس مبارک خواب سے آپ اندازہ لگالیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا۔ ہم یہاں اس قسم کے واقعہ کی تشریح بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر مولوی فیض احمد اویسی کے الفاظ میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

”ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پر رکھا۔ میرا یہ قدم اقدام نبوت پر ہوتا ہے اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پاسکتا اور یہ بات جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی۔“

(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر: ص ۲۱ مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

ہم سمجھتے ہیں کہ سائیں تو کل شاہ صاحب کے اس خواب پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں کیا جاسکتا مولوی فیض اویسی نے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی تھا مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پایا؟؟؟۔ بیواؤ تو جروا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں ”ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحق یہ کہ اولیاء کے اجسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملتا ہے۔“

اب وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے؟ آگے خود اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ:

”اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔“

(مکتوبات: دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۵۱۳ مترجم مولوی سعید احمد بریلوی)

اس حوالے کو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے ملائیں تو نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت حجتہ الاسلام ”ولایت محمدیہ“ سے متصف تھے۔ واللہ

الحمد۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اللہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہے:

مولوی نور بخش توکلی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ یہ کتاب اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور وہاں سے اُسے شرف قبولیت بخشا گیا اس کتاب میں توکلی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ“

(سیرت رسول عربی: ص ۵۶۳، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو ”رحمۃ اللہ علیہ“ کہنا جائز ہے؟

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب:

بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔“

(ڈھول کی آواز: ص ۱۱۶، رشتائی پریس سرگودھا)

غور فرمائیں!! بقول قمر الدین صاحب کے: اعتراض کرنے والوں میں اتنی عقل اور سمجھ بوجھ ہی نہیں کہ وہ ”تحذیر الناس“ کو سمجھ سکیں۔ خیال رہے کہ قمر الدین سیالوی صاحب کے اس موقف کی تصدیق بریلویوں نے بھی کی چنانچہ حاجی محمد مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حضور شیخ الاسلام سیالوی نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے، اُسے خانوادہ دیوبند نے بڑے پیمانے پر شائع کیا۔“ (فوز القال: ج ۳ ص ۵۵۳، انجمن قمر الاسلام سلیمانہ)

خواجہ غلام فرید چاچڑاں:

”مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔۔۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔ (مقائیس المجالس: ص ۳۵۲)

اس ملفوظ پر مندرجہ ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے:

”حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی سے ان کو وہابی کہتے ہیں۔“

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی مؤرخ ملت عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے اکابر میں تسلیم کیا ہے۔ اور اپنی کتاب ”تذکرہ اکابر اہلسنت“ کے صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ پر ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ان کی ایک معروف کتاب ”حدائق الحنفیہ“ کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ”حدائق الحنفیہ (حنفی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔“

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۹۲ نور کتب خانہ)

آئیے دیکھتے ہیں کہ اس ”حدائق الحنفیہ“ میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کن الفاظ میں ملتا ہے:

”مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالمسیح بن مولوی ہاشم نانوتوی ۱۲۲۸ھ میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے۔ علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل تبصر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا پستلے تھے۔ آپ لڑکپن سے ہی ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز و وسیع حوصلہ، جفاکش جری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے

چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کروائی، پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کتباتیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولوی مملوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقعہ دہلی میں مدرس رہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہو گا۔ ۱۲۷۱ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسے کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آ کر تدریس و تفسیر علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور عجائب و غرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس سے تطبیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی تیج و بن تک ہو جاتی تھی۔ پادری تارا چند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک مینہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس مینہ میں پنڈت دیانند سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی ایسے بے سرو پا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا حتیٰ کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ پھر حج کو تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی عرصہ میں دیانند سرسوتی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم پنجشنبہ ظہر کے وقت ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ میں دفن کیے

گئے۔ مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا۔“

(حدائق الحنفیہ: ص ۹۱ تا ۹۳، نوٹ کشور پریس لکھنؤ، ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء مطابق شعبان ۱۳۲۴ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ وجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد جنوی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکابر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو ہجو دیگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہاء عظام حنفیہ رحمہم اللہ کی تحقیر و توہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ الہی ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمدہ تصانیف و تالیفات کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلا یا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا نہیں پھر یہ عقل کے پستلے اپنی سوء فہمی سے بے علمی و بے بضاعتی علوم قرآن و حدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔“

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام و علمائے کرام حنفیہ کے تراجم و حالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح و مراتب علوم حدیث و فقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء و فضلاء کو ان کا عشر عشر بھی حاصل نہیں ہوا مع سلسلہ سند تلمذ و روایت و تاریخ و احدث و وفات وغیرہ حالات کے ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لاؤں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب و گستاخ خود بخود منفضل و شرمسار ہو جائیں۔“

(حدائق الحنفیہ: ص ۲، ۳، رقم المادہ: ۲۵۹، ۱۱)

مندرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

- (۱) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر علماء و فقہاء احناف میں ہوتا ہے۔
- (۲) قرآن و حدیث میں علماء کی جتنی فضیلتیں آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔
- (۳) ان علماء کی تصانیف و تالیفات (جن میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس بھی شامل ہے) دنیا کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔
- (۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجودہ زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عشر عشر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل و سمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب و گستاخ شرمسار ہوں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے جہلمی صاحب کی کتاب جن کو یہ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھ کر یقیناً اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہو رہے ہوں گے۔ اور آئندہ حضرت کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے سچی توبہ کریں گے۔

حضرت فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی مرحوم:

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں ان کے خلیفہ شاہ مخمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب ”کمالات رحمانی“ میں لکھتے ہیں کہ:

”اب جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہو گئی۔

(فیصلہ خصومات از محکمہ دارالقضات: ص ۶۳ مکتبہ امداد الغرباء سہارنپور ربار دوم۔ کمالات رحمانی: ص ۶۳ دارالاشاعت رحمانی خانقاہ مونگیر)

مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری بریلوی:

”مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی۔“ (البوارق اللامعہ: ص ۲۴ روز مطبع پر سادت واقع بمبئی)

مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے براہین قاطعہ کا رد بوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔

مولوی دیدار علی شاہ:

مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”اور مولانا و استاذ ناریس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہارنپوری کے فتوے اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے۔“ (رسالہ تحقیق المسائل: ص ۳۱ مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس رطیع ثانی)

پیر کرم شاہ بریلوی ازہری:

پیر کرم شاہ بریلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

”حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مسمی بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تأمل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ و سلاما متشابہات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیثہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک منکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شہرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے۔“ (خط پیر کرم شاہ)

مگر افسوس کہ اس ”سرمہ بصیرت“ سے احمد رضا خان صاحب کام نہ لے سکے۔ پیر صاحب

مزید لکھتے ہیں کہ:

”یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارت النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے۔“

(تحدیر الناس میری نظر میں: ص ۵۸ رضیاء القرآن پبلیشرز)

اس حوالے سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر تحدیر الناس کو پڑھے تو اسے اس میں ختم نبوت کا انکار نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ کی معرفت اور ہر بار پڑھنے پر ایک نیا سرور حاصل ہوگا۔

مولانا نانوتوی اور علمائے فرنگی محل:

مولوی احمد رضا خان کے دیرینہ دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی جنہیں بریلوی اپنے اکابر میں سے شمار کرتے ہیں خاص کر ہندوستان میں خوشتر نورانی بریلوی کا رسالہ ”جام نور“ تو انہیں اپنے قارئین میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ مولانا عبدالباری صاحب علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

”ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابتیں ہمارے پاس موجود ہیں۔“ (الطاری الداری: حصہ دوم: ص ۱۶ رسنی پریس بریلی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالباری اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی لکھ دی کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور خط و کتابت بھی ہوتی تھی انہیں خطوط کو پڑھ کر مولانا عبدالباری صاحب نے یہ اصولی موقف اپنایا۔

مولوی خلیل خان برکاتی بریلوی:

”فقیر کا موقف بفضلہ تعالیٰ بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم،

مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیران کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف ہے کیونکہ امر محقق یہی ہے پھر یوم قیامت کے ہولناک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دن کی سہولت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا۔ (اعکشاف حق: ص ۳۷، ۳۸) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر دیوبند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی کوئی پرواہ۔

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ: ”ان تصریحات کے بعد کون مسلمان با انصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں تاہل کرے وہ بھی کافر ہے۔“ (اعکشاف حق: ص ۱۱۲، ۱۱۵)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ:

قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”جو شخص مجھ سے محبت و عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔“

(ضیاء القلوب: ص ۷۲، ۷۳)

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے اس کے لیے بندہ صرف ایک حوالہ دینے پر اکتفاء کرے گا مشہور بدعتی عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب حاجی صاحب کو ان القابات سے نوازتے ہیں:

”اختتام کلمات بکلمات طیبات مرشد زماں ہادی دوراں حضور مرشدی مولائی ثقتی و رحبائی المشہر بالالسنۃ والافواہ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ و تقواہ۔“

(انوار ساطعہ: ص ۵۵۵ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

یاد رہے کہ ”ضیاء القلوب“ کو مولوی حنیف قریشی نے اپنی کتاب ”نداء الاخیار“ میں حاجی صاحب کی کتاب تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب سمیت جید اکابر دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب نے ان دو حضرات کے لیے دعا کی کہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہے الحمد للہ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ اعلیٰ حضرت سمیت ہر چھوٹے بڑے اعلیٰ حضرتی بریلوی نے ان علماء کو بدنام کرنے اور عوام میں ان کا اثر و رسوخ کم کرنے کی ہر ممکن اور سرتوڑ کوشش کی مگر الحمد للہ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ان کا فیض ایسا جاری ہوا اور مسلک دیوبند کے اثر و رسوخ اور فیض رسائی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ حال ہی میں ”تحفظ ناموس رسالت“ کے متعلق خود صاحبزادہ ابوالخیر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر دیوبند اور دیگر جماعتیں ساتھ نہ دیتی تو ہم بریلوی اکیلے کبھی ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے، مگر کتنے افسوس کی بات ہے اور کس قدر ڈھٹائی اور سینہ زوری کا مظاہرہ ہے کہ جن کے دم خم سے اس ملک میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا قانون موجود ہے آج انہیں کو گستاخان رسول کہا جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

خلاصہ کلام: قارئین کرام غور فرمائیں!! کہ احمد رضا خان صاحب نے علمائے دیوبند کے لیے بالعموم اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بالخصوص یہ فتویٰ دیا کہ:

”یہ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کافر مرتد ہیں ان کو مسلمان سمجھنے والا بلکہ ان کے کفر میں توقف کرنے والا بھی انہی کی طرف کافر و مرتد ہے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ان کا نکاح کسی جانور سے بھی نہیں ہوتا ان کی توہین فرض ہے ان سے سلام کلام دعا جلوس سب حرام ہے معاذ اللہ۔“

مگر دوسری طرف نور بخش توکلی صاحب، خواجہ غلام فرید صاحب، فقیر محمد جہلمی صاحب، پیر کرم شاہ ازہری، مولوی دیدار علی، نذیر احمد دہلوی، علمائے فرنگی محل، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خلیل الرحمن برکاتی جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کامل درجے کا مسلمان، ولی اللہ سمجھتے ہیں کیا یہ سب حضرات احمد رضا خان کے فتوؤں کی زد میں نہیں آتے؟ اور جو بریلوی ان حضرات کو اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہیں کیا وہ بھی احمد رضا خان صاحب کے فتوؤں سے کسی طرح بچ سکتے ہیں؟

محدث العصر حضرت امام رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سخت متبع شریعت تھے:

از خواجہ غلام فرید:

”تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سخت متبع تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء کے ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مانے جاتے ہیں۔ آپ پر اگرچہ شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا۔۔۔ الخ“۔ (بحوالہ مقابیس المجالس: ص ۱۷۳)

نوٹ: خط کشیدہ جملہ کو بار بار پڑھیں اور صاحب حسام الحرمین کا نظریہ اور خواجہ صاحب کے نظریہ کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں۔

فقیر العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے:

رضا خانی مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کا خلیفہ اجل مولوی عبد الوہاب قادری لکھتا ہے کہ: ”جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں تو کل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں تو کل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے: ”لوگو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“

(تذکرۃ الرشید: ج ۲ ص ۳۲۲)

نمبر ۱۔ سائیں تو کل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم علمائے دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں۔“ (صاعقۃ الرضاعی اعداء المصطفیٰ المعروف مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم و حواس کے آئینے میں: ص ۱۷۲، ۱۷۳) بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برانچ یوپی موڑنا تھ کر اچھی

نوٹ: الحمد للہ رضا خانی مولوی نے سائیں تو کل شاہ انبالوی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں تو کل شاہ انبالوی علمائے دیوبند کے فضلہ خوار و پرستار تھے۔ اب آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سائیں تو کل شاہ انبالوی کون تھا؟۔ انبالوی صاحب بریلوی مولوی نور بخش | بخش | توکلی کا پیر و مرشد تھا نور بخش توکلی نے اپنے اس پیر کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب: ”تذکرہ مشائخ نقشبند صفحہ ۲۸۱ تا ۲۹۲ مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور“ پر کیا ہے۔ اقبال زید فاروقی نور بخش توکلی کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ:

”انبالہ میں ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ توکلی کہلائے۔“

(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور: ص ۲۹۶ / مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

مورخ بریلویت عبد الحکیم شرف قادری نے نور بخش توکلی کو اپنے اکابر میں ذکر کر کے لکھا کہ: ”جن دنوں آپ محمدن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔“

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۵۵۹، نوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا تبصر عالم۔ (فتاویٰ مظہریہ: ص ۳۴۹)

مولانا گنگوہی۔ (فتاویٰ مظہریہ: ص ۳۵۶)

پروفیسر صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف تبصر عالم مانا بلکہ ان کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بھی کی۔

بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے تاثرات یوں نقل کیے:

”مرگ مولوی رشید احمد زخمی است کہ مرہم ندارد، عالم صالح دیندار دریں وقت حکم عنقا دار وانا اللہ وانا الیہ راجعون مردن ایں چنین یک شخص از مردن یک ہزار بردیندار سخت تراست“۔

(بزم خیر از زید: ص ۹۳، ۹۵، شاہ ابوالخیر اکاؤمی دہلی)

مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون اس جیسا ایک آدمی ایک ہزار دینداروں پر بھاری ہے۔

حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

منظر الاسلام بریلی کے طالب علم کا اعتراف حق: حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی کی کرامت:

کرامت تو یہ تھی کہ جب میں بریلی میں منظر الاسلام اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں طالب علم تھا حضرت تھانوی صاحب مرحوم بریلی میں ایک جلسہ میں تقریر کے لیے تشریف لائے رضا خانی پارٹی ان کی آمد پر بہت خوش ہوئی اور مولوی حشمت علی صاحب نے مولانا صاحب سے مناظرہ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا فقیر کسی سے مناظرہ کرنے نہیں آیا۔ مولوی حشمت علی صاحب نے

حضرت مولانا امجد علی صاحب سے کہا اب کیا ہو؟ تو طلبا اور مولوی صاحب کی رائے یہ ہوئی کہ منور حسین (مجھ فقیر) کو ان کے جلسہ میں لے جاؤ۔ منور حسین بہت بے خوف اور حق گو ہے وہ ان کی تقریر میں موقع پا کر اعتراض کر دے گا میں حضرت مولانا صاحب کی بڑی تعریف سن چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے ہندومت دوست مسلمانوں کو شرک و بدعت سے بچانے کی قابل قدر جدوجہد فرمائی ہے میں تو بڑا ہی خوش ہوا کہ آج ملاقات بھی ہوئی اور اگر موقع ملا تو کچھ نوک جھونک بھی، بہت سے طلبا میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم دن دن اتنے جلسے میں پہنچ گئے جلسہ کرنے والے بڑے خلیق اور متواضع تھے انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ مسلاں مدرسہ کے ہیں۔ ہمیں فراخ دلی سے بٹھا دیا مگر خدائے تعالیٰ کی شان کہ مولانا موصوف دیکھنے میں تو بڑے سادھے معلوم ہوتے تھے گرمیوں کا زمانہ تھا موٹی ململ کا کرتا شاید شرع پا جامہ کپڑے کی دو پلی ٹوپی سر پر تھی گورے چٹے بھاری بھر کم سفید داڑھی، اللہ یحول بین المرء وقلبه غالباً موضوع تھا۔ بھائی بندہ پرانا صوفی منش

کیا حقیقت دو جہان کی وسعت دل کے حضور	لا مکان اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا
--------------------------------------	--------------------------------------

یہ امیر مینائی کا شعر تو ویسے ہی گنگناتا ہی رہتا تھا میں تو دل کی دلپذیر تقریر سے بالکل بے خود ہو گیا۔ مولانا صاحب نہایت پر مغز اور مؤثر تقریر فرماتے رہے اور بندہ جھومتا رہا جب میرے شوق ہل من مزید کے طبع تقاضوں کے باوجود تقریر ختم ہوئی تو مجھ سے رہا نہ گیا اور دوڑ کر سب سے پہلے خدمت میں جا کر سلام عرض کیا اور ہاتھ چومنے کی خواہش کی تو آپ نے مصافحہ سے شرف بخشا مگر کام دھن کو ترستا چھوڑا۔ میں اتنا تو پھر بھی عرض کر ہی دیا کہ جزاک اللہ خیر الجزاء۔ بہت مدت سے دل کے دریائے حقیقت کا دل متمنی تھا آپ نے خوش کر دیا۔ دل مردہ میں جان ڈال دی یہ سارا منظر منظر الاسلام کے طلباء بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں سے ہنستا ہوا ملا تو کہنے لگے میاں تم تو پکے دیوبندی بلکہ اشرفی نکلے میں نے کہا کہ حضرت پیر علی حسین شاہ صاحب کچھوچھے والوں سے تعلق کی وجہ سے اشرفی تو پہلے ہی تھا مگر اب تم نے مجھ کو دیوبندی اور ڈبل اشرفی بنا دیا پہلے تو پندرہ روپیہ کا تھا اور اب ۳۰ کا ہو گیا۔ خیر مجھے لعن ملامت کرنے لگے۔ میں نے بھی آیت کریمہ لا یخافون لومة لائم یعنی [[والے لعنت ملامت کی پروا نہیں کرتے اب پہنچے

ہم اعلیٰ حضرت کے پاس اور یہ وہاں لوگ بڑی شد و مد سے انتظار کر رہے تھے۔ پوچھا پالا مار آئے۔ میں نے کہا میں مار آیا مگر دل کا موتی ہار آیا۔ مولوی حشمت علی صاحب دانت پیس کر بولے میاں یہ صوفی صاحب تو خود ان کی تقریر پر لٹو ہو گئے اور ہاتھ تک چومنے لگے۔ لوگوں نے کہا خاص کر حامد میاں صاحب جو ایسی باتیں پسند نہیں فرماتے تھے فرمانے لگے بھلا تم صوفی مست قلندر کو لے ہی کیوں گئے؟ یہ کسی فرقہ و فرقہ میں قید ہونے والا بشر نہیں نہ ان کو عزت و ذلت کا خیال ہے ان کو تو روجی چاٹ چاہیے۔ روجی چاٹ، میں نے کہا اگر آپ بھی ان کی تقریر دل سے سنتے تو ان کو کم از کم ہدیہ دل ضرور پیش کر آتے ہنس کر خاموش ہو گئے۔

(تقویۃ الایمان از منور حسین سیف السلام دہلوی: ص ۷۲، ۷۳)

مولانا عبد الباری فرنگی کا عقیدہ کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ”حفظ

الایمان“ گستاخانہ عبارات سے پاک ہے:

”مولوی اشرف علی تھانویؒ کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے۔“ (سیرت انوار مظہریہ: ص ۲۹۲)

بہشتی زیور (مصنف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی توہین کرنے

والوں پر مفتی مظہر اللہ کا فتویٰ:

”الجواب: بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر توبہ لازم ہے۔ گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں۔“ (بحوالہ فتاویٰ مظہریہ: ج ۲ ص ۴۰۹)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے:

بریلوی استاذ العلماء فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔“

(حوالہ مہر منیر: ص ۲۶۸)

جو آدمی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے کس قدر ظلم و افتراء عظیم ہے۔

آستانہ کرمانوالے کے تاثرات:

میاں شیر محمد شرقپوری نے ایک وفد دارالعلوم دیوبند بھیجا:

”حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولاناؒ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہؒ سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔“ (بحوالہ معدن کرم مشتمل بر احوال و آثار کرمانوالے: ص ۱۳۷ مؤلف: محمد اکرام عبدالعلیم قریشی رینا ایڈیشن ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ)

نوٹ: حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دومرتبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنا اور وفد بھیجنا دارالعلوم دیوبند میں، اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی۔ علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فتاویٰ جات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

پیر طریقت شیر ربانی جناب شیر محمد شرق پوری کے تاثرات:

در بار شرق پور دیوبند میں چار نوری وجود کا اعتراف:

”مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب“ صدر مدرس دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاهوری شرق پور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت کے ساتھ ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بسندہ سے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب نے فرمایا:

”کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔“

(بحوالہ خزینہ معرفت: ج ۳۸۲ باب ۱۳ مرتبہ صوفی محمد ابراہیم صاحب۔ معدن کرم: ج ۷۱ ص ۱۳۷ ناشر کرمانوالہ بک شاہ)

نوٹ: اس کو بنظر غائر بار بار پڑھیں۔ ہم اس کو بلا تبصرہ ہی چھوڑتے ہیں متاثرین ہی انصاف کریں۔

آمد برسر مطلب:

صفحات کی تنگی کی وجہ سے یہ چند حوالے نقل کر دیئے ہیں جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ استاذ العلماء سلطان المناظرین سیدی وسندی واستاذی حضرت مولانا منیر احمد اختر صاحب مدظلہ العالی کی مایہ ناز ولا جواب کتاب ”اکابرین دیوبند کیا تھے؟ مطبوعہ دارالنیعم لاهور“ کا مطالعہ کریں۔ اب ہم مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب اور ان تمام بریلوی مناظرین کہ جن کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے کفر و ایمان پر بات کریں تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ آپ کے فلاں فلاں مولانا صاحب نے تو خان

صاحب کو مسلمان کہا پھر ان کے کفر و ایمان پر کیسے بات کی جاسکتی ہے اب ببا نگ دہل اعلان کریں کہ اکابر علمائے اہل السنۃ دیوبند مسلمان ہیں کیونکہ ہمارے فلاں فلاں مولانا صاحب نے ان کو مسلمان تسلیم کیا ہے۔ اگر کاشف اقبال صاحب نے یہ اصول واقعی ہی انصاف و دیانت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا تھا تو اب اقرار کرے کہ میں علمائے دیوبند کی تکفیر و تزیلیل سے توبہ کرتا ہوں کیونکہ میرے اکابر نے تو ان کو مسلمان کہا اور لکھا اور اکابر علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی اپنی کتابوں کو دریا برد کرتا ہوں مگر ترجمان رضا خانیت کاشف اقبال صاحب ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ اختلاف ختم ہو گیا تو اس اختلاف کے نام پر جو عوام سے روٹیاں مانگی جاتی ہیں وہ کون دے گا؟

کاشف اقبال رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر:

قارئین کرام! کاشف اقبال فیصل آبادی کا یہی اصول راقم نے ”سیف حق“ نامی ایک رسالہ میں پیش کیا تھا جو اس کے کلمہ حق کے جواب میں تھا اب بجائے یہ کہ یہ مولوی اس اصول کو تسلیم کرتا اس نے جب اس مضمون (جس میں یہ اصول نقل کیا تھا) کو الگ سے ”سبز عمائم کا جواز“ کے نام سے شائع کیا تو اس پوری عبارت کو ہی غائب کر دیا۔ ملاحظہ ہو سبز عمائم کا جواز صفحہ ۳۶ میلاد پبلیکیشنز لاہور جون ۲۰۱۱ء۔ بریلویوں کی اس قسم کی تحریفات کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون ”رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر“ مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں مولوی عبدالوہاب قادری سے بھی ہماری گزارش ہے جو لکھتا ہے:

”یہ آسمان علم و عرفان کے روشن ستارے ان کے علم و فہم کے مقابل ڈاکٹر خالد محمود ایسنڈ پارٹی کی حیثیت کا اندازہ لگائے پھر معاذ اللہ خالد محمود کی تصدیق کیجیے تو علمائے اعلام اساطین اسلام کی تکذیب و انکار کیجیے لا جرم کہنا پڑے گا کہ ڈاکٹر کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہے۔“

(صاعقۃ الرضا: ص ۳۱)

تو آسمان علم و عرفان کے ان چمکتے دھمکتے ستاروں کے سامنے موجودہ بریلوی خفاشوں کی کیا

حیثیت و اوقات بریلوی حضرات یا تو اپنے ان موجودہ ننھے منے نام نہاد محققین و مناظرین کی تصدیق کریں یا اپنے اکابر کی تکذیب جو علمائے دیوبند کی تعریف و مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں لاجرم ماننا پڑے گا کہ کاشف اقبال، غلام مہر علی، اوکاڑوی اور ان جیسے کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہیں۔

ابن ماسٹر شفیع اوکاڑوی علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک

نظر:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ ستلج کائن ملز سے ملحقہ ہائی اسکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے..... مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نوے روپے آپ نے فرمایا صرف نوے روپے؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہیے مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن ہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ کبھی کراچی بھی گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ برخوردار کراچی جانا چاہیے کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر معزم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی بالآخر مہین مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحب کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ مقرر ہوئی۔“

(معدن کرم: جس ۷۲۷ غیر تحریف شدہ ایڈیشن کرمانوالہ بک شاپ)

اگر رضا خانی حضرات ماسٹر امین اوکاڑوی کہہ سکتے ہیں تو اس حوالے کی رو سے ہمارا ماسٹر شفیع اوکاڑوی کہنے پر بھی ان کو ناراض نہیں ہونا چاہیے ویسے غور فرمائیں جب تک ماسٹر شفیع صاحب معمولی نعت خواں تھے تو نوے روپے ماہوار اور جیسے ہی علمائے اہل سنت کے خلاف خطیب و مصنف بن کر محاذ کھولا تو چار سو روپے ماہوار اس صورت حال میں کسی پیٹ پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو اس اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ ان شفیع اوکاڑوی صاحب کو

آج کل ان کے فرزند مولانا کوکب نورانی صاحب پریس و میڈیا کے زور پر ”مجدد مسلک اہل سنت“ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں بیٹے کی طرف سے باپ کو دیئے گئے اس لقب کا جو آپریشن بریلوی مفتی اعظم مفتی افتخار خان نعیمی ابن مفتی احمد یار گجراتی نے ”حرمت سیاہ خضاب صفحہ ۶، ۷ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات“ پر کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال مولانا کوکب نورانی نے عنوان دیا:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات (فہرست):
 اعلیٰ حضرت..... کی دینی استقامت، عشق رسول (ﷺ) فقہی مرتبہ اور علمی عظمت و کمال کے لیے ذرا علمائے دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجئے۔ (سفید و سیاہ: ص ۱۱۲ رضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)
 پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رضا حسانیوں کی طرف سے لعن طعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لیے لکڑ، ہضم پتھر ہضم۔

خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں
 حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کہ:

”احمد رضا خان صاحب عاشق رسول ﷺ تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی وہ عشق رسالت کی بناء پر کسی اور غرض سے نہیں کی۔“ (سفید و سیاہ ملخصاً: ص ۱۱۲)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی اوکاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف پیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳/ اپریل ۱۹۶۲ کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

”اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے کیا یہ بددیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرمادیئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل و فریب پر نظر نہ تھی۔ سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہرگز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بددیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے۔“ (مطالعہ بریوٹ: ج ۵ ص ۸۴)

احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں۔“

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۱۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطلہ تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا۔ باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ

نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کر لوں گا۔

بریلوی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

”یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے..... علوم و تحقیق سے کورے ہوتے ہیں..... ویسے ہی اغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر..... مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں..... اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۷ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کور اغویات ہانکنے والا، فاسق و فاجر شخص قرار دے رہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتویٰ:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب	کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
---	---------------------------------------

(حدائق بخشش: ج ۱ ص ۱۰۰ اردینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر یہ فتویٰ دیا:

”اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الہی ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشریک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔“

(امداد الفتاویٰ: ج ۶ ص ۷۷، ۷۸، ۷۹ مطبوعہ دارالعلوم کراچی)

کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کیا؟ حیرت ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مانتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی آف پیپلز پارٹی کی حقیقت:

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں راقم الحروف سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو واللہ تاللہ باللہ حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مگرے کا دور چلتا اور زنا ہوتا۔ العیاذ باللہ۔

مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضا خانی تھے:

اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضا خانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضا خانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضا خانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں:

”مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عاشق رسول وہی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مرثنا جانتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک

سچے عاشق رسول تھے۔ ان کا سرمایہ حیات عشق رسول تھا اور وہ زندگی بھر لوگوں کو حسب رسول کا سبق دیتے رہے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتویٰ شاتم رسول رشدی پر کل کی بات ہے لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۷۰، ۸۰ سال قبل گستاخان رسول پر جو فتویٰ دیا تھا وہ ہم سب کے لیے قابل مطالعہ ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کی تصانیف جوں جوں میرے مطالعہ میں آرہی ہیں توں توں ان کی عظمت و بزرگی، جلالت علمی، بحر ذکاوت، دانائی تقویٰ کا احسان بڑھتا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دو قومی نظریہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح مقتدی ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ سلام ”مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام“ کو اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ سلام آفاقی ہے۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مولانا نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر جوشدت کا بہتان لگایا جاتا ہے اور جس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ان کا عشق رسول ہے۔“

(تاریخ و کارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا: ص ۷۰، ۷۱ راز ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵)

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ:

مولانا کوکب اوکاڑوی سید سلیمان ندوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کی چند کتابیں دیکھیں تو مسیری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں حیران تھا کہ یہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہر گز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکا لراور شاہ کار نظر آتے ہیں جس قدر مولانا (احمد رضا) مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا محمد الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی

کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں میں ہے۔

(ماہنامہ ندوہ اگست: ص ۷۱ اگست ۱۹۱۳ بحوالہ - مفید و سیاہ: ص ۱۱۲، ۱۱۳)

یہی حوالہ معارف رضا میں بحوالہ طمانچہ صفحہ ۳۵ میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں حکیم

الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (معارف رضا: ص ۲۵۳ شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء)

مگر ادکاروی نے اپنے ہاتھ کا کرتب دکھا کر ”علیہ الرحمۃ“ کو ایسے غائب کیا کہ اب دور بین لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ اس تحریف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۹۲۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳ کے ندوہ رسالہ میں ان کی وفات کے ۳۰ سال قبل ہی رسالے میں ان کے ساتھ ”علیہ الرحمۃ“ لکھنا ہی اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پھر اس ندوہ رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو ”مرحوم“ لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا وفات سے ۸ سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دینا اس حوالے کا میڈان بریلوی ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلیٰ پائے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علمائے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے۔ جھوٹ بولنے کے لیے بھی سلیقہ چاہیے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔

یہ جعلی حوالہ عبد الوہاب قادری کی صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

کو کب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”سیرۃ النبی نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان

پرکاشہ تنکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلمہ سند یافتہ شمس العلماء شبلی نعمانی میں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں (مگر کسی ایک کتاب میں احمد رضا جیسے نام نہاد محقق سے اس اعتراف کے باوجود استفادہ نہیں کیا۔ از ناقل) سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے یہ فرما رہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاشہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس دور کے عالم دین کہلانے والوں میں آپ کے اکابر و اصاغر سب داخل ہیں۔“

(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفیٰ: ص ۱۵۹، ۱۶۰)

اندازہ لگائیں جو حضرات آج اس جدید میڈیا دور میں بھی ایسے جھوٹے بناوٹی حوالے تیار کر کے اس پر اتنی بڑی عمارت پروپیگنڈے کی تعمیر کر سکتے ہیں وہ اگر حضرت گسنگویہ رحمہ اللہ کی طرف جعلی فتویٰ یا علمائے دیوبند پر جعلی الزامات منسوب کر دیں تو کیا بعید ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”جناب محمد انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔“

ماہنامہ ہادی دیوبند: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ ص ۲۱ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۴۔ معارف رضا: ص ۲۵۲، ۲۵۳۔ طمانچہ: ص ۳۹۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۲، ۱۶۳)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث کا حدیث کی جزئیات کے لیے

شیعہ وغیرہ مقلدین کی شروعات کی طرف مراجعت کرنا ہی اس روایت کے جھوٹے وجعلی ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت کو گھڑنے والا اتنا جاہل ہے کہ وہ شروعات لکھنے کی نسبت بار بار حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی طرف کر رہا ہے حالانکہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کبھی کوئی حدیث کی شرح نہیں لکھی بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کی تقاریر کو جمع کر کے شائع کیا یعنی حضرت کشمیری کی تصانیف نہیں بلکہ امالی ہیں۔ نیز ہم پوری رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ احمد رضا خان نے جو شروعات احادیث لکھی ہیں جن کی طرف علامہ کشمیری جیسا آدمی مراجعت کرتا تھا وہ کہاں ہیں کس نے طبع کی ہیں کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے ترمذی کی شرح لکھنے کی بات کی ہے کہ اس کے لیے احمد رضا خان کی طرف مراجعت کرنا پڑی حالانکہ احمد رضا خان کی ترمذی کی نام نہاد شرح تو ان کے بیٹوں سے لیکر آج تک کے رضا خانیوں نے حقیقت میں کیا خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی تو علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے کہاں سے دیکھ لی؟ سچ کہا ہے

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

ویسے ان جعلی حوالوں سے علمائے دیوبند کا صاحب کشف ہونا تو کم سے کم ثابت ہو رہا ہے کہ جن کتابوں کو دنیا پر وجود ہی نہیں اور جو آگے چل کر کئی سال بعد طبع ہو کر معرض وجود میں آئی تھیں انہیں یہ اکابر پہلے ہی سے دیکھ لیتے تھے۔

مولانا اعجاز علی صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ:

”دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب جناب اعجاز علی فرماتے ہیں کہ احقر یہ بات تسلیم کر کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی مشرک کہتے رہے ہیں بہت وسیع النظر اور بلند خیال علو ہمت عالم دین صاحب فکر و نظر پایا آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہذا میں آپ کو مشورہ دوں گا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں۔“

رسالہ النور ہت سنبھون: شوال المکرم ۱۳۴۲ھ ص ۴۰ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۴۔ معارف
رضا: ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ص ۴۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴)

یہ رسالہ النور کس کا ہے؟ کس نے لکھا؟ اس کی کیا حیثیت ہے؟ ان رضا خانیوں نے کبھی خود
بھی یہ حوالہ دیکھا ہے؟ اس جعلی روایت کو گھڑنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان کا امام احمد رضا
۱۳۴۰ میں وفات پا گیا تھا تو دو سال بعد ۱۳۴۲ میں کیا مولانا اعجاز علی احمد رضا خان صاحب کی
قبر میں بوسیدہ ہڈیوں سے علمی استفادہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی
اس کے جھوٹا ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مولانا اعجاز علی کی طرف منسوب یہ قول:
”آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں“ حالانکہ
مولانا اعجاز علی نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں جگہ جگہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور بدعات پر
احمد رضا خان کے دلائل کا رد کیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

”جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے
کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا
بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

(ماہنامہ ہادی دیوبند: ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ ص ۲۱ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۶۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۴)

مولانا احمد رضا خان کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی تو وفات کے ۲۹ سال بعد ۱۳۶۹ھ میں
ان کے سانحہ ارتحال پر افسوس کرنا پکار پکار کہہ رہا ہے کہ میں کسی بریلوی کذاب کے دماغ کا
شاخسانہ ہوں۔

علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی طرف منسوب حوالہ:

کوکب اوکاڑوی لکھتا ہے:

”جناب محمد یوسف بنوری کے والد جناب زکریا شاہ بنوری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں

(مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حقیقت ختم ہو جاتی۔“

(سفید و سیاہ: ص ۱۱۶)

مولانا اوکاڑوی نے اس جھوٹ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ایسے موقع پر حسن علی رضوی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

”اس الزام بد انجام کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں نہ دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف کی روئیداد کا حوالہ ہے نہ بریلی شریف کے کسی روزنامہ اخبار یا ماہنامہ رسالہ کا حوالہ نہ کسی عام اخبارات میں ہندو پاکستان کے کسی اخبار کارکن اور تاریخ نگین کے ساتھ حوالہ لہذا یہ حوالہ حرامی ہے کسی دیوبندی ملاں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جنم لیا ہے پھر اس مضمون کی ترتیب بھی بتا رہی ہے کہ یہ حوالہ ولد الحرام ہے۔“ (محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۱۴۴، نجمین انوار القادر یہ کراچی)

خلاصہ کلام کہ یہ تمام حوالہ جات منگھڑت اور وضع کردہ ہیں یہ اصل حوالے خود ان لوگوں نے بھی کبھی نہ دیکھے ہوں گے ہم ان پر کوئی تبصرہ اپنی طرف سے کریں تو شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ تمہیں تہذیب و شائستگی سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہم انھیں کے فرقے کے اجمل العلماء کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی، تہذیب و شائستگی سے بھرپور، متانت و سنجیدگی سے مرقوم عبارت ان کی بارگاہ میں بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں:

”انہوں نے ہی بہتان طرازی کا بازار گرم کیا کتب دینیہ میں تحریفیں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے عبارات میں کترو بیونت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (مخالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے یہ جماعت جب اپنی افتراء پر دازی پر اتر آجائے تو خصم (مخالف) کے آباء و اجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبارات چاہے گھڑ لے آئے ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے..... مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا ایسا جیتا افترا و بہتان کیا ایسی گندی اور گھنونی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور ڈھٹائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کہیں اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور مکروکید کا مجموعہ تم نے کبھی اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ

چیز ہے کہ یہ سارا افتراء بہتان دجل و فریب مکر و کید تحریف و کذب محض اس لیے عمل میں کہ..... (اے دیوبندیو! از ناقل) تم یہ کہتے ہو..... اور تمہارے مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں۔ (رد شہاب ثاقب: ص ۱۲ تا ۱۴ / ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات ان کی
انہی کی محفل سنوار رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹے حوالہ جات کا الزام:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی کہے کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو شہاب ثاقب میں مولانا تقی علی خان کی طرف غلط حوالے منسوب کیے ہیں۔

سبحانک هذا بہتان عظیم

عرض ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ حوالہ جات مولانا محمد تقی خان صاحب کی کتاب ”سیف النقی“ سے نقل کیے تھے اور مؤرخ بریلویت مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (مقالات رضویہ: ص ۸۰ / الملتاز پہلی کیشنز لاہور)

تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے صرف اتنا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے ذمہ دار نہیں۔ سیف النقی راقم کے پاس موجود ہے۔

دوسری بات ان کتابوں و حوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضا خان اور ان کے تبعین کا بدترین دجل و سیاہ ترین جھوٹ ہے اس لیے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے:

”فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ۔“

(ابحاث اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۹۳۴/حادثہ اینڈ کمپنی لاہور)

اسی طرح صفحہ ۹۲ پر ”مطبع صبح صادق سیتا پور“ کو تراشیدہ اور فرضی کہا۔ حالانکہ وہی ہدایۃ البریہ جس کے حوالے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے اور جس کو خان صاحب فاضل بریلوی فرضی کہہ رہے ہیں راقم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

”اصلاح عقائد و اعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نعتی علی خان صاحب..... والد ماجد امام احمد رضا..... ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔“

کتاب پر ”حرف اول“ محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے۔ تقدیم لکھنے والے عبدالسلام رضوی مہواکھڑوی خادم تدریس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ہے۔ جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اور ان کے ماننے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تقدیم لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر یوں کرتے ہیں:

”ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتا پور میں طبع ہوئی۔“ (فضائل دعا: ص ۳۸) مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب بریلوی جواب دیں کہ معاذ اللہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے ثابت ہوئے یا تمہارا اپنا امام جس نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت سے بوکھلا کر اپنے ہی والد کی کتب کا انکار کر دیا۔ اور ہر کوئی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے ان کتب کا انکار کر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اگر ان کتب و مطابع کا کوئی وجود ہی نہ تھا تو آخر یہ کتب ان مطابع سے چھپ کیسے گئی ہیں؟ یہ ہے!!! کہ رضا خانیت جھوٹ بولنے پر آئے تو النور، الندوہ، ہادی دیوبند کے فرضی حوالے بنا کر علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دے اور ہٹ دھرمی پر آئے تو اپنی ہی چھپی ہوئی کتب کا انکار کر دے۔ اب وہ تمام گالیاں جو جمل سنبھلی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیں جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے ایک چادر پر

لکھ کر مولانا احمد رضا خان صاحب کی قبر پر چڑھا دیا جائے اس سے زائد ہم کچھ نہیں کہتے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے

قارئین کرام! مسلمانوں کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ و سلام و میلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے جو علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل نور و بشر وغیرہا پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ و شرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح منسروعی اختلاف نہیں کہا جاسکتا یہ ضرور ہے کہ فروع میں بھی اس مذہب والوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بناء پر ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

”سوال: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں حاضر رہنا و حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کیسی ہے؟

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۷۴)

اس جگہ حضرت گنگوہی نے واضح فتویٰ دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ:

”کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں تقریباً دو تین سال سے یہ اختلاف روز افزوں ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے اکابر دیوبند کے مستسبین فریقین میں منقسم ہوتے جا رہے ہیں لہذا مندرجہ ذیل امور کا مفصل و مدلل جواب باصواب تحریر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بریلوی، دیوبندی اختلاف فروعی ہے یا اصولی اور اعتقادی؟

ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں فریقین اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں اشاعرہ ماترید یہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے ابھر رہے ہیں لہذا دیوبندیوں بریلویوں کو متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، ماضی کے تجربات کی روشنی میں بتلائیں کہ کیا ایسا اتحاد عملاً کامیاب ہوگا؟ کیا اس مقصد کے لیے دیوبندیوں کو اپنے اصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عرس و میلاد اور فاتحہ وغیرہ میں شریک ہونا جائز ہے؟

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابر دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے مثلاً نور و بشر کا اختلاف علم غیب کلی کا اختلاف مختار کل ہونے کا اختلاف حاضر و ناظر، قبروں پر سجود کا اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں، نیز اکابر دیوبند کے بارے میں تکفیری فتاویٰ ان کی کتابوں میں ہیں لہذا ان سے اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے برأت ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔

اول الذکر حضرات میلاد شریف، اور عرس وغیرہ کے جواز اور استحباب پر اکابر دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں مثلاً رسالہ ہفت مسئلہ مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے بعض اقوال سے:

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا بریلویوں کی مجالس میلاد و عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا جائز ہے؟

کیا ان اعمال کو مصلحتاً برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟

کیا یہ اختلاف اصولی و اعتقادی ہے یا فروعی؟

کیا بریلویوں کی بدعات فی نفسہ ہمارے حضرات دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟

نقش نعلین شریفین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا اس سے استہراک، چومنا اور سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟

یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تک علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ

اہمیت دیتے ہیں، امید ہے کہ یہ لوگ خلاف شرع امور سے باز آجائیں۔ بیواؤ تو جروا۔

فقط..... والسلام..... المستفتی: اسماعیل بذات..... از مدینہ منورہ..... ۱۸/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب من اللہ التوفیق

حامداً و مصلیاً و معلماً، اما بعد!

دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ:

”دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے“

اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ:

فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور دونوں فریق اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور

مسلک حنفی پر قائم ہیں نیز اشاعرہ ماترید یہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی

دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

کیونکہ بریلویوں (رضا خانیوں) نے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے اور

ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے، مثلاً عقائد

میں چار اصولی اور بنیادی عقائد بڑھائے ہیں: ۱..... نور و بشر کا مسئلہ۔ ۲..... علم غیب کلی کا مسئلہ۔

۳..... حاضر و ناظر کا مسئلہ۔ ۴..... مختار کل ہونے کا مسئلہ۔ اور فروعی مسائل میں غیر اللہ کو پکارنا،

قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں کا طواف کرنا، غیر اللہ کی منتیں ماننا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، میلاد

مروجہ اور تعزیہ وغیرہ سینکڑوں باتیں ان کی ایجاد ہیں، جو صریح بدعات ہیں۔ اور بیعت و ارشاد میں

بھی ان لوگوں نے بہت سی غیر شرعی چیزوں کی آمیزش کر لی ہے مثلاً: قوالی اور وجد و سماع وغیرہ۔
نیز فریق اول کا یہ موقف خلاف واقعہ ہے کہ:

”ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی۔“

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دیوبندیت نام ہی تمسک بالسنۃ اور تنفییر عن البدعہ کا ہے اکابر دیوبند کا عمل ہمیشہ ”فاصدع بما توامر“ پر رہا ہے، انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مدابنت نہیں فرمائی، البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاح حال کی کوشش کی ہے، پس آج بھی ان کے اخلاف کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“، ”مسئلہ منقح“ سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔

اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت ودوالو تدھن فیدھنوں میں مذکور ہے اور لکم دینکم ولی دین میں اشارہ بھی اسی طرف ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ: ”رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں!“ اور جلد ۴ صفحہ ۳۸۰ کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بے ضرورت تعظیم و تکریم کرنے والے بھی ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام“ کا مصداق ہیں۔

اور بعض اہل بدعات کے فی نفسہ جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور فی نفسہ تو جائز ہوتے ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ کرو، مگر التزام اور شرائط و قیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں، اور وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔

اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اسبتر اک اور اس کا چومنا اور سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۷۸ میں اپنے رسالہ ”نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ سے رجوع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ اتکم واحکم۔“

حررہ: سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ..... خادم: دارالعلوم دیوبند: ۲۳ رذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

محمد ظفر الدین..... مفتی دارالعلوم دیوبند: ۲۵ رذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

الجواب الصحیح..... العبد نظام الدین..... مفتی دارالعلوم دیوبند: ذوالقعد ۱۴۱۷ھ

(یہ فتویٰ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں موجود ہے حوالہ آخر میں آرہا ہے)

”سوال: سنیت میں دو ٹکڑے۔ دیوبندیت اور بریلویت کیسے جائز ہے؟

جواب: بریلوی فرقہ کا اہل السنۃ والجماعۃ سے اختلاف صرف فروعی نہیں اصولی ہے، اس لیے یہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے خارج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“..... دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

یہ مذکورہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے نیا گیا ہے:

فتویٰ نمبر ۱۲ / N = ۱۳۳۳ / ۱۰۵۹ - ۱۰۷۶ سوال نمبر ۲۱۷۰

مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (دیوبند) اس بارے میں کہ

حضرات اکابرین دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جواب تک اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف فروعی ہے یا اصولی و عقائد کا اختلاف ہے؟

اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں مثلاً تیجہ، بیسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سالانہ عرس، میلا، دکان قیام، اجتماعی سلام، وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علمائے دیوبند اس پر قنم ہیں؟ یا اس میں کچھ خفت آگئی ہے؟

اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدیہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب کے مدعی ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ: اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سداً للباب تھا اور رضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصنفین کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

در یافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا واقعی موجودہ حضرات علمائے دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ ہلکا پن اختیار کر لیا ہے؟

اور کیا مصلحتاً ہلکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کچھ دیوبندی تھے؟
ان کے اکابر نے جو سوچ سمجھ کر بدعات بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا، کیا یہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو گوارا نہیں تھا؟

ان سے انتساب رکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال ہی میں ایک پاکستانی صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟
کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی شخصیت پر حرف نہیں آ رہا ہے؟

بینواتوجروا!۔ السائل..... اسماعیل بدات، مدینہ منورہ

الجواب

حضرات علمائے دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے تلامذہ و خلفاء سب بچے متبع سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت سے مخالف ہے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو، چونکہ حسب فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بدعت گمراہی ہے، اس لیے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلے میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں، اور ان کی تردیدی مضامین اور فتاویٰ ”البراہین القاطعہ“، ”المہند علی المفند“، اور ”الشہاب الثاقب“، ”امداد الفتاویٰ“ اور ”اصلاح الرسوم“ میں موجود ہیں۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر اپنی عالمانہ ذمہ داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات بلکہ ہر اس بدعت کی (جو اعتقادی ہو یا عملی) جس کا کسی بھی علاقہ میں غم ہوا، سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی، لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی، اور اس کی تردید میں ہلکا پن اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعات کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی اور سنتوں کے گردیدہ ہوئے۔ آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنالینا چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت ہی یکے دیوبندی تھے۔ اپنے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک سے سر مو انحراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اسی پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کا اطلاق حضرات اشاعرہ ماترید یہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خان جو رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کلی مانتے ہیں، یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے اختیارات سپرد کر دیئے گئے تھے، یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماترید یہ کے یہاں کہیں نہیں، نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں۔ اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں، اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہونا چاہیے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں، جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے، ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے۔ وبانہ التوفیق۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ..... صدر المدرسین محمد سلمان..... قائم مقام ناظم
مقصود علی..... مفتی مدرسہ عبد الرحمن عفی عنہ..... مفتی مدرسہ

(مہر دارالافتاء مظاہر العلوم سہارنپور)

(بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل از شبید اسلام مولانا یوسف مدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۰ ص ۲۰۷ تا ۲۱۳)

امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

امام اہل السنۃ کے تمیز حضرت مولانا محمد رشید صاحب مدظلہ العالی (استاذ الحدیث مدنیہ بہاولپور) فرماتے ہیں:

میں نے ایک بار حضرت امام اہل السنۃ سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور پیر قسم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے پکے کافر اور مشرک ہیں، ان کے پیچھے نماز باطل بلا شک ہے البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاہل ہیں، ان کو سمجھانا چاہیے اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفریہ و شرکیہ نظریات پر ڈلے رہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقدوس قرن صاحب مدظلہ العالی نے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ (ماہنامہ سندر: شمارہ نمبر ۳۰ اگست ۲۰۱۳ ص ۴)

مزید تفصیل کے لیے مولانا حمزہ احسانی صاحب کا مضمون ”دیوبندی بریلوی اختلاف.....“ اور..... حضرت امام اہل السنۃ رحمۃ اللہ علیہ ”مندرجہ“ ماہنامہ صفدر: شمارہ نمبر ۳۰ اگست ۲۰۱۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

ان فتاویٰ کو نقل کرنے کا مقصد:

یہ ہے کہ اگر اکابر علماء دیوبند مثلاً حضرت تھانوی، مولانا اعجاز علی اور علامہ کشمیری جیسے کبار احمد رضا خان یا بریلوی مسلک کے متعلق وہی موقف ہوتا جو کوکب اوکاڑوی یا مجید نظامی یا دیگر رضا خانیوں نے جھوٹے حوالے گھڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کے علوم و عقائد کے امین ان کے اصاغر و تلامذہ خلفاء برسرِ یہ موقف نہ اپناتے جن کا ذکر ماقبل کے فتاویٰ میں موجود ہے۔

اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب کا مضمون ”اکابر اہل

سنت دیوبند اور تکفیر احمد رضاؒ ”مجلہ نور سنت کے کنز الایمان نمبر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مناظر اسلام مولانا ابوالیوب قادری صاحب نے بھی قریباً اکابر دیوبند کے ۱۵۰ کے قریب فتاویٰ جات و حوالہ جات کو جمع کیا ہے جن میں عقائد بریلویہ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور وہ انہیں شائع کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔

ترجمان رضا خانیت کا دجل و تبلیس:

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”اہل سنت و جماعت کے دیوبندیوں سے بنیادی اختلافات بھی یہی ہیں جن کو آج دیوبندی عامۃ الناس سے چھپاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان سے اصولی اختلاف اہل سنت کا یہ ہے اور اس کا اقرار خود دیوبندی علماء کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

شاید بہت سے لوگ ناواقف سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، فساتحہ، تہبہ، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کا جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے۔“ (فیصلہ کن مناظرہ: ص ۶۵، فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴، ۲۵)

یہی عبارت مولانا منشائے قسوری نے یہ کہہ کر نقل کی:

”اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں..... الخ“

(دعوت فکر صفحہ ۱۲ مکتبہ اشرفیہ مرید کے ۱۹۸۳) کم و بیش یہی بات دیوبندی مذہب

صفحہ ۶۹ پر ہے۔

قارئین! غور فرمائیں مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: ”دیوبندی علماء“ اور منشائے تائبش قصوری لکھتا ہے: ”علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد“، یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت بہت سے دیوبندی علماء کی ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ دونوں میں سے ہم کس کو سچا تسلیم کریں۔ پھر ان دونوں کافراؤں دیکھیں کہ یہ عبارت ”عرض ناشر“ کی ہے اور اس پر جلی قلم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کرتا ہے اور دوسرا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ اس دھوکا دہی پر تو قصوری صاحب کو خود ”غور و فکر“ کرنی چاہیے چہ جائیکہ وہ دوسروں کو ”دعوت فکر“ دیں۔ بہر حال ہمارا اصل اختلاف رضا خانیوں کے ساتھ ان کے کفریہ شرکیہ عقائد کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے جس سے پہلو تہی کرنے کے لیے ہی رضا خانیوں نے ہمارے اکابر کی چند عبارات کو آڑ بنایا ہوا ہے۔ جو عبارت کاشف اقبال صاحب یا قصوری صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرض ناشر کی ہے یہ صاحب کون ہیں عالم یا جاہل ان کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا کچھ پتہ نہیں لہذا ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں ان کے مقابلے میں ہم ماقبل اکابر علمائے دیوبند اور ان کے دینی مراکز کا موقف پیش کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بنیاد پر ہے۔ پھر خود کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”آج کل دیوبندی عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) مشرک اور

بدعتی ہیں لغو ذبالہ اور ہم حق پر ہیں۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۴)

جب مانتے ہو کہ دیوبندیوں کا تم سے اصولی اختلاف ہے اور وہ تمہیں مشرک سمجھتے ہیں تو اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ دیوبندیوں سے فروغی نہیں اصولی اختلاف ہے۔

پھر مولوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی لکھتے ہیں:

”علمائے دیوبند عوام کو مغالطہ دینے کے لیے نور و بشر، استمداد، میلاد شریف، ختم و عرس وغیرہم

مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصلی اختلاف ان

مسائل میں ہے۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۶)

اصل میں کاشف اقبال صاحب قارئین کو یہ مغالطہ دے رہے ہیں کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلو تہی کرتے ہیں اور دوسرے مسائل میں الجھاد دیتے ہیں حالانکہ یہ مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے ہر مقام پر ہر پلیٹ فارم پر اپنے اکابر کی عبارات اور ان پر الزام تراشیوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ ہم مولوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی مثال پیش کرو جس میں علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی عبارات کا دفاع کرنے سے انکار کیا ہو، فاتح بریلویت حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میرا یہ عام اعلان تھا کہ ان (بریلویوں: ناقل) کا کوئی مولوی جہاں پہنچ کر فتنہ پردازی کرے مجھے اطلاع دی جائے میں ان شاء اللہ اپنے خرچ پر وہاں پہنچوں گا۔“

(بریلوی فتنے کا نیاروپ: ص ۲۷ الفرقان ہلڈ پوکھنؤ)

مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے منظر الاسلام بریلوی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد گورداسپوری کو ان عبارات پر چاروں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا جس کے بعد انہیں بریلی چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لیے ”فتح بریلی کا دلکش نظارہ“ یا ”فتوحات نعمانیہ“ ملاحظہ ہو۔ مولانا احمد رضا خان کے دادیلے پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود احمد رضا خان کا مقابلہ کرنے کے لیے حسام الحرمین میں دی گئی عبارات پر مناظرہ کرنے کا اعلان کیا مگر خان صاحب کو آنے کی جرأت نہ ہوئی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں مگر ان کو جرأت نہ ہوئی مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی مناظرے کے لیے احمد رضا خان صاحب کو لاکارتے رہے مگر خان صاحب اپنے بل میں دیکھے بیٹھے رہے۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنکوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات پر

ذلت آمیز شکست دی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ”قاصدہ النظر“، ”فتوحات نعمانیہ، رسائل چاند پوری“، ”نور سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر“۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارات پر مناظرے کی دعوت دی تم فوراً اچھل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کرنے کے لیے کہا تو فوراً اچھل پڑے کہ اجی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں۔

ہم سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے:

ایک طرف تو الزام دیا جا رہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آرہے ہو مگر جب دوسری طرف رضا خانیوں کے ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے تو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویل میں کیوں کرتے ہو بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔ آخر یہ دنیا کا کونسا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزام بھی لگاؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟ منشا تا بش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر لیا جاتا یا ان سے رجوع کر لیا جاتا“۔ (دعوت فکر: ص ۱۵)

قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کر دیا؟ تو پھر کیا تم چپ ہو گئے؟ کیا تکفیر کا مشغلہ ترک کر دیا گیا؟ جب کسی صورت ماننا ہی نہیں تو اس طرح کے لایعنی مطالبات کا کیا فائدہ؟ نیز کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا تو آپ حسام الحرمین کو دریا برد کرنے کے لیے تیار ہیں؟

سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی آسان ہے:

مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

”آج بھی اگر دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء سنجیدگی اور متانت اور حقیقت پسندی اور وسیع النظری سے

کام لیں اور انتشار کے خاتمے اور امت کے اتحاد قومی یک جہتی کے لیے گنتی کے صرف پانچ سات مولویوں کی قربانی دے دیں اور جن حضرات پر ان کی کفریہ گستاخانہ عبارات کے باعث حسام الحرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں فتویٰ کفر و ارتداد لگا ہے اور عرب و عجم شرق و غرب پاک و ہند کے اکابر و مشاہیر علماء و فقہاء نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے (لعنۃ اللہ علی اکاذبین اس جھوٹ کی حقیقت اپنے مقام پر طشت از بام ہوگی ان شاء اللہ: از ناقل) صرف ان گنتی کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے تو توہین کو توہین تسلیم کر لیں کفر کو کفر مان لیں اور سچے دل سے توبہ کر کے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جھوٹی تاویلات کا سلسلہ بند کر دیں اور حسام الحرمین پر تصدیق کر دیں تو امید ہے کہ امت کا وسیع تر اتحاد یکجہتی قائم ہو سکتی ہے۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج ۱ ص ۳۶، ۳۷ تنظیم اہلسنت کراچی)

یہی مطالبہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۲، ۲۳۲، ۲۷۸ پر بھی دہرایا ہے۔

لیکن ہم حسن علی رضوی اور دیگر رضا خانیوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو سارے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ آج ہمیں تو اتحاد یکجہتی امت کا وسیع مفاد کا لحاظ کرنے کی دعوت تو دی جا رہی ہے اور مولویوں کی قربانی مانگی جا رہی ہے، لیکن اگر رضا خانی واقعی اپنی اس مصالحت کی دعوت میں سچے ہیں تو کیا سات کے مقابلے میں صرف اور صرف ”ایک احمد رضا خان“ کی قربانی نہیں دے سکتے؟ سات علماء کو قربان کرنے کا سودا سستا ہے یا ایک کو؟ آخر حسام الحرمین سے پہلے بھی تو یہ لوگ مسلمان تھے حسام الحرمین سے قبل ان مولویوں کی تکفیر کرنا اسلام لانے کے لیے لازمی جز نہ تھا حسام الحرمین کے بعد بھی کئی بریلوی اکابر نے ان کو مسلمان کہا اور حسام الحرمین کی تصدیق سے صاف انکار کیا تو اب بھی اگر بریلوی علماء دانش مندی، وسیع ظرفی، وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک اور صرف ایک احمد رضا خان کی قربانی دے دیں تو کوئی آسمان نہیں گر پڑے گا۔ حیرت ہے کہ اگر ہماری طرف سے احمد رضا خان پر اعتراضات ہوں تو فوراً: ”سیاہ و سفید“، ”محاسبہ دیوبندیت“، ”آئینہ اہلسنت“،

”مقالات رضویہ“ وغیرہا لکھ کر اکابر بریلویہ کی ”دلای“ کرتے ہوئے صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے جاتے ہیں مگر ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ دلای نہ کرو مولویوں کی قربانی دے دو۔ آخر یہ کس جنگل کا قانون ہے؟

پھر صرف ان سات مولویوں کی قربانی دینے کا مطالبہ بھی عجیب ہے اس لیے کہ معاذ اللہ بالفرض علی سبیل التنزیل ایسا کر بھی دیا جائے تو اب تک جو سینکڑوں علماء مشائخ فقہاء اولیاء اللہ اکابر امت جو ان مولویوں کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا بنے گا؟ اگر ان کی قربانی بھی دینی ہے تو صرف سات کی قید کیوں لگائی اور اگر ان سینکڑوں کی قربانی دینے کی ضرورت نہیں تو صرف سات کی کیوں مانگی جا رہی ہے؟

دھواں دار تقریریں:

جہاں تک کاشف اقبال صاحب نے یہ کہا کہ ان موضوعات پر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں تو آخر آپ کو ان تقاریر سے کیا تکلیف ہے؟ ہم نے کب کہا ہے کہ ان موضوعات پر ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں؟ جو ہم ان پر لب کشائی نہ کریں۔ اگر کسی نے دھواں دار تقریر کی ہے تو یقیناً وہاں انہی موضوعات پر پہلے کسی رضا خانی نے شرارت کی ہوگی جس کے جواب میں یہ تقریر کرنی پڑی۔ آپ کے اشرف آصف جلالی آج کل دھواں دار ”توحید و سنت سیمینار“ منعقد کر رہے ہیں کبھی ان کو بھی مشورہ دیا کہ حضرت ان فروغی اختلافات میں کیوں وقت برباد کر رہے ہو۔ آپ کے علامہ ارشد القادری نے ”زلزلہ“ انہی موضوعات پر لکھ کر شہرت کمائی، آپ کے مفتی احمد یار گجراتی نے انہی موضوعات پر ”جاء الحق“ لکھ کر حکیم الامت کا تمغہ حاصل کیا آپ کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے سب سے پہلے جس موضوع پر قلم اٹھایا اور ”الکلمۃ العلیا“ لکھی وہ علم غیب کے مسئلہ پر ہے تو یہ مرثیہ ان کی قبور پر جا کر پڑھیں کہ حضرت جی ہمارا ان دیوبندیوں سے ان موضوعات پر اصل اختلاف نہیں پھر کیوں ان پر کتب لکھ کر اور

سیمینار منعقد کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہو۔ پھر کاشف صاحب آپ نے اپنی یہ کتاب دیوبندیوں کے ساتھ رضا خانیوں کے اصولی اختلاف کو سامنے لانے کے لیے لکھی مگر اسی کتاب میں یہ عنوانات بھی ہیں: ”دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی“، ”دیوبندی علماء کی تحریک پاکستان سے دشمنی“، ”دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کے ثبوت“، ”دیوبندی اکابر کی تہذیب و تصوف“، ”دیوبندی فقہ کے چند مسائل“، ”دیوبندی علماء کی پیر پرستی“، جواب دیں اصولی اختلاف میں یہ بے اصولیاں کیوں؟

آپ کے علامہ کو کب نورانی اوکاڑوی لکھتے ہیں:

”دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمائیے۔“
(دیوبند سے بریلی: ص ۳۲ رضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اور پھر آگے صفحہ ۳۴ پر ”اصولی اختلافات“ کا یوں ذکر کرتے ہیں:

”میلا دشریف، عرس شریف، ختم شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی، اور ایصال ثواب سب ناجائز و غلط بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے۔“ (دیوبند سے بریلی: ص ۳۵)
”نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز۔“ (دیوبند سے بریلی: ص ۳۷)

کاشف اقبال صاحب! آپ تو مندرجہ بالا میں سے کسی بھی مسئلہ کو اصولی اختلاف نہیں مانتے اور ان مسائل پر بحث کو مغالطہ ہی سمجھتے ہیں مگر آپ کے علامہ صاحب ان کو اصولی اختلاف میں شمار کر رہے ہیں اب جواب دیں کہ ہم آپ کو سچا مانیں یا آپ کے علامہ کو؟ مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی کتاب سے آپ نے سرقہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”عقیدہ حاضر و ناظر تمام امت محمدیہ کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا دین کی ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر و ناظر کا منکر اور آنحضرت ﷺ

کے مطلق خدا داد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۲۴۱ تنظیم اہل سنت کراچی)

جس مذہب کے مناظرین اور علامہ ہی اپنے مذہب کے اصول و بنیادی عقائد پر متفق نہ ہوں انہیں دوسروں کو اصولی اختلاف کا درس دیتے ہوئے کچھ تو شرم و حیا کے پانی سے وضو کرنا چاہیے۔

فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ و گستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵، ۲۶)

اور منشا تائش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان۔“ (دعوت فکر: ص ۲۹)

جواباً عرض ہے کہ اگر معاذ اللہ اہل حق اہل السنۃ والجماعت کی یہ عبارات اتنی ہی صریح طور پر گستاخانہ ہیں تو فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟ کیا وجہ ہے کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر حواشی چڑھانے پڑتے ہیں، ان عبارات کو بلا تبصرہ بلا عنوان بلا حاشیہ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ کوئی ایک کتاب کوئی ایک تقریر ایسی دکھلاؤ جس میں ان عبارات کو بیان کرنے سے پہلے اس پر مکروہ عنوان یا اس کا مکروہ خلاصہ بیان کر کے عوام کی مخصوص ذہن سازی نہ کی گئی ہو۔ اگر تم لوگ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر ہم بھی دعوت دیتے ہیں کہ پاکستان سے کوئی ایسے تین اشخاص منتخب کر لو جو صاحب زبان ہوں دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ علم نہ رکھتے

ہوں اور نہ ہی ان کتب کا کبھی مطالعہ کیا ہو نہ کبھی ان کے بارے میں کچھ سنا ہو ایسے لوگوں کو یہ کتابیں پکڑ دی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ان کا مکمل بالاستیعاب مطالعہ کرو اور جہاں کوئی بات قرآن و سنت کے خلاف دیکھو نشان زد کردو اگر انہوں نے ان عبارات پر ایسا ہی اعتراض کیا جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہو تو سر آنکھوں پر۔

پھر آپ کے جن اکابر نے ان عبارات کو ٹھیک سمجھا کیا وہ بد اخلاق، بد تہذیب، کافر لوگ تھے جو ان عبارات کی تائید و تحسین کر رہے ہیں؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا عبد السمیع رامپوری نے براہین قاطعہ کی گیارہ عبارات نقل کی ہیں جن کے متعلق کہا:

”مؤلف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش و مغرور ہو گئے۔“ (انوار ساطعہ: ص ۳۲ رضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مگر ان ”متوحش عبارات“ میں براہین قاطعہ کی وہ عبارت پیش نہ کی جس پر خان صاحب بریلی نے حسام الحرمین پر کفر کا فتویٰ دیا جس عبارت پر قصوری صاحب عوام کو دعوت منکر دے رہے ہیں نیز حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جو احمد رضا خان صاحب کے ایمان سوز دماغ میں آیا جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احمد رضا خان اور اس کی حسام الحرمین فساد کی اصل جڑ ہے ورنہ دیگر کو ان عبارات میں ایسی کوئی قباحت نظر نہ آئی۔

اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر:

ترجمان رضا خانیت کاشف اقبال صاحب آج اپنی عوام کو سیہ تاثر دے رہے ہیں کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول، انبیاء علیہ السلام، صحابہ کرام اور اولیاء امت کی گستاخیاں کی ہیں معاذ اللہ۔ جبکہ بریلوی اجمل العلماء مولانا اجمل سنہلی صاحب لکھتے ہیں:

”مصنف صاحب اگر تمہارے اکابر قائل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الہی کو کافر زندیق

جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بننا اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا۔“

(رد شہاب ثاقب: ص ۲۹۲ / ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

تو مولوی صاحب تمہارے اکابر کے نزدیک تو مابہ النزاع مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے ”امکان کذب“ تو خواہ مخواہ دوسری باتوں پر وقت کیوں صرف کرتے ہو یہ وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے کی تلقین آپ اپنے قاری کو بھی کر رہے ہیں۔ تو پہلے خود تو اس کتاب کے مسند درجات سے متفق ہو جاؤ۔

فروعی مسائل میں سلف و صالحین سے جدا ہونے کا الزام:

مولوی کا شرف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی مذہب فروعی مسائل میں بھی سلف و صالحین سے جدا ہے اس کا اقرار بھی دیوبندی علماء نے خود کیا ہے کہ اس سلسلے میں حضرات علمائے فرنگی محلکھنؤ حضرت مولانا عین القضاء صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضرات علمائے دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا۔“

(فیصلہ کن منظرہ: ص ۶۔ فتوحات نعمانیہ: ص ۳۰۰)

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف صفحہ ۲۵ پر یہی بات مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مولوی غلام مہر علی نے اپنی کتاب ”دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ و صفحہ ۶۷ بار اول میں بھی لکھی۔

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اول تو یہ عبارت کسی ناشر کی ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں پھر خود تکفیر کے مسئلہ میں علمائے فرنگی محل بریلویوں کے ساتھ نہیں اسی طرح مولانا معین الدین اجمیری نے بھی علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی بلکہ ایک پوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام ”تجلیات انوار المعین“ لکھی جس میں مولانا احمد رضا کی وہ گت بنائی ہے جو پڑھنے کے لائق

ہے۔ تو اس معاملے میں سلف و صالحین کے باغی تو تم بھی ہوئے۔ پھر کیا ان چار مولویوں کا نام سلف و صالحین ہے؟ آؤ ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ سلف و صالحین کا باغی کون تھا؟

مولانا احمد رضا خان صاحب اکابر کا باغی:

مولوی محمد اسماعیل بریلوی لکھتا ہے:

فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔“

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص ۷۰۱ فرید بک اسٹال لاہور)

بریلویو! آنکھیں کھول کر اس حوالے کو پڑھو، ۱۴۰۰ سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں، لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا۔ چار مولویوں سے دیوبندی اختلاف کرے تو سلف کا باغی اور جو آدمی ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یا رکچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین کا باغی:

”مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔“

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص ۷۰۳ فرید بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمان، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

بریلوی عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو حنفی ہیں سلف صالحین کے پیرو ہیں مگر دیکھا کہ اس نے امام ابوحنیفہ سے لیکر تمام حنفی فقہاء بلکہ صحابہ وہ بھی اکابر صحابہ سے اختلاف کیا ان کی جگہ اپنی تحقیق پیش کی ان کی تحقیق پر اعتماد نہ کیا۔ سلف صالحین کی پیروی کا نعرہ ان کا دھوکا ہے ان کا مقصد صرف اور صرف احمد رضا خان صاحب کی اندھی تقلید کروانا ہے۔

جاہل و خبیث کون؟

ترجمان رضا خانیت صاحب نہایت تہذیب و شائستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو شخص دیوبندیوں کو ضروریات دین میں اہل سنت کے ساتھ متفق بتلا کر اس کو فروغی اختلاف بتانا چاہتا ہے یہ اس کی جہالت و خباثت پر دل ہے۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

آئیے!!! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ جاہل و خبیث حضرات کون ہیں جن کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں۔

بریلوی استاذ العلماء فیض احمد گولڑوی:

”جہاں آپ بریلوی مکتبہ فکر کے علماء کرام میں ایک عارف محقق اور عالم مدقق تسلیم کیے گئے ہیں وہاں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آنجناب کے علم و عرفان کے ثناء خواں نظر آتے ہیں ان دو بڑے اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔“ (اعلاء کلمۃ اللہ: ص الف مطبوعہ گولڑہ جنوری ۱۹۸۵)

اس اقتباس میں فیض گولڑوی صاحب خلیفہ مجاز پیر گولڑوی نے بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کو بھی اسلامی فرقہ تسلیم کیا گو یا وہ دیوبندیوں کو ضروریات دین کا منکر نہیں سمجھتے۔

مولانا پیر کرم شاہ ازہری بھیروی:

پیر صاحب دیوبندی بریلوی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس باہمی و داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی

توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔“ (تفسیر ضیاء القرآن: ج ۱ ص ۵)

غور فرمائیں! انہوں نے تو واضح طور پر دونوں گروہوں کو ضروریات دین میں کلی طور پر متفق مانا ہے۔

مولوی محمد امین خادم خاص شاہ احمد نورانی و ناظم انوار القرآن کراچی:

”تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ سے تعلیمات نبویہ کی پیروی کی اور اسی کو اپنا مشعل راہ بنایا اور باہمی اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کیا مگر کچھ فتنہ پسند افراد نے مسلمانوں میں اختلافات کو ہوا دی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور جو ملت ایک فرد واحد کی طرح قائم تھی اس کو بھی فروغی اور کبھی اصولی اختلافات کے ذریعے تقسیم کر دیا مگر ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضاء پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے آپس کے اختلافات کی خلیج کو کم کرنے کی مشقت اٹھاتے رہے اختلافی مسائل کو درمیان سے ہٹا کر متفقہ مسائل پر اشتراک کر کے ایک مشترکہ مقصد کے لیے جدوجہد کے لیے تیار کرتے رہے، چنانچہ برصغیر میں جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس تحریک کی حمایت کی اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں اہل سنت و جماعت کے علماء تھے تو کچھ دیوبند کے علماء بھی تھے، شیعہ تھے تو اہلحدیث بھی تھے۔“

(عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، ص ۱۰۸، ۱۰۹، بزم انوار القرآن کراچی)

آپ کا مولوی دیوبندیوں کو مسلمان کہہ رہا ہے اور ان میں تفریق ڈالنے والے آپ جیسے مولویوں کو فتنہ پرور کہہ رہا ہے۔

جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ:

جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ کے ترجمان رسالے ”افق“ میں ڈاکٹر مظہر حسین بریلوی لکھتا ہے:

”قوم شیعہ، دیوبندی، سنی، حنفی، وہابی، بریلوی، غیر بریلوی، مقلد اور غیر مقلد کے بے معنی اور بلا جواز تفریق میں پھنسی ہوئی تھی۔“ (ماہنامہ افتخار کراچی: ۱۶ اگست ۲۰۱۳)

یہ جمعیت والے تو کہتے ہیں کہ یہ سب اختلاف ڈرامہ بازی ہے لفظی اختلاف ہے مولوی کاشف صاحب آپ کی جماعت و مذہب کے ان علماء کے مقابلے میں آپ کی بھلا کیا حیثیت ہے؟ کچھ تو شرم کریں پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھاڑو پھیرو۔

ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد اول کس نے ڈالی؟

ترجمان رضا خانیت نے دیوبند کے بطلان کے انکشاف صفحہ ۲۸ پر یہ عنوان قائم کیا ”ہندوستان میں وہابیت و دیوبندیت کے فتنہ کی بنیاد اول“ اور پھر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ”سب مسلمان متفق تھے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آکر اختلاف برپا کیا اور اسی نے سب سے پہلے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی۔“ یہی رام کہانی مولوی غلام مہر علی نے دیوبندی مذہب، ارشد القادری نے سوانح امام احمد رضا کے مقدمہ میں، لدھیانوی نے انوار آفتاب صداقت میں، ابوالحسن زید فاروقی نے مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان میں غرض اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں اس الزام کو دہرایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جید بریلوی اکابر نے ہندوستان میں ”وہابیت“ کا سہرا ”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ“ کے سر باندھا ہے اور اس کے لیے جو مکروہ تاریخ نویسی کا ثبوت اس پیٹ پرست مذہب کے مولویوں نے دیا ہے اس کو دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

شاہ ولی اللہ وہابی تھا رضا خانی اکابر کی ہرزہ سرائی:

مولوی محمد رمضان قادری بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”شاہ ولی اللہ کے سنی حنفی یا غیر مقلد وہابی ہونے کی تحقیق۔۔۔

واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی زندگی کے پہلے دور میں کچے حنفی اور عقائد اہل سنت و جماعت کے نہ صرف حامل بلکہ مبلغ و داعی تھے مگر افسوس کہ زندگی کے دوسرے دور میں یعنی نخب و

حجاز میں ابن عبد الوہاب نجدی سے ملنے کے بعد وہابیت سے متاثر ہو گئے..... شاہ ولی اللہ صاحب کا نام احمد ہے آپ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب مقلد حنفی اور مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور جیسے کہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں آپ بھی مقلد حنفی اور علوم شریعت و طریقت کے عالم باعمل تھے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین بنے آپ کو اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کو شاہ ولی اللہ قطب الدین جیسے معزز القاب سے نوازا جانے لگا۔ واضح رہے کہ شاہ صاحب موصوف ابن عبد الوہاب نجدی کے معاصر ہیں جس زمانے میں آپ ہندوستان میں دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے اسی زمانے میں شیخ نجدی نجد و حجاز میں وہابیت کے فروغ و قتل و غارت اور لوٹ مار میں مصروف تھا جب شاہ ولی اللہ صاحب فریضہ حج ادا کرنے حج زمعدس پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات ابن عبد الوہاب نجدی سے ہو گئی (یہ سفید جھوٹ ہے تاریخ میں ان دونوں حضرات کی ملاقات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا: از ناقل) شیخ نجدی یہ جان کر کہ آپ عالم شہیر اور مسلمانان ہند کے ذی اثر علماء میں سے ہیں آپ سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ پیش آیا اور میل جول بڑھتے بڑھاتے ان دونوں میں بے تکلفی کی حد تک دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ شاہ صاحب تحریک وہابیت کی سیاسی سرگرمیوں کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور معاہدہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے تنزل اور انحطاط کا نقشہ تصور گھوم گیا مسلمانوں کی اس ڈمگاتی حکومت کے خلاف انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں (جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے: از ناقل) اور ریشہ دوانیوں کو یاد کر کے بیقرار ہو گئے چنانچہ آپ نے پختہ فیضہ کر لیا کہ آپ ہندوستان پہنچ کر ابن عبد الوہاب نجدی کے طریقے اور اصولوں پر مسلمانوں کی تنظیم اور تحریک اقامت دین چلا کر پورے ہندوستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائیں گے۔ آپ نے شیخ نجدی کے طریقہ کار اور اصولوں کو اسلامیان ہند کی زبانوں کی حالتی کا مکمل علاج قرار دے کر ابن عبد الوہاب نجدی کی ہدایات اور مشورے سے ایک منصوبہ بنایا اور اس پر غور و خوض کرنے کے بعد لائحہ عمل مرتب کر کے مراجعت کی..... مگر چونکہ شیخ نجدی کی تحریک وہابیت کی بنیاد اصول وہابیت پر قائم تھی اس لیے شاہ صاحب موصوف نے جب مسلمانان ہند کی تنظیم و اصلاح کے پیش نظر اس کے اصولوں کو اپنایا تو

گویا اصول و ہابیت ہی کو اپنایا اور اس طرح آپ پر بایں ہمہ علم و فضل و ہابیت کا رنگ چسڑا گیا۔ اپنے والد ماجد کی تعلیم و تربیت سے آپ..... تو ابوالوہاب یہ ابن عبدالوہاب نجدی کی صحبت کے اثر سے غیر ارادی طور پر ان مقامات سے آپ کی نظر اٹھ گئی اور انہوں نے مسلمانان ہند کو سیاسی کامیابی حکومت اسلامیہ کے استحکام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست دینے کے جوش و جذبے میں مغلوب اور ابن عبدالوہاب نجدی کی کامیابیوں سے مرعوب ہو کر اصول و ہابیت کو قبول اور اختیار کرتے ہوئے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ وہابیت کے اصول و عقائد جمہور اہل سنت و جماعت کے اصول و عقائد سے یکسر مختلف اور حقیقتاً اصل اسلام ہی کے خلاف ہیں اور درحقیقت ایک عظیم فتنہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر بھی توجہ نہ کی کہ ہندوستان میں اصول و ہابیت کے تحت تحریک اقامت دین کو مسلمانان ہند قبول و برداشت نہیں کریں گے۔ اور ان کی شخصیت پر بھی برا اثر پڑے گا۔ پس ان پر جو دھن سوار ہو گئی تھی اسی دھن میں ترویج و ہابیت کا پختہ فیصلہ کر بیٹھے۔

ہندوستان واپس پہنچنے پر آپ کی حالت ہی بدلی، نہ وہ عامانہ رنگ تھا اور نہ ہی طریقت کے اطوار باقی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں حجاز سے واپس آنے کے بعد والد ماجد کی نسبت باطنی اور علم و تقریر کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی تھی..... پس جب آپ کے شاگردوں اور آپ کے والد محترم کے تربیت یافتہ اور سلجھے ہوئے عقیدت مندوں نے خلاف توقع آپ کے منہ سے نامانوس باتیں اور عقائد اہل سنت کے خلاف آپ کی گفتگو سنی (لعنۃ اللہ علی الکاذبین: از ناقل) تو حیران و ششدر رہ گئے اور رفتہ رفتہ آپ سے بے تعلق ہوتے چلے گئے۔ تاہم شاہ صاحب اپنے طے کردہ پروگرام کے مطابق اصول و عقائد و ہابیت کی ترویج میں کوشاں رہے نیز اس سلسلے میں بھی پسند کتابیں باغ المبین (تاریخ نویسی کے زور سے موصوف صفت میں مطبقت کا خیال نہ رہا) اور تحفۃ الموحدین وغیرہ تصنیف کیں۔ (انہی کتابوں کو وہابی صاحبان بکثرت شائع کرتے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں) مسلمانوں نے شاہ صاحب کو ان کے انوکھے وہابیہ خیالات و عقائد کو قبول نہ کیا۔ وہابی اور اطراف و جوانب میں شور مچا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو گیا علمائے اہل سنت شاہ صاحب کی اس غلط روی کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور انہوں نے وہابیہ عقائد کی نہایت فرض شناسی کے ساتھ بر محل تردید کی شاہ صاحب نے خود کو بجائے اہل سنت کے محمدی کہلانا شروع کیا اور دوسرے وہابی

بھی ان کی پیروی میں محمدی کہا نے لگے۔ اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ اس ملک میں بھی وہابیت کی داغ بیل پڑ گئی اور مسلمان قوم سنی وہابی کے جھگڑے میں پھنس کر باہم دست و گریبان ہو گئی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

(مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۷۲ تا ۷۹ شرکت قادریہ پنجمور سندھ ۱۹۸۴)

یہ کتاب شاہ تراب الحق قادری کے اہتمام سے شائع ہوئی، اس پر بریلوی مناظر مولوی عبد الرحیم سکندری نے مقدمہ لکھا، منشائش قصوری نے نشان منزل کے عنوان سے کتاب کی تحسین و تعریف کے قلابے ملائے جبکہ بریلوی معین الملت مولوی معین بریلوی نے کتاب پر تقریظ لکھی۔ کم و بیش یہی مکروہ تاریخ بریلوی غزالی جنید و رازی دوراں مولوی عمر اچھروی صاحب نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ”مقیاس حنفیت صفحہ ۵۷ تا ۸۷ مدار المقیاس اچھرہ ۱۹۶۶“ پر بیان کی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے بریلوی جید اکابر کی طرف سے تاریخ کے نام پر اس جھوٹ مسکرو فریب کے سیاہ پلندے کو ملاحظہ کیا یہ جھوٹی تاریخ گھڑنے کی وجہ بھی خود اس مولوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

”اس امر کی تحقیق میں یہ رسالہ تالیف کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ موجودہ زمانے کے وہابی صاحبان بدلے ہوئے حالات کے تحت تاریخ کو نسخ کرنے کی منظم جدوجہد میں مصروف ہیں۔“ (مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۱۵)

چھلمنیکو اپنے چھید نظر نہیں آرہے ہیں اور لوٹے کو طعنہ دے رہا ہے کہ تجھ میں دوسورائیں ہیں۔ مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی دیوبندی مذہب سے مواد سرقتہ کر کے کاشف صاحب نے کتاب تیار کی وہ لکھتا ہے:

”سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارنگی بجانے والے اس کے بیٹے رفیع الدین و عبدالقادر ہیں جہالت عامہ کے دور میں دہلی میں سقہ بچہ کی طرح ان کی علمی

شاہی کا چمڑے کا سکہ چلاتا تھا۔ یہ مولوی احمد اصفد ان "مجتہدان کا حیرت انگیز ہیولی تھے اول سنی پھر
مجددی..... خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز
نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا۔"

(عصمۃ انبی المصطفیٰ: ص ۷۸، ۷۹)

بریلوی رئیس القلم سید عبدالکریم علی ہاشمی لکھتا ہے:

"اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات
سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینہ کے ۱۲۷۷/۱۲۸۰ء سے لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے
چنانچہ سب سے پہلے آپ نے مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان میں لے آئے۔"

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۶۱۰)

بہر حال رضا خانیوں کی بیان کردہ اس مسخ شدہ تاریخ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

✽ شاہ ولی اللہ اپنے سپے دور میں اہل السنۃ والجماعۃ مسلمان تھے۔

✽ شاہ صاحب جب حجاز مقدس پہنچے تو وہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم سے ملاقات
ہوئی۔

✽ آپ اس کی قتل و غارت گری اور لوٹ مار سے بہت متاثر ہوئے۔ معاذ اللہ۔

✽ چنانچہ آپ نے اس سے دوستی کی اور میل جول کے تعلقات بڑھ کر بے تکلف دوستی میں
بدل گئی۔

✽ آپ نے نجدی اصولوں پر تحریک اقامت دین قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

✽ اس سلسلے میں محمد بن عبدالوہاب نجدی سے صلاح مشورہ کیا۔

✽ جب اصول وہابیت کو اپنایا تو وہابی رنگ چڑھ گیا۔

✽ شیخ نجدی کی صحبت کی وجہ سے بلند مقام و رفیع درجات سے محروم ہو گئے۔

✽ ایسی دھن سوار ہوئی کہ تمام تر مخالفت کے باوجود وہابی دین قائم کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہندوستان واپس آکر اپنے وہابیہ کفریہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔ معاذ اللہ۔
 اسی سلسلے میں البلاغ المبین اور تحفۃ الموحدین نامی کتب تصنیف کی۔
 ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے قبول نہ کیا اور ایک شور برپا ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی ہو گیا۔

وقت کے تمام بڑے علماء نے آپ کی تردید شروع کر دی۔
 آپ نے اہل سنت کے نام سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے خود کو محمدی کہلانا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے مدینہ سے ہندوستان میں وہابیت کو شاہ ولی اللہ لائے انہوں ہی نے اس خطہ میں وہابیت کی داغ بیل ڈال کر سنی قوم کو سنی وہابی کے نام سے باہم دست و گریبان کر دیا۔
 مجھ سمیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھنے والوں کو رضا خانیوں کی ذکر کردہ ان کے دلوں سے زیادہ اس سیاہ تاریخ کو پڑھتے ہوئے جس کو فت اور ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا بندہ اس پر معذرت خواہ ہے لیکن کیا کریں جب تک ان امور کو سامنے نہ لایا جائے عوام اس زہریلے اہل سنت دشمن فتنے کو کس طرح پہچان پائیں گے۔ بہر حال وہ رضا خانی جو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ وہابیت کی داغ بیل ڈالنے والے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اپنے اکابر کی اس تحقیق کو پڑھیں اور اپنا قبلہ درست کریں۔

مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھے:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہلسنت احمد رضا خان بریلوی نے فرمائی ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۵)
 جب رضا خانی بریلویوں کے عقائد وہی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

تو تمہارے نزدیک پکا وہابی تھا اسی وہابیت پر ان کی وفات ہوئی تو مانو کے تم سب بھی وہابی ہو اور مولانا احمد رضا خان بریلوی اسی وہابیت کی ترجمانی کرتا تھا تو مورد الزام صرف شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کیوں؟ پھر یہ کہنا بھی کھلا جھوٹ ہے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے عقائد پر ہیں یہ حضرات علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے، اولیاء اللہ کو حاجت روا ماننے کو شرک سمجھتے، مزارات ہر کیے جانے والے منکرات کو مشرکین مکہ کا شرک کہتے، عبدالنبی نام رکھنے کو منع کرتے، اولیاء اللہ کے نام پر ذبیحہ کو حرام جانتے وغیرہ ان میں سے ایک سے بھی بریلوی اور اس مذہب کا بانی مولانا احمد رضا خان صاحب متفق نہ تھے بلکہ کھلم کھلا انہیں وہابیت کہتے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے:

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بناتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل“۔ (حیات الموات، ص ۱۶۳، حاد اینڈ کمپنی)

مولانا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب و شائستگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود ملاحظہ فرمائیں۔ سر دست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آجائے تو سند حدیث برباد اور محدثی و شاہی ضائع ہوئی تو مولانا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پسیر مار ہروی سے جو اعزازی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا نام

ہے (رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۲۶۹، ۳۰۵) تو گویا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے کیونکہ اس میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں جن کو معاذ اللہ تم نے وہابی گستاخ بے ایمان لکھا۔ یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سندات حدیث کی رضا خانیوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب اعزازی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعویٰ کیا ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی متداول کتب کسی مکتب میں بیٹھ کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں۔

مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی الف لیلوی کہانی:

”موصوف نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لیے جو کچھ گھڑا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے سے ملے، پیری مریدی ہوئی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد جو کافی تعداد میں تھی اپنی اہلیہ اور نواسوں کو ہبہ کی تو مولوی اسماعیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر سوچا کہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں ان کا اسلام درست کرنا چاہیے اور ہندوستانی چونکہ پیروں کو مانتے ہیں اس لیے سید صاحب کے پاس پہنچ کر اس کے مرید ہو گئے اور لوگوں کو ان کی تعریف سنانا شروع کر دی، ۱۸۲۳ء میں جب یہ دونوں سید صاحبان ملے اور پیری مریدی کا سلسلہ نکلا تو سید احمد شہید مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت میں گھوم رہے تھے تو اسی دوران انگریز کے اشاروں پر سکھوں کی طرف متوجہ ہو گئے شاہ اسماعیل نے نیا نیا علم پڑھا تھا، دہلی میں وعظ کرتا تھا اسی دوران ہندوستان میں ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید آئی کسی نے شاہ اسماعیل شہید کو بھی بھیجی تو شاہ صاحب کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو گئی مولوی اسماعیل نے مولوی عبدالحی کی مدد سے اس کتاب سے نجدیانہ خارجیانہ عقائد کا انتخاب کر کے اردو زبان میں ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ اس پر لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا یہ حرکتیں کر رہا ہے تو اس پر شاہ صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا مگر شاہ اسماعیل نہ مانا، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

شاگردوں کو مناظرے کی دعوت دے دی آخر تنگ آ کر تمام علماء احناف دہلی میں جمع ہو گئے شاہ عبدالعزیز دہوی اور مولوی اسماعیل اور شاہ عبدالغنی کو بلوایا گیا اور مسند درجہ ذیل مسائل ان کے سامنے دلائل قاہرہ سے ثابت کیے گئے:

✽ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود صرف بشری نہیں جیسا کہ مولوی اسماعیل نے شور مچا رکھا ہے بلکہ وہ گوہر نورانی نور اسلی خدا تعالیٰ کے ہیں اور آپ کا نور مخلوق اور خاص فیض ہے نور الہی کا۔

✽ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانا اور اس میں قیام کرنا اور صلوة و سلام پڑھنا مورد ثواب و مہر ام الہی ہے۔

✽ مطلق علم غیب عطائی انبیائے عظام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کا منکر کافرو بے دین ہے۔

✽ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کل عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا و مافیہا کے ذرے ذرے سے باخبر ہیں اور آپ کو حاضر و ناظر ماننا کتاب و سنت و عقائد جمہور اہل اسلام سلف و خلاف سے ثابت ہے۔

✽ اذان میں آپ کے نام پاک کو سن کر ناخن کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگانا امر باعشہ برکت ہے اور سنت اکابرین اسلام ہے آنکھوں کو ہریہ زری سے محفوظ رکھتا ہے۔

✽ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے غائبانہ مدد مانگنا بایں طور کہ وہ عون الہی کے مظہر ہیں قبل از ممات و بعد از ممات ہر طرح جائز ہے۔

✽ مزارات اولیاء اللہ پر قرآن خوانی کرنا اور ان کے نام کی فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کرنا طعام پر قرآن پڑھنا بزگوں کے وفات کے بعد عرس کرنا قبروں پر روشنی کرنا بضرورت آرام دہی زائرین کے یہ امور بے شک جائز ہیں۔

✽ وظیفہ یا رسول اللہ یا صدیق یا عمر یا عثمان یا علی یا حسن یا حسین یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا خواجہ معین الدین چشتی یہ ورد و وظائف بے شک جائز ہیں۔

اس مناظرے میں شاہ اسماعیل شہید اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے اور مولوی عبدالحی نے لوگوں کے مجبور کرنے پر اعلانیہ توبہ کی اور اسے شائع کر دیا گیا۔ اس شکست کے بعد شاہ اسماعیل شہید نے ایک اور جماعت یعنی غیر مقلدین کی بنیاد رکھی اور رفع یدین وغیرہ شروع کر دیا۔

(دیوبندی مذہب: ص ۹۳ تا ۱۰۱ مطبوعہ تنظیم اہل سنت کراچی و ص ۲۵ تا ۳۲ مطبوعہ چشتیاں ۱۹۵۶)

یہ وہ تاریخ ہے جسے مولوی غلام مہر علی صاحب نے آخرت کی جوابدہی سے بالکل بے نیاز ہو کر گھڑی، حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ مکروفریب، تحریف و عیاری، بے جا الزام تراشی کے جتنے گر اس آدمی نے اپنے اساتذہ سے سیکھے تھے ان سب کا خوب خوب مظاہرہ یہاں اس شخص نے کیا۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کل کو اگر کوئی غیر جانبداری سے بریلوی مولوی کے ان الزامات کا جائزہ لے گا تو آخر اس کے سامنے ان بریلوی مذہبی لٹیروں کی دیانت کا کیا تصور قائم ہوگا؟ ان رضا خانیوں کو یہ حیا و شرم بھی نہیں آتی کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اندھوں کی طرح حاطب اللیل کے موافق جو کچھ ہم بک رہے ہیں کل کو اگر کسی نے اس کا جواب دے دیا اور ہماری اس مکروہ و خانہ ساز تاریخ کے تار پود بکھیر دیئے تو آخر ہم اپنا منہ کہاں چھپائے پھرتے رہیں گے؟

المیزان بمبئی کا مدیر لکھتا ہے:

”محاسبہ آخرت سے بے نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں چودہ سو سال کی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق و رہنما نہیں ہے جسے الزامات کی وادیوں سے نہیں گزرنا پڑا لیکن عدل پسندوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ الزامات کو ثبوت کی روشنی میں جانچتے ہیں ثابت ہونے پر ملزم کو مجرم سمجھا عدم ثبوت پر مظلوم گردانا“۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۳۰)

ہم رضا خانیوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس انصاف پسندی کا ثبوت ہمارے اکابر کے بارے میں کب دیا جائے گا؟ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب دہلوی جن کا تعلق رضا خانی مسلک ہی سے ہے وہ غلام مہر علی صاحب جیسوں کے متعلق کیا خوب تبصرہ کرتے ہیں:

”ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض انسداد اپنے

خیالات فاسدہ، اوہام باطلہ کو تاریخ کے نام پر ظاہر کر کے فضلاً اور اکابر پر بلا وجہ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۷۳ مطبوعہ صفحہ پبلی کیشنز لاہور)

غلام مہر علی کے ان الزامات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ:

پہلا الزام: ۱۸۲۳ میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور پیری مریدی چل نکلی۔

جواب: یہ بات کرنا یا تو تاریخ سے جہالت ہے یا مولوی صاحب کے ضد و تعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ۱۸۱۸ء ۱۲۳۳ھ میں سید صاحب کے دوبارہ دہلی مراجعت کرنے کے بعد کی۔

(سیرت سید احمد: ج ۱ ص ۱۱۱ از مولانا غلام مہر علی مرحوم۔ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی:

ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

دوسرا الزام: مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اخیر عمر میں جائیداد ہبہ کر دی تھی شاہ

صاحب نے اس پر قبضہ کر لیا۔

جواب: یہ بھی مولوی غلام مہر علی چشتیاں کا سفید جھوٹ ہے اگر کسی بریلوی میں ہمت ہے تو

کسی مستند تاریخی شہادت سے اس کا ثبوت دے کہ ایسا واقعہ ہوا ہے یہ جھوٹ سب سے پہلے مولوی فضل رسول بدایونی نے سیف الجبار میں لکھا اور بریلوی بنا کسی تحقیق اسی کو نقل در نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الزام لگانے والوں کو اتنی بھی حیا نہیں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تو وہ ہستی ہیں اور وہ مرد مجاہد تھا جو گھر بار اس کا عیش و آرام سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میلوں دشوار گزار راستوں پر سفر کرتے ہوئے بالا کوٹ کی پہاڑیوں، میں اس دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گیا۔ ظالمو!!! اس کو جائیداد کی حرص ہوتی تو سر کٹانے کے بجائے پیر اور چاچا کی قبر پر

مزار بنا کر عیاشی کرتا پھرتا۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہو کہ سارا دہلی شاہ صاحب کا مخالف ہو گیا تھا تو اس مخالفت میں فرد واحد کو یہ جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے چچا کی جائیداد پر قبضہ کر لے اور نواسوں سمیت سارا دہلی ایک آہ بھی نہ کرے۔

تیسرا الزام: شاہ صاحب نے سوچا کہ چونکہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اس لیے ان کے عقائد درست کرنے چاہئیں اور ہندوستانی چونکہ پیروں کو مانتے تھے اس لیے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔

جواب: یہ بھی محض افتراء ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے سارے لوگوں کو معاذ اللہ مشرک کہا یا سمجھا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں پھیلنے والی رسوم جاہلیت و بدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے اور بلا لومۃ لائم اس کا خوب رد کیا اور یہی وہ چیز ہے جنہوں نے ان مشرک پیٹ پرست مولویوں کو شاہ صاحب کا دشمن بنادیا ہے۔ شاہ صاحب کا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کو کسی سازش کا پیش خیمہ قرار دینا بھی رضا خانی تعصب ہے بیعت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہے رضا خانیوں کو کبھی عرسوں سے فرصت ملے تو پڑھ لیں ہم مختصر عرض کر دیتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار صلوٰۃ اور حضور قلب پر گفتگو چل پڑی شاہ صاحب نے فرمایا کہ نماز میں اگر حضور قلب چاہتے ہو تو سید صاحب سے رجوع کرو عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھ کر سید صاحب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پاس پہنچے سید صاحب نے نماز کی حقیقت اور اس کے اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میری زبانی تعلیم سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی، آئیے! ہم دو رکعات نماز پڑھیں نماز پڑھنے کے بعد جب مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی کیفیت خشوع خضوع دیکھا تو اسی وقت سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور زندگی بھر اسی نماز کا لطف اٹھاتے رہے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس واقعہ اور نماز میں اس دلی کیفیت کا ذکر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

سے کیا تو آپ بھی سید صاحب کی خدمات بابرکت میں حاضر ہوئے اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت سے مشرف ہوئے۔

چوتھا اعتراض: انہی دنوں ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہندوستان میں آئی جسے شاہ صاحب نے پڑھا اور مولوی عبدالحی کی مدد سے اس سے مسائل خارجیہ کا انتخاب کر کے تقویۃ الایمان لکھی۔

جواب: یہاں بھی مولوی غلام مہر علی نے کئی جھوٹ بولے:

✽ کتاب التوحید کسی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی آپ نے اس کو ماننے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔

✽ تقویۃ الایمان مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے لکھی۔

جہاں تک یہ الزام کہ تقویۃ الایمان التوحید سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے تو اس کا تفصیلی جواب ہمارے علماء متعدد مقامات پر دے چکے ہیں تفصیل کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستانی علماء“ کا مطالعہ کریں البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی کتاب ”رد الاشراک“ ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔ رد الاشراک اگرچہ دیکھنے میں ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس میں ایک جہاں معنی آباد ہے۔ قرآن پاک کی آیات سے حق تعالیٰ شانہ کے بے مثل و بے مثال ہونے کو دلائل اور خوبصورتی سے واضح کیا اور مختلف حدیثوں سے اتباع سنت کے ضروری اور بدعات سے دوری اور حفاظت کے واجب ہونے کو بیان کیا۔ اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لیے اسی رد الاشراک کو مکمل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے ”تقویۃ الایمان“ کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶ تا ۶۰“ دونوں کتابوں کا تقابل پیش کیا ہے

۔ جس سے رضا خانیوں کے اس افتراء (کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ سے لے کر لکھی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے۔

پانچواں اعتراض: لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب کو سمجھا جائے جس پر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ کی گئی۔

جواب: یہ بھی محض الزام و افتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آفتاب صداقت مع غلام مہر علی اپنی قبور میں خوب پارہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔ شاہ صاحب کی یہ تحریک توحید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس بھتیجے سے کتنی محبت تھی اور وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے اس کے لیے بریلویوں کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ ہو۔

بریلوی نباض قوم مفتی اعظم بریلویہ مولوی ابوداؤد صادق کے رسالے میں ہے:

”شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ“۔

(رضائے مصطفیٰ: ص ۳۱ بابت رمضان و شوال ۱۲۱۴ھ)

خلیل رانا جہانیاں منڈی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”ان کی شخصیت میں جانبداری شمرہ برابر نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی اس لیے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔“

(معارف رضا کراچی: سالنامہ ۱۴۰۶ء ص ۱۵۷)

یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

”میں نے خور دسالی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل واسحق

”شکر ہے اللہ کو [کا] جس نے بخش مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحق۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۴۵)

کسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ شاہ محمد اسماعیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو جواب دیا:

”اور ادھیچ و کد امی علم خاص نمی کنم، کے کہ علم عالم شباب من دیدہ باشد، البتہ داند کہ در ہر علم نمونہ

آن مولوی اسماعیل اند۔“ (منظورۃ السعداء فی احوال الغزاة والشہداء: ج ۱ ص ۶۲) از مولوی سید محمد

جعفر بستوی نسخہ خطی مخزنہ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

| ترجمہ | ان کو میں کسی ایک علم میں مہارت کے لیے خاص نہیں کرتا بلکہ جس شخص نے میری جوانی اور عالم شباب کے علم کا مشاہدہ کیا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل میرے اس وقت کے تمام علوم میں مہارت و کمال کا نمونہ ہیں۔

دہلی مناظرے کی حقیقت:

ترجمان رضا خانیت اس حوالے سے لکھتا ہے:

”پھر دہلی میں علمائے اہل سنت سے مناظرہ کی صورت بن گئی مگر مناظرے میں لا جواب ہو کر مفرور ہو گئے یہ ہندوستان میں سنی اور وہابی کا پہلا مناظرہ تھا۔ مصمصام قادری: ص ۹ طبع دہلی۔“

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۰)

مولوی غلام مہر علی نے اس حوالے سے جو جھوٹ لکھا وہ ماقبل میں گزر چکا ہے مزید لکھتا ہے:

”شاگردان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے افہام و تفہیم پر بھی جب مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحی اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو بالآخر ۱۲۴۰ھ میں باتفاق جمیع علمائے احناف دہلی مولوی اسماعیل صاحب سے مناظرہ کی صورت پیدا ہو گئی اور مولوی رشید الدین صاحب بالاتفاق مولوی مخصوص اللہ مولوی موسیٰ خلف الرشید شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علمائے کرام کے ایک مجمع عام منعقد کیا جس میں شہر دہلی کے تمام اعیان موجود تھے اور یہ تاریخی اجتماع شاہی جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا (انوار

آفتاب صداقت: ص ۵۱۴) مولوی اسماعیل و مولوی عبدالحی اور مولوی عبدالغنی اور ان کے چند رفقاء کو مجمع عام میں بلوایا گیا اور احناف کی طرف سے شاگردان شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ و دوسرے جید علمائے کرام احناف نے اسماعیل کے سامنے کتاب و سنت و اقوال امت سے بحث عنہ مندرجہ ذیل مسائل دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ سے ثابت کئے۔ (دیوبندی مذہب: ص ۹۶، ۹۷)

ان مسائل کا ذکر ماقبل میں اسی مولوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ بقول جماعت رضائیہ:

- ☆ دہلی میں شاہ اسماعیل شہید کے ساتھ ایک عظیم مناظرہ ہوا۔
- ☆ شاہ صاحب مناظرے میں لا جواب ہو کر مفرور ہو گئے۔
- ☆ اس مناظرے میں ایک طرف شاہ اسماعیل شہید مولانا عبدالحی تھے تو دوسری طرف سارا خاندان ولی الہی و جمیع علمائے دہلی موجود تھے۔
- ☆ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کو باقاعدہ بلوایا گیا۔
- ☆ شاہ صاحب کے مخالفین کی طرف سے باقاعدہ مناظرانہ رنگ میں اپنے موقف پر دلائل دے کر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لا جواب کیا گیا۔

درحقیقت ان میں سے ایک بات بھی سچ نہیں ان کا حقیقت سے اتنا ہی دور کا تعلق ہے جتنا رضا خانی مولویوں کا انصاف، دیانت و خدا خونی سے۔ ان سارے جھوٹ کا کریڈٹ مولانا فضل رسول بدایونی ملازم سرکار انگریز کو جاتا ہے اسی نے سب سے پہلے اس نام نہاد دہلی مناظرے کے حقائق کو منسوخ کرنے کے لیے اپنی کتاب سیف الجبار میں بیان کیا۔ اور بعد کے رضا خانیوں نے مزید مرجح مصالحہ لگا کر اسے پڑھنے والوں کے لیے چٹخارے دار بنادیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس موقع پر باقاعدہ کوئی مناظرہ ہوا تھا نہ اس میں فریقین نے باقاعدہ اپنے موقف پر دلائل دیئے تھے نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ بلکہ چند سوالات تھے جو مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اور مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات دیئے جس کے بعد یہ معاملہ خوش اسلوبی سے ختم

ہو گیا۔ ہم یہاں اس دن کی حقیقت حال خود حضرت مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی پیش کر دیتے ہیں حضرت مولانا نسیم احمد فریدی صاحب، مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”میرا مقصود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اجمالی دفاع کر کے مناظرہ جامع مسجد دہلی ۱۳۴۰ھ میں مابین مولانا رشید الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوا اس کی صحیح روئیداد پیش کرنا ہے۔ مولانا زید نے اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا رشید الدین خان رحمۃ اللہ علیہ کا مقابل ٹھہرایا ہے اور مناظرہ میں ان ہی کو ایک فریق کی طرف سے مناظر و متکلم قرار دیا ہے۔ اور چودہ سوالات جو مناظرے میں مولانا رشید الدین خان کی جانب سے پیش کیے گئے تھے، ان چودہ سوالات کا جواب بھی جو کچھ دیا گیا اس کو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا زید نے ان چودہ سوالات کے جوابات کو مولانا شہید کی مستقل تالیف بتایا ہے، چنانچہ اپنے دوسرے مکتوب میں احقر کو تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے (یعنی حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے) صرف چودہ سوالات جو مولانا رشید الدین خان صاحب نے کیے تھے اور ان کے جوابات کو مولانا اسماعیل نے لکھے تھے چہارہ مسائل کے نام سے رسالہ کی شکل میں لکھے ہیں اور یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعید کے وقت کا قلمی میرے پاس ہے.....“ ۱۳ ستمبر ۱۹۸۳ء

حقیقت یہ ہے کہ ان چودہ سوالات کے جوابات مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کس وجہ سے یہ جوابات حضرت شاہ اسماعیل کی طرف منسوب ہو گئے۔ مجھے خانقاہ قلندر یہ لاہر پور کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ ملا جس میں خود مولانا عبدالحی بڑھانوی کی تحریر فرمائی ہوئی روداد موجود ہے۔ اس روداد میں مولانا بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کے واقعات کو صحیح طریق پر خود تحریر فرمایا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب میں جو روئیداد درج ہے (جو فارسی میں ہے) اس کا اردو ترجمہ کر کے ناظرین الفرقان کے سامنے پیش کر دوں۔ اس میں جو روئیداد لکھی گئی ہے اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ مناظرہ دوسرے فریق سے

مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ مناظرہ میں اگرچہ ہزار بابا شندگان دہلی موجود تھے لیکن جو حضرات نمایاں اور ممتاز تھے ان کے اسماء خاص طور پر اس روئیداد میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا نام نامی باوجود یکہ ممتاز دینی شخصیت رکھتے تھے، اس روئیداد میں موجود نہیں ہے، لہذا ان کے نسخہ مکتوبہ میں جو جوابات مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب کیے گئے ہیں غالباً وہ انہوں نے کسی سے سن کر منسوب کیے ہوں گے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام میں کسی وجہ سے یہی غلط شہرت ہو گئی تھی کہ یہ مناظرہ مولانا رشید الدین خان صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کے مابین ہوا (اس وقت کے جاہل مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف اصلاحی جدوجہد میں چونکہ اصل قائد کی حیثیت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اس لیے عوام میں اس طرح کی غلط شہرت ہو جانا کچھ مستبعد نہیں ہے)۔

خانقاہ قلندر یہ لاہر پور کے نسخہ خطیہ میں مولانا عبدالحئی صاحب بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی روئیداد کے علاوہ دور سالے اور ہیں جن میں اسی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تفصیلی اور اجمالی روئیداد درج ہے۔ ان میں بھی چودہ سوالات کے جواب دہندہ مولانا عبدالحئی صاحب بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے اور دستخط کنندگان میں بھی حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں ہے۔ یہ واضح رہے کہ ان دونوں رسالوں کا مرتب کوئی ایسا شخص ہے جو بین بین ہے اور کم از کم اس کو مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات سے اختلاف نہیں ہے اس روئیداد میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سوال و جواب کے وقت آگئے تھے۔ مولانا عبدالحئی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو گھر جانے کے لیے کہا۔ اس روئیداد کے الفاظ یہ ہیں: ”مولوی عبدالحئی بہلولی اسماعیل صاحب؟ فرمودند ”برادر شہاب مکان خود بروید، ہرچہ شدنی است بر سر من خواہد گذشت۔“ شاعر تکلیف می کشید۔“ (ترجمہ: مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ مکان تشریف لے جائیں جو کچھ گذرنا ہے، میرے سرگزرے گا آپ کیوں تکلیف اٹھائیں) جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے ان سے کہا کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیے۔ آپ کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں تو یہ کہہ کر وہ چلے گئے ”میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں۔“

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب کے کتب خانہ میں بھی دوسری قلمی روئیداد موجود ہے اس کا مرتب مولانا برہان الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے، اس میں بھی مولانا عبدالحی کو جواب دینے والا بتایا گیا ہے۔ غرضیکہ کسی معتبر روئیداد سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان چودہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو مولانا زید کے رسالہ میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے درج کیے گئے ہیں۔ (اس سلسلہ میں آخری اور قطعی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے جو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شدید ترین دشمن ہیں اپنی کتاب ”سیف الجبار“ میں تقریباً ۳، ۴ صفحوں میں جامع مسجد دہلی کے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے، انہوں نے بھی مولانا رشید الدین صاحب کے سوالات کا جواب دینے والا مولانا عبدالحی صاحب کو لکھا ہے، اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صراحتاً لکھا ہے کہ جب وہ جانے لگے تو ان کے کسی مخالف نے ان سے کہا کہ آپ بھی بیٹھیے آپ کے بھی دستخط کرانے ہیں تو انہوں نے کہا: ”میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں“، اور چلے گئے، الغرض وہ مناظرہ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ (سیف الجبار: ص ۵۰ تا ۵۲) شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں یہ نامناسب الفاظ کہ: ”میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں“، مولوی فضل رسول بدایونی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں جو ان کے مزاج اور شاہ صاحب کے خلاف ان کے جذبہ عناد کو ظاہر کرتے ہیں ہم گمان نہیں کرتے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اس موقع پر ان کی زبان سے بے تمیزی کا یہ جملہ نکلا ہو۔ واللہ اعلم)

اب حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد نذر ناظرین کرام کی جاتی ہے
حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد:

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد حمد و صلوة بندہ عبدالحی عفی عنہ (ابن ہبۃ اللہ ابن شاہ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہم) کہتا ہے کہ بروز شنبہ آخر ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ شہر شاہجہاں آباد (دہلی) کی جامع مسجد کے اندر اس بندہ ضعیف اور دہلی کے بعض بڑے علماء کے درمیان چند مسائل کا مذاکرہ ہوا، اس تاریخ سے اس وقت تک کہ آخسر ماہ

رجب ۱۲۲۰ھ ہے (یعنی ۳ ماہ ہو گئے ہیں) ان مسائل مذکورہ کا تقریراً و تحریراً اہتمام کرنے کا خیال نہیں تھا۔ بروز پنجشنبہ ۱۹/ رجب المرجب ۱۲۲۰ھ مذکور کو مولوی غلام مصطفیٰ صاحب موضع پھلت پرگنہ کھتولی علاقہ میرٹھ میں مظفر نگر سے پہنچے۔ تین رات موضع مذکور (پھلت) میں انہوں نے قیام کیا۔ انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ ”ایک شخص نے منظرہ جامع مسجد دہلی کی روئید اور سالے کی شکل میں لکھی ہے اور وہ رسالہ رائج ہو گیا، چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس بھی پہنچا۔“

مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اس رسالہ سے جو کچھ بھی مضمون بیان کیا، اس سے گمان ہوا کہ صاحب رسالہ کے ہاتھ سے (صحیح طور سے) اظہار واقعہ کا دامن چھوٹ گیا۔ اگرچہ وہ واقعہ مفصل اور مرتب طور پر مرے دل میں بھی بیحد محفوظ نہیں ہے، مگر ہر شخص اپنی سرگذشت کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر جانتا ہے بسا اوقات ایک لفظ کے فرق سے اصل مطلب میں فرق آ جاتا ہے۔ اور ناواقف آدمی اس پر آگاہ نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس تفاوت لفظی کی وجہ سے بعض مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، میرے ناقص حافظے میں جو کچھ بھی اس وقت موجود ہے اس کو تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہوئے اس مباحثہ کی روئید کو چند تمہیدوں ایک مقصد اور ایک خاتمہ کے ساتھ میں نے مرتب کیا۔

تمہید اول:- اس ملک ہند کے رہنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت پہلے کے مقابلہ میں نیکی و صلاح سے بدل گئی ہے۔ جو لوگ اپنے زعم باطل میں رسوم زائد کا اہتمام شادی و غمی، عرسوں، مجلسوں کے اندر پیروں اور پیغمبروں کے نام سے کرتے تھے اور ایام محرم میں گریہ و ماتم کا اظہار دین متین کے ارکان کے برابر جانتے تھے اور انتہائی جدوجہد کے ساتھ اموال و اوقاف کو صرف کر کے ان رسوم کو انجام دیتے تھے، اور حقیقی ارکان دین یعنی اپنے روزہ نماز حج و زکوٰۃ کو اس طرح معطل مانتے تھے گویا وہ تمام ارکان دین ان کے خیال باطل میں پرانی جنتری کی طرح سے ہیں۔ کسی جگہ ایک دو اور کسی جگہ سینکڑوں آدمی اپنی سابقہ غفلت سے باز آ گئے اور اپنے اندر ایمانی فرق محسوس کر کے احکام دین اسلام کی پیروی کی جانب راغب ہوئے ہیں، یہ تفاوت ہر شخص اور ہر شہر میں ہونا ہماری مراد نہیں ہے، بلکہ بہیست مجموعی یہ تفاوت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے

مثلاً ایک شخص کے اعضاء میں گھٹیا کا مرض لاحق ہو جائے اور پھر کسی ایک عضو میں درد کے اندر سکون محسوس کرے تو وہ شخص کہے گا مجھ کو پہلے کے مقابلہ میں افادہ ہے، اس موقع پر تفاوت حال سابق سے ہماری جو مراد ہے وہ اس مثال سے واضح ہے۔

تمہید دوم:- دنیا میں جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط و متعلق ہوتے ہیں اللہ جل شانہ اپنے تصرفات میں کسی کا محتاج نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت جو سلسلہ اسباب کے انتظام کا تقاضہ کرتی ہے، ہر کام کے لیے کچھ اسباب ظاہر کرتی ہے اس سعادت مند شخص کا کیا کہنا کہ عنایت الہیہ اس کو صلاح و خیر کا سبب بنادے۔ بنا بریں تمہید اول میں جو بیان گذرا اس سلسلہ میں کچھ اشخاص کو لوگ ملت کے مسائل کا بیان کنندہ سمجھتے ہیں، اور وہ اشخاص اپنی وسعت و طاقت کے مطابق (حسب توفیق و حسب طاقت) مسائل کا اظہار کر دیتے ہیں چنانچہ بعض مسلمانوں نے احقر کو اپنے گمان میں اسی درجہ کا پایا، لہذا بہت سے استفسارات مجھ سے کرتے ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں بیان کر دیتا ہوں۔

تمہید سوم:- چونکہ لوگوں کے حال میں تغیر و فرق آ گیا ہے اور ان کے حالات رو بہ اصلاح ہو گئے ہیں، اس لیے گویوں، شراب فروشوں، ہنگامہ اور خانہ جنگی کرنے والوں کے کاموں میں خلل واقع ہو گیا ہے، کبھی رشوت خوروں کو بھی (رشوت کا بازار سرد ہو جانے کی وجہ سے) تہی دستی پیش آ جاتی ہے، اور جرائم پیشہ لوگوں کو مختلف میلوں اور عرسوں کے جھگڑوں کے مواقع میسر نہیں آتے ہیں اور اپنی تہی دستی رفع کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں پاتے۔ کبھی کبھی ان غلط کارگروہوں کو ایسا شبہ ہونے لگتا ہے کہ ہماری تہی دستی و مفلسی اور کساد بازاری کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے اندر جرائم کی کمی واقع ہو گئی ہے اور چونکہ اللہ جل شانہ کے تصرفات سے ان کو ناواقفیت ہے اس لیے وہ جرائم میں کمی کا باعث ان اشخاص کو سمجھتے ہیں (جو مسلک اہل حق پر ہیں) اور وہ ان اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور انہیں ایذا پہنچاتے ہیں۔

تمہید چہارم:- اہل باطل کی کم سے کم درجہ کی مخالفت اور ایذا رسانی یہ ہے کہ اہل حق کا ذکر برے القاب و الفاظ سے کرتے ہیں اور وہ عنوان جو اس علاقے میں بد سے بدتر ہوتا ہے، اس عنوان سے ان اہل حق کو منسوب کرتے ہیں، مثلاً میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ اہل شریعت

کے شارحین کو وہ ”وہابی“ کہتے ہیں اور غالباً رسالہ مذکورہ میں جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ عوام کی زبان سے سن کر ہی درج کیا گیا ہے لیکن مشہور مثل ہے ”مخالفاں را ہوئے بس است“ محافلین اتنی سی بات کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں (کہ عوام سے نقل کر کے رسالہ تیار کیا جائے اور مخالفت کی بات چلائی جائے) میں نے خود اہل باطل کو استاذ جہانیاں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر رخصت کی تہمت لگاتے ہوئے سنا ہے اور لکھنؤ میں جامع العلوم مولوی محمد حسن علی صاحب سے جو حال معلوم ہوا، اس کو یہاں نقل کرتا ہوں مولوی صاحب موصوف کے شہر لکھنؤ کے اہل علم اور وہاں کے معزز و مقتدر حضرات بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں ایک مکتوب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی موصوف کے قلم سے نقل کیا ہوا، احقر کے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس تحریر کا عنوان یہ ہے:

نقل مکتوب جناب افادات مآب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ بغدادی خاص محمد حسن علی الہاشمی (یہ مکتوب گرامی مولانا محمد حسن علی محدث لکھنؤی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عریضہ کے جواب میں ۱۲۳۴ھ میں صادر ہوا تھا انہوں نے اپنے عریضہ میں محافلین کے شبہات کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے ان شبہات کا ازالہ ورد چاہا تھا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۰ھ میں اس کی نقل مولانا عبدالحی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی گئی)

ترجمہ مکتوب عزیزی۔۔۔

مولوی صاحب عالی مراتب مجمع فضائل و مناقب سلمہ اللہ تعالیٰ و افاض علیہ برکات تنوالی، بعد سلام و دعا..... واضح ہو کہ رقیمہ کریمہ بہجت ضمیمہ وصول ہوا، جس سے مسرت حاصل ہوئی اور خیریت معلوم کر کے دل منتظر کو تسلی ملی لیکن اس فقیر کی نسبت تہمت رخصت کی اشاعت سے جو کہ معاندین اور یگانہ دہریگانہ کی طرف سے ہوئی ہے پہلے پہل بے انتہا ملال ہوا، اس کے بعد اس بات پر نظر کر کے (صبر آگیا) کہ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا آیا ہے کہ تہمت ہائے باطلہ نصیب مشائخ کرام و اولیاء عظام ہوتی ہیں چنانچہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے ۔

قیل ان الله ذو ولد و ان الرسول قد كهنا

ما نهي الله والرسول معا من لسان الوري فكيف انا

[ترجمہ] کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے (جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا

بتاتے ہیں) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہن ہیں (جیسا کہ کفار مکہ نے کہا) جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر معاندین و مخالفین کی زبان درازیوں سے نہ بچے تو میں کس شمار میں ہوں۔

پس اگر یہ فقیر بھی ان عظیم الشان ہستیوں کے اتباع میں اس بلا میں مبتلا ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ مشکل تو یہ ہے کہ یہ حقیر آغاز ماہ شعبان سے خطرناک امراض میں مبتلا ہو گیا ہے رات و دن میں اکثر بے حواسی و بے قراری طاری ہو جاتی ہے، دوستوں اور محبوں کے مکتوبات گرامی کے سننے کا بھی موقع میسر نہیں آتا، چہ جائیکہ مفصل جوابات دیئے جائیں اور طویل سوالات کو حل کیا جائے۔ مختصر یہ کہ ۱۲ گھڑی کے فاصلہ سے بہت تھوڑی غذا استعمال کی جاتی ہے اس کے بعد بوجھ اور جی متلاتا رہتا ہے، جب ہضم اخیر کی نوبت آتی ہے تو تکلیف پہنچانے والے ریاچ اس طرح اٹھتے ہیں کہ انتہائی بے قراری و بے تابی ہو جاتی ہے اور قوی بہت زیادہ گر جاتے ہیں، اس ضعف کے باوجود دن رات میں دو آدمی تقریباً دو میل کشاں کشاں گھماتے ہیں۔ اس حالت میں طویل خطوط کا مطالعہ کس طرح ممکن ہے؟ اور مفصل جوابات لکھنا تو ممنوعات سے ہے۔

اسی بناء پر آپ کے سابقہ مکتوب کا جواب لکھنے میں بھی تاخیر واقع ہوئی۔ میر ہاشم کے مکتوب کا جواب بھی نہ دے سکا۔ ان کو بھی بعد سلام میرا یہی عذر پہنچا دینا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد مخلصین کے طعنوں کا جواب اس جواب کے ساتھ جس کو مولوی رشید الدین دہلوی نے تحریر کیا ہے نقل کرا کے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت مسلسل بارش اور معتبر قاصد کے نہ ملنے کی وجہ سے احتیاطاً اس کا بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں اس خبیث عقیدہ (رفض) کی نسبت اس فقیر کے ساتھ کرنا جو کہ خاندان محدثین سے تعلق رکھتا ہے اور چشتیہ نقشبندیہ، قادریہ کے پاک درختوں کا خوشہ حسین ہے ہرگز کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسی بات وہ کہہ سکتا ہے جس کی طرف عسناد نے چشم ادراک کو نابینا کر دیا ہو اور گوش حق نیوش کو بہرا کر دیا ہو فقیر کا سنی ہونا اس حد تک مشہور آفاق ہے کہ شیعیت کی تہمت مجھ فقیر پر رکھنا کھلا ہوا بطلان ہے۔

بود گمان تر فض بایں فقیر چناں
کہ کس بدیدہ پینا خود برد انگشت

[ترجمہ شعر] اس فقیر کی جانبِ رض کا گمان کرنا ایسا ہے جیسا کسی بیٹا کی آنکھوں میں انگلی ڈالنا۔
اس وقت اتنی طاقت نہیں رہی کہ مزید املا کرایا جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ جمیع المؤمنین خصوصاً سید
ابو عبید اللہ محمد رقتائی و سید محمد ہاشم کو سلام۔ تحریر بروز جمعہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ
(مولانا عبدالحی بڈھانوی اس مکتوب گرامی کو اپنے رسالہ میں درج کر کے تحریر فرماتے ہیں)
حضرت شاہ صاحب مرحوم کے اس مکتوب ہدایت آگئیں کا اس قسم کے واقعات میں محفوظ رکھنا
ارباب عقل و انصاف کے لیے بہت ہی کارآمد ہوگا۔

تمہید پنجم:- جب موجودہ و گزشتہ اکابر کے بارے میں تہمت تراشیاں اور دروغ بافیاں
میرے ذہن میں نہیں بیٹھیں، تو میرے لیے کسی کی تحریر و تقریر سے بغیر تحقیق احوال کے فریفتہ
ہو جانا (دھوکا میں آنا ہے) راہِ صواب سے بعید ہے۔ خصوصاً ایسے واقعہ میں جو بالکل قریب زمانہ
میں ہوا ہو اور جو لوگ اس واقعہ سے تعلق رکھتے تھے وہ زندہ اور موجود ہیں۔ ان تک جانے میں کوئی
روک ٹوک بھی نہیں ہے کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور اگر بالفرض و التقدیر اس کے بعد اہل واقعہ و
اہل معاملہ کی طرف سے خلاف بیانی ظاہر ہو تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کبریٰ کا شکر ادا کرنا
چاہیے کہ اس نے قرآن مجید کو نازل فرما دیا جو ان کے دین کا مدار ہے اور کسی انسان کا کلام اس سے
مشابہ نہیں ہے اس کے بعد حدیث پیغمبر ﷺ کے درجات ہیں جو اہل علم کو تفصیلاً اور غیر اہل علم کو
اجمالاً معلوم ہیں، حفاظ، کاتبین قرآن مجید، محدثین، محافظین دین اور فقہاء ناقدا دین کے حق میں ہمیں
دل و جان سے دعائے فراوان کرنی چاہئیں۔

تمہید ششم:- یہ بندہ ضعیف مسلمانوں کو اپنی تقلید و اتباع کی ہرگز دعوت نہیں دیتا ہے کہ
میرے کہنے کو خواہ مخواہ قبول ہی کر لیں۔ بلکہ فہم حق کے بارے میں غرض اس مقام میں دو طریقہ پر
ہے اور اس بات کو ایک تمثیل سے بیان کرتا ہوں۔

- ۱۔ ایک شخص نے ۲۹ شعبان کو ہلالِ رمضان دیکھا اور وہ لوگوں کو روزہ کا حکم کرے۔
- ۲۔ دوسرا وہ شخص ہے کہ جس وقت چاند دیکھا جاتا ہے اولاً اس کی نگاہ چاند پر پہنچ گئی وہ
دوسروں کو چاند دکھائے اس کے بعد لوگ اس پہلے شخص کو دیکھے ہوئے کو اپنے دیکھے ہوئے کے
مطابق پا کر عمل میں لائیں۔ میرا ہر وہ بیان جو دوسرے طریقہ پر ہو (اس کے سلسلہ میں) کمال

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اس لیے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے اگرچہ کسی کی نشاندہی کرنا ان کے فہم کو سبب ہوا ہو، بطریق اول کسی کو ہم جنسوں کی طرف سے تکلیف نہیں دی جاسکتی اور یہ بندہ ضعیف بھی مومنین طالبین حق کے ابناء جنس میں سے ہے۔

تمہید ہفتم:- واقعہ مذکورہ میں مجمع اس قدر تھا کہ ہزاروں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے (خانقاہ قلندر یہ لاہر پور کی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تیسری روئید او میں سب سے آخر میں درج ہے کہ اس مناظرہ میں اکابر علماء اور طلباء پانچ ہزار کا مجمع تھا، اور پانچ ہزار کے مجمع میں دستخط صرف مولانا عبدالحی نے کیے) میں نے خود (انکل سے) اس کا شمار نہیں کیا اور نہ اپنے اندازے پر اعتماد رکھتا ہوں لیکن یہ واقعہ میرے اور خان صاحب (مولانا رشید الدین) کے درمیان پیش آیا، مولانا موصوف جو کہ اہل علم و دانش ہیں، سامنے آئے اور صاحبز دگان گرامی قدر حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب اور (مولوی محمد موسیٰ صاحب) نیز مولوی رحمت اللہ خان صاحب و مولوی محمد شریف صاحب وغیرہ حضرات بھی تھے، میرے گمان میں اس وقت کے آپس کے کلام کو اس مجمع کثیر میں سے اکثر لوگوں نے نہیں سنا ہے اور بظاہر ہر شخص کی آواز اس جم غفیر میں نہیں پہنچتی تھی۔ (وجہ یہ ہے کہ) لوگ دوسری باتوں میں مشغول تھے۔ (ہر شخص اپنی باتیں کر رہا تھا کوئی نظم نہیں تھا) گڑ بڑ کی وجہ سے جب سننے ہی میں اشتباہ واقع ہو جائے تو سمجھنا اور حقیقت تک پہنچنا کہاں میسر آسکتا ہے۔

تمہید ہشتم:- بے تصنع و تکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مولانا رشید الدین حسان صاحب ممدوح میری دانست میں فنون فضیلت و دانشمندی اور تبحر علمی میں اس بندہ سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہیں، فنون مذکورہ، تحصیل کتب، تحریر و مطالعہ، مناظرہ اور تصنیف کتب میں حسان صاحب موصوف کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جب میں اپنے حال پر غور کرتا ہوں اور راہ انصاف پر چلتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں ان مدارج تک پہنچنے سے جو خان صاحب ممدوح کو اس وقت حاصل ہیں قاصر و مایوس ہوں۔ لیکن الفضل بید اللہ تعالیٰ (فضل و کمال اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے) اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (اللہ تعالیٰ شانہ کا معاملہ یہ ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اس کے صرف حکم سے وجود میں آ جاتی ہے) پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تمہید نہم:- ہم کو اپنے دین کی فکر کرنی چاہیے نہ کہ خود اپنی فکر، لہذا یہ بات کہ میں فلاں مجمع میں گفتگو میں عاجز و لا جواب ہو گیا گو فرضی اور غیر واقعی طور پر ہی کہا جا رہا ہو میسرے لیے ہرگز باعث گرائی نہیں ہے۔ اور نہ مومنین طالبین حق کو اس کے پیچھے پڑنا چاہیے۔ لیکن کرنے اور نہ کرنے والے کام جو درپیش ہیں ان کی تحقیق ضروری ہے اور تحریر میں اپنے حافظہ کی بنیاد پر بیان واقعی مطلوب ہے۔ اور بس، پس جس وقت میں نے اس رسالہ کو حافظ غلام مصطفیٰ (مظفر نگری) سے سنا ہے، اگر اس کو کوئی شخص تفریحا گھڑے ہوئے افسانوں کی طرح سنے جو بیکاروں کی عادت ہے تو اس کو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد سے دریافت واقعہ منظور ہوتا تو ان حضرات سے جو اس واقعہ میں متکلم یا مخاطب کی حیثیت سے موجود تھے، استفسار کیے بغیر رسالہ کے مضمون کو پایہ اعتبار سے گرا ہوا جانے۔

تمہید دہم:- اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے مجھے بالکل کوئی خبر نہیں تھی۔ اکثر ایک پاس دو گھڑی، دوپہر میں تقریباً چار پانچ گھڑی باقی رہنے تک (جامع مسجد کے اندر) میری مجلس درس و وعظ چلتی تھی، اس روز جبکہ درس سے فراغت ہو گئی ایک شخص نے ایک کاغذ پیش کیا کہ آپ کی اور مولوی محمد اسماعیل کی مہر اس کاغذ پر مطلوب ہے۔ اس کاغذ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند سوالات مع جوابات چند مہروں سے مشفق ہیں، میں نے مہروں کو گنا نہیں اور نہ میں نے کسی کو پڑھا، تقریباً وہ مہریں پندرہ ہوں گی۔ ان سوالات و جوابات کا میں نے یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کر کے کہا: ”میں بعض امور مرقومہ کی تحقیق و تفصیل کے بغیر مہر نہیں لگا سکتا رہے مولوی محمد اسماعیل صاحب وہ خود مختار ہیں۔“ پھر میں نے کہا: ”اس شہر میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں اور اتنی فرصت بھی نہیں ہے کہ آپ حضرات سے اس حال میں اطمینان سے گفتگو کی جائے“ ایک شخص نے کہا کہ ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کاغذ سفر میں آپ کے ساتھ رہے جب بھی فرصت حاصل ہو تو اس تفصیل کے بعد جو منظور ہو، مہر لگا دی جائے“ بعض لوگوں نے کہا کہ ”اس وقت اس کاغذ کو اپنے مکان پر لیے جائیے، اور (سفر سے پہلے پہلے) جب بھی فرصت ملے اس کام کو انجام دے دیں“ (اس بات چیت میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا ہو گا لوگوں کی نرم و گرم گفتگو کانوں میں آنے لگی اور طاقت کے بقدر مناسب جوابات دیا جاتا رہا۔ آخر کار میں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کے

صحن میں پہنچ گیا، مولوی کرم اللہ صاحب محدث دہلوی کو میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر اضطراب کے آثار نمایاں ہیں میں نے کہا ”کیا بات ہے آپ مضطرب نظر آتے ہیں؟“ اور مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کا اضطراب و خوف تکلیف دہ ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا ”ہجوم واثر دہام کی وجہ سے اضطراب ہے۔“

لوگوں کو سمجھا بجھا کر ایک طرف کر دیا گیا اور ان کو میں نے اپنے قریب کر لیا اور کہا ”کہ میں تو یہاں بیٹھتا ہوں اور آپ اطمینان سے اپنے گھر جائیں“ انہوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔ مولانا کرم اللہ صاحب کی فرمائش پر میں مسجد کی حوض اور جنوبی دروازہ کے درمیان بیٹھ گیا تاکہ انہیں تسکین ہو جائے۔ وہیں مشرک الہیم اشخاص یعنی خان صاحب ممدوح اور صاحبزادگان وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ غالباً ۳، ۴ گھڑی اس نشست میں گزرے۔ جو کچھ بھی اس نشست میں مذکور ہوا اس تحریر کا مقصود وہی ہے چنانچہ میں اپنے مقصد پر آتا ہوں (آمد برسر مطلب)

مقصد: جو چھ مضامین پر مشتمل ہے:

[۱] اس مجلس مذاکرہ میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے اولاً گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ مطلوب مرقومہ (سوالات کے جوابات کو) دوسرے وقت کے لیے چھوڑا جائے یا فی الفور جوابات دیئے جائیں۔ اسی اثناء میں مولوی کرم اللہ صاحب موصوف نے کاغذ مذکور میرے ہاتھ سے لے لیا اور انہوں نے وقت فرصت، تاخیر کے ساتھ جوابات لکھنے پر انتہائی اصرار کیا۔ چند اور آدمی بھی اس مضمون کو اپنی زبان پر لائے۔ میں نے کہا ”مجھے فی الحال جوابات دینے میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت و تکلیف نہیں ہوگی“ یہ بات بھی گفتگو میں آئی کہ جوابات بھی میں کہوں وہ لکھی جائے یا فقط زبانی گفتگو پر ہی اکتفاء کیا جائے۔ مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی ممدوح نے فرمایا کہ جتنے مسائل مرقومہ ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے لہذا تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں مولوی کرم اللہ صاحب سے اصرار کے ساتھ وہ کاغذ لے لیا (جس پر مسائل جواب طلب مرقوم تھے) جب میں نے اس کاغذ کو پڑھنا چاہا تو خان صاحب ممدوح نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کاغذ سے ایک ایک سوال کو میں پیش کروں اور ہر ایک کا جواب بھی سنتا جاؤں اور گفتگو تحریری و تقریری دونوں طرح سے ہو اس کے بعد وہ تحسیر پر اسی (موثقہ)

کاغذ پر ہو جائے یا کسی دوسرے کاغذ پر۔

آخر کار چند جوابات دوسرے کاغذ پر میں نے لکھے اور باقی جوابات کا زبانی بیان پراکتفا کیا۔
[۲] میں نے دوستوں سے شکایت کی کہ اس طرح کے سوال و جواب سے جو اس وقت کیے جا رہے ہیں کیا نفع ہے؟ مناسب یہ تھا کہ جس وقت مہر کنندگان جمع ہوئے تھے اسی وقت ہم کو بھی بلالیا جاتا میں نے اول صاحبزادگان مولانا مخصوص اللہ وغیرہ سے کہا۔ ”آپ لوگ میرے صاحب زادے ہیں اور میں آپ سے برادری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں جس وقت بھی آپ یاد فرماتے تو آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہو جاتا) اور اگر خود آپ غریب خانہ پر آدمی رات کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا۔ آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کر رہا ہوں۔“

(یہ کہہ کر) میں نے پھر خان صاحب (مولانا رشید الدین خان صاحب) سے اسی بات کی شکایت کی اور عرض کیا ”کہ میں جناب سے دوستی، اخلاص اور شناسائی کا تعلق رکھتا ہوں آپ مہر کنندگان کے اجتماع کے وقت مجھے بھی طلب فرمالیتے“ خان صاحب نے فرمایا ”اس موجودہ اجتماع سے غرض یہ ہے کہ عوام و خواص بھی آپ کا کلام سن سکیں۔“ میں نے کہا کہ یہی بہتر تھا کہ میں خود اس وقت (اس سے پہلے کسی وقت) حاضر ہو جاتا اور میرے مہر زدہ نوشتہ کو اس وقت اس مجمع میں پیش کر دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ جس کسی کو اس مہر زدہ نوشتہ میں شک و شبہ ہو، عبدالحی حاضر ہے اس سے تحقیق کر لی جاوے خان صاحب مولانا رشید الدین صاحب نے فرمایا: ”یہ بات منظور و مطلوب ہے کہ عمومی طور سے سب لوگ سنیں“ جب اس سلسلہ میں بحث و تکرار بڑھی تو بعض اکابر و معززین شہر نے فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی اس بندہ ضعیف کا خان صاحب سے شکایت کرنا درست نہیں ہے اور عذر بھی معقول نہیں بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟۔

[۳] اس تیسرے مضمون کی ترتیب یاد نہیں رہی کہ کس وقت مذکور ہوا البتہ اتنی بات یاد ہے کہ اس دوسرے مضمون کے بعد ہوا سوالات کے جوابات کے درمیان میں یا اس سے پہلے ہوا۔ یہ بھی یاد نہیں (وہ تیسرا مضمون) یہ ہے کہ خان صاحب نے آواز بلند فرمایا کہ لوگ تمہاری طرف بہت سی غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں لوگ آپ کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی راہ (نعوذ باللہ) جہنم کی راہ تھی۔

میں نے کہا کہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی (اور اگر کہی ہو) تو اس بات پر ایک گواہ ہونا چاہیے جس کسی نے یہ بات کہی ہو وہی اس کا مواخذہ دار ہوگا۔ خان صاحب نے فرمایا وہی لوگ کہتے ہیں جو آپ کے فدائی و مخلص بنے رہتے ہیں۔ خان صاحب کا لفظ ”فدائی“ فرمانا مجھے خوب یاد ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ جو لوگ سالہا سال سے میرے ہم قوم، ہم وطن، ہم مسکن ہیں اور نزدیک سفر و حضر رہتے ہیں وہ تو میرے فدائی و مخلص نہیں ہیں اور بعض اشخاص جو چند دن سے جامع مسجد دہلی کی میری مجلس درس میں منجملہ اور شرکاء کے شریک ہو جاتے ہیں وہ میرے فدائی اور مخلص بن جائیں۔ خان صاحب نے ایک شخص کا نام لے کر پکارا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے لاؤ وہی کہتا ہے، اور شاید خان صاحب نے سخت غصہ آمیز الفاظ بھی اس کے متعلق فرمائے میں خاموش رہا۔ اسی اثناء میں میں نے کہا کہ میں مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کو امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مشعل تو نہیں سمجھتا البتہ طحاویؒ و کرخیؒ کے مشعل ضرور سمجھتا ہوں میری زبان اس قول کے شاہد کا ذکر کر رہی رہی تھی کہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے کلام کو سچ سمجھتا ہوں، گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں جو بات کہی تھی کہ وہ مشعل طحاویؒ و کرخیؒ ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ از خود کہی تھی یا خان صاحب کے (کسی سوال کے) جواب میں کہی تھی۔

[۴] چند حاضرین کی درخواست پر علیحدہ کاغذ پر میں نے چند جوابات لکھے تھے مگر مجھے خبر نہیں کہ اس کاغذ کو کس نے لے لیا تھا اتنا تو ضرور یاد ہے کہ خان صاحب جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے اسی جانب وہ کاغذ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خان صاحب بلند آواز سے سوال کرتے تھے میں جواب لکھ کر دیتا تھا اس جواب کو بھی خان صاحب بلند آواز سے پڑھ کر سنا تے تھے۔ ایک سوال و جواب میں اسی طرح عمل ہوا۔ پھر میں اپنے لکھے ہوئے جواب کو خود ہی بلند آواز سے پڑھتا تھا خان صاحب پھر اسی جواب کو دوبارہ بلند آواز سے پڑھتے تھے، یہ عمل بھی ایک دو جواب میں ہوا ہوگا پھر مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بلند آواز سے پڑھنے ہی پر اکتفا کیا گیا۔

سوال ۱: قبر کو بوسہ دینے والا مشرک ہے یا نہیں؟

جواب: اس اشراک کا مشرک نہیں ہے جس سے خط اعمال لازم آتا ہے۔

سوال ۲: قبر کو بوسہ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے جیسا کہ کتاب عین العلم میں لکھا ہوا ہے اور صاحب عین العلم کا اتباع اس باب (بوسہ قبر کے سلسلہ) میں کرنا چاہیے۔

سوال اول کے جواب کے الفاظ تو مجھے خوب یاد ہیں اور باقی جوابات کے الفاظ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن مضمون جواب میں کوئی شبہ نہیں ہے، وہی مضمون ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے۔

سوال ۳: ترجمہ الفاظ قرآن وحدیث کے علاوہ قرآن وحدیث میں عقل کا دخل ہے یا نہیں؟

جواب: فلسفیات کے مطالعہ سے جو فہم انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اس کا دخل قرآن وحدیث میں ہرگز نہیں ہونا چاہیے اس کے علاوہ عقل کے دخل کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ عرب کے محاورہ کو پہچاننا چاہیے اور اس محاورہ کے مطابق قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہیے۔ عقل کا یہ دخل تو ہونا ہی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالْيَخْفَظُ جَدَا حَكْ... الخ** [ترجمہ آیت] وہ مومنین جنہوں نے آپ کی اتباع کیا ہے ان کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئے (محاورہ عرب کا خیال نہ رکھ کر اگر اس آیت کریمہ کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے تو اللہ کے اس حکم کی بجا آوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور اگر محاورہ عرب کو دخل دیں کہ اس سے مراد تواضع ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بجا آوری اس طرح ہوئی کہ کسی سے ممکن نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آیات متشابہات اور صفات میں عقل کو دخل دیں (یہ صحیح نہیں ہے) جیسے آیت الرحمن علی العرش استوی کے مفہوم میں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عقل کو دخل نہیں دینا چاہیے اور یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ائمہ سلف کا بھی یہی اعتقاد تھا الاستواء معلوم والکیف مجہول (استواء تو معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے) اس باب میں استواء میں یہی ثابت ہے۔ شرح عقائد نسفی میں مجھے یاد پڑتا ہے کہ متاخرین نے آیات متشابہات کی تاویل جاہلین اور فرق ضالہ باطلہ کے مطعن کو رد کرنے کے لیے کی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ احکام فقہیہ توفیقیہ مثلاً عدد رکعات نماز اور وضو میں عقل کو دخل دیں اور

جب تک اپنی عقل سے معلوم نہ کر لیں، قبول نہ کریں یہ عقل کا دخل نہایت قبیح اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔

اس کے بعد قیاس کے بارے میں (چوتھا) سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ میں قیاس کو مانتا ہوں اور قیاس میں مسلک حنفی کا مقلد ہوں۔ یہ چار جواب میں نے لکھے ہیں، جو کوئی ان میں کمی بیشی یا تبدیلی اور فرق کرے تو وہ میرے اسی کاغذ کو سامنے لائے۔ بعد ازاں جدیدی کی وجہ سے لکھنے کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور صرف زبانی بات چیت پر اکتفاء ہوا۔ اور چونکہ لکھے ہوئے جوابات محفوظ ہوتے ہیں لہذا ان کو بعد کو عیب دہ لکھا گیا۔

سوال ۵: ایک سوال یہ ہوا کہ کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے) عام ہے یا

خاص؟

جواب دیا گیا کہ خاص ہے۔ پھر سوال ہوا کہ اس کا مخصص (تخصیص کنندہ) کیا ہے؟ جواب دیا گیا۔ اس کا مخصص حضرت عمرؓ [رضی اللہ عنہ] کا تراویح کے مسئلہ میں یہ قول گرامی ہے نعمة البدعة خان صاحب نے فرمایا کہ اس کا مخصص یہ حدیث بھی ہوگی من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها (جس شخص نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کو اس اچھے طریقے کی ایجاد کا اجر اور عمل کرنے والے اشخاص کا اجر ملے گا) میں نے کہا یہ حدیث بھی مخصص ہو سکتی ہے۔

پھر خان صاحب نے کہا کہ ایک حدیث ان الفاظ میں ہے 'من ابتدع بدعة ضلالة (باضافت بدعت بسوئے ضلالت) (ترجمہ: جس نے بدعت ضلالہ کی ایجاد کی ہو) خان صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بدعت فرض، واجب، اور مستحب بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن بدعت کی اصل بری ہے۔ میں اصل بدعت کو سینہ کہتا ہوں تاکہ کل بدعة ضلالة کا کلیہ باقی رہے۔ اس معنی کو حضرت امام نوویؒ نے بیان فرمایا ہے۔ اور بدعت سینہ کی اصل یہ ہے کہ اس میں کوئی حسن اور فتح ظاہر نہ ہو۔ خان صاحب نے فرمایا بدعت مباحہ اور بدعت سینہ میں کیا فرق ہے؟ یہی سوال حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب نے بھی کیا۔

میں نے کہا بدعت مباحہ کو میں نہیں جانتا ہوں خان صاحب نے ایک شخص کے ہاتھ سے ایک کتاب لی اس کتاب کا نام بھی صحیح یا نہیں خان صاحب نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ حضرت امام

نووی کے استاد محترم کا قول ہے اور امام نوویؒ وہ ہیں کہ جن کے قول سے مولوی صاحب (عبدالحی بذہانوی) نے بدعت کے معنی بیان کئے ہیں، امام نوویؒ کے استاد محترم کے حوالہ سے جو بات پیش کی گئی تھی اس میں مجھے اتنا یاد ہے کہ من البدع المباحۃ (بدعت کی ایک قسم بدعت مباحہ بھی ہے)

بدعت مباحہ کے ضمن میں مولود شریف کے اندر کھانوں کا پکانا، فقراء و مسکین کو کھلانا، انہار بشارت کرنا اور مسلمانوں میں خوشی کا ہونا اور مولود شریف پڑھنا، ان سب باتوں کا بھی تذکرہ ہوا، جس وقت خان صاحب اس عبارت کو پڑھ رہے تھے، اس وقت مولوی مخصوص اللہ صاحب آہستہ سے فرمایا کہ یہی بدعت مباحہ عرسوں کی اصل ہے۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کی یہ بات اچھی طرح سنی اور شاید دوسروں نے بھی سنی ہو۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے یہ سوال کیا کہ مولود شریف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا یا تعین تاریخ و یوم بدعت نہیں ہے اور تعین کے ساتھ بدعت سینہ ہے۔ اگر یہ سمجھے کہ آگے پیچھے دوسرے دنوں میں بھی ثواب یا تو ہوگا ہی نہیں اور اگر ہوگا تو کم ہوگا اگرچہ ان مقررہ دنوں میں کھانوں کی زیادتی کی وجہ سے مسکین طعام سے مستغنی ہوتے ہیں (اور کھانے کی ضرورت و رغبت نہیں ہوتی) اور دیگر ایام میں کھانے کے محتاج رہتے ہیں، باوجود اس کے ان مقررہ دنوں میں یہی کھانے کا انتظام کرے، یہ بدعت سینہ ہے۔ اور اگر نص شرعی سے کوئی بدعت مزاحم و مقابل ہو جیسا کہ ماہ رمضان ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور مولود کرنے والا یہ سمجھے کہ مولود کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب زیادہ پہنچتا ہے اور رمضان کی خصوصیت بھی جانتا ہو تو ایسے شخص کے متعلق شاید میں نے کہا کہ یہ باعث خوف کفر ہے۔ اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ اسی سوال پر روزہ کی گفتگو ہوئی اور بیان بدعت کے درمیان یہ حدیث بھی ذکر کی گئی من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فہورد (جو ہمارے دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو اس میں نہیں ہیں تو وہ باتیں مردود ہیں)۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت امور دین میں ہوا کرتی ہے۔ غالباً یہ سوال بھی مذکور ہوا کہ حدیث ماراۃ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن (جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے) اس کا کیا جواب ہے؟ (میں نے کہا کہ) اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جو عادات مسلمین کے

ماوراء کے ساتھ متعلق ہے اور اثناء بیان بدعت میں یہ بات بھی میں نے کہی ہے کہ حضرت مجددؒ کے نزدیک کل بدعت ضلالہ عام ہے۔

خان صاحب نے ایک دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت مجددؒ بدعت حسنہ کو داخل سینہ کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کو بھی بدعت قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے مال میں کوئی فرق نہیں۔

سوال ہوا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب دیا گیا کہ بدعت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ تلقین مردہ کی طرح یہ اذان بھی جائز ہے۔ میں نے کہا کہ حنفیہ کے نزدیک تلقین مردہ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر اس کا جواز ہے تو مسلک امام شافعی میں ہے۔ خان صاحب نے فرمایا بعض کتب حنفیہ میں تلقین کا جواز موجود ہے اور اذان علی القبر کو اس پر قیاس کر لیا ہے۔ میں نے کہا وہ کتاب جس میں (حنفیہ کے نزدیک) تلقین کی اجازت ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ خان صاحب نے فرمایا اس کا نام و نشان بستلاؤں گا لیکن خان صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتلایا۔

پھر سوال ہوا کہ عبادت کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا عبادت مالیہ کے ثواب کا پہنچنا سب ائمہ کے نزدیک ثابت ہے عبادت بدنیہ کا ثواب مردہ کو زندہ کی طرف سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو پہنچتا ہے امام شافعی کے نزدیک نہیں پہنچتا۔ خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب ”شرح الصدور“ میں سب ائمہ کا اس بارہ میں اتفاق لکھا ہے۔ مجھے اپنا جواب دینا یاد نہیں کہ اس کا کیا جواب دیا۔

پھر سوال ہوا اجماع حجت ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا کہ حجت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ اگر ناقل اجماع ثقہ ہے تب اجماع حجت ہے۔ خان صاحب نے اول تو یہ بات فرمائی پھر میرے استفسار کے بعد مثال میں شیخ جلال الدین سیوطی جیسے علماء کے نام پیش کیے۔ اس کے جواب میں میں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ اس سے زیادہ یاد نہیں۔

پھر سوال ہوا مردہ کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا ہاں مردہ کو عالم (برزخ) کا ادراک خوب ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا اس دنیا کا بھی ادراک ہوتا ہے؟

میں نے جواباً کہا کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا مردہ اس شخص کے کلام کو برابر سنتا ہے جو اس کی قبر پر پہنچ کر کچھ کہتا

ہے؟ یا کبھی سنتا ہے؟ یا کبھی نہیں سنتا؟ میں نے جواب میں صرف ہاں واللہ اعلم کہا۔

الغرض مضمون چہارم میں جو امور مذکور ہوئے ان کی تحریر کے بعد بدعت اور اذان علی

القبر کا مسئلہ مکرر پیش ہوا اور باقی گفتگو جلدی کی وجہ سے مختصر ہوئی تھی۔ پھر خان صاحب نے ایک

ایسی بات فرمائی جس سے تمام سوالات کے جوابات سے فراغت معلوم و مفہوم ہو گئی۔ پھر حسان

صاحب اور تمام حاضرین مجلس سے اٹھ گئے۔

سوال مجلس سے اٹھنے کے بعد ایک شخص نے تیجہ کے بارے میں سوال کیا میں نے کہا مردہ

کو ایصال ثواب درست اور جائز ہے لیکن تیسرے روز کی قید بدعت سینہ ہے۔ مضمون پنجم میں جو

کچھ کلام مذکور ہوا اسی کے مطابق کہا گیا۔ اس کے بعد پھر اذان علی القبر کے بارے میں ایک شخص

نے سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بدعت سینہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ

میں نہیں تھی اور اب تک مکہ معظمہ میں نہیں ہے اور یہ سلسلہ (عدم اذان علی القبر) اس زمانہ سے

لے کر اس وقت تک تو اثر و توارث کے ساتھ ہے۔ اور ہم اسی کو دیکھتے آئے ہیں میں اذان علی

القبر کو حسن نہیں کہوں گا۔ ایک شخص کی آواز پر اولاً تیجہ کا جواب باواز بلند پڑھا گیا اور اس سے

متصل جو اذان علی القبر کے سوال کا جواب تھا وہ بھی زور سے پڑھا گیا۔ اور تمہید ہفتیم میں جن اکابر

مولوی مخصوص اللہ وغیرہ علماء کا تذکرہ کیا گیا ان کا ان جوابات کو سننا یا نہ سننا معلوم نہیں۔

خاتمہ: میں تین مضامین ہیں:

اول یہ کہ لوگوں کے رنگ برنگ کے اغراض ہوں تو اسی کے مطابق مختلف باتیں اور مختلف حالات

ہوتے ہیں۔ گلستان سعدی رحمہ اللہ پڑھنے والے کو اپنے مطلب کے مطابق مختلف حکایات و ابیات

یاد رہ جاتی ہیں کسی کو تو باب پنجم کی حکایت عشق و جوانی اور کسی کو باب ششم کی ضعف و ناتوانی کی

حکایتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ (توحید پرست کو یہ حکایت یاد رہتی ہے)

بکے پر سید زان گم کردہ فرزند

کہ اے روشن گہر پیر کر دمنند

(ترجمہ شعر: کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اے روشن خاندان والے اور اے عقلمند بزرگ)

(معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحی علیہ السلام نے یہ روداد لکھتے وقت علامت و اشارہ کے طور پر صرف یہ ایک شعر ہی لکھنا کافی سمجھا، آگے اس سلسلہ کے یہ اشعار اور ہیں:

زمرش بوئے پیراہن شمیدی	چرا در چاہ کنعاش ندیدی
بکفت احوال ما برق جہاں است	دے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشستم	گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

مطلب یہ کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ دور دراز کے ملک مصر سے آپ کے فرزند یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے اس کی خوشبو یہاں محسوس کر لی لیکن جب وہی یوسف آپ کی بستی کنعان کے قریب ایک کنویں میں ڈال دئے گئے تو آپ ان کو نہ دیکھ سکے۔ تو انہوں نے جواب دیا ہمارے حالات بجلی کی طرح ہیں کہ بجلی روشن ہوتی ہے تو سب کچھ دیکھ لیا جاتا ہے، اور جب بجلی غائب ہو جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا، کبھی ہم بلند ترین عمارت کے اوپر ہوتے ہیں اور بہت نیچے دیکھ لیتے ہیں اور کبھی ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے۔ حاصل یہ کہ ہمارے اپنے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ہزاروں میل دور کی چیز معلوم اور محسوس کر دیتا ہے۔ جب نہیں چاہتا تو ہمیں قریب ترین چیز کا بھی علم نہیں ہوتا اور نظر نہیں آتا۔)

اصحاب خوارق و کرامات کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقبولان بارگاہ الہی ہیں وہ اپنی عاجزی اور بندگی کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں کسی وقت تو ان مقبولان بارگاہ الہی سے اللہ کی مشیت و قدرت کے ذریعہ ایک امر عجیب صادر ہوتا ہے اور کبھی ان کی عاجزی و لا چاری صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پس ہمیشہ توحید پرست مقبولان بارگاہ الہی کا معتقد رہتا ہے، اور کسی کو گلستاں کی یہ حکایت یاد رہتی ہے:

پیر مردے لطیف در بغداد

دخترک را بکفش دوزے داد

(ترجمہ: بغداد میں ایک خوش مزاج بوڑھے نے اپنی لڑکی ایک کفش دوز (موچی) کے نکاح میں دے دی (اس طرح کا مزاج رکھنے والے) ہمیشہ اوہام اور شہوت کے وساوس میں بے خوف ہو کر مبتلا رہتے ہیں۔)

یہ سب اختلافات احوال کی مثالیں تھیں۔ جامع مسجد کے واقعہ مذکورہ میں بھی یہ بات بعید نہیں کہ وہاں کی باتوں کو سننا اور یاد رکھنا اغراض و حالات کے اعتبار سے مختلف و متفاوت ہوا ہوگا۔ دوسرا مضمون یہ کہ متکلم کے کلام کا لہجہ سامعین کی عقلوں کے تفاوت و فرق کی وجہ سے بدل جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مفہوم ایک شخص کی عقل کے مطابق ایک دو بات میں پورا ہو جاتا ہے اور دوسرے شخص کی فہم کے مطابق ایک طویل کلام کرنا پڑتا ہے، تا کہ وہ بات سمجھ جائے۔ یہ بات بلا شک و شبہ ہے کہ روز مذکور میں ہونے والا کلام اتنا مختصر تھا کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا، مگر چند امور ظاہرہ ایسے تھے جو سمجھ میں آ سکتے تھے۔ چنانچہ چار جوابات جو تحریر کیے گئے ہیں، امور ظاہرہ میں سے تھے اور ان مضمونوں پر مقصد بالکل ظاہر ہے۔ کلام کے کچھ حصہ کا سمجھنا اور کچھ کا نہ سمجھنا ایسی بلائے عظیم ہے کہ کلام کرنے والے عالم کے حال کو بدل دیتی ہے۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات پیش آنے کے وقت ایسا حال رونما ہوتا ہے کہ جس کسی کو فکر آخرت ہوتی ہے تو وہ اہم مقصود کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس مقصود سے ہرگز غافل نہیں ہوتا اور اپنے عقیدہ و عمل کو شرع شریف کے مطابق صحیح و درست رکھتا ہے، مناظرہ میں غالب و مغلوب کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ جانے کہ عقیدہ و عمل غالب و مغلوب کی دانست پر موقوف ہے تا کہ غالب کا اتباع کیا جائے اور مغلوب کا اتباع نہ کیا جائے تو ایسے شخص کو جان لینا چاہیے کہ دین متین کے ارکان مناظروں پر موقوف نہیں رہتے۔ یہ بحث کہ تیجہ چالیسواں اور اس طرح کی دوسری رسمیں کرنی چاہئیں یا نہیں کرنی چاہئیں اور قبر کو پختہ بنانا جائز ہے یا نہیں ہرگز ہرگز یہ باتیں ارکان دین میں داخل نہیں ہیں۔ اگر سینکڑوں عاقل و بالغ مسلمان مردہ کو دفن کر کے اپنے اپنے گھر واپس آجائیں اور پھر اس مردہ کا کوئی ذکر نہ کریں تو یہ ہرگز ہرگز ارکان دین سے کوئی رکن متروک نہیں ہوا، برخلاف نماز جیسے رکن کے؛ کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارہ میں سوال ہوگا اور نماز

کو چھوڑنے والا فرعون و ہامان کے ساتھ محشور ہونے کے قابل ہے۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے اہم ارکان چھوڑتے ہیں اور دو آدمیوں کو بھی اس پر قلق نہیں ہوتا، جیسا کہ رسوم زائدہ کے چھوڑنے پر ہوتا ہے (جبکہ) بدعت کے چھوڑنے پر بہت کچھ سوچ بچار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک عظیم انقلاب ہے۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

غلام محمد علی عفی عنہ

(یہ صاحب حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روداد کے ناقل و کاتب ہیں)

(الفرقان کا حضرت مفتی نسیم احمد فریدی نمبر: ص ۱۹۶ تا ۲۱۶)

حاصل مطالعہ:

اس ساری روئیداد سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمد للہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحی بڑھانوی و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کا درس و وعظ برابر جاری رہتا اور وہ بھی چند ساعت کے لیے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک یہ درس جاری رہتا۔ اگر یہ حضرات معاذ اللہ اتنے بڑے گستاخ تھے یا پورا دہلی یا خاندان ولی اللہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی۔

ثانیاً اس دن کوئی مناظرہ نہیں ہوا تھا نہ کسی مناظرے کا انعقاد کیا گیا تھا بلکہ یہ حضرات جب درس سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے (ان کا نام مولانا عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا ہے واللہ اعلم: سیف الجبار) ایک پرچہ پیش کیا جن میں چند سوالات تھے اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی مرقوم تھے جن پر چند علماء کی مہریں بھی ثبت تھیں۔ ان حضرات سے بھی ان سوالوں کے جوابات طلب کیے گئے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تفصیل سے دینے کے لیے وقت مانگا جو بخوشی منظور بھی کر لی گئی۔ کیا مناظرے اس طرح ہوتے ہیں؟ درس کے اختتام تک پرچہ موقف رکھنا اس بات کی بین شہادت ہے کہ باوجود مخالفت کے ان حضرات کے دلوں میں شاہ صاحب و

مولانا عبدالحی کا ادب و احترام تھا۔

اس روئیداد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے اکابر اہل اللہ کی طرح مخالفین نے مولانا عبدالحی و شاہ صاحب کے خلاف مکروہ پروپیگنڈا کیا ہوا تھا چنانچہ مولانا رشید الدین صاحب کا یہ استنساہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ معاذ اللہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے راستے کو جہنم کا راستہ کہتے ہیں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے بقول یہ لوگ وہ تھے جن کی عرس کی شراب کی جوئے اور بدعات کی دکانیں ان کی وعظ و نصیحت سے بند ہو گئی تھیں۔ یعنی اس دور کے رضا خانی تھے اور وہی رضا خانی جنہوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح وہابیت کا الزام لگایا۔

جب مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی پرزور تردید کی تو مولانا رشید الدین صاحب مرحوم نے ان کی بات پر کئی اعتماد کیا جو ان حضرات کی باہمی محبت و خلوص کا آئینہ دار ہے۔

غرض حضرت شاہ اسماعیل شہید و مولانا عبدالحی و مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم کا چند باتوں میں اختلاف تھا پھر مولانا رشید الدین خان دہلوی صاحب تک شاہ صاحبان کے مخالفین ان کے بارے میں منفی خبریں لارہے تھے مولانا رشید الدین خان صاحب نے خود ان حضرات سے ان کا موقف معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے ساتھ میں عوام کو بھی لے گئے تاکہ سب حضرات ان کا موقف سن لیں اور ان الزامات کی حقیقت واضح ہو جائے مولانا نے وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو خود آواز بلند پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ اس مجمع کثیر نے انتہائی تحمل کے ساتھ ان جوابات کو سنا کسی قسم کا کوئی ہنگامہ شور شرابا نہ ہوا اور خیر و عافیت کے ساتھ یہ مجلس ختم ہوئی۔ غور فرمائیں کیا یہی وہ منظر ہے جسے رضا خانیوں نے ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا پورا دہلی شاہ صاحب و مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے قتل کے درپے ہے۔

اس مجلس نے قبر پرستوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا انہوں نے مولانا رشید الدین صاحب کے جوکان بھرے تھے وہ ساری مذموم کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں لہذا اب پینترا

بدلا اور یہ مشتہر کر دیا کہ اس دن عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا اور مولانا عبدالحی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اپنے وہابیہ عقائد سے توبہ کرنی پڑی۔ العیاذ باللہ۔

دہلی کے اس واقعہ کے بعد ان حضرات میں کسی قسم کی کوئی رنجش و اختلاف باقی نہ رہا تھا جتنی منفی باتیں ہیں سب مخالفین کی اڑائی ہوئی ہیں۔ یہاں ہم ایک عینی شاہد کی گواہی مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پیش کرنا چاہیں گے:

”بندہ کے سامنے تقویۃ الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶۱ھ میں حافظ محمد پیر خان کے اہتمام میں چھتہ موم گران شاہ جہاں آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۷۴) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷۱ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا۔ یعنی پہلے نسخے کے تین سال بعد۔ پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب محشی کتاب کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو میل کا سیل اور بات کا پتنگو انہوں نے بنایا ہے وہ ظہور میں نہ آتا سید محبوب علی صاحب مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے، خود عالم تھے اور اس صورتحال کے عینی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں:

”گور پرست مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خان صاحب سے خوب بحثیں رہیں، شہید مرحوم کو دست آنے لگے، جواب میں تھکے سو یہ سراسر غلط اور بہتان ہے شہید مغفور اور خان صاحب مرحوم کی گاہے کسی بات میں تکرار نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی عبدالحی سے استفسار پر مہر طلب کی تو مولوی صاحب مرحوم نے شکل بلوی سے خلاف برادرانہ عالمانہ کی شکایت کی خان صاحب مرحوم نے عذر کی صورت ظاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسی سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ میں لوگ خان صاحب سے اور مولوی عبدالحی صاحب سے مسائل مروجہ پوچھتے وہاں بھی کچھ خلاف و تکرار علماء میں نہ ہوئی۔ احوال ان بزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے پچشم خود دیکھے ہوئے یاد ہیں پیر پرست خط میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے وہ مفسدوں

کے فتنہ کی بنیاد ہے۔“

(بحوالہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقد: ص ۲۲، ۲۳)

مولانا رشید الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولانا سدید الدین صاحب کا عظیم علمی کتب خانہ جب ۱۸۵۷ء کے حادثہ میں ضائع ہو گیا تو انہوں نے ایک خط میں کہا:

”ہم کو اپنے کتب خانے کے لٹ جانے کا اتنا افسوس نہیں جس قدر ان حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا اب ملنا محال ہے۔“ (اکمل البیان: ص ۸۰۲)

یہ تھی ان بھائیوں کی آپس میں محبت جس میں فتنہ پرور رضا خانی آگ لگا کر دشمنی میں بدلنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

فتح کس کی ہوئی:

رضا خانی حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا مگر دوسری طرف مولانا فضل رسول بدایونی نے ایک جعلی خط مولانا مخصوص اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب کیا ہے جس میں اس بات کا واضح اقرار کیا گیا ہے کہ دہلی مناظرہ سے پہلے سب ہمارے ساتھ تھے مگر اس مناظرے میں شاہ صاحب کی باتیں سن کر لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ فضل رسول بدایونی سوال کرتے ہیں:

”ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟“

مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جواب اس طرح بیان کیا گیا:

”ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان: ص ۱۰۳ از مولانا ابوالحسن زید فاروقی)

اس میڈان بریلی خط کے میڈان بدایونی جواب کی سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کا جھوٹ سن کر میرے شاگرد اور مرید (کیونکہ سوال میں انہی کے متعلق پوچھا گیا ہے) میرے مسلک سے پھر کر ان کی طرف جانے لگ گئے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ اپنے طریقہ کا غلط اور اپنے مسلک کا جھوٹ اکثر آدمی سوچ کی طرف لے جاتا ہے جھوٹ کی وجہ سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی اپنے عقیدے سے نہیں پھرتا مگر یہاں گنگا لٹی بہہ رہی ہے۔ اس جعلی مکتوب میں مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تقویۃ الایمان کے رد میں ایک کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا بھی ذکر ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اس نام کی کوئی تصنیف مولانا مخصوص اللہ صاحب کی نہیں نہ کبھی منظر عام پر آئی آج کے رضا خانی تو دور خود مولانا فضل رسول بدایونی صاحب کو بھی اس کتاب کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہوگی۔ غرض اس نام سے دنیا میں اس کتاب کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا۔

خاندان ولی اللہ پوری طرح شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا:

رضا خانی حضرات نے نام نہاد دہلی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ پورا خاندان ولی اللہ شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولانا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ و مولانا موسیٰ صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے اور پورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ان کا ادب و احترام اپنی جگہ مگر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علم، تقویٰ و مقام ارفع کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنا علمی جانشین اگر کسی کو تصور کرتے تو وہ شاہ محمد اسماعیل شہید یا شاہ محمد اسحاق تھے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا ہے۔ یہاں ہم مزید اتمام حجت کے لیے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی مرحوم جن کا تعلق بریلیوں کے خیر آبادی سلسلہ تلمذ سے ہے اور موصوف شاہ صاحب کے مخالفین میں سے بھی ہیں کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو باوجود مخالفت اعتراف حق کر

گئے:

”اب رہ گئے وہ نو خیز افراد خاندان جودلی میں متوطن اور براہ راست شاہ عبدالعزیز کے زیر نگاہ تھے یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی کے صاحبزادگان تو ان میں سے (۱) محمد عیسیٰ (۲) محمد حسین (۳) محمد حسن (۴) عبدالرحمن عرف مصطفیٰ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کس کو حصول علم کی توفیق ملی تھی کس کس نے حصول علم کو منزل آخر تک پہنچایا تھا؟ کس دل و دماغ کے تھے، کردار و عمل میں کیا مقام رکھتے تھے؟ مختصر یہ کہ معلوم نہیں یہ حضرات اس قابل تھے یا نہیں کہ شاہ محدث کی نگاہ انتخاب ان پر پڑتی؟ اس لیے اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں:

(۱) شاہ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسماعیل (۴) شاہ محمد اسحاق (۵) شاہ محمد یعقوب۔ ان میں شاہ مخصوص اللہ و شاہ محمد موسیٰ شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ عالم تھے حسن عمل میں بھی اپنے خانوادہ گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی نہیں تھیں اور بہ حیثیت مجموعی ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لامحالہ شاہ محدث کا رجحان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہیے تھا (۱) شاہ محمد اسماعیل (۲) شاہ محمد اسحاق۔ روایات و آثار سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیل آخر انتخاب انھیں دونوں جوانوں کا کیا تھت اور فرمایا کرتے تھے: الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق۔

(حیات شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ: ص ۷۳، الرحیم اکیڈمی کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زندگی میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے تھے اور جب تک دہلی میں رہے ان کا وعظ برابر جاری رہا۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی رضا خانی جیسا متعصب بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے:

”ہاں مولوی اسماعیل عالم محدث تھے..... مولوی اسماعیل کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا۔“

(انوار آفتاب صداقت: ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ طبع جدید)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہاد پر روانہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند تدریس پوری طرح حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھال لی تو اس وقت بھی محدث دہلوی کے جانشین شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اور مجاہدین کے لیے دہلی میں جو چندہ جمع ہوتا اس کی نگرانی شاہ اسحاق صاحب ہی کرتے اور انہی کی نگرانی میں وہ چندہ مجاہدین کے پاس پہنچایا جاتا۔ حتیٰ کہ جب بعض حضرات نے سید احمد شہید و شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد کی مخالفت شروع کر دی تو شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ان الزامات کی بھرپور تردید کی اور مجاہدین کے اس قافلے کی ہر طرح سے مدد و نصرت کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

(اعانت مجاہدین مندرجہ کتاب حیات شاہ محمد اسحاق صاحب: ص ۵۹ تا ۷۰)

قاضی فضل احمد رضا خانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا محمد اسحاق، شاہ صاحب کے ساتھ مل گئے تھے:

”مولوی محمد اسحاق صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسماعیل صاحب کا ساز و روو شور نہیں ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت: ص ۶۳، طبع جدید)

رضا خانیوں کی منافقت دیکھیں کہ خود شاہ ولی اللہ کو وہابی لکھا اور بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اختلاف کی وجہ سے حق گو کہا کسی نے ان پر الزام نہیں لگایا کہ باپ کا مخالف ہو گیا لیکن جب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید الدین خان صاحب سے اختلاف کیا تو آسمان سر پر اٹھالیا۔

دہلی مناظرے نے رضا خانیوں ہی کا منہ کالا کیا:

ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے پورے تین صفحات ۲۴ تا ۲۶ اسی پر سیاہ کیے کہ دیوبندیوں سے ہمارا اصل اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات پر ہے معاذ اللہ نور و بشر میلاد علم غیب وغیرہ پر اختلاف بتانا یا تقریریں کرنا عوام کو مغالطہ دینا ہے۔ اسی طرح

مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

”ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارات کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و محبوبان حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں باقی مسائل میں محض فروعی اختلاف ہے جس کی بناء پر جانبین میں سے کسی کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جاسکتی۔“ (الحق الامین، ص ۲۳، ناشر بزم سعید جامعہ انوار العلوم ملتان)

مگر دوسری طرف دہلی کے اس منظرے میں مولانا رشید الدین صاحب نے تقویۃ الایمان یا شاہ صاحب کے عقائد کو چھو اتک نہیں بلکہ بوسہ قبر، اذان علی القبر، میلاد بدعت بقول مولوی غلام مہر علی نور و بشر حاضر و ناظر جیسے فروعی مسائل پر گفتگو کی۔ گویا بقول مولوی کاشف اقبال عوام کو مغالطہ دیا۔ اور ان مسائل کو چھیڑا جس پر بقول کاظمی کسی کی تکفیر تو دور تضلیل بھی نہیں کی جاسکتی۔

مولانا رشید الدین مرحوم صاحب کا یہ عمل اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ جن عبارات پر آج رضا خانی اعتراض کر رہے ہیں اور جس انداز سے اس اختلاف کو آج پیش کیا جا رہا ہے یہ سب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کارستانی ہے اس نے اپنا نیا مذہب ایجاد کرنے کے لیے انگریز و شیعہ کے اشارہ پر یہ شیطانی حرکات کی تھیں۔ ورنہ خود شاہ صاحب کے زمانہ میں ان اعتراضات کا کوئی تصور نہ تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب نے بھی صرف شفاعت اور امتناع النظر کے مسئلہ پر شاہ صاحب سے اختلاف کیا۔ تعجب کا مقام ہے ایک طرف تو بریلوی کہہ رہے ہیں کہ ساری شورش سارا فساد تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہوا، سارے علماء تقویۃ الایمان کی وجہ سے مخالف ہوئے، مگر جب اس شورش کو ختم کرنے کا وقت آیا تو تقویۃ الایمان کا نام بھی نہ لیا اور محض فروعی اختلاف پر مجمع جمع کر کے قوم کا وقت برباد کیا گیا۔ جن مسائل کی بنیاد پر سارے دہلی کو شاہ صاحب کا مخالف بتایا جا رہا ہے آج کے ابنائے رضا خانی تو سرے سے ان کو اختلاف ہی تسلیم نہیں کرتے اس اختلاف کی بنیاد پر کسی کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کرنا تو دور فاسق بھی نہیں

تسلیم کرتے۔

خود ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں:
 ”۱۴۴ھ میں مناظرہ دہلی میں اسماعیل دہلوی نے کفریہ عبارات سے توبہ نہیں کی۔ جناب اس
 مناظرہ میں کفریہ عبارات کو زیر بحث ہی کب لایا گیا تھا، وہاں تو چند دیگر اختلافی مسائل کو زیر
 بحث لایا گیا تھا۔“ (رونیداد مناظرہ گستاخ کون: ص ۱۲۵ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ وغیرہم و
 مجاہد فی سبیل اللہ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی حقیقی و اصولی اختلاف
 نہ تھا اور بقول بریلوی حضرات دونوں ہی اپنے موقف پر حق پر تھے۔ اس اختلاف کا جو منظر
 بریلوی حضرات نے پیش کیا اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مولانا
 رشید الدین و دیگر علماء نے محض معمولی فروعی اختلاف پر اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیا جو کہ ہرگز اہل علم
 کی شان نہیں۔ بہر حال بات طویل ہوتی جا رہی ہے دہلی کی اس مجلس کے متعلق دیگر کئی اہل
 معلومات بھی راقم کے پاس موجود ہیں جو پھر کسی اور موقع پر ان شاء اللہ بیان کر دیئے جائیں گے
 اس وقت چونکہ ہم نے پوری رضا خانی کتاب کا جواب دینا ہے لہذا اس تاریخی بحث کو یہی ختم کیا
 جاتا ہے۔

جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر ہندوستان کے اکابر علماء اپنی رائے پہلے
 سے دے چکے تھے:

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ رضا خانیوں نے دہلی مناظرے کے
 متعلق جن مسائل کو ذکر کیا شاہ صاحب سے پہلے ہندوستان کے اکابر علماء ان پر اپنی رائے وہی
 دے چکے تھے جس کو شاہ صاحب نے اپنایا تو آخر مطعون صرف شاہ صاحب کو کیوں کیا جا رہا ہے
 ؟ ہم یہاں اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان مسائل میں اکابر سے بغاوت شاہ محمد اسماعیل
 شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے نہیں کی بلکہ ان کے مخالفین نے کی ہے۔

مسئلہ علم غیب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الوجدان الصریح یحکم بأن العبد عبد و ان ترقی و ان الرب رب و ان تنزل و ان العبد قط لا یتصف بالوجوب وبالصفات اللازمة للوجوب ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیء فی لوح صدره و لیس ذالک علما بالغیب امما ذالک الذی یکون من ذاته والا فالانبیاء والا ولیاء یعلمون لا محالة بعض ما یغیب عن العامة۔ (تفہیمات الہیہ: ج ۱ ص ۲۴۵)

[ترجمہ] وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کر لے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء و اولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

اسی واسطے علم غیب کو خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ثم لیعلم انه یجب ان ینفی عنهم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرة علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بنقص۔“

(تفہیمات الہیہ: ج ۱ ص ۲۴۴)

[ترجمہ] پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہ السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بھی فرماتے ہیں:

”یا رتبہ آئمہ و اولیاء برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گردانند و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و

شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدرات ثابت کنند۔“ (تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۵۲)

[ترجمہ] شرک و کفر کی باتوں میں سے ہے کہ ائمہ و اولیاء کا رتبہ انبیاء علیہ السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہ السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدرات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

استمداد از اولیاء و مزارات و عرس کی خرافات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیماریوں اور دیگر پریشانیوں میں مسلمانوں کی طرف سے رسوم جاہلیت اور مخلوق کو حاجت روا بنانے کی سختی سے مذمت کی ہے اور اس کا تفصیلی رد کیا ہے۔

ملاحظہ ہو: مکتوبات فارسی: مکتوب نمبر ۴۱ دفتر سوم ۳۶۳ تا ۳۶۵، ایچ ایم سعید کراچی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کل من ذهب الی بلدة اجیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاهاها لاجل حاجة یطلبها فانه اثم اکبر من القتل والزنا لیس مثله الا مثل من کان یعبد البصنوعات او مثل من کان یدعو اللات والعزی“۔

(تہذیبات الہیہ: ج ۲ ص ۴۵ مدینہ برقی پریس یو پی)

[ترجمہ] ہر وہ شخص جو خواجہ اجیر یا سالار مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لیے جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل و زنا سے بھی بڑا گناہ ہے صاحب مزار کو مشکل کشا مختار کل سمجھتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات و عزی کو پکارنے والوں کی طرح ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی وقت کہتے تھے لکھتے

ہیں:

”مسئلہ: اگر کسے گوید کہ خدا و رسول بریں عمل گواہ اند کافر شود اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آں بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی بگو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ما ملک نیست من برائے خوشنفع را و نہ ضرر را مگر آنچه خدا خواهد و اگر نسبت بطریق بسیت بود
مضا لفقہ ندارد“

[ترجمہ] مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے، اولیاء کرام
معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے رزق دینے
با دور کرنے اور مرض سے شفاء دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی
ہے قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے میں
اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ
سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ہستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالین: ص ۷۷، ۷۸)

قاضی صاحب ولایت کے متعلق غلط مشرکانہ بریلو یا نہ عقیدہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”بعضے در اولیاء اللہ عصمت خیال می کنند و می دانند کہ اولیاء ہر چہ خواہند بہمان شود و ہر چہ نخواہند معدوم
گردد و از قبور اولیاء بایں خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللہ و مقربان در گاہ کہ زندہ
ایں صفت نمی یابند از ولایت آنہا منکری شوند و از فیوض آنہا محروم می مانند“

[ترجمہ] بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں
وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں
طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی
ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں۔“

(ہستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالین: ص ۷۱، ۷۲)

”لا يجوز ما يفعله الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف
حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعیاد و
یسمنہ عرسا عن عائشة و عن ابن عباس قال لما نزل برسول اللہ ﷺ
مرض طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه ویقول
هو کذا لک لعنة اللہ علی الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائهم مساجد

قالت فخذ عن مثل ما صنعوا متفق عليه و كذا روى احمد والطيالسي عن اسامة بن زيد و روى الحاكم و صححه عن ابن عباس لعن الله زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج و روى مسلم من حديث جندب بن عبد الملك قال سمعت النبي ﷺ قبل ان يموت بخمس وهو يقول الا لا تتخذوا القبور مساجد اني انهاكم عن ذلك“

(تفسیر مظہری: ج ۲ ص ۲۸، ۲۹، رد الارا حیات التراث العربی)

[ترجمہ] اولیاء اور شہداء کے مزارات پر تہجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا ان پر مسجدیں قائم کرنا عید کی طرح مزارات پر عرس کے نام سے میلے لگانا جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں جائز نہیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھاری دار کھل سے چہرہ مبارک ڈھانک لیا اور دم گھٹا تو منہ سے ہٹا دیا (اللہ اکبر ساری دنیا کے مشکل کشا، حاجت روا، مختار کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں: از ناقل) اور اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں یہود و نصاریٰ کے فضل سے مسلمانوں کو بازداشت کی۔ بخاری و مسلم امام احمد و ابوداؤد طيالسي نے بھی حضرت اسامہ بن زید کی روایت سے یہ حدیث نقل کی۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور چراغ جلاتے ہیں اللہ کی لعنت ہو۔ مسلم نے حضرت جندب بن عبدالمسک کا قول نقل کیا ہے جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا وفات سے پانچ راتیں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے ہوشیار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تاکید کے ساتھ تم کو اس کی ممانعت کرتا ہوں۔

شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”عرس مقرر کرنے کا ثبوت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور ائمہ اربعہ سے کچھ نہیں۔“ (مائتہ مسائل: ص ۲۹)

علم غیب اور حاضر ناظر:

”اگر کسے گوید کہ خدا اور رسول بریں عمل گواہ اند کا فر شو“

”مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبعین: ص ۷۷، ۷۸)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ اگر کسے بدون شہود نکاح کر دو گفت کہ خدا اور رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شو“۔ (مالا بدمنہ: ص ۱۲۶ میر محمد کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ] اگر کوئی شخص بغیر گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کو یا فرشتہ کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے کہ یہ صفت خاصہ رب باری تعالیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”بندگان خاص الہی را در صفات واجبہ شریک داشتن یا آنہا را در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچہ دیگر کفار بہ انکار انبیاء کافر شدند بچنان نصاریٰ عیسیٰ را پسر خدا و مشرکان عرب ملائکہ را دختران خدا گفتند و علم غیب با نہما مسلم داشتن کافر شدند“۔ (مالا بدمنہ: ص ۱۱، ۱۲ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس کی صفات واجبہ میں شریک ٹھہرانا یا ان کو بندگی میں شریک بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کے لیے علم غیب کا عقیدہ مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک و ہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک بنانا جائز نہیں۔

قبروں پر مزار بنانا:

یہی قاضی صاحب لکھتے ہیں:

”مسئلہ آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنا میکنند و چراغاں روشن میکنند و ازین قبیل ہرچہ میکنند حرام است یا مکروہ“۔ (مالا بدمنہ: ص ۸۴)

[ترجمہ] اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہما) سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔

قبر پر اذان:

شاہ محمد الحق ابن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا“۔ (ملئہ مسائل: ص ۶۴)

بدعت حسنہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقص و فنی کو مستلزم ہے پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کو مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔ پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سنیہ رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور ان کے اعضاء یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔ منقول ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اس کو ”حسن“ (بدعت حسنہ) خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذاہب و ملت کو مار دیا ہے اور خراب کر دیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسنہ کو سنیہ

خیال کریں گے۔ (مکتوبات: مکتوب نمبر ۲۵۵، دفتر اول: ج ۲ ص ۵۸۷ مترجم سعید احمد نقشبندی بریوی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ و امثال شان حکم کردہ اند بدانکہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے از الہ رزائل نفس و تصفیہ عناصر و حصول قرب الہی لہذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کل محدثۃ بدعة و کل بدعة ضلالة پس نتیجہ این حدیث آنست کہ کل محدث ضلالة و بدیہی است کہ لا شیئ من الضلالة بہدایۃ فلا شیئ من المحدث بہدایۃ۔“

[ترجمہ] حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ رزائل نفس تصفیہ عناصر اور قرب الہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچتے ہیں کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل محدثۃ بدعة و کل بدعة ضلالة ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدثۃ بدعة اور ظاہر ہے کہ لا شیئ من الضلالة بہدایۃ فلا شیئ من المحدث بہدایۃ گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات بھی ہدایت نہیں ہے۔ (بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین: ص ۶۹ تا ۷۲)

تجہ، چالیسواں، بری:

قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

”بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہنم و ششماہی و برسی ہیج نکند۔“ (مالا بدمنہ: ص ۱۶۱)

[ترجمہ] میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

مناظرہ دہلی کرنے والے جواب دیں:

انہی باتوں کو جب شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دہرایا تو تم مناظرے کرتے ہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو پہلے ہندوستان کے ان اکابر سے مناظرہ کرو۔

تقویۃ الایمان سے شورش ہوگی:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھ کر اس فتنہ کی بنیاد رکھی جس کا ذکر دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے ان الفاظ میں کیا کہ: ”مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان..... کو اردو میں لکھا، اور لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ محمد اعظمی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی مومن خان عبداللہ خان استاد امام بخش صہبائی و مملوک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز لفظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔“ (ارواحِ خلافت: ص ۹۸ طبع لاہور)

”دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس فتنہ کی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور یوں ہندوستان میں وہابیت کے منسروغ کا کام انگریز منخوس کے بل بوتے پر شروع ہو گیا۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۹)

مندرجہ بالا حکایت میں سے مولوی کاشف اقبال رضا خانی نے مندرجہ ذیل عبارت نقل نہیں

کی:

”خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا۔“

(ارواح ثلاثہ: ص ۷۳ حکایت نمبر ۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان رد الاشراک کی شرح ہے نہ کہ کتاب التوحید لابن عبد الوہاب نجدی سے سرقت کر کے لکھی گئی ہے۔ نیز رضا خانی مولوی نے اس حکایت کا آخری حصہ بھی نقل نہیں کیا جو کچھ یوں ہے:

”یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ اہل حق صاحب اور عبد اللہ خان علوی اور مومن حسان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہیے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی اس کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ میں مولانا اسماعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبدالحی صاحب مساجد میں، چھ مہینے کے بعد جہاد کے لیے تشریف لے گئے یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب اور اپنے استاد میاں محمدی صاحب وغیرہ سے سنا ہے۔“ (ارواح ثلاثہ: ص ۷۴)

اس حکایت میں اس عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں:

”اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے“ انصاف پسند قارئین اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اگر معاذ اللہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب شورش برپا کرنے، فتنہ فساد کے لیے لکھی تھی اپنا فقہ و جماعت بنانے انگریز کو خوش کرنا مقصود تھا تو اپنے ساتھیوں کے سامنے شوریٰ میں اس کتاب کو کیوں رکھ رہے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کی مرضی نہ ہو تو اسے جلادیا جائے؟ غرض یہ جملہ حضرت شہید کے حیل و حیل، بزرگی

سلامت طبع، افہام و تفہیم اور کسر نفسی پر دال ہے۔ چونکہ یہ عبارت صراحتاً بریلوی مدعا کی نفی کر رہی تھی اس لیے رضا خانیوں نے اسے پیش نہ کیا۔

ثانیاً: ارواح ثلاثہ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف و تحریر کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ ”ارواح ثلاثہ“ حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں ارواح ثلاثہ دستیاب ہے اس پر بھی مصنف کا نام مولانا اشرف علی تھانوی بطور مصنف و مرتب درج ہے۔ مگر یہ درست نہیں دراصل ارواح ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے:

- (۱) امیر الروایات: از امیر باز خان مرحوم۔
 - (۲) روایات الطیب: از حکیم الاسلام قاری طیب صاحب مرحوم اس مجموعہ میں امیر باز خان صاحب کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہے۔
 - (۳) اشرف التنبیہ: یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا نبیہ صاحب مرحوم کا ہے جس میں انہوں نے ملفوظات حکیم الامت سے بزرگان ولی اللہی کی حکایات کو جمع کیا ہے۔
- بعد میں ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں رسائل کو یکجا کر کے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر اس کا نام ”ارواح ثلاثہ“ رکھ کر شائع کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۱۳ رد الارشاد کراچی)
- غالباً اسی سے ناشرین کو مغالطہ لگا اور انہوں نے اسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل کتاب سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا آج بھی انڈیا سے جو ارواح ثلاثہ شائع ہو رہی ہے اس پر مرتب کا نام مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا ہے:

(ارواح ثلاثہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی یو پی)

مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ عبدالستار ہمداری بھی جب اس کا حوالہ دیتا ہے تو یوں لکھتا ہے:

”ارواح ثلاثہ مرتب ظہور الحسن کسولوی ناشر کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور (یو پی)“

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر: ص ۳۸ مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ (اہور))

بہر حال ارواح ثلاثہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں بلکہ تین الگ الگ رسائل کا مجموعہ ہے۔ رضا خانی کی پیش کردہ حکایت کے راوی بھی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امیر شاہ خان خوجوی ہیں۔

ثالثاً: اس روایت میں یہ کہا گیا ہے ”ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے“ یہ الفاظ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تو یقیناً نہیں ہو سکتے اور اغلب گمان یہ ہے کہ خان صاحب کے بھی نہ ہوں گے کیونکہ پوری تقویۃ الایمان میں ایک جگہ بھی شرک خفی کو شرک جلی نہیں کہا گیا تقویۃ الایمان کے متعلق امیر شاہ خان صاحب کی طرف منسوب اس جملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”میں بہت صفائی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تقویۃ الایمان میں بہت تلاش کے باوجود ایک جگہ بھی ایسی نہیں مل سکی جس میں شرک اصغر کو شرک اکبر یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑی جسارت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے شاہ شہید کی تقویۃ الایمان میں تلاش کے باوجود کسی مقام پر بھی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو“۔ (الفرقان: ص ۲۲۹ / بابت ۱۹۷۹)

دابعاً: حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یہ کہنا: ”اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت تو میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا“ شاہ محمد اسحاق و سید احمد شہید کی موجودگی میں شاہ صاحب نے مندرجہ بالا الفاظ کہے ہوں کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اول تو ان الفاظ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ تحریک حج، جہاد و تربیت کے اصل اصول اور ذمہ دار شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے اور وہی اس کے تمام نظام اور تربیت کے بانی مبنی تھے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح و تبلیغ جدوجہد کے شاہ صاحب رکن رکن اور دست راست تھے اور کوئی معاملہ بھی ان کی شرکت اور مشورے کے بغیر

سرا انجام نہیں دیا جاتا مگر اس غیر معمولی حقیقت و امتیاز کے باوجود یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے حضرت سید احمد شہید کے سامنے اپنی ذات کو اس درجہ فنا اور قربان کر دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شاہ شہید نے اپنی رائے کو سید احمد کی رائے سے ممتاز کرنے کی کوشش کی، یا کسی قرینہ سے بھی اس کا اظہار فرمایا ہو، تحریک اور عمل جدوجہد کے متعلق جو کچھ طے ہوتا سید صاحب طے فرماتے، جو فیصلہ ہوتا سید صاحب کی منظوری سے ہوتا اس فنایت و بے نفسی کے چشم دید واقعات راویوں نے بیان کیے ہیں، مثال کے طور پر دو واقعات درج ہیں: مولانا عبدالحی حسنی، مولانا محمد حسین (متوکل سید احمد شہید) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

”مولانا محمد اسماعیل صاحب نے جب سنا تو وہ حاضر ہوئے اور شکار بند جو اس وقت سے تھا ماہ ہے تو مرتے مرتے نہیں چھوڑا، راستہ میں حضرت فرماتے، مولانا خدا نے سواری دی ہے سوار ہو لو، بس جا کر سوار ہو جاتے، بیس قدم چل کر پھر اتر پڑتے اور شکار بند آ کر پکڑ لیتے، پھر کہتے حضرت اسماعیل کو اتنی بھی مغافرت گوارا نہیں میاں صاحب (محمد حسین بگھروی) کہنے لگے، ایک شخص نے کہا حضرت آپ کی عمر اور سید صاحب کی ایک ہے؟ فرمایا کہ عمر سید صاحب کی ہے، میری کہاں عمر، میں ان کا غلام ہوں، اس لفظ کو مکرر کہتے رہے۔“

(ارمغان احباب: سفر نامہ مولانا عبدالحی حسنی: ص ۱۶۱ طبع اول دہلی ۱۹۵۸)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

”تکلیہ (رائے بریلی) کے قیام میں یہ فاضل بے بدل (شاہ اسماعیل شہید) سید صاحب کے فرمائے ہوئے مضمون کو تختی پر لکھتا، اور سید صاحب کو سناتا، سید صاحب کبھی کبھی پانچ پانچ مرتبہ دہلاتے اور لکھواتے اور آپ کی پیشانی پر شکن نہ آتا، صراط مستقیم میں تین تین چار چار سطروں کے القاب میں سید صاحب کا نام لیتے ہیں۔“ (کاروان ایمان و عزیمت: ص ۳۵ طبع اول لاہور ۱۴۰۰)

اس لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ شاہ محمد اسماعیل، سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسی گفتگو تو کجا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ بھی منہ سے نکالتے جس سے حضرت سید صاحب کے مرتبہ و مقام کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تاثر ملتا۔ سید صاحب کے سامنے اس قسم کی ایسی گفتگو

بالکل ہی ناممکن اور قیاس سے بعید ہے کہ شاہ شہید یوں فرمائے کہ ”اگر میں یہاں رہتا تو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے“

خامساً: یہ اغتساب اس وجہ سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلی اور نواح دہلی میں قیام فرماتے تھے اس وقت تک صرف متوقع سفر جہاد کا تذکرہ تھا اسی کی دعوت دی جا رہی تھی اسی کی تیاری ہو رہی تھی اور جا بجا اسی محنت کے لیے نمائندہ اور مرکز قائم کیے گئے تھے حج کا دور دور تک کوئی تذکرہ و ذکر نہیں تھا۔ تذکرہ نگاروں کی اطلاع کے مطابق سفر حج کے ارادے کا سب سے پہلا اظہار سید صاحب نے دہلی سے آخری واپسی کے بعد رائے بریلی کے زمانہ قیام میں فرمایا تھا اس سے پہلے سفر حج کا دور دور تک کوئی ذکر و تذکرہ نہ تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۸، ۹، ۱۷، ۱۸ از غلام رسول مہر مرحوم۔

(ماخوذ از سہ ماہی احوال و آثار کاغذ ہلہ از نور الحسن راشد کاغذ ہلوی۔ مزید تفصیل کے لیے سہ ماہی احوال و آثار شمارہ ۲۰، ۲۱ اشاعت خاص شاہ محمد اسماعیل شہید اور تقویۃ الایمان کے خلاف برپا شورش تاریخ و حقیقت کے آئینہ میں۔ مرتب حضرت مولانا نور الحسن راشد کاغذ ہلوی مدظلہ العالی مطبوعہ مفتی الہی بخش اکیڈمی کاغذ ہلہ پوپی انڈیا کا مطالعہ کریں)

خلاصہ بحث:

رضا خانیوں کو بھی تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر رطب و یابس مل جاتا ہے لہذا ہمارے نزدیک یہ روایت درست نہیں اور اس کی استنادی حیثیت مخدوش ہے۔ بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مراد واضح ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جاہل مسلمانوں کے اندر شرک و بدعت کے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں انہیں تو حید و سنت قرآن و حدیث سنانا گویا ان کے اعتقاد کی تیغ کٹی کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ کی طرح وہ اہل حق کے خلاف طوفان بدتمیزی پیدا کر دیں گے مگر فتح حق کی ہوتی ہے لہذا لڑ بھڑ کر خود ہی یہ فتنہ ختم

ہو جائے گا۔ کیا رضا خانی تاریخ میں کسی ایک مصلح کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے باطل، شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی ہو اور اس کے خلاف شورش نہ ہوئی ہو؟

سارے فتنہ و فساد کی جو رضا خانی ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے فتنے و فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ماننے والے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سکر میں مکتوبات لکھ دیئے، کبھی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وہابی ہو گیا تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ اسحق اور شاہ اسماعیل شہید بھی اسی نظریہ پر تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز میں بھی کچھ وہابیت کا رنگ تھا، فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو بھی ان لوگوں نے کفر لکھا (تفصیل کے لیے بدیہ بریلویت، از مفتی مجاہد ملاحظہ ہو) علمائے دیوبند کو بھی ان لوگوں نے کافر کہا، اپنے ہی ہم مسلک بدایونی اور فرنگی محلی علماء سے ان کو خدا واسطے کا بیر اور کئی کئی ہزار کفر کے فتوے ان پر لگائے تحریک پاکستان والوں کے یہ دشمن، مسٹر محمد علی جناح کو یہ کافر بتائیں، علامہ اقبال کو یہ گستاخ مانیں، تحریک خلافت کے خلاف یہ لکھیں، حتیٰ کہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان میں سوائے جماعت بریلویہ کے سب کا منہ و مرتد گستاخ بے ایمان ہیں معاذ اللہ۔

مولانا عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“ (اتحاد بین المسلمین: ص ۱۱۳ روحانی پبلی کیشنز لاہور)

مگر شاہ ولی اللہ کے بارے میں تم نے خود لکھا کہ وہ پکا وہابی ہے تو جس پر پورے پاکستان کے مکاتب فکر کا اتفاق ہوا ہے اپنے اکابر میں سے ماننے والا فساد ہی ہے یا اسے وہابی مان کر کافر بنانے والا ”کار ملاں فساد فی سبیل اللہ“ ہے؟ دیوبندی مذہب کا مؤلف جس کی کتاب کا چر سب کاشف اقبال صاحب نے سرقہ کر کے جمع کیا ہے اس کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے کہ سارے فساد کی

جڑ شاہ ولی اللہ اور اس کے بیٹے ہیں۔ بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

”[۱] یعنی اغوا اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرہ علمیہ میں مشکوک بنادیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کر دی اس کج روی کی بنیاد پر یہ مشکوک لوگ اہل سنت کے لیے قابل سند نہیں رہے۔“

(تتقیدات علی مطبوعات: ص ۱۴۸)

ان حوالوں کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ فتنہ و فساد کی جڑ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں معاذ اللہ تو ایسے ڈھیٹ و بے شرم کا علاج صرف جوتی ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی دیوبندی بریلوی اتحاد کے لیے چوتھا نکتہ لکھتا ہے:

”بہر حال پلیٹ فارم پر بحث و مناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کلی احتراز کیا جائے۔“ (اتحاد بین المسلمین: ص ۱۱۶)

شاہ ولی اللہ کو تم نے کافر کہا، ان کے بیٹوں کو تم نے شیعہ وہابی کہا شاہ اسماعیل پر فتوے تم نے لگائے علمائے دیوبند کو گستاخ تم نے کہا اہل سنت و جماعت کے خلاف دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، دیوبندی مذہب، دیوبند سے بریلی، حسام الحرمین وغیرہ جیسی شرانگیز کتابیں جو طعن و تشنیع بے جا تکفیر و تفسیق سے پر ہیں تم نے لکھی اب بتاؤ ”جہاد ملا فساد فی سبیل الشیطان“ پر عمل پیرا تم ہوئے یا معاذ اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو ساری زندگی شرک و بدعت کے خلاف اور کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں وجہ اللہ شہید ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ”تقویۃ الایمان“ لکھ کر معاذ اللہ فتنہ و فساد کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ شرک و بدعت اور رسومات جاہلیہ کی بنیاد اور اس فتنہ و فساد کو ختم کیا اس کتاب میں انہوں نے

انہی باتوں کا ذکر کیا ہے جو ان سے پہلے ان کے اسلاف کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے مولانا عزیز الدین رحمہ اللہ کی لاجواب کتاب ”اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان وردا طیب البیان“ کا مطالعہ کریں۔

تقویۃ الایمان اور امداد الفتاویٰ:

اس کے بعد ترجمان رضا خانیت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقویۃ الایمان کے انداز و لہجہ گستاخانہ ہونے کا خود مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی اقرار ہے سوال و جواب دونوں پیش خدمت ہیں۔“

سوال: وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ کل مومن اخوة یعنی آپس میں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہیں جیسے چھاڑ چوڑھے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ (انبیاء کو) بھائی کہنا درست ہے کہ نہیں؟ اور ہمارے چوڑھے کے بارے میں بھی لکھنا ضرور بالضرورت اکید لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں نفاق پڑا ہے۔ کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ کہنا درست ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہتے ہیں اور سب جماعت کہتی ہیں کہ کہنا درست نہیں لہذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا..... لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی و گستاخی ہے..... تقویۃ الایمان والوں کو بھی برا نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔“ (امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص ۴۰۵ طبع کراچی)

قارئین غور کیجیے کہ تھانوی صاحب کی تقویۃ الایمان کے انداز کے گستاخانہ ہونے کا اقرار ہے مگر پھر اسے اس دور کی جہالت کا علاج قرار دے کر اپنے گروا سملعیل کو بچانے کی فکر میں ہیں ذرا انصاف کیجیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا مگر دیوبندی مذہب میں جہالت کا علاج گستاخی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا جاتا ہے فیا

للمحبب بحمد اللہ علمائے اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں بقول سید محمد منار وق القادری اڑھائی سو کتب تحریر فرمائیں بلکہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہوی کے خاندان سے ہی متعدد کتب اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کی معید الایمان۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۱، ۳۲)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے موروثی فن کتر و بیونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امداد الفتاویٰ کی عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس عبارت سے رضا خانیوں کے استدلال کا جائزہ لیں گے۔

”الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے تو اس زمانے کی جہالت کا عساج تھا، جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰؑ کو الہ ماننے والوں کے مقابلے میں قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یهلك المسیح بن مریم الخ فرمایا ہے لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر متنازعین میں انصاف ہوگا تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کر لیں گے جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو برا بھی نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔“

(امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص ۳۸۹ کتاب العقائد والکلام)

اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارات کو ”گستاخانہ“ نہیں کہا گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ سخت بھی انبیاءؑ کے لیے نہیں فرمایا جیسا کہ رضا خانیوں نے دھوکا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی فرمادی کہ بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ سد الباب بعض معاملات میں سختی کرنی پڑتی ہے مگر عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ دیکھیں حدیث میں آتا ہے:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ بين الرجل وبين الكفر ترك
الصلوة رواه احمد ومسلم وقال بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك
الصلوة. الحديث

| ترجمہ | حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے
ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان و شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔
اب دیکھیں اس حدیث میں نماز چھوڑنے کو کفر و شرک کہا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف زجر و
توہین کے طور پر کہا گیا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نماز چھوڑنے سے آدمی کا فسرو
مشرک ہو جاتا ہے تو تحدیداً تو اس حدیث کو بیان کرنا درست ہے مگر کوئی اس کو بلا ضرورت جواز
بنا کر ہر تارک نماز پر کفر کے فتوے لگاتے پھرے تو یقیناً یہ غیر منسب رویہ ہے۔

غلام نصیر الدین سیالوی بریلوی ابن اشرف سیالوی بریلوی لکھتا ہے:

”شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جب ان سے کسی پادری
نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میدان کر یا میں تمہارے نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کیوں نہ کی اور
دعا کر کے ان کو بچا کیوں نہ لیا؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا
کہ پیغمبر ﷺ جب فریاد کے واسطے گئے تو پردہ غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنے بیٹے کا سولی چڑھنا
یاد آیا ہوا ہے ہم اس کے غم میں مصروف ہیں تمہارے نواسے کا کیا کریں؟“۔ (کمالات
عزیزی: ص ۵)

(بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ج ۱ ص ۶۳-۶۴ مکتبہ خوشیہ کراچی)

ملاحظہ فرمائیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص ماحول میں اور خاص پیرائے میں جواب
دیا لیکن اب کوئی دریدہ دہن اس کو لے کر بلا ضرورت یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو اللہ کا بیٹا تھا
سولی چڑھ گیا اللہ اس کو نہ بچا سکا تو ہمیں کیا بچائے گا معاذ اللہ تو جواب دیں یہ انداز بیان گستاخی
پر محمول ہو گا یا نہیں؟ اور جواب دیں کہ اس گستاخی کا سبب شاہ صاحب دہلوی ہیں یا اس دریدہ

دہن کی اپنی الٹی سوچ؟

دیکھیں قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا و لغزش کا ذکر ہے اسے کوئی عقیدے کے بیان میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے مگر اسے بنیاد بنا کر یہ واویلا کرنا کہ جب انبیاء سے غلطیاں ہو سکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ بے ادبی میں شمار ہوگا۔

یہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں بعض باتیں عقائد کے باب میں موقع کی مناسبت سے بیان ہوئی ہیں بعض جگہ کچھ سخت باتیں سداللباب کے طور پر بیان کر دی گئی ہیں مگر ان باتوں کو ان کے مقام و ضرورت تک محدود رکھا جائے اور عند الضرورت بلاشبہ ان کو بیان کیا جاوے لیکن ہر وقت ہر ایک کے سامنے موقع بموقع اس کو بیان کرنا مناسب نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

”لیکن اب جو بعض کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے۔“

عبارت میں ”ان“ کا مشار الیہ تقویۃ الایمان نہیں بلکہ سوال میں پوچھی گئی باتیں ہیں کہ ایک ہے عقیدے کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت کا بیان (جس کی تفصیل اپنے مستام پر آرہی ہے) اور ایک ہے ہر جگہ یہ رٹ لگانا کہ نبی تو ہمارے بڑے بھائی ہیں تو نبی کو اپنا بڑا بھائی ہی کہیں گے یقیناً غیر مناسب ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کی قدرت و طاقت کو اپنے موقع پر بیان کرنا بالکل بجا ہے لیکن اب کوئی اس کا مطلب یہ لے لے کہ چونکہ اللہ کی قدرت کے بیان میں بعض جگہ علماء نے سخت پیرایہ اپنایا ہے لیکن ہم اللہ کی قدرت کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہاں تک بول دیں گے کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے چسار ہیں یقیناً بے ادبی و گستاخی ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی منصفانہ اور پیاری بات فرمائی ہے مگر الٹی عقل والے کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔

امداد الفتاویٰ کے جواب میں دو فیصلہ کن بریلوی عبارات:

بریلوی حکیم الامت مولانا منظور اوجھیا نوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی صاحب پر اعتراض

ہوا:

”اعتراض (۶) شامل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ کان بشر من البشر حضور ﷺ بشر ہیں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب حضور ﷺ نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا تو صدیق رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے دیکھو حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کو بشر کہا اور صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

تو مفتی احمد یار گجراتی صاحب جواب دیتے ہیں:

”جواب:- بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی ﷺ کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور ﷺ کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورت اس کلمہ کو استعمال فرمایا۔“

(جاء الحق: ص ۱۶۱ رشوکت بک ڈپو گجرات)

یہی مقصود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے ایک ہے عقیدہ اور احکام میں ضرورت کسی بات کو بیان کرنا اور ایک ہے محاورہ اور عام بول چال میں بیان کرنا دونوں میں بون بعید ہے۔ یاد رہے کہ ہماری کتابوں میں جو نبی کریم ﷺ کو بھائی یا بشر کے الفاظ ہیں وہ بھی اسی عقیدے کے بیان میں ہیں نہ یہ کہ عام بول چال میں بھی ہم نبی کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو اس امر کا ثبوت دے کہ ہم عام بول چال میں بھی نبی کریم ﷺ کو صرف بشر کہتے ہیں یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ الحمد للہ اس حوالے سے ان تمام اعتراضات کا جواب بھی ہو گیا جو بشر یا بھائی کے الفاظ سے ہم پر کیے جاتے ہیں۔

دوسرا حوالہ: نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

”ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان اجلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن

ماردی جائے اندھوں نے صرف شان عبدیت دیکھی ہے شان محبوبیت سے آنکھیں پھوس گئی ہیں۔“ (ملفوظات حصہ سوم: ص ۲۵۳ فرید بک اسٹال لاہور)

ایک طرف بریلوی کہتے ہیں کہ گستاخی کوئی بھی کرے ہمارے والدین اساتذہ ہی کیوں نہ ہو ہم انہیں معاف نہیں کریں گے تو کیا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاذ اللہ جلال میں آکر گستاخانہ الفاظ کہنا جو بقول احمد رضا قابل گردن زدنی ہیں تو جائز ہوا مگر کوئی اور کہے تو گردن مار دی جائے۔ کیوں؟ کس قاعدے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جا رہا ہے؟ جو اصول رضا خانی حضرات یہاں ذکر کریں وہی اصول امداد الفتاویٰ میں موجود ”بلا ضرورت“ کے لفظ پر حاشیہ لگا کر مستم کر دیں۔ یاد رہے کہ جو بھی اصول نقل کریں گے اس سے زیادہ سے زیادہ امداد الفتاویٰ ہی کا دفاع ہوگا اس عبارت میں اماں عائشہ کی طرف جو گستاخی منسوب کی گئی ہے معاذ اللہ اس کا ہرگز دفاع نہ ہو سکے گا۔

دل تو کر رہا ہے کہ رضا خانی معترض کی مزید بھی خاطر تواضع کی جائے اور سرقہ شدہ عسرق ریزی و تحقیق کا سارا برکس نکال دیا جائے الحمد للہ اس رضا خانی کے ہر اعتراض کے جواب میں راقم کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں مگر صفحات کی تنگی اور اعتراضات کی کثرت کی وجہ سے سب کا احاطہ ممکن نہیں لہذا اب ہم آگے چلتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہنا:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا ہے۔“

مگر ترجمان رضا خانیت کے گردنواب احمد رضا خان صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ راعی (چرواہا) لکھتے ہیں:

”اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انہیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے۔“ (ختم نبوت: ص ۷۱ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

ترجمان رضا خانیت تو کہتے ہیں کہ ”راعنا کرنا بھی منع ہے“ (ویسے یہ راعنا کرنا اردو معنی کی کوئی قسم ہے؟) مگر تمہارا امام اس حکم کا انکار کرتے ہوئے نبی کو معاذ اللہ چرواہا اور امت کو بکریاں کہہ رہا ہے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟ اگر یہ دانت دکھانے کے نہیں تو تاویلات فاسدہ کرنے کے بجائے اپنے امام پر حکم شرعی لگاؤ۔ مولوی یوسف عطاری لکھتا ہے:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہرا ہونے کی دعا کرنا یا تکبر والا کہنا یا بکریاں چرانے والا کہنا اگرچہ کفر ہے لیکن یہ الفاظ ان گستاخوں کی گستاخانہ کلمات سے بہت ہلکے ہیں۔“

(ایمان کی پہچان حاشیہ تمہید ایمان: ص ۱۰۱ مکتبۃ المدینہ کراچی)

تقویۃ الایمان کے رد کی رام کہانی:

ترجمان رضا خانیت نے لکھا کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتب لکھی گئی ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو بتایا جائے کہ وہ اڑھائی سو کتب کہاں ہیں؟ کدھر سے ملیں گی؟ ان کے لکھنے والوں کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے؟

اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں کہ مولانا مخصوص اللہ مرحوم صاحب نے تقویۃ الایمان کے رد میں ”معید الایمان“ نامی کوئی کتاب لکھی ہو اگر لکھی تھی تو کہاں ہے؟ کب چھپی؟ کس نے چھاپی؟ اگر نہیں چھپی تو اس کا قلمی نسخہ کہاں کس لائبریری میں ہے؟ کیا ترجمان رضا خانیت یا اس کے اساتذہ یا اس کی کتاب کے مقررین نے بھی کبھی معید الایمان دیکھی ہے؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

”علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ ان کا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے زمانہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے بعض چھپے مگر بہت مختصر تھے اور اب میسر بھی نہیں آتے۔“

(اطیب البیان: ص ۶ مدینہ پبلشنگ کراچی)

لوجی قصہ ختم رد لکھے تھے مگر شیعوں کے بارہویں امام کی طرح رد لکھ کر غار میں چھپا دیئے گئے

اور جس طرح امام صاحب اب مفقود اور روافض کو میسر نہیں اسی طرح تقویۃ الایمان کا رد بھی اب میسر نہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مخالفین کی مسلمانوں میں مقبولیت بالکل صفر تھی۔ دوسری طرف تقویۃ الایمان کو رب تعالیٰ نے کیسی مقبولیت عطا فرمائی سخت ترین مخالف مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

”تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے اکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے“۔ (اطیب البیان: ص ۵)

الحمد للہ تقویۃ الایمان اب تک کروڑوں کی تعداد میں کئی بار چھپ چکی ہے: عربی، انگریزی، فارسی، گجراتی، پشتو، سندھی، ہندی زبانوں میں چھپ کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ تقویۃ الایمان کی تاریخ، مختلف نسخ، حواشی و شروحات کی تفصیل کے لیے ”سہ ماہی مجلہ احوال و آثار اکتوبر تا دسمبر، جنوری تا مارچ ۲۰۰۸، ۲۰۰۹ء کا مطالعہ فرمائیں۔

اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب کا اطیب البیان کی صورت میں مطبوعہ آیا ہے جس کا جواب الحمد للہ اسی وقت اکسل البیان کے نام سے ۸۸۵ صفحات پر دے دیا گیا تھا جواب تک لا جواب ہے اور ابھی حال ہی میں پوری آب و تاب کے ساتھ دوبارہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔

پھر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان موبہوم کتب کی فہرست دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے حق باطل اور باطل حق بن جاتا ہے؟ اگر یہی اصول ہے تو آج تک خود احمد رضا خان بریلوی کے رد میں سینکڑوں کتب منظر عام پر آچکی ہیں مفتی مجاہد صاحب نے اپنی لا جواب کتاب ”بدیہ بریلویت“ کے آخر میں ان میں سے کئی مطبوعہ کتب کی فہرست دی ہے علمائے دیوبند میں سے صرف مولانا مسرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان صاحب کی زندگی ہی میں ان کے رد میں ۳۰ رسائل لکھ کر شائع کیے جو آج تک لا جواب ہیں تو جو کچھ بریلوی ان کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہ رہے

ہیں وہی کچھ اگر ہم مولانا احمد رضا خان صاحب کے خلاف ان کے رد میں لکھی گئی کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہیں تو کیا رضا خانیوں کو تسلیم ہوگا؟ جواب کا منتظر۔

اعتراض۔۔۔ دیوبندی دھرم میں باادب بے ایمان اور بے ادب باایمان:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ وہابی کا مطلب و معنی ہے بے ادب باایمان اور بدعتی کا معنی باادب بے ایمان۔“ (اضافات الیومیہ: ج ۴ ص ۸۹۔ الکام الحسن: ج ۱ ص ۵۷۔ اشرف الملائک: ص ۳۸)

(بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۲)

یہ اعتراض کاشف اقبال صاحب نے دیوبندی مذہب صفحہ ۷۲ سے سرقہ کیا ہے۔ غلام مہر علی ”دیوبندی مذہب“ والا اس پر عنوان قائم کرتا ہے: ”جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان ہے جو شخص آپ کی بے ادبی و بے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۷۲ و ۸ طبع اول)

رضا خانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت نامکمل سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے حلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائیے! یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین ہیں دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں، میں تو مولانا فیض الحسن کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی

ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔“

(الاضافات الیومیہ: ج ۴ ص ۳۲، ۳۳ ملفوظ نمبر ۵۵ طبع قدیم تالیفات اشرفیہ کراچی)

الکلام الحسن سے اگر پورا ملفوظ نقل کر دیتے تو ہمیں جواب کی بھی ضرورت نہ پڑتی:

”فرمایا: مولانا فیض الحسن صاحب سے کسی نے وہابی، بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عجیب ترجمہ فرمایا یعنی وہابی کا ترجمہ تو بے ادب با ایمان اور بدعتی با ادب بے ایمان اور فرمایا ایک بار ایسے ہی سوال کے جواب میں کہا کہ کہاں کے وہابی کے معنی پوچھتے ہو کیونکہ حیدر آباد کے وہابی کے معنی اور ہیں اور ہندوستان کے وہابی کے معنی اور ہیں اور علی ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں وہابی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالف اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ ہر جگہ کی رسوم کا مخالف وہاں کا وہابی۔“ (الکلام الحسن: ج ۱ ص ۸۷ طبع جدید ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ترجمان رضا خانیت ہاتھ کا کرتب دکھاتے ہوئے پوری عبارت نقل نہیں کرتا۔ بات بالکل واضح ہے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فیض الحسن صاحب جو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے کا ایک ظریفانہ قول بطور لطیفہ نقل کر رہے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام ”ادب“ ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ہے تو اگر اولیاء اللہ کی قبروں کو چومنا، ان کو سجدے کرنا، ان کی قبور کا طواف کرنا، ان کو مشکل کشا حاجت روا ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کی نذر و نیاز کرنا، ان کی قبروں پر میلے لگانا، قولیں کرنا، ”ادب“ ہے تو ہم ایسے ادب سے بے زار ہیں تمہارے نزدیک ہم بے ادب وہابی ہی صحیح لیکن الحمد للہ ایمان تو ہے۔ تم لاکھ ادب کا دعویٰ کرو مگر اسی نام نہاد ادب نے تمہیں بے ایمان بنا دیا۔ دیکھیں عیسائی و یہودی رافضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و عزیر علیہ السلام و علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ادب و تعظیم ہی کی وجہ سے تو انہیں ”الوہیت“ کے درجے پر فائز کرتے ہیں مگر اس ادب نے ان کو ایمان سے محروم کر دیا۔ اور جو ان کے اس ادب کو نہ مانے اس کو ان مقدس ہستیوں کا بے

ادب منکر اور توہین کرنے والا بتاتے ہیں۔ مگر اسی بے ادبی میں ایمان ہے۔ حضرت کا معاذ اللہ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بے ادبی و بے عزتی کرنے والے کو پکا مومن بتا رہے ہیں جیسا کہ مولوی غلام مہر علی نے اپنی بے ایمانی و خباثت قلبی کی وجہ سے سب الزام حضرت تھانوی علیہ السلام پر لگا دیا۔ اس کا تصور تو ایک ادنیٰ مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ حکیم الامت !!!

حضرت خواجہ ابو طالب نبی کریم ﷺ کا کتنا ادب کرتے حد درجہ محبت و تعظیم کا اظہار کرتے مگر اس کے باوجود ایمان سے محروم رہے تو ضروری نہیں کہ جس کے پاس ادب ہو اس کے پاس ایمان بھی ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے ایک رسالہ لکھا ”بادب کتے بے ادب انسان“ غور فرمائیں کتے جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب !!! علم غیب کے مسئلہ پر بریلوی ”علم الانسان“ سے استدلال کرتے ہوئے انسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات لیتے ہیں تو بتائیے! فیض احمد اویسی کی کتاب کو سامنے رکھ کر اگر بریلوی تفسیر کی جائے تو بات کہاں تک جاتی ہے؟

اعتراض۔۔۔ اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ و شورش برپا کرنا:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت نے الاضافات الیومیہ اور ارواح ثلاثہ سے ۳۳ عدد واقعات نقل کیے جن میں صرف اتنا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آمین بالجہر و رفع الیدین شروع کر دیا تھا حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اس سے ان کو منع کیا۔ کاشف اقبال صاحب کی الٰہی عقل پر رضا خانیوں کو ماتم کرنا چاہیے کہ اس میں فتنہ اور شورش برپا کرنے والی کوئی بات ہے؟ ترجمان رضا خانیت نے جو پہلا واقعہ نقل کیا وہ اس طرح ہے:

”مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لیے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر

بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا۔“

(الاضافات النومیہ: ج ۲ ص ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵ ملفوظ نمبر ۴۹۶ راہِ تالیفات اشرفیہ کراچی)

خط کشیدہ عبارت کا بار بار مطالعہ فرمائیں اگر حضرت مولانا شاہ شہید رحمہ اللہ کا اس عمل سے مقصود فتنہ و فساد ہوتا تو اشکال کا جواب ملنے کے بعد بھی بجائے خاموشی کے جواب دیتے یہی تو وقت تھا شور شرابا کرنے کا مگر شاہ شہید چونکہ نواب احمد رضا خان صاحب کی طرح فتنہ پرور منہ پھٹ اور متکبر نہ تھے ان کا یہ عمل ایک علمی اشکال اور محض للہیت کے لیے تھا جب اس کا جواب مل گیا اور اشکال دور ہو گیا تو خاموشی اختیار کر لی۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے جب دیکھا کہ بعض حضرات رفع الیدین کرنے کو یا آمین بالجہر کو تحقیر کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور ایسا کرنے پر لڑنے بھڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو ان سے سنت متروکہ کی یہ توہین و تحقیر برداشت نہ ہوئی اور انہوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تا کہ جاہل عوام جان لیں کہ یہ بھی سنت ہے۔

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ آخردم تک حنفی مقلد رہے:

سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے رفقاء جہاد کے بارے میں جب بعض لوگوں نے یہ افتراء کیا کہ:

”اِس جماعت مسافرین پنج مذہب ندارند و پنج مسلک متعین نیستند“

[ترجمہ] یہ مسافر کوئی فقہی مسلک نہیں رکھتے اور کسی طریق کے پابند نہیں۔

تو جواباً مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ۱۲۴۵ھ میں ایک خط علماء پشاور کے نام لکھا آپ کی تصریح تمام زمرہ مجاہدین کو بھی شامل ہے کیونکہ اعتراض سب کے بارے میں تھا اس سے حضرت مولانا شہید کے مسلک کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے:

”اِس فقیر و خاندان اِس فقیر و ربا دہندوستان گننام نیست الوف الوف انام از خواص و عوام اِس فقیر

در بلاد ہندوستان ایں فقیر را مے دانند کہ مذہب ایں فقیر ابا عن جد حنفی است و بالفعل ہم جمیع اقوال و افعال ایں ضعیف بر قوانین اصول حنفیہ و آئین ایشاں منطبق است۔“

(مکاتیب سید احمد شہید: ص ۱۱۶)

[ترجمہ] یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں عام و خواص لاکھوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مسلک باپ داد سے حنفی چلا آرہا ہے اور عملاً بھی اس عاجز کے تمام افعال و اقوال حنفی قوانین اور ان کے طریقے کے مطابق ہیں۔“

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جس کے مرتب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس میں ہے:

”اعمال میں ان چاروں مذاہب کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں بہت عمدہ ہے۔“

(صراط مستقیم: ص ۹۷)

مزید تفصیل کے لیے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب ”شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ“ کے صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۲ مطبوعہ دارالمعارف لاہور کا مطالعہ کریں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”شاہ عبدالعزیز کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غسیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں باقی اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے؟

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۰ ص ۲۹۷)

حضرت مولانا کرامت علی جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ہوتا ہے ان کے مختلف رسائل دو جلدوں میں ”ذخیرہ کرامات“ کے نام سے کانپور سے شائع ہوئے اس کی دوسری جلد میں ایک رسالہ بنام ”مقام المبتدعین“ ہے جس میں ایک بدعتی مولوی مخلص الرحمن

کے سوالوں کا جواب ہے اس میں حضرت جوئی پوری رحمۃ اللہ علیہ واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

”اس مقام میں ہمارا اس قدر اقرار کرنا کفایت ہے کہ حضرت سید احمد قدس سرہ کے طریقے کا نام طریقہ محمدیہ ہے اور ان کا مذہب حنفی ہے لاکھوں علماء اس طریقے میں داخل ہو کر فائدہ پاتے ہیں حضرت مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہم بھی اس طریقہ کے خوشہ چینوں میں سے ہیں جو شخص کہتا ہے کہ یہ طریقہ نکالنے میں یہ دونوں بھی شریک تھے وہ شخص بڑا جھوٹا اور علم التصوف سے جاہل ہے اور یہ دونوں بزرگ حنفی مذہب (رکھتے) تھے۔“ (ذخیرہ کرامات: ج ۲ ص ۲۲۱)

مزید لکھتے ہیں:

”کتب مصنفہ مولوی اسماعیل و اشیا دی از تقویۃ الایمان و تنویر العینین و صراط المستقیم و مسائل اربعین و مائتہ مسائل کہ در ابطال کلام و فقہ و تصوف اہل سنت و جماعت تصنیف شدہ است حق است یا باطل بر تقدیر اول لا ریب است محمدی از ابتدائے بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا خروج ایں فرقہ کافر خواہند بود و زیرا کہ کافر اہل سنت و جماعت اعتقاد علم غیب و تصرف نسبت بحضرات انبیاء و اولیاء داشتہ اند و ریں باب ہ مذہب ایشان بکتب جدیدہ تصنیف شدہ است و آن کتب در ایادوی ایشان متعاول و آن در مذہب جدید شرک است و بر تقدیر ثانی پس اتباع مسلمانان مرا ایں فرقہ را در عقائد و اعمال ایشان خروج از دائرہ اسلام خواہد بود یا نہ

[ترجمہ] پانچویں سوال کا: مولوی اسماعیل اور ان کے گروہ کی تمام تصنیفی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان و تنویر العینین و صراط المستقیم و مسائل اربعین و مائتہ مسائل جو کہ اہل سنت و جماعت کے علم کلام و فقہ و تصوف کے باطل کرنے کو تصنیف ہوئی ہیں وہ سب حق ہیں یا باطل در صورتیکہ وہ سب حق ہیں تو امت محمدی زمانہ.....

جواب: پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور ا مذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں

اور حضرت سید احمد صاحب کے خلیفہ لوگوں کا عمل تنویر العینین پر نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس کا رد لکھا ہے۔ (ذخیرہ کرامت: ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ کانپور طبع اول)

ترجمان رضا خانیت کا ایک اور الزام:

اس کے بعد مولوی کا شرف اقبال صاحب عنوان دے کر لکھتے ہیں:

”اسماعیل دہلوی اپنے اکابر کا سخت مخالف تھا“ خود دیوبندی اکابر نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی مذہبی طور پر اکابر اپنے جد امجد سمیت سب کا مخالف تھا چنانچہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل..... چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔ (شائم امدادیہ: ص ۶۲ طبع ملتان۔ امداد المشتاق: ص ۹۷ طبع لاہور)

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۴، ۳۵)

یہ اعتراض بھی رضا خانی معترض کی جہالت کا شاخسانہ ہے اس میں تو صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بعض حضرات سے چند مسائل میں اختلاف کیا چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خود حاشیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہیں:

”قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا اقول یعنی بعض مسائل پر۔“

(امداد المشتاق: ص ۸۲ اسلامی کتب خانہ لاہور)

بعض مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کرنے کو اس جاہل رضا خانی نے ”اکابر کا سخت مخالف“ کا عنوان دے دیا کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو بتائے کہ حوالہ بالا میں ”سخت مخالف تھا“ کے الفاظ کہاں ہیں؟ اس عبارت پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے امام کی خبر لو۔ مولوی نصیر اللہ بریلوی شاگرد مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اکثر اکابر فقہاء، بلکہ ائمہ اور مجتہدین پر بھی رد کیا ہے فتاویٰ

رضویہ کی مجالات میں بہت تطفلات ہیں ملا علی قاری اپنی شرح مشکوٰۃ میں جب ابن حجر پر رد کیا تو لوگوں نے ان پر ایسے ہی اعتراض کیے ملا علی قاری لکھتے ہیں علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے کہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی بات کا رد کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ”تمہارے جیسا شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑے پہاڑ ہیں“ حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔ (مرقات: ج ۴ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

مفتی ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری..... اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا..... نہایت روشن دماغ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا..... نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گریں لگانا نہیں بلکہ ان گریہوں کو کھولنا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ: ج ۵ ص ۲۴، ۲۵ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۲ھ)

(بحوالہ مقالات ابن عزیز: ص ۷۲، ۷۳ / بزم سعید کراچی)

اس کتاب پر مولانا اطہر نعیمی، مفتی جمیل نعیمی، مفتی ناصر علی، مفتی علی عمران کی تقاریر ثبت ہیں۔ تو ترجمان رضا خانیت صاحب! اگر اختلاف نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کریں اور وہ بھی ائمہ مجتہدین سے تو وہ محقق بن جاتے ہیں اور اگر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بعض مسائل میں شاہ ولی اللہ صاحب جو مجتہد بھی نہیں اختلاف کر لیں تو آپ ان پر اسلاف کی مخالفت و بغاوت کا الزام لگا دو کچھ تو شرم کرو۔

مولوی اسماعیل قادری نورانی لکھتا ہے:

”مجدد برحق امام احمد رضا قادری حنفی..... نے اکابر صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔“ (حقائق شرح مسلم و دقائق تبيان القرآن: ص ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴ فرید بک اسٹال لاہور)

اب لگاؤ فتویٰ کاشف اقبال صاحب! نواب احمد رضا خان صاحب تو اتنا بڑا بد بخت، اکابر و اسلاف بلکہ صحابہ کرام کا کھلم کھلا باغی بقول تمہارے ایسے آدمی سے بڑا فساد بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟

رضا خانیوں کا شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (تشنیہ کی طرف واحد اور پھر جمع کی ضمیر کا لوٹنا حضرت کے تفوق علمی کا پتہ دے رہی ہے: از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو آج کے اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام..... احمد رضا حسان بریلوی..... نے فرمائی۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۵)

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے کاشف اقبال صاحب محض عوام کو دھوکا دے کر شاہ صاحبان کے نام پر چندہ بٹورنے کے لیے ان کا نام لے رہے ہیں۔ اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے نزدیک پکا وہابی تھا اور ہندوستان میں وہابیت کا پودا اسی نے لگایا تھا ماقبل میں شاہ صاحبان کے عقائد اجمالاً گزر چکے ہیں جن کو رضا خانی تسلیم نہیں کرتے۔ مزید یہ حوالہ جات بھی ملاحظہ ہو:

بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

”اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں نمبر ۱ شاہ ولی اللہ صاحب نمبر ۲ شاہ عبدالعزیز صاحب نمبر ۳ خواجہ حسن نظامی نمبر ۴ تفسیر روح البیان یہ

کبھی وہابیوں کی تائید میں کبھی شیعہوں کی تائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ۔۔۔

(تنقیدات علمی مطبوعات: ص ۲۷۲ نعیمی کتب خانہ گجرات)

تمہارا مفتی اعظم تو لکھتا ہے کہ شاہ صاحبان کا تو معاذ اللہ کوئی دین و ایمان ہی نہیں کبھی کس کے ساتھ کبھی کس کے ساتھ تو تم کس منہ سے ان کا نام لیتے ہو۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ اس مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے۔“

(جاء الحق: ص ۱۹۳ شوکت بک ڈپو گجرات)

ترجمان رضا خانیت کے نزدیک تو کسی سے اختلاف کرنا بھی اسلاف و اکابر کی بغاوت و شورش پر محمول ہوتا ہے یہاں تو اکابر کو سخت غلطی کرنے والا کہا جا رہا ہے تو تم لوگوں سے بڑا شاہ صاحبان کا باغی کون ہوگا؟

اعتراض۔۔۔ دیوبندی مذہب دین اسلام سے جدا ہے:

مولوی کاشف اقبال صاحب فیصل آبادی پے در پے الزام تراشی، دجل و فریب اور جہالت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے ہتھام لو اب قاسم و رشید پیدا ہونے سے رہے بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ۔ (صحبتے اولیاء: ص ۱۲۵ طبع کراچی) معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں..... ایک اور حوالہ دیکھیں (جن کو) مولانا خلیل احمد نے تحریر فرمایا..... واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے۔ (المہند علی المہند: ص ۹۶ طبع لاہور) اس عبارت میں اسلامی شریعت کو مذہب قرار دینے کا نہیں کہا گیا بلکہ واضح اقرار ہے کہ مولوی خلیل احمد انیسٹھوی کی تحریر کو مذہب قرار دیا جاوے اور ہدایت و نجات رشید احمد گنگوہی کی اتباع پر موقوف قرار دی گئی ہے..... ان دلائل

قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریز منحوس کا مرہون منت ہے۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۶، ۳۷)

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی فتوے کی زد میں:

کاشف اقبال صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض ذہن میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک نظر ادھر بھی متوجہ ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی بدنام زمانہ وصایا میں اپنے متعلقین کو وصیت کرتے ہیں:

”میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“ (وصایا: ص ۱۰۱ ابوالعلائی پریس آگرہ)

اب مولوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی کے اصول کے تحت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے قرآن و حدیث دین اسلام یا مذہب حنفیت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے بجائے اپنے دین و مذہب پر اور وہ بھی وہ جو قرآن و حدیث میں نہیں بلکہ نواب صاحب کی کتب میں ہے پر قائم رہنے کو فرض سے بھی اہم فرض کے درجے میں وصیت کی، معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا دین، اسلام سے جدا ہے جس کا وجود انگریز و روافض کا مرہون منت ہے۔ کاشف اقبال صاحب نے یہ اعتراض دراصل مولوی غلام مہر چشتیاں کی کتاب ”دیوبندی مذہب“ صفحہ ۸۳ طبع جدید کراچی“ سے سرقہ کیا ہے۔ سابق بریلوی عالم مولانا سعید احمد قادری چشتیاں مولوی غلام مہر علی چشتیاں کو اس اعتراض کا تفصیلی منہ توڑ جواب دیا ہے ملاحظہ ہو ”بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۹۲۔“

مولانا احمد سعید قادری سابق بریلوی کا مسلک اور بریلوی کذب بیانی:

بعض بریلوی آج بھی اور ماضی قریب میں خصوصاً رضائے مصطفیٰ نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ سابق بریلوی عالم سعید احمد قادری نے دوبارہ رضا خانی بریلوی مذہب قبول کر لیا ہے۔ اور وہ کہتے

ہیں کہ جو میری کتب شائع کرے وہ معاذ اللہ حرامی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مسلک اہل السنۃ والجماعت دیوبند کسی شخصیت کا نام نہیں اگر سعیدی قادری جیسے ہزار بریلوی اس مسلک میں داخل ہو جائیں اور دس ہزار اس مسلک سے نکل جائیں تو واللہ مسلک دیوبند کی حقانیت پر قطعاً کوئی فرق نہیں آئے گا۔ رہی بات سعیدی قادری کے بریلوی یا دیوبندی ہونے کی تو ان کے والد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم جن کا کل ہی انتقال ہوا ہے سہارنپور کے فاضل تھے علمائے دیوبند کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے اور بقول ان کے انہوں نے دورہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا مگر ساری زندگی بریلوی مسلک کے ساتھ جڑے رہے۔ چشتیاں میں مولانا نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ جو اس وقت مسلک بریلویت کا ترجمان ہے ”فخر المدارس“ وہاں کے شیخ الحدیث رہے آج سے آٹھ نو سال قبل علاقے کے رضا حسانی جمعراتی مولویوں کو جب پتہ لگا کہ مولانا علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تو ان کے گھر جمع ہوئے اور حسام الحرمین پر دستخط کرنے کا مطالبہ کیا جس پر انہوں نے انکار کر دیا کہ میرے اساتذہ ہیں میں ان کی تکفیر نہیں کرتا جس کے بعد انہیں فخر المدارس سے فارغ کر دیا گیا، موصوف نے پیرانی سالی میں پھر کسی دوسرے مدرسے میں تدریس نہیں کی۔ چشتیاں کی معروف شخصیت مولانا عباس صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے بیان کیا کہ ۲۰۱۲ میں جب میں دارالعلوم دیوبند کا دورہ کر کے آیا اور انہیں پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فخر المدارس بلایا اس وقت مرحوم مسلم شریف کا سبق پڑھا رہے تھے ملتے ہی مجھ سے پوچھا کہ دارالعلوم دیوبند شریف سے آیا ہے؟ میں نے کہا ہاں دارالعلوم دیوبند سے آیا ہوں تو بے ساختہ کہا دارالعلوم دیوبند مست کہو دارالعلوم دیوبند شریف کہو میری آنکھوں اور ماتھے کو بوسہ دیا اور کلاس ہی میں سب بریلوی طلباء کے سامنے دیوبند اور اکابر دیوبند کے واقعات سنانے لگے اور رونے لگے۔ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ سعیدی قادری کو بھی دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھایا اور پوتے مولانا غلام مرتضیٰ کو دارالعلوم کراچی میں پڑھایا موصوف آج کل بریلوی مسلک سے مسلک ہیں۔

اب آئیے علامہ سعیدی قادری صاحب کی طرف ان کی وجہ شہرت بنی ان کی دو کتب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ چونکہ چشتیاں ہی کے بریلوی مایہ ناز عالم دین غلام مہر علی نے ایک سرتاپا کذب کتاب لکھی اس کتاب ہی کی نحوست تھی کہ بعد میں غلام مہر علی کا جھگڑا اپنے ہی ہم مسلک علماء احمد سعید کاظمی کے گروپ سے ہو گیا دونوں طرف سے ایک دوسرے کی کھل کر تکفیر کی گئی پگڑیاں اچھالی گئیں صرف ایک مثال دیتا ہوں احمد سعیدی کاظمی کے گروپ نے غلام مہر علی کے بیٹوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ”نطفہ حرام ابن حرام ابن حرام“ ہے یہ سارا ریکارڈ ان شاء اللہ دست و گریبان کی آنے والی جلدوں میں آجائے گا۔ چونکہ اس کی سرتاپا کذب کتاب کا بروقت سد باب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ نے کیا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت یہ صورت حال نہ تھی رد بریلویت پر میدان تقریباً خالی تھا تو علامہ سعید قادری کو بھرپور پذیرائی ملی چند امور پر راقم نے کسی زمانے میں علامہ سعیدی قادری سے تبادلہ خیال کیا تھا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی علمی سطح وہی تھی جو کسی سابقہ بریلوی عالم دین کی ہونی چاہیے۔ پچھلے سال راقم جماعتی کام سے حضرت مفتی زرولی صاحب مدظلہ العالی کے مدرسے احسن العلوم گیا ہوا تھا وہاں میزبان نے کہا کہ علامہ سعید قادری آئے ہوئے ہیں اگر ملنا چاہیں، میں نے کہا ضرور وہ مجھے موانے لے گئے موصوف نے اس وقت ڈاڑھی اور سر کے بالوں پر سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا عجیب سی ہیئت میں تھے جو حلیہ راقم کے ذہن میں تھا اس سے یکسر مختلف دیکھ کر اور کچھ دیر بیٹھ کر دل بہت ہی زیادہ منقبض ہو گیا اس لیے مختصر نشست کر کے چل دیا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف اس وقت دیوبند مسلک سے مسلک ہیں حیات ہیں کوئی بھی شخص چشتیاں جا کر ان سے ان کا مسلک پوچھ سکتا ہے۔ جہاں تک ان کی کتاب چھاپنے والوں پر حرامی ہونے کا فتویٰ لگانا ہے تو پرسوں ہی میری بات ان سے ایک ساتھی نے کانفرنس کال پر کروائی تھی جس میں ان کو بتایا گیا کہ آپ کی رضا خانی مذہب کتاب پر پھر پابندی لگ گئی ہے جس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے لوگوں کو غلام مہر علی کی

کتاب پر بھی پابندی لگانی چاہیے اور بتایا کہ بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ کی باقی دو جلدوں کا مسودہ چھاپنے کے لیے مفتی زرولی صاحب کو دینے آیا ہوں تو اگر رضا خانیوں کی یہ بات درست ہے تو وہ خود اپنی کتابوں کا مسودہ دیوبندیوں کو چھاپنے کے لیے کیوں دے رہے ہیں؟

کل ان کے والد مولانا بشیر صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عباس صاحب نے ان کو فون کیا کہ تم جلدی پہنچو کیونکہ آپ کے والد صاحب نے وصیت کی تھی کہ میں مسلک دیوبندی ہوں اور میری دعا ہے کہ میرا انجام علمائے دیوبند کے ساتھ ہو تمہارا سارا خاندان بریلوی ہے کہیں ان کا جنازہ بریلوی نہ پڑھا دیں اس لیے آپ جلد سے جلد چشتیاں پہنچو۔ موصوف اپنے والد صاحب کے جنازے میں پہنچ سکے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ان کے مسلک کے متعلق جو معلوم ہے دیانتداری سے بتا دیا مزید اگر کسی کو تسلی کرنی ہو تو چشتیاں جا کر خود ان سے مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دیوبندیت خاص ولی الہی فکر بھی نہیں مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی

توجیہ:

اس کے بعد کاشف اقبال صاحب ماہنامہ ”البلاغ“ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: ”انظر شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ دیوبندیت خالص ولی الہی فکر بھی نہیں“ اور آگے شاہ صاحب ہی کے حوالے سے لکھا ”حضرت شاہ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا“۔ (ملخصاً) اور پھر آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”دیوبندی مسلک چودہویں صدی کی پیداوار ہے نانو تو ی گنگوہی سے قبل کسی مسلمہ شخصیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریز منحوس کامرہون منت ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۷۳)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مضمون کے شروع میں یہ لکھا ہوا ہے:

”ادارہ البلاغ کا مضمون کے ہر ہر جز سے مکمل اتفاق ضروری نہیں“ (ماہنامہ البلاغ: ص ۴۷ ر ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ)

لہذا ہمارا بھی نہ تو اس مضمون سے اتفاق ضروری ہے اور نہ بالفعل ہے۔ علی سبیل التسلیم شاہ صاحب کی بات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت جو دیوبند کا خاصہ ہے وہ جس وقت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پایا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ قوت ہمیں نظر نہیں آتی اس اعتبار سے خالص ولی اللہی فکر نہیں کہا جاسکتا ان کا یہ مطلب و مقصد نہیں کہ دیوبند کے نظریات و سوچ عقائد و افکار سرے سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اگر انظر شاہ صاحب دیوبند کو چودہویں صدی کی پیداوار سمجھتے تو اسی مضمون میں یہ کیوں لکھتے:

”دیوبند کی اصابت اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے موافقت پر شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر غور میں نے کیا یا فکر و نظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً سے اپنی ابتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل میں چلا تھا“۔ (البلاغ: ص ۴۸)

مزید لکھتے ہیں:

”میرا خیال یہ ہے کہ ما انا علیہ و اصحابی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اسی سوال کے جواب میں تراوش ہوا تھا کہ نجات پھر کس فرقہ کی ہوگی یہی دیوبندیت کی مختصر اور مفصل جو چیز اور مبسوط تعریف و تعارف ہے“۔ (البلاغ: ص ۴۸)

شاہ صاحب تو دیوبند کو مکہ و مدینہ سے جوڑ رہے ہیں اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ چودہویں صدی سے جوڑ رہا ہے اسی مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ہی منتہی ہوتا ہے اور آج ہندو پاک میں حدیث و قرآن کے جوڑ مزے سنے جاتے ہیں ان میں حسنا نوادہ ولی اللہی کا براہ راست دخل ہے اس لیے ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا“۔ (البلاغ: ص ۴۸، ۴۹)

رہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تو بریلوی ذرا اپنا گھر دیکھیں۔

مسک شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: مناظر اسلام مولانا ابوالیوب قادری زید مجدہ

نوٹ: بریلوی حضرات کی اکثر جامع مساجد کے باہر لکھا ہوتا کہ یہ مسجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسک پر ہے، حالانکہ بریلوی مسک اور محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسک میں زمین و آسمان کا فرق ہے مثلاً:

☆ بریلوی حضرات آیت ”لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ“ کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۳)

☆ بریلوی حضرات بدعات پر حسنہ کا لیل لگا کر قبول کر لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”ہر بدعت ضلالت ہے یا ضلالت کا سبب“۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۰)

مزید لکھتے ہیں: ”سنت کو مضبوطی سے تھامنا اگرچہ وہ چھوٹی ہو بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگرچہ وہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ سنت کا اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت۔“

(اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۸)

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو۔ بریلوی حضرات سواد اعظم سے مراد عوام کی اکثریت لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس کی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں“۔ بریلوی زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ علماء“۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۱۵۴)

☆ بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ یہ بدعت ہے وقت کو خاص کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے پس یہ ایک

وجہ سے سنت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت“۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۴ ص ۲۲)

”اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سنت و بدعت میں متردد ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے“۔

(شافی: ج ۱ ص ۶۰۰)

☆ بریلوی غراب البقع سے شہری کو امراد لیتے ہیں اور عقیق سے جنگلی کو امراد لیتے ہیں جب

کہ شیخ دہلوی نے غراب البقع کو جنگلی کو کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۲ ص ۳۹۹)

(یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے)

☆ بریلوی حضرات بڑی شد و مد سے قبروں پر قبوں کے جواز کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی

فرماتے ہیں۔ ”قبر کے اوپر عمارت اور قبے نہ بناؤ کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ و مخالف

طریقہ رسول اللہ ہیں“۔ (شرح سفر السعاده: ص ۳۴۹)

☆ بریلوی حضرات تیسرے دن کی قل خوانی کے بڑی شدت سے قائل و فاعل اور اس پر عمل

کرنے والے ہیں لیکن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے

تکلفات کرنا (جیسے آج کل دیگیں پکائی جاتی ہیں یا بقول اعلیٰ حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں

) اور یتیموں کا مال بغیر وصت استعمال کرنا بدعت و حرام ہے۔ (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات تعزیت کے لیے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں

جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”تعزیت کے لیے دروازے پر یا راستے پر بیٹھنا بہت سخت

مکروہ ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے“۔ (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲)

☆ آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بیٹھ کر ختم کرتے

ہیں لیکن شیخ دہلوی فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے

علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر یا اس کے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔

(شرح سفر السعاده: ص ۳۵۱، ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اختیارات دیئے گئے تھے۔ اسی وجہ سے

آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر اسے فرمایا کہ یہ کھجوریں خود ہی کھا لو کفارہ دینے کی

ضرورت نہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کھا لو بعد میں کفارہ ادا کر دینا“۔ (مدارج النبوة: ج ۲ ص ۲۳۳)

☆ ہمارے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں سجدے بھی کرتے ہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”بوسہ اور سجدہ وغیرہ قبر کو حرام و ممنوع ہے۔ (مدارج النبوة: ج ۲ ص ۲۲۴)

☆ بریلوی حضرات نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے“۔ (ماثبت بالسنہ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے ناجائز ہے۔ اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہارا دیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم السلام سے نفل باجماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی فضیلت و برتری نہیں (معلوم ہو گیا کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل باجماعت کا رد کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم السلام کے عمل سے اس کا ثبوت نہیں)۔ (ماثبت بالسنہ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات لفظ ”مکر“ کا اللہ کے لیے استعمال کرنا الحادو بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو معصیت میں رکھے اور اس پر ناز و نعمت کے دروازے کھول دے تاکہ وہ مغرور و غافل ہو جائے ”مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت عربی سے ہٹ کر فارسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہے“۔ (تکمیل الایمان: ص ۱۸۸)

☆ بریلوی حضرات زور شور سے اس کے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اس کے کفن پر کچھ لکھنا چاہیے جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں گزری جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا“۔ (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۳)

☆ بریلوی حضرات درود ابراہیمی پڑھنے کو (نماز سے باہر) ناقص مکروہ، ناجائز، گناہ، بتاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں ”اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل درود شریف بھیجے گا اگر وہ تشہد والا درود (درود ابراہیمی) پڑھ لے تو عمدہ اس قسم سے بری ہوگا۔

(تاریخ مدینہ ترمذی ترجمہ جذب القلوب: ص ۲۸۴)

مزید لکھتے ہیں ”جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بے شک اس نے اس طرح درود بھیجا جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے۔“

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب: ص ۲۸۴)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اس کے خلاف کرنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں ”اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دیتا ہوں اور عاصیوں کو عتاب کرتا ہوں اس طرح ہوگا جو اس نے فرما دیا ہے لیکن اس کے اوپر واجب نہیں ہے اگر بالفرض اس کے خلاف کرے تو کسی کو محال نہیں کہ کہے کہ ایسا کس واسطے کیا۔“

(تمکیل الایمان: ص ۶۰)

☆ بریلوی حضرات معجزہ کو نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: ”معجزہ خدا کا فعل ہے نہ کہ فعل رسول۔“ (تمکیل الایمان: ص ۱۱۶)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی کو قیامت کا مقررہ وقت بتا دیا گیا۔ جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں ”قیامت کا مقررہ وقت اللہ عظام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“

(اشعۃ الملععات: ج ۴ ص ۳۲۲)

☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ”جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جاننے والا یعنی جیسے سوال کرنے والا اعلم ویسے جواب دینے والا اعلم ہے مگر ہمارے بریلوی حضرات کو شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب پسند نہ آیا وہ لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جبرئیل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں تو بھی جانتا ہے میں بھی جانتا ہوں (مقیاس) جب کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے بارے میں لکھتے ہیں ”میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور تو (جبرئیل) دونوں اس کو (قیامت) نہ جاننے میں برابر ہیں۔“

(اشعۃ الملععات: ج ۱ ص ۴۵)

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند پر وہابیت کا الزام اور اس کا جواب:

کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے ”دیوبندی حقیقتاً وہابی ہیں“ کا عنوان قائم کر کے وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کے بڑے خود کو وہابی کہتے رہے یہی اعتراض آج کل دیگر بریلوی رضا خانی مولویوں کی طرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اس اعتراض پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بد مذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لیے وضع کیا گیا ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا اور بدعات و خرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا ”وہابی“ کہا جاتا ہے۔ یہاں میں خود اہل بدعت کے گھر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں جس سے کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک وہابی کسے کہا جاتا ہے:

اہل بدعت کے سرخیل مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال کیا گیا:

”بخدمت جناب مجدد ہند مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پیر ڈلیہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرف کا پیر ہے اور یہاں پر چار سو مکان سنت و جماعت کے ہیں اوکو مولوی اشرف علی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یعنی ہمارے یہاں دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بجایا کرتے ہیں اوس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے پیر ہو کر تاشہ بجانا منع کرتا ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اوسکو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تا کہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بجانا بند ہو جائے تو ہم کو مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے۔“

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ایک جز کافی دلچسپ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

”نا جائز بات کو اگر کوئی بد مذہب یا کافر منع کرے تو او سے جائز نہیں کہا جاسکتا کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا او سے بھی جائز کر دینا ہوگا؟“۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۱۰ حصہ دوم ص ۶۵ رد الارعلوم امجدیہ سراجی)

اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آ جاتی ہے کہ چونکہ تاشہ (تغاری یا تشلہ کی شکل کا کھال منڈھا ہوا چھوٹا باجا جو گلے میں ڈال کر دوپٹلی لکڑیوں سے بجایا جاتا ہے اس کی آواز ڈھول سے زیادہ تیز مگر کم گونجدار ہوتی ہے۔ اردو لغت) ناچ گانے سے منع کرنے والا ایک وہابی ہے اس لیے آپ اسے بجانے کی اجازت ہمیں دیں ورنہ ہمارا سارا محلہ وہابی ہو جائے گا معاذ اللہ۔

اب ہمارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے مقابلے میں انہی معنوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم و رواج سے منع کرنے والے کو یہ لوگ وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی ہی صحیح۔ چنانچہ فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ علیہ السلام کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سینہ و رسوم قبیلہ کو چھوڑ دیں یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو“۔ (المہند: ص ۳۱، ۳۲)

فقیر العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں“۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱ ص ۲۸۲)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ اہل ہواء کے نزدیک اسی لفظ ”وہابی“ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد کن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں ہیں

میں نے ان کو فلاں رنڈی کے حجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو حیدر کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۱۰۱ ملفوظ نمبر ۱۶۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں۔“

(ملفوظات: ج ۴ ص ۱۲۳ ملفوظ نمبر ۱۷۸)

ظاہر ہے کہ اگر وہابیت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہابیت پر فخر ہے البتہ اگر وہابیت سے مراد محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جائیں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے ہاں اب جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پشاور و افغانستان کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی ہی کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی ہم کرتے ہیں۔ آج کل ہمارے دیار میں وہابی ان کو کہا جاتا ہے جو:

(۱) تصوف اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توجہ کے تحت مخالف و منکر ہیں جب کہ الحمد للہ علمائے دیوبند ان پر کاربند ہیں۔

(۲) تقلید شخصی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے واجب کہتے ہیں اور خود سراج الائمہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔

(۳) توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں۔

(۴) بزرگان دین و محترم شخصیات سے تبرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل۔

(۵) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں جب کہ ہم زور و شور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔

(۶) روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جب کہ ہم اسے افضل المستحبات جانتے ہیں۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے سلام و تشفع کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں۔

غرض اس معنی میں ہمیں ”وہابی“ کہنا یا سمجھنا تہمت صریح و کذب بیانی ہے اور ہمارے اکابر نے بھی اس معنی میں خود پروہابیت کی تہمت کی تخریج سے تردید کی ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غصب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے حلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بد دین ہیں دوسروں کو بد دین بتلاتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۴ ص ۳۲ ملفوظ ۵۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبد الوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابن عبد الوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبد الوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع امت اور قیاس مجتہد سوان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار امام یعنی امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہو جانا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا

چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرتے ہیں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔ (اشرف الجواب)

خود رضا خانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور آج کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

”اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص ۶۵)

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیا نوی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

”اسماعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ (جاء الحق: ص ۱۳)

خود کاشف اقبال رضا خانی نے جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”وہابیت کے بطلان کا انکشاف“ لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مفتی حنیف قریشی ایک اور مقام پر کہتا ہے:

”آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں: یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عموم اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص ۶۳)

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کو فتاویٰ رشیدیہ میں عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں، وہاں مجملاً ان کے عقائد کو اچھا کہا گیا ہے مگر کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس

ذات کی طرف نسبت کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا رضا خانیوں کے نزدیک امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عمدہ نہ تھے، مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی رضا خانی اپنی نسبت میں حنبلی، شافعی، مالکی نہیں لگاتا۔

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جامع المعقول والمنقول غلام محمد پھلا نوی لکھتے ہیں:

”وہابی دو قسم کے پائے جاتے ہیں ایک مسلمان وہابی دوم منافق وہابی۔“

(نجم الرحمان: ص ۶۳۶ نورانی کتب خانہ لاہور)

بریلوی شمس الاسلام مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بد نصیب کون ہے جس پر آپ کا خیر و ہایت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کا الانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برسائیں جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء ربانین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت و نبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہو گا اور جن کے فتنہ و فساد کے سامنے حسن بن صباح کے خدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہو کر آ جاوے تو اس کو اعلیٰ حضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوائے ادب نہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہبڑے اور لبہڑے کے دوسرے الفاظ سے اثناء وعظ میں آئنا ہی نہیں ہوتیں اگر در پردہ وہابی ثابت ہو جاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلیٰ حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے در حقیقت خود کش ہیں خلقت اپنے اس جزی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے۔“ (تجلیات انوار المعین: ص ۴۲)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات تو یہ کہ احمد رضا خان نے کئی سنی علماء کو وہابی بننا ڈالا

دوسرا احمد رضا خان بریلوی خود بہت بڑا وہابی تھا اور یہ بات پوری خلقت میں مشہور تھی۔

بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں:

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں:

”خلقت کہتی ہے کہ اعلیٰ حضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ ان کے سر تاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت صرف اس کو وہابی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے۔“ (تجلیات انوار المعین: ص ۴۴)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہندوستان میں عام خلقت کا تاثر یہی تھا کہ احمد رضا خان نہ صرف خود وہابی ہیں بلکہ وہابیوں کے سر تاج ہیں۔

(۲) یہ تاثر اس لیے تھا کہ احمد رضا خان اکابر کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہونے والا تھا۔

(۳) حضرت مولانا معین الدین صاحب کا تجزیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک جو احمد رضا خان کو مجدد نہ مانے ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی پکاسنی ہو ان کے مذہب میں وہ وہابی ہے۔ اور ایک شخص کتنا ہی بڑا وہابی کیوں نہ ہو مگر احمد رضا خان کو مجدد مانتا ہو تو ان کے نزدیک سنی ہے۔

ہم پر رضا خانیوں کی طرف سے وہابیت کا الزام بھی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کی بزرگی کے قائل نہیں اور ہمارے بزرگوں نے بھی جو بعض مقامات پر اہل بدعت کے مقابلے میں خود کو وہابی کہا تو وہ اس بناء پر کہ وہ خود کو احمد رضا خان کا نہ تو متبع مانتے ہیں اور نہ اس کے دعویٰ مجددیت کی حمایت کرتے ہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے نزدیک وہابی ہمارے اپنے ہیں:

بریلوی محقق دوراں رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

”اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اور مرید تھے آپ نے ہندی وہابیوں کی سرکوبی کے لیے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حریمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وعظ و پند سے وہ سدھر جائیں گے۔“ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۶۱۴)

وہابیوں کا مذہب صوفیاء کا مذہب ہے:

بریلوی فرید ملت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن فرماتے ہیں:

”آپ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں..... اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے ملتے جلتے ہیں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے۔“

(مقائیس المجالس: ص ۷۹۷)

علماء حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟

خرم ملک فاروق ملک صاحبان لکھتے ہیں:

”پنجاب یو پی اور دوسرے تمام صوبوں سے مسلم مجاہدین تو اترے آ رہے تھے اب سکھوں نے مذہبی حربہ استعمال کیا انہوں نے سید احمد شہید کو وہابی مشہور کیا اور عام مسلمانوں کو بھڑکادیا کہ آپ صحیح اسلامی عقائد کے حامل نہیں سرحد اور پنجاب میں سید صاحب کے مذہبی نظریات کے خلاف شدید رد عمل شروع ہوا فتوے جاری ہونے لگے اور سید صاحب کی سیاسی قوت کو شدید دھچکا لگا۔“

(مطالعہ پاکستان رائج ڈگری کلاسز صدیقی ایوارڈ اعزاز فضیلت: ص ۵۴ خرم بکس اردو بازار لاہور)

تو کاشف اقبال رضا خانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد نہیں جو آباء معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام سب سے پہلے احمد رضا خان بریلوی نے لگایا چنانچہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”اسی وجہ سے اہل عرب خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چونکہ مجدد المصلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بھی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہونا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت و تابع سنت پایا جھٹ وہابی کہہ دیا تا کہ لوگ متنفر ہو جائیں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترلعموں میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحبو! شراب پیو ڈاڑھی منڈواؤ گور پرستی کرو نذر لعلی اللہ مانو زنا کاری اغلام بازی ترک جماعت و صوم و صلاۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل السنۃ والجماعت ہونے کی ہو اور اتباع شریعت صورتہ و عملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہو جائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہم نشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا دجال المجد دین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تا کہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آ کر تملسا جائیں اور بلا پوچھے گچھے بغیر تامل تکفیر کا فتویٰ دے دیویں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ خبیث سے یاد کیا حالانکہ عقائد وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات و اعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس سے زائد کافرق ہے۔“ (الشہاب الثاقب: ص ۱۸۲، ۱۸۵)

وہابیت کا ایک خوفناک تصور:

بریلوی مجاوروں پیشہ ور و غلطوں اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک حسابل رہے گی ان کے نذرانے چلتے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ ہر تتبع سنت اور بدعات و شرک سے منع کرنے والا وہابی ہے۔ ان کے ذہنوں میں وہابیت کا ایسا خوفناک تصور بٹھایا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر اور مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

”ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں بھی تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لیے بڑا بھائی، معجزات کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت و منقبت کی آئی تو انہیں مریچیں لگیں مجلس میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ مت کہو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی جہاں کوئی بات رسول کی فضیلت اولیاء اللہ کی منقبت بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض و کینہ ہے اور ان کی توہین و تذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کا فرہونے کافروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی رد و کند کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی جس میں نے پرورش پائی“۔ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی: ص ۲۷۹، ۲۸۰)

ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس مکروہ تصور کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنے لیے قابل قبول تصور نہیں بنا سکتا۔ اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ

نے خود پروہابیت کے الزام جس سے مقصود درپردہ اس قسم کے مکروہ عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں۔

الحمد للہ یہاں تک تو ہم نے کھل کر وضاحت کر دی کہ ہماری طرف وہابیت کی نسبت محض افتراء اور غلط ہے ہم اہل السنۃ والجماعت اور فروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر خود کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنزاً تعریضاً ایسا کہا اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک معروف شعر ہے:

فلیشہد الثقلان انی رافضی

ان کان رفضاً حب آل محمد

[ترجمہ] اگر آل محمد کی محبت رافضیت ہے تو اے جن و انس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔

اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھو مگر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت بدعات رسومات و خرافات سے منع کرنے کو ”وہابیت“ سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مگر دعوت توحید و سنت نہیں چھوڑ سکتے۔

بریلوی علماء کا اقرار کے دیوبندی وہابیت کے مخالف ہیں:

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی پیٹ پرستی ہے اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے۔“ (دیوبندی مذہب: ص ۷۱۳)

ظاہر ہے کہ یہ حرام خوری اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبند نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔

مولوی حسن علی رضوی آف میلسی لکھتا ہے:

”علاوہ ازیں جس طرح علماء اہلسنت کو علماء شیعہ کے ساتھ اعتقادی اختلافات ہیں اسی طرح علماء دیوبند کو بھی علماء شیعہ و محمد بن عبد الوہاب سے شدید اختلاف و نفرت ہے لہذا اگر علماء اہلسنت کا شیعہ سعودی مکتب فکر سے اختلاف کوئی گناہ ہے تو خود اکابر علماء دیوبند بھی اس گناہ کے مرتکب ہیں..... علماء دیوبند علماء شیعہ کے ساتھ اپنے اکابر دیوبند کا شدید اختلاف و نفرت ملاحظہ کریں۔“

(رضائے مصطفیٰ: جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ: ص ۲، ۳)

جب پاکستان میں اپنے لوگوں سے نذرانے وصول کرنے ہوں تو دیوبندی وہابی بن جاتے ہیں اور جب سعودی عرب کو مشترکہ طور پر گالیاں دینے کا موقع تلاش کرنا ہو تو دیوبندی وہابیوں کے شدید مخالف بن جاتے ہیں عجیب منافقت ہے۔ اب آتے ہیں ان حوالوں کی طرف جس کو کاشف اقبال رضا خانی نے پیش کیا۔

نوٹ: یہ تمام حوالہ جات مولوی کاشف اقبال صاحب نے مولوی غلام مہر علی رضا خانی کی کتاب ”دیوبندی مذہب صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۵ سے سرقہ کیے ہیں۔

پہلا حوالہ: مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں۔ افاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۲۵۰۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۷۳)

جواب: حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ کا پورا ملفوظ اس طرح ہے:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں غلو نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکا میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اگر قصد ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان کو گندہ کریں اس لیے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اس کے لالچ میں ان کی خواہش کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بیچاروں کے

پاس روپیہ کہاں مگر اس پر بھی ان کو شب و روز ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲ ص ۲۰۲ ملفوظ نمبر ۳۵۹)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل بریلویت رضا خانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتے ہیں اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ دنیوی منفعت ہوگی اور اہل حق کو وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہابیت کا مسئلہ ہے نہ حنفیت دیوبندیت کا مسئلہ، اصل مسئلہ پیٹ کا ہے اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تنخواہ باندھ دوں تو خود بخود سارے وہابی بن جائیں پھر وہابیت پر سارے فتوے بھول جائیں گے اس وقت سب سے بھلی چیز ان کو وہابیت ہی نظر آئے گی۔

دوسرا حوالہ: نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۳۳ یہی تھانوی صاحب نجدی عقائد کو پختہ بتلاتے ہیں کہتے ہیں کہ خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جس کی بناء پر یہ کہا گیا ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ افاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۵۲۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

جواب: ملفوظات کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور پھر نجدیوں کو اتباع سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میانچی بے محسل روئے تھے، ایک میانچی متوسط الحال شخص کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجیا میانچی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میانچی کو خط پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھ کر میانچی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو

پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی روو، وہ بھی رونے لگے غل محپ محلہ والے سن کر آگئے رونے کی وجہ پوچھی، میاں نجی نے کہا تم بھی روو، محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میاں نجی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو! میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے، بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے، میرا روزگار گیا، اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحبہ کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لیے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا چاہیے، میاں نجی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے۔ تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے بندہ خدا خطبہ کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہو گا جن کی بنیاد پر یہ کیا گیا، ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، ہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی۔ خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے۔“

(ملفوظات: ج ۴ ص ۲۸ ملفوظ نمبر ۵۰)

ترجمان رضا خانیت نے کس قدر دھوکا دہی، فراڈ، اور دجل سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان نجدیوں کا رد کر رہے ہیں اس آدمی نے الٹا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا دیا کہ نجدیوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عقیدہ میں پختہ کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا حنفیت سے نکل کر نجدیت میں داخل ہو جاتا ہے؟ کیا مرزائی اپنے عقائد پر پختہ نہیں تو کیا رضا خانی اب مرزائی بن گئے؟

دوسرا اور تیسرا: اس کے بعد کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے

دیئے کہ وہابی متبع سنت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کے عقائد اچھے تھے۔ یہ حوالہ جات ماقبل میں نقل کیے جا چکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہذا مکرر یہاں ان پر تبصرہ

کرنے کی ضرورت نہیں۔

چوتھا حوالہ: ”پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور وہابیہ کا عقائد میں متحد ہونا بتلایا ہے لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۶۲) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد وغیر مقلد) کے متحد ہیں اعمال میں فرق ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

جواب: ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال و جواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد اپنی معروضات عرض کریں گے:

”سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج از اہل سنت جانتے ہیں اور لامذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں متخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج از اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ۶۲۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۲۰۸)

جواب کا اول جملہ ”بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں“ خود بتا رہا ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے مولانا نذیر حسین صاحب کے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے بالمقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف بھی پہنچی لہذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورت حال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت زیادہ

زور قرأت خلف الامام، بیس رکعات تراویح، اور تقلید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عام مسل بالحدیث کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اہل سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فروع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔ چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید آمین پکار کر تو نہیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار در بارہ گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشہور ہوا تھا اس نے اس کو پھر رڈ الا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانتا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب: جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد و اعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا فاسق اور مبتدع ہونا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرقہ تعصب کر کے خواہ مخواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے عند الحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص ۱۶۴)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جاتی ہے:

”زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمدورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر تہمت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرنے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہو سکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا

ثبوت دے دوں ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جائز ہے یا ناجائز شرح قول فیصل تحریر فرما دیجیے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تہیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں حنفیہ کو مشرک بتاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے سمجھ سکیں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از نود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مخلص شاگردان کے تہقید شخصی کو مشرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداخل ان کا کس طرح حنفی ہو سکتا ہے یہ دعویٰ اس کا قابل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے اریب دوسرے غیر مقلدین بھی تبری کہتے ہیں مگر جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند مواقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اس کا قابل طمانیت اور حال زید کا جو اس سوال میں درج ہے بظاہر اس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ اور یہ بہنا اس کا کہ حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی دیتا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ میں نہیں پہنچی اس کی امامت کراہت تحریمہ ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔ پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیا الاقل کے فاسق ہوں گے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تہقید شخصی کو مشرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقتدیوں کی براہت تحریمہ ادا ہو جاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفسد نماز نہ ہو ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی باک نہیں ہے قے ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناقض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو حنفیہ کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہو سکتی ہے۔ گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جمعہ کے دن

تنہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کر ان کو لوگوں نے امام جمعہ بنا دیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔ اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا تھا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا جمعہ بعد ظہر کے برپا دگیا۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا پس بشرطیکہ کوئی مفید صلوٰۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتا دیں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو۔ اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور محض لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں ظاہر میں نظر نہسیں آتے کوئی مخفی ہوگا۔ اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخصی شرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دعوے ان کے دروغ اور عندا تحقیق فریب معلوم ہوئے۔ پس ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعظ سننا بھی عوام کو نہسیں چاہیے کہ مال اس کا اچھا نہیں اور مال عدم تقلید بہت بد ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (مذکرۃ الرشید: ج ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ ادارہ اسلامیات لاہور)

اس فتوے میں حضرت نے اول تو صاف اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں اور تقیہ خود کو حنفی کہتے ہیں اس لیے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے سامنے بھی اولاً انہوں نے خود کو حنفی اور اپنے عقائد موافق اہل السنۃ والجماعۃ ہی بتلائے ہوں گے اس لیے حضرت نے یہ کہہ دیا تھا کہ مقلد وغیر مقلد عقائد میں سب متحد ہیں مگر بعد میں جب تقیہ کی چادر اتری اور ان کے حقیقی عقائد سامنے آئے جیسا کہ اس فتوے اور اس سے ماقبل فتوے سے واضح ہے تو سختی سے ان کا رد کیا ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور وعظ سننے کو ناجائز قرار دیا۔ ان کو خارج از اہل سنت و مسترار دے کر بدعتی شمار کیا۔ ہمارے دیگر اکابر کا موقف بھی غیر مقلدین کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی چنانچہ بطور مثال صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں:

غیر مقلدین کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی:

”ونقل معاہدہ اہل حدیث وفقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گزرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں

میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے نا چار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکا دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدین سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ و شافعیہ کی کبھی نہ ہمتی لڑائی دنگار ہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحدر رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو رسم مثل جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے **وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ** کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں اور ہمیشہ جو یائے فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرماویں پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس بوجہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (امداد الفتاوی: ج ۴ ص ۵۶۲)

نوٹ: اس فتوے پر مندرجہ ذیل حاشیہ ہے:

”البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کا ہے۔“

بریلوی اکابر کی طرف سے غیر مقلدین (المدیث) علماء کی تعریف:

بریلوی محقق عصر اور بقول عبدالحکیم شرف قادری ”محسن الہدٰی“ حکیم محمد موسیٰ امرتسری

معروف الہدٰی علماء مولانا عبد اللہ غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا غلام علی صاحب امرتسری کی فضا کو ایک حد تک سازگار بنا چکے تھے کہ مولانا سید عبد اللہ غزنوی

مرحوم امرتسری شریف لے آئے ایک روایت کے مطابق امرتسری میں ان کا ورود مولانا قصوری ہی

کی تحریک پر ہوا تھا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کالوگوں کے دلوں میں خوب سکھ بٹھایا ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اہل علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور مخلص ہیں اسی طرح مولانا قصوری سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کے اخلاص و تقویٰ کے قائل تھے مولانا قصوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت و محبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی تھا اور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۰) ذرا اس حوالے پر بھی نظر کرم ہو:

”امرتسر کے علماء کرام سے اہلحدیث مسلک کے مبلغ اول مولانا ابو عبداللہ غلام العلی قصوری تھے ان ہی کی تحریک پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے جد امجد مولانا سید عبداللہ غزنوی کا امرتسر میں ورود ہوا مولانا قصوری نہایت متقی اور زاہد و عابد انسان تھے ارشاد خداوندی **لَمْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ** کے پابند رہتے ہوئے وہ وعظ و نصیحت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں بہت زیادہ کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم مولانا قصوری کے شاگرد ارشد مولانا میر احمد اللہ کے تلمیذ رشید تھے انہوں نے اپنی تصنیف شمع توحید مطبوعہ ۱۹۳۸ء کے آخر میں امرتسر کی بالا جمال تاریخ ذکر کی۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۳)

غور فرمائیں! کہ آپ کے مسلک کے مایہ ناز عالم دین اہلحدیث وہابیوں کے (ایک اہلحدیث عالم اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔ (علماء امرتسر: ص ۳۸) کو کس طرح خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو ”مرحوم“ لکھ رہے ہیں اب تسلیم کرو کہ ہمارے علماء بھی ”وہابی“ اور ”وہابی نواز“ تھے اور تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے۔ انہی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا مگر خوش قسمتی سے بچ گئے اس حملے کی یادگار کے طور پر رسالہ شمع توحید تصنیف فرمائی۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۴)

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۴)

جو مولانا ثناء اللہ مرحوم کے استاد۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۴۹)

مولوی کا شرف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری“۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء ”مرحوم“ لکھ رہے ہیں۔ مولانا غلام اللہ قصوری کے تذکرے

میں لکھتے ہیں:

”مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں حنفی وہابی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے متشدد حنفی تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے منظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمعیت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے“۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۷۵)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید و خلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا ان کے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی مولانا غلام احمد حسن کانپوری حضرت رحمۃ اللہ کیرانوی ثم مکی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا حبیب معتدل مسلک تھا وہیسا ہی ان کا تھا بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے“۔

(تذکرہ علماء امرتسر: ص ۱۰۶)

لوجی! اس آدمی نے تو کمال ہی کر دیا اور رضا خانیت کا جنازہ نکال دیا کہ یہ سارے مشائخ

دیوبندی بریلوی وہابی اختلافات کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود

صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدین اور مولوی نذیر حسین صاحب اپنے عہد کے

جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے“۔ (تذکرہ مظہر مسعود: ص ۱۷)

پروفیسر مسعود احمد صاحب نذیر حسین دہلوی صاحب جن کے متعلق حنیف قریشی لکھتا ہے:

”بانی جماعت اہلحدیث امام غیر مقلدین نذیر حسین دہلوی“۔ (گستاخ کون: ص ۶۷)

اور کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیہ کے محدث نذیر حسین دہلوی“۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۱۹)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو ”رحمۃ اللہ علیہ“ اور ”جید علماء“ میں شمار کر رہے ہیں۔ اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں جن مولوی نذیر حسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

”قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگرچہ لوگ ان کو منہ پر برا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو“۔ (مقائیس الجالس: ص ۷۹۶)

پانچواں حوالہ: المہند کا دیا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

چھٹا حوالہ: وہابی ہونا تو اہل دیوبند کے لیے عظیم نعمت ہے لکھا ہے کہ چاہے فاسق یا بے غیرت کہے کہیں یا وہابی یا بے علت کہیں اپنے حق میں صیقل زرنگار ہے۔ (تقویۃ الایمان و تذکرۃ الاخوان: ص ۳۵۲)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکیر الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقویۃ الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد سلطان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کا مقصد بھی تعریضاً یہ بات کرنا ہے کہ اگر رسومات سے منع کرنے کی وجہ سے تم ہمیں وہابیت کا طعنہ دو تو ہمیں یہ منظور ہے۔

ساتواں حوالہ: پھر تھانوی کے نزدیک ان کے ہاں نہ جانے کتنی قوت ہے کہتے ہیں کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں..... یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیے کو اپنی

قوت معلوم نہیں۔“ افاضات ایومیہ: ج ۷ ص ۸۲۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا ملفوظ ملاحظہ ہو:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو بیچ در بیچ ناکارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیے کو اپنی قوت معلوم نہیں۔“ (ملفوظات: ج ۷ ص ۹۷ ملفوظ نمبر ۱۱۲)

اب کوئی اس عقل و خرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مقلد یا اپنی حنفیت کا انکار کیا ہے؟ اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں اور واقعی بات درست ہے کہ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضا خانی اسی میں بہہ جائیں۔ ان رضا خانیوں نے کبھی مرد میدان بن کر اہل حق کا مقابلہ و سامنا نہ کیا کبھی روافض، تو کبھی سیکولر و جمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریز کی پشت پناہی اور ان کے ڈالروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسا اور مٹانے کی ناکام کوشش کی۔

دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں:

آٹھواں حوالہ: مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں یہ امرزبوں ہے۔ (سمیل الرشاد: ص ۲۱۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱)۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹۔ انوار شریعت: ج ۲ ص ۳۱۹)

جواب: پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم آپ کے سامنے رضا خانیوں کا دجل ظاہر کریں گے:

”البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں اریب یہ امرزبوں ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اس

سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں۔“ (تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱)

رضا خانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں جو چار مصلے حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وہ اپنی اسی کتاب ”سمیل الرشاد“ میں زور و شور سے ائمہ مجتہدین اور حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی مسالک کا دفاع کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذرا غیر مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے:

”پس صحابہ کا طریقہ اور ان کی اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے لہذا جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہو گئے بحکم حدیث صحیح۔ البتہ جو جہال کے محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش و تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء مجتہدین راخنین پر سب و شتم کرتے ہیں اور فرقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بنظر حسارت دیکھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلسنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں فقط..... اور حنفی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ متبع سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں سو جو حنفی ہے مثلاً وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ اعلم و افضل جانتے ہیں اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتے ہیں اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہل حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے بلا تکبر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی تعلق ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا عثمانی اس کو کہتے تھے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب نظیر اس کی موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اس کو بدعت جاننا کام اہل علم کا نہیں البتہ عوام اور نادان اپنے جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے تھے۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ

کا ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں؟ اور اگر وہ اس لفظ کو بوجہ اتباع فخر عالم مالکؒ کے بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلفہ سے ابوحنیفہ و شافعی وغیرہا مجتہدین رحمہم اللہ نے اپنا مذہب خود مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اسی پر قیاس کر لیجیے کہ بوجہ اتباع ابوحنیفہ رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ کے ٹھہرا ہے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ و فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھر اس تلقب میں کیا عجب ہو سکتا ہے۔“ (سبیل الرشاد مندرجہ تالیفات رشیدیہ: ص ۵۱۵ تا ۵۱۷)

اللہ اکبر! جو شخص اتنے زور و شور سے براہین عقلی و نقلی سے حنفیت کو ثابت کر رہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کر رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں عوام کو دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ جو طریقہ چل پڑا کہ چار دفعہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، حنبلی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گزند پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ تاثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔ پھر جب دوسرے مسلک والا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے مسلک والے کو باوجود جماعت ہونے کے انتظار میں بیٹھے رہنا پڑتا ہے ثالثاً ایک ہی مسجد میں تکرار جماعت ہو رہی ہوتی ہے۔ اب جواب دیں کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے کون سی قرآن و حدیث کے خلاف بات کہہ دی ہے؟

علماء احناف رضا خانی فتوے کی زد میں:

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ذکر العلامة الشيخ رحمه الله السندی تلميذ المحقق ابن الهمام في رسالته ان ما يفعله اهل الحرمين من الصلوة بأئمة متعددة و جماعات مترتبة مكروه اتفاقاً و انه نقل عن بعض مشائخنا انكاره صريحاً حين حضر

الموسم بمكة سنة احدى وخمسين وخمسة مائة منهم الشريف الغزنوي و
انه افتى الامام ابو القاسم الحبان المالكي سنة خمسين وخمسة مائة بمنع
الصلوة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة وعدم جوازها على المذهب العلماء
الاربعة ورد على من قال بخلافه ونقل انكار ذلك عن جماعة من الحنفية
والشافعية والمالكية حضرو الموسم سنة احدى وخمسين وخمسة مائة۔

(فتاویٰ شامی: ج ۲ ص ۲۸۹، مؤرخۃ الخلق حاشیۃ البحر الرائق: ج ۱ ص ۳۶۶، مدار الکتاب الاسلامی)

[ترجمہ] محقق ابن الہمام کے شاگرد علامہ سندھی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھا کہ یہ جو
اہل حرمین کرتے ہیں متعدد ائمہ اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ کہا
اور ہمارے بعض مشائخ (حنفیہ) میں سے جن میں سے ایک شریف غزنوی ہے اس عمل کا صریح
انکار کیا جبکہ وہ ۱۵۵۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور بلاشبہ ابوالقاسم الحبان المالکی نے
۱۵۵۰ھ میں اس طرح متعدد (مسالک کے) امام اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز
اور ممنوع ہونے کا مذاہب اربعہ کی رو سے فتویٰ دیا اور ان لوگوں کی تردید کی جو اس کے خلاف کہتے
ہیں۔

رضا خانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء
اسلام مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا
ہے۔

آج پوری دنیا کا عمل محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر ہے:

الحمد للہ! اللہ نے اپنے اس ولی کامل کی خواہش کو پورا کیا اور آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر ہے اور ہر مسلک والا (سوائے رضا خانی مذہب کے)
مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ
کرتے ہیں اور احمد رضا خان کے ہندوستانی دین و مذہب کے ماننے والے ان سے الگ ہو کر
”من شد شذی فی النار“ کے مصداق ہیں۔

احمد رضا خان نے چار مصلے ہونے کے باوجود حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرا لیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اصح واحوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل مسیرے رسالے اجلی اعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذا قال الامام فصدقہ فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی و شیبانی میں اس بار جماعت میں بنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے۔“ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۱۴۴)

لیجیے!!! آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھنے کو تیار نہیں اور وہاں بھی اپنی تجدد پسندی اور اختلافی و افتراقی مزاج کی وجہ سے ”من شذشذ فی العار“ کے مصداق اپنی الگ جماعت کروا رہے ہیں۔

علماء و ائمہ حریمین پر رضا خانیوں کے کفر کے فتوے:

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”امام حرم (مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اسی لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف..... نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی۔“ (امام حرم اور ہم: پیش لفظ)

مولوی ضیاء الدین رضا خانی لکھتا ہے:

”اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۱۵)

”مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے“ معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں۔ مفتی غلام محمد شرقپوری رضا خانی لکھتا ہے:

”امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبدالوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جوان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے۔“

(کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص ۲۲)

مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید محبدہ کی کتاب ”دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول“ پڑھیں۔ مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب ”تقدیس حرمین“ میں پاکستان کے ۴۹ رضا خانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے وقت بجائے جماعت میں شریک ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو۔ مفتی مختار رضا خانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں ائمہ کے پیچھے صرف ہم الگ بیٹھے ہوئے

ہوتے ہیں لاکھوں کے ہجوم میں کسی ایک آدمی کا بیٹھ رہنا اور نماز میں شامل نہ ہونا کئی فستنوں کا باعث ہوگا نظریہ ضرورت کے ماتحت حل یہ ہے کہ جماعت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔“

(تقدیس حریم: ص ۱۶۰، ۱۶۱)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”سوال: حریم طہیین میں لاکھوں نماز کا ثواب ملتا ہے، جماعت سے نہ پڑھی گئی تو؟
جواب: خود امام کی نماز نہ ہو تو تمہاری نماز کہاں جائے گی لاکھوں کے لالچ میں ایک نماز بھی جائے گی جس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۳۴)

پاکستانی حکومت، فوج و عوام بریلوی فتوے کی زد میں:

رضا خانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبداللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیراعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلیٰ سرکاری حکام نے سعودی عرب جا کر شرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔ (روزنامہ ایکسپریس۔ نوائے وقت۔ دنیا۔ جنگ کا مین چیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵) غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت !!! رضا خانیو! جوش خطابت کا اظہار کریں۔۔۔ !!!

آگے ملاحظہ ہو:

آرمی چیف نے سعودی سفارت خانہ جا کر شاہ عبداللہ کی وفات پر تعزیت کی اور اپنے تاثرات لکھے شاہ عبداللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آرمی چیف۔

(۲۹ جنوری ۲۰۱۵، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت)

رضا خانیو! وقت امتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آنی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش میں موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ رضا خانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے

اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو عوام سمجھ جائے کہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعراتی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہو رہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ان کو ابھارتا ہے۔

اسی طرح سعودی یمن کی جنگ میں جب امام حرم حضرت شیخ خالد الغامدی حفظہ اللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو عوام و حکومت سے انہیں بھرپور پذیرائی ملی، پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب کیا اور یکم مئی ۲۰۱۵ بروز جمعہ فیصل مسجد میں نماز پڑھائی جس میں وزیر مذہبی امور، صدر ممنون حسین سمیت پیر کرم شاہ کے بیٹے امین الحسنات نے بھی شرکت کی۔

نواں اور دسواں حوالہ: دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد یوسف واضح دونوک کہتے

ہیں کہ ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں (سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۲ طبع کراچی) دیوبندی محدث اور تبلیغی جماعت کے شیخ مولوی محمد زکریا بھی واضح طور پر کہتے ہیں مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف:

ص ۲۰۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں سب سے بڑا مسئلہ جس نے حضرت کے متعلقین اور اکابر وقت کو فکر و تشویش میں مبتلا کر دیا تھا وہ یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے یقین، درد، سوز اور ذوق و شوق، انہماک کو چاہتا ہے جو اس وقت بظاہر کسی میں نہیں ہے کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، حافظ فخر الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قابل ذکر ہیں۔ ان سب کو اس معاملے میں تشویش و فکر تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد

منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے درج ذیل ہے۔ انہی کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق پڑھیے۔۔۔

”حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت، وصال سے دو تین مہینے پہلے اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی امیدیں تھیں۔ مگر دو ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور سقیم ہو گئی کہ بظاہر اسباب صحت کے لیے امید کی گنجائش نہ رہی۔ یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے بیسیوں خدام اور مجاہدین کی طرح وہیں مقیم تھے ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلق ہو گیا تھا، اس لیے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم ان کے بعد ان کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔ دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ حضرت کے بعد یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور و فکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت کے بعد اگر یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نطق ام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقے کو محبت و عقیدت ہو تو پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا اور اس وقت ایسی شخصیت ہماری نظر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تھی اور مدوح کی بے انتہاء محبت و شفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلف بھی کر دیا تھا اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمائیں اور ہمیں

اس بارے میں مطمئن کر دیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ ہم نے طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت مدوح سے وقت لے کر تنہائی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز کے بعد ایک خاص معاملہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اس کے لیے وقت مقرر فرمادیجیے۔ فرمایا کہ نماز کے بعد متصلاً قاری سید رضا حسن (مرحوم) کی درس گاہ میں بیٹھ جائیں چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہو گیا اور اسس ناچیز نے مختصر تمہید کے بعد اپنی اور حضرت مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عرض کی جو رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور جناب والا کو بھی اس سے غالباً اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت والا کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کے بعد جناب والا یہاں قیام کا فیصلہ فرمائیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ ہمارا یہ اندازہ ہے اور ہمیں اپنے اس اندازے پر پورا اعتماد ہے اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمد للہ عقیدت و محبت کا خاص تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا۔ اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم خود بڑے سخت ”وہابی“ ہیں ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔ اور اگر جناب نے یہاں قیام فرمایا تو ان شاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج

ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے میری پوری بات بڑی غور سے سنی اور جب میں اپنی پوری بات عرض کر چکا تو فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں۔ لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے مٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا۔ ان کے بعد بھی ان کا کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے ہاں خلافت و اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔ خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جاسکے کہ اس کے ذریعہ اس بندے کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا، لیکن ان بسندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعۃً اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی اور خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں؛ میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔ اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی اور پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ اور پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی سے لیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہو تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں، پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی میں یہی

رہوں گا۔ اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا بس انتظار کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ اور اگر دیکھو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! میں تم سے خود بڑا ”وہابی“ ہوں تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے درو دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۰ تا ۲۰۴)

خلاصہ کلام: دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق و سباق سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔ اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور ”طنز و مزاح“ میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر و مزار پر دھندا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس معاملے میں ہمیں وہابی سمجھ لو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم خفی نہیں؟۔

گیارہواں حوالہ: پھر مولوی اشرف علی تھانوی نے خود اپنے وہابی ہونے کا بھی اقرار کیا اشرف السوانح میں ہے کہ عزیز الحسن لکھتے ہیں کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب کھالی..... تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں..... پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اشرف السوانح: ج ۱ ص ۴۸۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۰)

یہی انتر ارض حسن علی رضوی نے رضائے مصطفیٰ: شوال ۱۳۹۸ھ کے صفحہ ۱۱ پر بھی کیا ہے۔

جواب: پورا واقعہ ملاحظہ ہو:

”اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب

کھالی۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ”ناز“ تھانیا زکیا دیتے اس پر بڑی برہمی پھیلی تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا جائز کہاں؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اس سے انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلے والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی۔ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۸۴)

رضا خانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ و اتباع شریعت کا اندازہ لگالیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کر دیا۔ جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہوا اتنی رعایت کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی یا حق تلفی کیسے کر سکتی ہے؟

باقی یہاں پر بھی وہابی بطور ”تعریض“ کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت و زکافا و کی نوبت تمہاری اس رسمی نیاز کی وجہ سے ہوئی لہذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں اور دوبارہ نیاز مت بھیجتا تا کہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔ الحمد للہ حضرت کی سنیت و حنفیت اس قدر واضح تھی کہ اس اقرار کے باوجود بھی اہل علاقہ کو اس پر یقین نہ تھا اور آپ کو حنفی سنی ہی سمجھ رہے تھے۔

بارہواں حوالہ: دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سنیہ کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے (اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ملفوظات طیبات: ص ۱۲۶۔

(یونینیت کے بطلان کا انکشاف ہے)

جواب: ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں نہ اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ ہیں۔ لہذا سر دست اتنا عرض ہے کہ آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”بزرگوں کے ملفوظات میں سمجھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ج ۱ ص ۳۹۱)

مفتی حنیف قریشی اینڈ کمپنی لکھتے ہیں:

”ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی و یقینی حیثیت نہیں۔“ (گستاخ کون: ص ۵۳۰)

اعتراض۔۔۔ کانپور میں اشرف تھانوی کا تقیہ کر کے سنی بن کر رہنا لمحہ فکریہ:

یہ عنوان قائم کر کے صفحہ ۴۰، ۴۱ پر تذکرۃ الرشید سے دو اقتباسات سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیے اور نتیجہ یہ نکالا کہ کانپور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ معاذ اللہ تقیہ سنی بن کر رہ رہے تھے۔

جواب: بریلوی نے یہاں بدترین دجل و فریب کا مظاہرہ کیا اول دجل؛ دراصل حضرت تھانوی رحمہ اللہ ابتداءً ایسی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کونہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کار خیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشق رسالت کی کوئی نشانی البتہ چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ مباح کا ہے اور چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محافل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا

مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد و اعمال کا موقع مل جاتا ہے لہذا جب یہ عمل مباح ہے تو اس شدت سے اس پر انکار نہیں کرنا چاہیے خاص کر میں جس جگہ پر رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسہ سے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے اسی خط میں حضرت تھانوی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں جس سے ان کا اصل موقف بالکل صاف ہو جائے گا:

”امراول شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔ اور منشاء اس توسع کا حضرت قبلہ و عقبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کہ خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو مکمل کام نہیں۔“ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۶)

آگے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”نہ کسی دن ان اعمال کی (یعنی میلاد کی) وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی اور سنہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اول یہی ہے کہ خلافت سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کا غلو بھی تھا چنانچہ ابتدائی حالت اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد مناسب نہیں جہاں ہوتا ہوا انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہوا ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہندوستان کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا۔“ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۷)

آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظریہ سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے بہر حال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تولینے کی مطلقاً میری عادت نہیں۔“ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان مجالس میں شرکت کی وجہ حضرت کے وعظ سے کئی سود خوروں و فاسقوں کا صالح نمازی بن جانا تھا۔ اگر تقیہ ہی کرنا ہوتا تو ابتداء میں اس کی مخالفت کیوں کی جس کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت بھی مول لینا پڑی مگر حضرت نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ الحمد للہ حضرت جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا ظہار کرتے۔ مگر جب دیکھا کہ یہاں کے لوگ نماز کے لیے اتنے حاضر نہیں ہوتے جتنے ان محافل میں لہذا ایسی محافل میں شرکت کے لیے چلے جاتے جہاں منکرات نہ ہوتی اور وہاں نماز روزے اور اصلاح نفس کی تلقین کرتے۔

حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مناظر ہضم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے۔ مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے طویل خط و کتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کروں گا۔ اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟ حضرت کو وہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اہل کانپور آپ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے آخر وقت تک ان حضرات کا آپ سے عقیدت کا کیا معاملہ رہا اس کے لیے صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں کہ جب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو جب اس بات کی اطلاع اہل کانپور کو

ملی کہ اب آپ اس شہر کو چھوڑ چکے ہیں تو:

”جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق و اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بصرہ الحاج یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ کر بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایمان سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔“ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۳۲۸)

بھلا ایسی محبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تہقیر کرنے کی کیا ضرورت غرض میلاد کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تہقیر کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمایا۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا منہ توڑ جواب:

کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی)..... نے بہت بڑا کام کیا آپس میں رادل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس ص ۵۰ طبع کراچی) مولوی محمد زکریا لکھتے ہیں کہ حضرت (الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ (تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات: ص ۱۳۶ طبع کراچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۱، ۴۲۔ دیوبند سے بریلی: ص ۴۸، ۴۹ از کوکب نورانی)

جواب: معلوم نہیں کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ ان عبارات کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ اصلاح عقائد و اعمال اور دین اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے میں جو انداز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا تھا اسی طریقہ کار پر عمل

کیا جائے کہ ان کا انداز وعظ و تبلیغ اصلاح کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی گند دیکھ لو رضا خانی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو سنی حنفی ہیں سنیت کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ انہیں نہ تو سنیت سے کوئی واسطہ نہ حنفیت سے کوئی تعلق، بلکہ ان کا کام اپنے مذہب کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بنائے ہوئے ”رضا خانی دین“ کی اشاعت ہے چنانچہ خلیفہ بریلوی محدث اعظم مولوی ابوداؤد صادق گو جرانوالہ بریلوی نباض قوم لکھتے ہیں:

”ہمارے لیے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کافی ہے۔“ (براہین صادق: ص ۲۷۰)

خود احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:

”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“ (وصایا: ص ۱۶)

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ ان کا مذہب ہے کہ شریعت مصطفیٰ پر تو صرف امکان کے درجے تک عمل کر لینا مگر شریعت احمد رضا خان پر عمل کرنا ہر فرض (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) سے بھی اہم فرض ہے، معاذ اللہ۔

نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور دین رضویت کا پرچار ہے:

آج دعوت اسلامی حقیقت میں ”عداوت اسلامی“ لوگوں کے سامنے بڑے معصوم بنے پھرتے ہیں کہ اجماع ہمیں ان اختلافات سے کیا تعلق ہم تو سب کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت کا پابند بنانا چاہتے ہیں ہر گھر میں مدنی ماحول لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ان کا اولین مقصد لوگوں کو احمد رضا خان قارونی کے مذہب پر لانا ہے اور اسی کا وہ پرچار کرتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”الیاس قادری..... نے بے شمار تبلیغیوں دیوبندیوں..... کو بعونہ تعالیٰ سنی (یعنی رضا خانی) بنایا جس نے گھر گھر میں کنز الایمان داخل کر دیا جس کا کوئی بیان اعلیٰ حضرت کے ذکر خیر سے خالی نہیں

ہوتا۔“ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۵۸)

یونس ظہور قادری بریلوی اقرار کرتا ہے کہ نام نہاد دعوت اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں بلکہ ایک رضا خانی تحریک ہے جس کا واحد مقصد تبلیغی جماعت کی محنتوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

”ہمارا مقصد تبلیغیوں کا توڑ ہے میلا دعرس کرنے سے اور وہابیوں کا رد کرنے سے غیر جانبدار طبقہ بھڑک جاتا ہے اور پھر وہ ہمارے قریب نہیں آتا اور ہم چاہتے ہیں کہ غیر جانبدار طبقہ ہی نہیں بلکہ جو دیوبندیوں سے متاثر ہیں وہ لوگ بھی ہمارے قریب آئیں ہماری باتیں سنیں ہم سے منیں جلسیں اور ہم سے مانوس ہوں جیسا کہ تبلیغی کرتے ہیں وہ اہل سنت کا رد نہیں کرتے بلکہ عوام کو شریعت کی پابندی وغیرہ کی ترغیب دے کر اپنے قریب کرتے ہیں۔“

(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۴۸)

دیکھا ان منافقوں کی منافقت کہ صبح و شام وہابیوں کو گالیاں دینے، عرس کے نام پر غریبوں کی جیبیں ٹٹولنے والے، تبلیغی جماعت اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیے اقیقہ کا برقع پہن کر یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ”میٹھے میٹھے مدنی بھائی“ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگو! بچوان سے یہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عشق اور مدینے کے نام پر احمد رضا خان کا عاشق بنا کر ہمیشہ کی گمراہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس گمراہ جماعت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

”ہم بھی اپنے عمل و کردار سے اپنے اخلاق اور بہترین تعلیم و تلقین سے سنی بزرگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت..... کا معتقد بنائیں جس سے وہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان اگر پہلے سے نہیں تھے تو ہو جائے۔“ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۴۸، ۱۴۹)

دیکھا ان کے نزدیک ”سنیت“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کا نام نہیں بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے۔ ایک آدمی کتنا بڑا ہی عاشق رسول، حنفی، سنی کیوں نہ ہو لیکن احمد

رضا خان کا معتقد نہیں تو ان لوگوں کے نزدیک نہ وہ سنی ہے نہ مسلمان۔ معاذ اللہ۔

اسی الیاس عطاری کے بارے میں لکھا:

”اپنے لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔“ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۵۵)

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ کہ طریقہ تعلیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہو پر فوراً رضا خانیوں کے پیٹ میں مروڑ شروع ہو گیا اب یہاں بھی اپنے قلم کی سیاہی سے صفحات کو اپنے دل کی طرح کالا کرنے کی زحمت کریں گے یا منافقت کی چادر اوڑھے خاموشی میں اپنی عافیت جانیں گے؟ دعوت اسلامی والوں سے آج جن رضا خانیوں نے اختلاف کیا اور اس پر کفر کے فتوے لگائے وہ بھی اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا کہ اس نے کوئی خلاف سنت کام کر دیا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ دعوت اسلامی کا منشور مسلک اعلیٰ حضرت کو پھیلا نا تھا اور اب وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے پھر گئی ہے۔ چنانچہ مولوی سبحان رضا خان لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس صاحب مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اب کسی رعایت و رواداری کے مستحق نہیں۔“ (مظلوم مبلغ: ص ۷۴)

مزید لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس کا فتنہ اب مولوی غلام رسول سعیدی سے زیادہ خطرناک ہے کئی مسائل میں مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت..... کی تغلیط اور عملاً تردید کر رہے ہیں۔“ (مظلوم مبلغ: ص ۸۰)

مولوی ابوداؤد صادق نے ۲۴ صفحات کا ایک پورا رسالہ دعوت اسلامی کے خلاف ہشام ”مکتوب ابوداؤد بنام ابوالبال“ لکھا اس میں وہ دعوت اسلامی سے ناراضگی اور ان کو کوسنے کی واحد وجہ یہی بتاتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں مسئلہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کاشف اقبال رضا خانی کو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ پر اعتراض کرنے سے پہلے درج ذیل عبارت بھی پڑھ لینی چاہیے:

”میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین و فقہاء و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۲۳۷)

گویا ان بد بختوں کے ہاں احمد رضا کا سچا عاشق وہ ہے جو ان تمام متقدمین علماء، فقہاء، محدثین پر احمد رضا کو ترجیح دے ورنہ احمد رضا کا جھوٹا عاشق ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اکیلے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات و طرز انداز اختیار کرنے والوں پر اعتراض کرنے والو! اپنا گھر چیک کرو کہ فقہاء و محدثین کی حدیث و فقہ میں تفوق اپنی جگہ لیکن ان سب کے مقابلے میں ہمارے لیے حجت اور لائق اتباع احمد رضا خان کا دین و مذہب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی مولوی نے یہاں بھی تقیہ کیا ہے ورنہ محدثین و فقہاء تو دور یہ بد بخت لوگ تو احمد رضا خان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ اب آئیے کاشف اقبال رضا خانی کے اگلے جھوٹ کی طرف۔

قصیدۃ النعمان کے نام سے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف جھوٹ کا

انتساب:

اور ایک ہی سانس میں امام صاحب پر کئی جھوٹ:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی آج کل حنفیت کے بڑے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے اکابر تو حنفیت سے بے زار رہے ہیں اس پر بھی چند دلائل پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی سیدنا امام احمد رضا بریلوی اور دیگر اکابرین اسلام نے فرمائی ہے مثلاً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و حاکمیت تو سل و استمداد وغیرہ کے وہ فتائل تھے جو ان کے قصیدۃ النعمان سے ظاہر ہے۔“ (دیوبندی کے بطلان کا

(اکتشاف: ص ۴۲، ۴۳)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے امام نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کہ اکابر دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بے زار ہیں حالانکہ اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو ہمارے اکابر کا کوئی حوالہ بتایا جائے جس میں معاذ اللہ صراحتاً یا اشارۃً حنفیت سے بے زاری کا اعلان کیا گیا ہو۔

ثانیاً: اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قصیدۃ النعمان کتاب ہے اور اس میں یہ لکھا ہے اور یہی عقائد امام صاحب کے تھے۔ معاذ اللہ۔ امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان قاطع دین رضویت حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاشف اقبال رضا خانی کے پیدا ہونے سے پہلے ملت بریلویہ کو بدیں الفاظ اس جعلی قصیدہ کے متعلق چیلنج دیا تھا کہ:

”حضرت امام ابو حنیفہ کی شخصیت کوئی ایسی گمنام شخصیت نہیں کہ ان کی طرف ہر ناپ شاپ بات کی نسبت کر دی جائے اور وہ ہضم ہو جائے ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ رواؤ قبول امت محمدیہ میں مشہور ہے قصیدۃ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے ان کا جتنا علم اور فقہ ہے وہ ان کے قابل قدر تلامذہ کے ذریعہ سے امت محمدیہ (علی صاحبہا الف تحیۃ) تک پہنچا ہے جعلی اور بے اصل قصائد سے حضرت امام صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے والو! دل میں کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے شرم کرو آخر ایک دن مرنا ہے..... مسلم حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ و حضرات فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہ اور ارباب تاریخ کے کم از کم دو شہادتیں ایسی پیش کرو جنہوں نے یہ کہا ہو اور لکھا ہو کہ یہ قصیدہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا ہے محض زبان سے دعویٰ کرنے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا یہ نازک مقام ہے قدم سنبھال کر رکھنا پڑے گا۔

ابھری ہوئی چوٹ دل دردمند کی رکھنا قدم تصور جاناں سنبھال کے

(آنکھوں کی ٹھنڈک: ص ۱۹۰، ۱۹۱)

یہی چیلنج ہمارا بھی کاشف اقبال صاحب اور اس کے مقررین اور احمد بدر رضوی (جن کی

لائبریری سے انہوں نے کتاب تیار کرنے کے لیے استفادہ کیا ہے) کو ہے۔ دیدہ باید

خدام الدین کا حوالہ امام ابوحنیفہ سے بڑے عالم:

اس کے بعد موصوف حوالہ دیتے ہیں:

”میں نے شام سے لے کر ہند تک اس (انور شاہ کشمیری) کی شان کا کوئی محدث و عالم نہیں پایا..... اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور شاہ کشمیری) امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس

دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا۔“ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴)

جواب: رضا خانی نے جدی پشتی دھوکا اور فراڈ سے کام لیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ بات کسی ذمہ دار دیوبندی عالم نے کہی ہے۔ آپ سیاق و سباق کے ساتھ اصل قصہ ملاحظہ فرمائیں دراصل خدام الدین میں مولانا ارشد رشیدی مرحوم کا مضمون ہے جس میں وہ نقل کرتے ہیں:

”علامہ علی مصری حنبلی حافظ حدیث تھے ہندوستان آئے اور دہلی میں مولانا عبدالوہاب کے پاس پہنچے اور بعض مسائل پر مناظرہ ہو گیا مولانا عبدالوہاب نے غضب ناک ہو کر علامہ کو مسجد سے نکلوا دیا کسی نے کہا دیوبند جاؤ حنفی ہیں تو فرمانے لگے جب اہلحدیث نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا تو حنفی کیا نہ کریں گے بالآخر دیوبند حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے درس بخاری میں شریک ہوئے حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ کی رعایت سے عربی میں درس دیا علامہ علمی سوالات کرتے رہے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے درس کے ختم ہونے پر علامہ علی نے مجمع میں فرمایا میں نے عرب ممالک میں سفر کیا اور علماء و اکابر سے ملاقات کی خود مصر میں سالہا سال درس دے آیا ہوں میں نے شام سے لے کر ہند تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا میں نے ان کو سکت کرنے کی ہر طرح کی کوشش کی لیکن ان کے استحضار، حقیقت، حفظ، اتقان، ذکاوت، اور ذہانت اور وسعت نظر سے میں حیران رہ گیا اور آخر میں کہا اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا۔“

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں موصوف نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ دیوبندی حنفیت سے بیزار ہیں مگر اس واقعہ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات موجود ہے؟ نیز یہ بات کسی دیوبندی ترجمان کی نہیں ایک مصری حنبلی عالم کی ہے۔ جس نے محدث کشمیری رحمہ اللہ کی ذہانت، ذکاوت، حفظ، تیقظ و استحضار کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اسے مولانا ارشد رشیدی صاحب رحمہ اللہ نے نقل کر دیا۔ علامہ مصری کی بات کی ذمہ داری ہم پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے؟ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے۔ عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟“۔ (مقالات رضویہ: ص ۸۰)

اور سندھ کا رضا خانی مناظر مولوی عبدالحکیم سکندری لکھتا ہے:

”یاد رکھنا چاہیے کہ ناقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل بمطابق اصل کر دے اور پس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے ناقل کی نہیں۔“

(سیف سکندری: ص ۹۵)

تو ارشد رشیدی صاحب نے یہ بات کہاں سے لی وہ ہم نے نقل کر دی ہے اس سے آگے کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رضا خانی ذرا ایک جھاڑوا اپنی چار پائی کے نیچے بھی پھیریں۔ بریلوی نے اپنے امام احمد رضا خان کے متعلق لکھا:

”علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔“

(المیزان: ص ۱۸۶)

مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھک پائی جاتی ہے۔“ (المیزان: ص ۲۰۷)

جواب دیں کہ کیا احمد رضا خان صاحب کو امام اعظم ثانی بنا دینا، اس میں امام شافعی، امام

مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جھلک پانا بقول آپ کے حنفیت، شافعییت، مالکییت، حنبلیت، سے اظہار بیزاری نہیں؟ کیا امام شامی اور صاحب فتح القدیر کو اس آدمی کا شاگرد بنادینا ان علماء کی توہین نہیں؟ پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:

”اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں۔“ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ۳۰)

یاد رہے کہ پروفیسر صاحب نے ساری زندگی سرکاری کالجوں کی پروفیسریاں کی ہیں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا نہیں جانتے تھے چنانچہ اپنی کتب میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عربی عبارات کے تراجم فلاں مولانا صاحب سے کروائے ہیں ایسا آدمی کہتا ہے کہ میں علامہ شامی پر احمد رضا خان کو فوقیت دیتا ہوں۔ شرم آنی چاہیے۔ یہی بریلوی مسعومت پروفیسر لکھتا ہے:

”امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں۔“

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ۳۲)

جواب دیں آپ کے اصول کے تحت یہ سب امام شامی و امام غزالی رحمۃ اللہ علیہما سے بیزاری اور ان کی توہین و تنقیص نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے مگر وصی احمد سورتی کہتا ہے:

”اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔“ (فیضان اعلیٰ حضرت: ص ۳۳۲)

آگے چلیے شیخ اسماعیل بن سید خلیل مرحوم کی طرف ایک قول کی نسبت کرتے ہوئے یہ رضا خانی لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس فتوے کو امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مؤلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے۔“ (المیزان: ص ۱۹۲)

تم احمد رضا خان کو امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے ہم پلہ قرار دو اس وقت آخر تمہیں اکابر

سے بیزاری یا خفیت کی گستاخی نظر نہیں آتی؟

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”فن حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مدوح کی حدیث دانی کی مہارت و حذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت و سرور کے انداز میں فرماتے احمد رضا انت امام المحدثین“۔ (احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا: ص ۲)

مولوی وارث جمال بستوی رضا خانی لکھتا ہے:

”امام احمد رضا نے اس حقیقت صادقہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اسی لیے اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں حتیٰ کہ حسان العرب حضرت امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے جاسکے“۔ (انوار رضا: ص ۶۶۳)

مفتی حسن قادری مفتی حزب الاحناف لکھتا ہے:

”ضمیمہ میں وہ مسائل لکھے جا رہے ہیں جن سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا“ اور پھر آگے ۵۸ مسئل ذکر کیے جس سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا ملاحظہ ہو (دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۲۳ تا ۱۵۶)

مگر جب احمد رضا خان کے کمالات ذکر کرنے کا موقع آیا تو لکھتا ہے:

”مخالفین نے درجنوں فتاویٰ دے کر پھر رجوع کیا مگر قربان جائے اعلیٰ حضرت کی استقامت پر جو بات کی ہو ہے پہ لکیر ہے ہزاروں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں کیونکہ وہ جوش میں ہوش سے کام لیتے ہیں اس لیے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے تو ہلتا رہے گا مگر احمد رضا کی بات کیوں بدلے“۔ (دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۶۱)

اس کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اٹھاون مسائل میں جوش کے دوران ہوش سے کام نہیں لیا اس لیے غلط فتوے دے کر پھر اس سے رجوع کر لیا مگر احمد رضا خان کی تحقیق پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہوش سے فتوے دیتے جس کی وجہ سے رجوع کی نوبت نہ آتی۔ حالانکہ خود احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”ہمارے علماء سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انہیں ویسا علم نہ اس قدر زمانہ رسالت سے قرب۔“

(الفضل الموبہی: ص ۵۱)

یہ عبارت جائے شرم ہے ان رضا خانیوں کے لیے جن کو احمد رضا خان کی مدح اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک احمد رضا کو امام بخاری، امام ابو حنیفہ، امام شامی، امام بوسیری، امام غزالی اور چودہ سو سال کے ائمہ فقہاء پر ترجیح نہ دے دیں۔ پھر آخر الذکر کتاب کا نام ملاحظہ ہو: ”دو عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا“ یہ لوگ احمد رضا خان کا تقابل امام اعظم رحمہ اللہ سے کر رہے ہیں اس وقت ان کو گستاخی نظر نہیں آتی۔ بہر حال تم احمد رضا خان بریلوی کو امام اعظم ثانی کہو تو کوئی گستاخی نہیں مگر کوئی دوسرا امام اعظم اول ہو جائے تو گستاخی، تم احمد رضا خان کو امام غزالی کے پائے کا لکھو تو امام غزالی کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو مگر کوئی کسی کو امام ابو حنیفہ سے بڑا عالم کہہ دے تو حنفیت بیزاری، گستاخی و توہین، تمہارے لوگوں نے لکھا کہ احمد رضا خان امام شامی، امام ابن الہمام سے بڑے عالم تھے یہ تو ان کی شاگردی کے لائق تھے تو علامہ شامی اور ان فقہاء سے بے زاری نہیں تو خدام الدین کا حوالہ حنفیت بیزاری کیسے؟ تم نے احمد رضا خان کو امام ابو یوسف و امام محمد کے پائے کا عالم لکھا تو اگر آج کے دور میں بھی ان کے پائے کا عالم ہو سکتا ہے ”امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث“ پیدا ہو سکتا ہے یہ ان کی گستاخی نہیں تو خدام الدین کا حوالہ کیوں گستاخی؟

آخری سوال کیا شوافع امام شافعی کو، حنابلہ امام احمد بن حنبل، مالکیہ امام مالک رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ سے بڑے عالم نہیں مانتے؟ تو کیا یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اتنا بڑا طبقہ حنفیت سے بیزار اور معاذ اللہ امام ابو حنیفہ کا گستاخ ہے؟

اعتراض۔۔۔ امام ابوحنیفہ کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہو سکتا ہے:

اگلا حوالہ دیتے ہوئے مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی مناظر مولوی یوسف رحمانی نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی قرآن وحدیث کے معارض ہوگا ہم اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ (سیف رحمانی: ص ۷۱) یہ ہے دیوبندیوں کی حنفیت اور یہ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث سے متصادم بھی ہیں دلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۳)

جواب: عجیب جہالت ہے پر سے پرندہ بنانا کوئی ان رضا خانیوں سے سیکھے۔ کاشف اقبال

رضا خانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر علماء دیوبند معاذ اللہ حنفیت سے بیزار ہیں اور پیش کیے گئے حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر الزام لگایا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث کے خلاف ہیں حالانکہ حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ عبارت میں لفظ ”اگر“ برائے شرط موجود ہے یعنی بالفرض اگر ایسا ہوتا اس ”اگر“ کا مطلب جو اس جاہل رضا خانی کو سمجھ نہیں آیا ہم مولانا احمد رضا خان صاحب ہی کی کتاب سے پیش کر دیتے ہیں:

”خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کے لیے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کے لیے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم، ص ۱۶۱)

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں ”اگر“ کا لفظ موجود ہے جو فاتح بریلویت قاطع رضا خانیت حضرت مولانا یوسف رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بھی موجود

ہے اب اس رضا خانی الٹی سوچ کے مطابق اس ترجمہ کا مطلب یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ رحمن کا بھی کوئی بیٹا تھا جس کو سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پوجتے تھے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔
بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح و تعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقیناً وقعت اور اجمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول کے مقابلے میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔“

(ذکر الحجیر: ص ۱۲۴، ۱۲۵ / فرید بک سنال لاہور)

اب لگاؤ فتویٰ اپنے شیخ الحدیث پر جو کہتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں اپنی رائے سے بات کرتے تھے۔ نیز ماقبل میں جو حوالہ گزرا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸ مسائل سے رجوع فرمایا تو سوال ہے کہ کیا وہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف تھے تبھی تو رجوع فرمایا؟ اگر نہیں تو رجوع کیوں کیا؟

اعتراض۔۔۔ حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دینا:

”دیوبندی اکابر تو حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دیتے ہیں دیوبند کے مفتی محمد شفیع آف کراچی لکھتے ہیں کہ: قادیان کے جلسہ کے موقع پر نماز فجر کے وقت حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت۔۔۔ (انور شاہ) کشمیری سر پکڑے مغموم بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت کیا مزاج ہے کہا ہاں ٹھیک ہی ہے میاں مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ساری عمر مسلم کی خدمت میں دین کی اشاعت میں گزری ہے ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو کس کی عمر کام میں گئی؟ فرمایا میں تمہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کر دی میں نے عرض کیا حضرت بات کیا ہے فرمایا ہماری عمر کا ہماری تقریروں کا ہماری ساری کدوکاش کا یہ خلاصہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مسائل کے دائرے تلاش کریں اور دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کر دیں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا تقریروں کا اور علمی

زندگی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی..... الخ (وحدت امت: ص ۱۸ طبع کراچی) قارئین کرام! غور کیجئے کہ جن کے اکابر کے ہاں حنفیت جو کہ قرآن و سنت کا ہی دوسرا نام ہے کا دفاع کرنا عمر کی بربادی ہے ان کا حنفیت کا ٹھیکیدار بننا کتنا بڑا فراڈ اور دھوکہ دہی ہے۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۴)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے ایک بار پھر اپنی عادت بد کے مطابق پورا مضمون اور عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش نہیں کی۔ پورا مضمون جہاں تک کاشف اقبال نے عبارت نقل کی اس سے متصل اگلی عبارت ملاحظہ ہو:

”ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو ”صواب“، ”متمم الخطاء“ (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) کہیں۔ اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ان تمام بحثوں، تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ پھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطا، اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہو سکتا دنیا میں بھی تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے یا یہ کہ یہ صحیح ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دنیا میں تو یہ ہے قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھا یا بالسر حق تھا؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین

کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے۔ جنہوں نے نور ہدایت چار سو پھیلایا ہے جن کی زندگیاں سنت کا نور پھیلانے میں گزریں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوائہ کرے گا کہ وہاں میدان محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابوحنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی نے غلط کہا تھا؟ یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا! تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں اور نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسئلے متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات تھیں کے نزدیک اہم تھیں جن کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جن کی دعوت عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی یہ ضروریات دین تو لوگوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار ان کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں گمراہی پھیل رہی ہے الحاد آرہا ہے شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کرادی۔“ (وحدت امت: ص ۱۳، ۱۴، مکتبہ خدام القرآن لاہور)

قارئین کرام! کاشف اقبال رضا خانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر دیوبند حنفیت سے معاذ اللہ بیزار ہیں مگر جو حوالہ دیا اس میں دور دور تک اس کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کس زور و شور سے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم کی حقانیت ان کی رفعت و عظمت اور عوام میں ان کی مقبولیت عند اللہ ان کا مقام بیان فرما رہے ہیں۔ بلکہ یہاں تک اپنی عقیدت کا اظہار کیا کہ کیا امام ابوحنیفہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں جو ہم ان پر احسان کر رہے ہیں؟ کہ ہم اگر حنفیت کی ترجیح ثابت نہ بھی کریں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم، تفقہ، ورع، تقویٰ اور قوت استدلال خود اپنا لوہا منواتا ہے۔ خدا راقبر کو سامنے رکھ کر جواب دیں کیا ایسے لوگوں کو حنفیت سے بیزار کہنا کھلا تعصب اور دلی عداوت و بغض کا شرمناک مظاہرہ نہیں؟

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ایک عمومی انداز میں ایک بات فرما رہے ہیں کہ ضروریات دین حرام و حلال و منکرات کی تبلیغ کو چھوڑ کر ساری زندگی صرف اسی میں عمر کھپا دینا کہ حنفی مسلک کو شافعی مسلک پر ترجیح کس طرح دی جائے یہ یقیناً عمر کو ضائع کرنا ہے۔ حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ معاذ اللہ معتزضین کے مقابلے میں حنفیت کا دفاع کرنا یا عند الضرورت احناف کا دفاع کرنا معاذ اللہ عمر کو ضائع کرنا ہے۔ نیز رضا خانی ہمیں یہ جواب دیں کہ اگر حنفیت قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے تو کیا شوافع، حنابلہ و مالکیہ معاذ اللہ اس قرآن و سنت کے نچوڑ کے مخالف ہیں جو اس نچوڑ کو نہیں مانتے؟

فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق عبارت کی توجیہ:

”(اعتراض) علامہ شامی پر دیوبندیوں کی برہمی لمحہ فکریہ“

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”امام ابن عابدین شامی نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ ہمارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار نجد سے نکلے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا ان لوگوں کے گمان میں صرف وہی مسلمان ہیں جو بھی ان کے عقیدے کا مخالف ہے مشرک ہے اور انہوں نے اہل سنت عوام و علماء کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔ (رد المحتار: ج ۳ ص ۳۳۹ طبع کوئٹہ) مگر دوسری طرف دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)

دیوبندی مولوی تو علامہ شامی کے نجدی کے رد کرنے پر سخت برہم ہوئے چنانچہ دیوبندی مولوی فیروز الدین روجی لکھتے ہیں کہ۔۔۔

”ابن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں و ہابیوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنہالی براہو دنیا پرستی اور سنہرے سکوں کا جس کے عوض شامی نے

نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے شامی نے یہ سب کچھ محمد علی پاشا کے حکم سے اور اس کی دولت کے اثر سے لکھا ہے۔ (آئینہ صداقت: جس ۵۴ طبع لاہور)

قارئین کرام اس عبارت میں دیوبندی محرر نے جس قدر علامہ شامی کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے وہ قابل مذمت ہے اور علامہ شامی جو علمائے احناف کے امام و مقتدر فقیہ ہیں۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۴، ۴۵)

جواب:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رضا خانیوں کی نظر میں:

رضا خانی بریلوی نے اپنی بھولی بھالی عوام کو محض دھوکا دیا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ علمائے احناف کے امام ہیں اور علمائے احناف سے اس کی مراد بریلوی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے باغی ہیں اس کو امام تو کیا مانیں اسے احمد رضا خان بریلوی کا شاگرد بناتے پھرتے ہیں ملاحظہ ہو حوالہ جات:

بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب فرماتے ہیں:

”ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت۔۔۔ کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔“ (معارف رضا: سلور جوہلی سالنامہ نمبر ۲۰۰۵ء: ص ۲۶۷)

ایک اور حوالہ پڑھیں:

”علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۱۸۶)

اس پر مزید حوالے ماقبل میں گزر چکے ہیں دوبارہ مراجعت فرمائیں۔ المختصر اگر کاشف اقبال رضا خانی کے پاس احمد رضا خان کی الجبد الممتار ہو تو آنکھیں کھول کر اسے پڑھے جس میں جگہ جگہ احمد رضا خان نے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے اختلاف کیا۔

نجدیوں کے متعلق علامہ شامی کی عبارت ہمارے خلاف نہیں:

کاشف اقبال رضا خانی نے محض جھوٹ بولا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا شدید رد کیا ہے اور پھر احمد رضا خان کی کتابوں سے سیکھے ہوئے تحریف دھوکا و فراڈ کے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے ”محمد بن عبد الوہاب نجدی“ کا نام بھی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں دکھانے والے کو منہ مانگا انعام۔ علامہ شامی کی عبارت کا جو ترجمہ کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کر دیا ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت اور اس کا سلیس ترجمہ کرتے ہیں:

”کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذی خرجوا من نجد و تغلوا علی الحرمین و كانوا ینتحلون مذهب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم المسلمون و ان من خالف اعتقادہم مشرکون استباحوا قتل اہل السنۃ و قتل علماءہم۔“ (فتاویٰ شامی: ج ۴ ص ۳۶۲)

[ترجمہ] جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا ہے کہ عبد الوہاب (یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ ان کے والد تھے ان کا نام ”محمد“ ہے: ناقل) کے پیرو نجد سے نکلے اور حرمین پر غلبہ کیا اور وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں اس لیے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح سمجھا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو برا نہیں کہا نہ ان کا رد کیا اور وہ بھی رد شدید۔ بلکہ ان کے اتباع یعنی پیروکاروں کی مذمت کی، اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے کاشف اقبال رضا خانی نے فتاویٰ رشیدیہ کی اردو عبارت بھی صحیح طرح سے نقل نہ کی ہم آپ کے سامنے پوری عبارت نقل کرتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۳۲۷)

(۱) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔

(۲) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکاروں کو حنبلی المذہب کہا گیا۔ یہی بات فتاویٰ رشیدیہ میں دہرائی گئی۔

(۳) فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب کی نہیں بلکہ ان کے (بعض) پیروکاروں کی مذمت کی گئی کہ وہ حد سے بڑھ گئے اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیروکار جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا۔

تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ یا ہمارے موقف کے خلاف نہیں بلکہ یہ عبارت تو اس کے حق میں ہے۔ بریلویوں نے اس عبارت کو فتاویٰ رشیدیہ کے خلاف ہر جگہ بڑے زور و شور سے پیش کیا حتیٰ کہ ہمارے بعض علماء کو بھی اس سلسلے میں مغالطہ لگ گیا لیکن الحمد للہ راقم نے جب ان دونوں عبارتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض اہل بدعت کا پروپیگنڈا ہے شامی کی عبارت تو فتاویٰ رشیدیہ کے لیے ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بریلوی رضا خانیوں کے خلاف ہے:

علامہ شامی نے وہابی نجدیوں کی نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک کہتے ہیں اور مولوی غلام مہر علی بریلوی کے بقول وہابیت خارجیت ہی کی شاخ ہے (ملخصاً: دیوبندی مذہب: ص ۱۳۲) اب ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھنے کا یہی خارجیوں والا عقیدہ بریلویوں کا بھی ہے چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی سے سوال ہوا:

”مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد ملت حاضرہ موی ملت طاہرہ شیخ الاسلام و المسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی --- کثرت سے علمائے امت کو کافر کہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کو مکفر المسلمین کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل ہدایت ہے یا ضلالت؟“۔

اس کا جواب دیتے ہیں:

”رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے۔“
(تحقیقات: ص ۵ طبع جدید: ص ۱۳۸)

وجاہت رسول قادری لکھتا ہے:

”ان سے محبت اہل ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخان خدا و رسول اور اہل بدعت کی نشانی ٹھہری۔“ (معارف رضا: ص ۹، ۱۰، ۱۱ء)

بدرالدین احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

”علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بددین ہونے کی پہچان ہے۔“ (سوانح امام احمد رضا: ص ۱۲۶)

امیر اہل بدعت الیاس عطاری صاحب لکھتے ہیں:

”ایلیٰ حضرت --- کی کسی بھی تحریر پر تنقید یا تنقید کرنے والے کی صحبت اختیار کی بلکہ اس سے محبت بھی کی تو خبردار کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔“ (تمہید ایمان مع حسام الحرمین)

حیرت ہے کہ احمد رضا خان خود ساری ملت سے اختلاف کرے اس کے ایمان پر کوئی فرق

نہیں پڑتا یہ اس کے مجتہد ہونے کی دلیل بن جائے شجاعت قادری صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا --- کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخ دلی سے تنقید فرماتے ہیں۔“ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۵ ص ۲۴)

خود احمد رضا خان کہتا ہے:

”بخاری و مسلم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھائی سو (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت

سے فرقے انہیں مانتے ہی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے۔“

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۶ء: ص ۵۸)

ظاہر ہے کہ جو بخاری و مسلم کو نہیں مانے گا وہ کسی اعتراض کی وجہ سے نہیں مانے گا حیرت ہے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا کوئی انکار کر دے اس پر تنقید کرے خود احمد رضا خان چودہ سو سال کے علماء فقہاء پر کھل کر تنقید کریں اس کے ایمان پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ پھر بھی ہٹا کٹا مسلمان مگر اس بے ایمان بد دین بدعتی کی کتابوں پر کوئی تنقید کر دے یا تنقید کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھ جائے یا ان سے محبت ہی کرنے کا جرم کرے تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ خارجیت نہیں تو اور کیا ہے رضا خانیوں کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ مسلمان ہونے کے لیے شیعوں کی طرح کلمہ میں احمد رضا خان کا نام بھی ڈال دیں۔ یہ بد بخت تو امام مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے حسام الحرمین پر دستخط لیں گے اس کے بعد ان کے ساتھ دینے کا سوچیں گے۔ معاذ اللہ۔ نیز ہمیں یہ بھی جواب دیں کہ وہ کون سے اسلامی فرقے ہیں جو صحیح مسلم و بخاری کو نہیں مانتا مگر پھر بھی احمد رضا خان کے نزدیک وہ مسلمان ہیں؟

مولوی ابوالطیب دانا پوری لکھتا ہے:

”ہندوستان میں جس قدر مسلمان کہلانے والے ہیں۔۔۔ سنی (ظاہر ہے کہ یہاں سنی سے مراد بریلوی ہے: ناقل) مسلمانوں کے علاوہ یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لنام ہیں۔“ (تجانب اہل سنت: ص ۱۱۲)

تجانب اہل سنت پر مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی رضوی، ضیاء الدین رضا خانی، علماء پہلی بھیت، شاہ آل مصطفیٰ رضا خانی، محمد میاں آل رسول رضا خانی جیسے جید اکابر بریلویہ کی تقاریر و ثبوت ہیں اس لیے اسے غیر معتبر کہہ کر جھٹلایا نہیں جاسکتا اگر یہ غیر معتبر تھی تو اپنے کسی ایک اکابر کا حوالہ دو جس نے اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس سے براءت کا اظہار کیا ہو اور ابوالطیب کو توبہ اور تجدید ایمان کا کہا ہو چونکہ اس کتاب میں علامہ اقبال سرسید اور محمد علی جناح پر بھی کفر کے

فتوے ہیں اس لیے پاکستان آزاد ہونے کے بعد اس کتاب کا اب انکار کرتے ہیں۔ یہ بدنام زمانہ کتاب کفر کے فتوؤں کا دائرۃ المعارف ہے اسلام کی چودہ صدیوں میں مخالفین پر کفر سب و شتم کی ایسی گندی دستاویز آپ کو نہیں ملے گی۔

آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں:

رہ گئی بات پروفیسر فیروز الدین روجی صاحب کی کتاب ”آئینہ صداقت“ تو وہ ہماری معتبر کتاب نہیں کاشف اقبال نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے ”مستند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین“ تو ثابت کرے کہ کسی کالج کے یہ پروفیسر موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں اور ان کی یہ کتاب ہمارے لیے استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ موصوف کوئی غیر مقلد معلوم ہوتے ہیں ان کی کتاب بھی المحدث کے مکتبہ ”اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور“ نے شائع کی اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے۔ بہر حال جہاں تک علامہ شامی رحمہ اللہ کے متعلق ان کی رائے ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں علامہ شامی سے اختلاف کا حق اپنی جگہ مگر ان کے خلوص پر شبہ کرنا یا اس پر حملہ کرنا وہ بھی اس انداز میں بغیر ثبوت اور اکابر علماء کے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کرنا قابل افسوس اور لائق مذمت ہے۔ اگر پروفیسر صاحب حیات ہوتے تو ضرور ہم انہیں اس پر تنبیہ کرتے۔

یاد رہے کہ کاشف اقبال رضا خانی نے سابقہ روایات کے بموجب یہ حوالہ جات بھی دیوبندی مذہب ص ۱۳۷ سے سرقہ کیے حتیٰ کہ اس نے جو محاورہ نقل کیا **الافاء یتروشح بما فیہ** وہ بھی اس نے سرقہ کیا۔

بریلوی رضا خانیوں کی منافقت:

کاشف اقبال رضا خانی آگے لکھتا ہے:

”۔۔۔ اس کے بعد ان سب نے اس سے رجوع کا اعلان بھی کر دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی منظور نعمانی مشہور دیوبندی مناظر نے نجدی مذکور کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی ہے اور نجدی مذکور پر لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کی سعی مذموم کی ہے اور ساتھ ہی اپنے دیوبندی

اکابر کا نجدی مذکور کے رد کرنے سے رجوع بھی بیان کر دیا ہے یہ کتاب قدیمی کتب خانہ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۶۶)

جب مانتے ہو کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے رد میں علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند نے جو کچھ لکھا اس سے بعد میں رجوع بھی کیا تو اب ان مرجوع اقوال کو ہر جگہ پیش کرنا خصوصاً الشہاب الثاقب کو کیا کھلی منافقت اور دھوکا دہی نہیں؟ آل قارون مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

”قول مرجوع پر افتاء وقضاء جبل وخرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کے سرے سے قول ہی نہ رہا الا جرم ایسے فیصلے منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا۔“ (فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۷ ص ۵۵۵)

تو جن اقوال سے رجوع کر لیا وہ تو سرے سے ان کا قول ہی نہ رہا اب انہیں ان کا مسلک و موقف مسلک و عقیدہ بنا کر پیش کرنا کیا کھلی جہالت اور خرق اجماع اور احمد رضا خان کی کھلی بغاوت جو متکلم کفر ہے، نہیں؟

اعتراف۔۔۔ دیوبند نام کی کہانی:

اس کے بعد رضا خانی معترض صاحب لکھتے ہیں:

قارئین کرام! دیوبند تاریخی اعتبار سے شیطانوں اور دیواؤں کا ٹھکانہ تھا جس کا قدیم دیہی بن تھا جو بعد میں دیوبند ہو گیا جس کو دیوبندی علماء نے بسرچشم قبول کر لیا۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۷۴)

جواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ اس میں کون سے کفر و شرک کی بات ہے؟

رضا خانیوں کا مرکز بریلی آج جس ملک میں ہے اس کا نام ”ہندوستان“ ہے وہاں رہنے والا ہر بریلوی اپنی نسبت ”ہندوستانی“ کرتا ہے یعنی ہندوؤں، گائے کے پجاریوں، بتوں کے پوجنے والوں کے رہنے کی جگہ دیوبند دیوتاؤں کے ماننے والوں کی سرزمین اس نام کو تبدیل کرنے کا تو انہیں کبھی خیال نہیں آیا اسے تو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا ہوا ہے اور دیوبند کے نام پر

اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ شہر یا ملک کا نام محض اپنی قومی شناخت کے لیے ہوتا ہے بس۔ اگر اس رضا خانی نے کبھی تو ضیح تلویج پڑھی ہوتی تو اس میں پڑھتا کہ اسماء صرف مسمیٰ پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس سے ان کا لغوی معنی مراد نہیں ہوتا۔ مگر رضا خانیوں کی عقل ہی الٹی ہے۔ ان کے اصول ہی نرالے ہیں۔

بریلی نام کی کہانی:

ڈاکٹر محمد حسن قادری لکھتا ہے:

”ہندوستان کی قدیم تاریخ میں بریلی کا علاقہ پانچال کے نام سے موسوم تھا جس کا مہابھارت میں ذکر ہے جس کی وسعت ہمالیہ پہاڑ سے دریائے چنبل تک تھی۔ پانچال کا آہنچہ دار السلطنت تھا جس کو آج کل مراد آباد کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر گر نہ سرولی ضلع بریلی میں رام نگر کہتے ہیں۔ ۶۳۸ میں ہوان سانگ چینی سیاح نے اس علاقہ کا سفر کیا اس وقت اس ملک میں شیلا دیتیہ کی حکومت تھی جو بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ صد ہا سال کی مدت کے بعد راج پوت کی زور آوری کے زمانے میں اس کو کشمیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ۱۱۹۴ء تک کشمیر میں ہندوؤں کی بلا شرکت غیرے حکومت رہی۔ سب سے پہلے کشمیر یا ٹھا کر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پورب کی سمت ۱۵۰۰ء میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلہ ہے پھر اس کے ستائیس (۲۷) سال بعد ٹھا کر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برل دیو نے ۱۵۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا۔“

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف مارچ ۲۰۱۵ء: ص ۵۲)

رضا خانیو! اپنے مرکز کا نام تم نے سکھوں کے نام پر رکھا ہوا ہے اور اسے ”شریف“ بھی کر دیا اس نام پر راضی ہو، اسے بدلنے کا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا، سکھوں کے نام پر اس کے کئی مشہور محلے آج بھی ہیں اس پر تمہیں کبھی اعتراض نہ ہوا تو دیوبند کے لفظ پر فضول اعتراضات کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟

مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی عامر عثمانی نے بھی اس کی بات صریح وضاحت اشعار میں کی ہے:

حروف دیوبند

د-کی-و-ب-ن-د

دغا کی دال ہے یا جوج کی ہے ی اس میں	وطن فروشی کی واؤ بدی کی ب اس میں
جو اس کے نور میں نا رجم غطاں ہے	تو اس کے دال سے دہقانیت نمایاں ہے
ملے یہ حروف تو بیچارہ دیوبند بنا	برے خمیر سے یہ شہر ناپسند بنا

ماہنامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۵۷ء (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۷۷، ۷۸)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے قارئین کو کتاب خریدنے کے لیے دھوکا تو یہ دیا کہ مستند کتب دیوبند یہ سے حوالہ جات مگر جگہ جگہ اس آدمی نے رطب و یابس کو نقتل کیا ہے۔ مولوی عامر عثمانی دیوبندی نہیں ”مودودی“ کا آلہ کار تھا۔ اس کا یہ رسالہ ”تجلی“ علمائے دیوبند پر سب و شتم کے لیے وقف تھا۔ قصہ یہ تھا کہ مولوی عامر عثمانی نے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے درخواست دی لیکن دارالعلوم دیوبند کو اس شخص کی قابلیت کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے بار بار مراجعت کے باوجود ان کی درخواست رد کر دی جاتی اس پر ان کو کافی صدمہ ہوا اور رد عمل میں دیوبند شہر سے ایک رسالہ ”تجلی“ کا اجراء کر دیا اس دور میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عروج پر تھے اور انہوں نے اور مولانا اعجاز علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الاعلیٰ مودودی کی بعض صریح دینی غلط فہمیوں کی وجہ سے انہیں ضال مضل کہا تھا تو جماعت اسلامی نے درپردہ اس رسالے کا سہارا لیا اور تجلی کے ذریعہ اکابر علماء دیوبند پر خصوصاً مولانا احمد عسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (جو مودودی کی تکفیر کر چکے تھے) کے خلاف خوب خوب زہرا گلا گیا۔ اس لیے اس مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر حجت ہے نہ ہم اس کے ذمہ دار۔

اب رہے وہ اشعار جو اس رضا خانی نے تجلی سے پیش کیے تو اس میں بھی اس نے اپنی جدی پشتی بے ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل ماہنامہ تجلی بابت فروری و مارچ ۱۹۵۷ء کے خاص نمبر ص ۱۴۳، ۱۴۴ تک ملا ابن العرب مکی دیوبندی اور صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور مولوی اگر گل دیوبندی کے فرضی ناموں سے مولوی عامر عثمانی نے ”مسجد سے میخانے تک“ کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور طویل مناظرہ درج کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے اس میں صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی نے نثر میں جو کچھ کہا وہ الگ ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ رضا خانی نے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی کے ہیں جو رسالہ مذکورہ کے ص ۱۴۴ میں مذکور ہیں۔ ص ۱۴۵ پر ملا ابن العرب کے جوابی اشعار مذکور ہیں کاشف اقبال میں اگر انصاف و دیانت کا مادہ ہوتا تو وہ جوابی اشعار بھی نقل کرتا تا کہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجاتے مگر جن کے آباء و اجداد مکہ و مدینہ میں جھوٹ، مکر و فریب کرنے پر نہ شرمائیں تو ان کی اولاد اگر پاکستان میں بیٹھ کر کتر و بیونت کر کے لوگوں کو دھوکا دے دے تو کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ ملاحظہ ہو ابن العرب مکی دیوبندی کے اشعار ان رضا خانی اشعار کے جواب میں:

دعا کی دال کو کہتے ہو تم دغا کی دال	علاج چشم کراؤ بڑی خطاء کی ہے
یہ دال دولت و دنیا و دین سے ہے معمور	دماغ و دیدہ و دل اس سے ہو گئے پر نور
غضب ہے ے تمہیں یا جوج کی نظر آئی	ضرور ڈوب گئی ہے تمہاری بینائی
نظر جماؤ کہ یاد خدا کی یے ہے یہ	یقین و یثرب و یمن و صنعاء کی یے ہے یہ
کہا جو واؤ کو تم نے وطن فروشی کا	ثبوت دے دیا اپنی گناہ کوشی کا
ادب کر و کہ وضو کا وفا کا واؤ ہے یہ	وقار و وعظہ و وصال خدا کا واؤ ہے یہ
بدی کی بے جسے کہتے ہو تم شرارت سے	وہ ہے بہشت بریں برکت و بہار کی بے
جو تم نے نون میں ناز جمیم ہی دیکھی	تو کیا قصور تمہاری تو عاقبت ہے یہی
سنو کہ نون ہے یہ نزہت و نظافت کا	نماز و نعت کا نیکی کا نور و نعمت کا

جو تم نے دل میں دہقانیت کی بوسو گئی	تو سمجھو اپنی غلاظت ہی ہو بہو سو گئی
ارے یہ دال دیانت کی دوستی کی ہے	درود کی ہے دوا کی ہے دکشی کی ہے
بڑے ہی پاک عناصر سے دیوبند بنا	عدو کی جان چلی شہر دل پسند بنا

ان اشعار کے بعد ملا ابن العرب دیوبندی نے مناظرانہ انداز میں گفتگو جاری رکھی پھر لفظ بریلی کے متعلق فرمایا:

لفظ بریلی کے حروف کی حقیقت

بتاؤں تم کو بریلی کے سب حروف کا حال کہ حرف حرف میں یہاں ہے فطرت و جال جو بے ہے اس میں تو بنیاد بدعتوں کی ہے

آگے شور بلند ہوا اور مزید کچھ نہ پڑھا جاسکا..... الخ (اس کے بعد بریلی کے حروف کی تکمیل مولانا اگر گل دیوبندی نے صوفی ٹاٹ شاہ کے ملتے جلتے قافیہ اور ردیف میں کی ہے)

بدبختی و بدعت و بدکاری کی با اس میں
ریا و رجم درو درگاہ کی ہی را اس میں
یہودیت و یابو کی یا بھی ہے اس کے سوا اس میں
لوم و لعنت و لالچ کی لام بھی ہے ان کے ہمنوا اس میں
یا وہ گوئی دیار فروشی کی یا بھی ہے اے بے نوا اس میں
یہ یار لوگ دین فروشی میں مبتلا ہیں اور دیتے ہیں دنا اس

میں

یہ سب حروف ملے تو لفظ بریلی بنا
شرک و بدعت و ختموں کا خوب دھندا چلا

اس کے بعد ملا ابن العرب مکی دیوبندی کے یہ اشعار بھی تجسلی ص ۱۴۶ پر مذکور ہیں ان پر ایک نگاہ ڈلائے جس میں صوفی ٹاٹ شاہ اور ان کے ہمنواؤں پر چوٹ ہے۔
چھائیں گھٹائیں مہکی فضائیں عرسوں کا آیا رنگین زمانہ

اب دن کٹیں گے قوالیوں میں، راتوں کو ہوگا جشن شبینہ
 ہم صوفیوں نے ہندوستان میں صدہا بنائے دیسی مدینے
 دیوبندیوں کے حصہ میں آیا لے دے کہ تنہا عربی مدینہ
 جو مانگنا ہے قبروں سے مانگو، نذریں چڑھاؤ سجدے گزارو
 خالق کی مسند ہیں عرش و کرسی قبریں ہیں عرش و کرسی کا زینہ
 اللہ قادر بے شک ہے لیکن سنتا نہیں وہ بے واسطہ کے
 خواجہ پیا کو آواز دینا جب ہو بھنور میں تیرا سفینہ
 دو چار ساغر پیٹے دو و واعظ روکونہ ان کو قوال ہیں یہ
 ہم اہل دل کے سردار ہیں یہ ان کے ادب کا سیکھو قرینہ
 راز تصوف، رمز طریقت، کیا خاک سمجھیں اہل شریعت
 ہم صوفیوں کی ہر صوفیت پر حجت ہے علم سینہ بہ سینہ

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب مکی کی بزم خویش باحوالہ مناظرانہ گفتگو
 کے بعد پھر ملا ابن العرب مکی کے اشعار تجلی کے ص ۱۴۷ پر درج ہیں:

بخشش نہ ہوگی بندگی اولیا بغیر	قبلہ نظر نہ آئے قبلہ نما بغیر
فیض قبور کلیر و اجمیر کی قسم	اپنی تو کٹ رہی ہے مزے سے خدا بغیر
خواجہ سے لو لگی ہے تو قرآن سے عشق ہے	پیتے نہیں شراب بھی ہم فاتحہ بغیر
جب عرس ہی نہیں تو صلوٰۃ و زکوٰۃ کیا	ہوتی نہیں صفائی باطن غنا گانے بغیر
میں فاتحہ پڑھوں گا پلاؤ کی قاب الا	ملتا نہیں ثواب عبادت غذا بغیر
ملا ہمیں بھی جبہ و دستار لاکے دے	چلتا نہیں ہے کام نمود و ریا بغیر

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب مکی کی مناظرانہ نوک جھونک ہے پھر تجلی
 ص ۱۴۸ پر ملا ابن العرب مکی کے یہ اشعار ہیں جن میں صوفی ٹاٹ شاہ پر چوٹ ہے:

کرنا ہے وجد و حال تو خواجہ کے در پہ آ	نغمے کہاں دھرے ہیں شریعت کے ساز میں
---------------------------------------	-------------------------------------

ہم نے تو اپنے خواجہ سے جنت بھی مانگ لی	تو کھو گیا فقہ کے نشیب و فراز میں
قوالیوں کی تان پر ہے عرش کا سفر	گویا کہ اڑ رہا ہوں ہوائی جہاز میں
کس کا گناہ کیسی شریعت کہاں کا دین	میں ہوں اسیر خواجہ زلف دراز میں

اس کے بعد یہ لکھ کر مجمع مسرت ہو گیا اور نعرے بلند ہوئے صوفی کو فی بھاگ گئے ملا مکی زندہ باد اس کے بعد ۱۴۸، ۱۴۹ میں لنگڑی مثلث پیش کی ہے:

کو پہلے ب لکھی اس نے دوبارہ پھر الف لکھا	تبارا نون لکھ کر پھر جمایا جیم کا نقشہ
--	--

جو خط دیکھا تو سیدھا تھا مکر نکلا جناب الٹا

بظاہر مئے کشتی ہے فی الحقیقت خوش خیالی ہے	تصور کر کے خواجہ تیری آنکھوں کا چڑھالی ہے
---	---

مزے بھی لوٹتے ہیں اور لیتے ہیں ثواب الٹا

دل احمق اگر آنسو بہاتا ہے بہانے دو	حسینوں کی گلی میں سرکھپاتا ہے کھپانے دو
------------------------------------	---

بھٹکتا آئے تم دیکھنا خانہ خراب الٹا

بھری برسات میں پینے سے ہم کو روکومت واعظ	ارے بارش میں خود موجود ہے لفظ شراب الٹا
--	---

اعتراض۔۔۔ دیوبندیوں کا حقائق و معارف کی تبلیغ کا طریقہ:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۸ پر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کے ایک واقعہ پر اعتراض کیا ہے یہی اعتراض دیوبندی مذہب کے صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹ پر کیا گیا ہے جس سے کاشف اقبال نے سرقہ کیا ہے۔ راقم نے اس اعتراض کا جواب مجلہ نور سنت کے شمارہ نمبر ۱۴ میں دیا ہے ملاحظہ ہو۔

ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت کے ماموں پر اعتراض

کا مدلل جواب:

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات علوم و معارف کا گنجینہ ہیں شیخ الاسلام استاذ محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی دورہ

حدیث کے فارغ التحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سر فہرست ملفوظات حکیم الامت ہے اس سے آپ ان ملفوظات کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، پر عقل و شعور سے پیدل تعصب سے مغلوب اہل السنۃ والجماعۃ کے دیرینہ دشمن فرقہ رضائیہ کے علماء ان ملفوظات پر مختلف قسم کے اعتراضات اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے رہتے ہیں انہی اعتراضات میں سے ایک اعتراض ملفوظات میں حکیم الامت رحمہ اللہ کے ماموں پر بھی ہے جسے بعض رضا خانی نام نہاد مناظرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس مضمون میں ہم ان شاء اللہ اسی اعتراض کا مدلل و منہ توڑ جواب دیں گے

اعتراض: ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آیا حیدرآباد سے اول بار کانپور تشریف لائے تو چونکہ جلے بھنے بہت تھے ان کی باتوں سے لوگ بہت متاثر ہوئے عبدالرحمن صاحب مالک مطیع نظامی بھی ان سے ملنے آئے اور ان کے حقائق و معارف سن کر بہت معتقد ہوئے عرض کیا حضرت وعظ فرمائیے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب آزادانہ رندانہ دیا کہا کہ خان صاحب میں اور وعظ صلاح کار کجا من خراب کجا۔ پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجیے عبدالرحمن خان صاحب بے چارے متین بزرگ تھے سمجھے ایسا طریقہ ہوگا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہو کر بازار میں ہونکلوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑو ارے بھڑو ابھڑو ابھڑو اس وقت میں حقائق و معارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے محمل باتیں کر رہا ہے۔ (ملفوظات)

جواب: ملفوظات کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر حضرت تھانوی رحمہ اللہ یا علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر بے ہودہ اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ ضد و تعصب ہے۔

اولاً: اس لیے کہ جس عبارت پر ان رضا خانیوں کو اعتراض ہوا وہ ”ملفوظات“ کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضا خانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ مولوی اشرف سرگودھوی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے:

”اس حدیث کو باوجود راویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو..... بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ج ۱ ص ۳۹۱، ۳۹۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

پس جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے، تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

ثانیاً: اشرف السوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمہ اللہ کے اس ماموں کا تفصیلی ذکر و سوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے ”ملا متی فرقے“ میں کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”ان سب مجموعہ حالات نے انہیں کچھ ایسے بنادیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک ”فرقہ ملا متیہ“ مشہور ہے۔“ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

فرقہ ملا متیہ کیا ہے؟

قارئین کرام! ”فرقہ ملا متیہ“ صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے درمیان ایسے افعال کا

ارتکاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصود ان افعال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کاموں کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہیں گے تو ان کے نفس کا تکبر، انا اور بڑا پن ختم ہوگا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

ولی کامل حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سلکت طائفة من المشائخ الطريقة طریق البلامۃ، و البلامۃ خلوص المحبة تأثیر عظیم، و مشرب تام۔“ (کشف المحجوب: ص ۲۵۹)

[ترجمہ] مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں خلوص و محبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

پھر آگے حضرت ”لامت“ کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”و ملامۃ الترتک ہی ان یکون الکفر و الضلال الطبیعی متبکنان من شخص حتی یقول بترک الشریعة و اتباعها، ویقول ان ما یفعلہ ملامۃ و یکون هذا طریقہ فیہا، ام من یکون طریقہ الاستقامۃ و عدم مزاولۃ النفاق و الکف عن الریاء فلکا خوف علیہ من ملامۃ الخلق و یکون فی کل الاحوال علی مسلکہ و یتسوی لدیہ ای اسم یتسوی نہ بہ۔“ (کشف المحجوب: ص ۲۶۱)

[ترجمہ] [لامتیہ کی ایک تیسری قسم ہے] کہ دل میں تو کفر و ضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ لامتیہ طریقہ پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رہو لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق و ریا کے طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں۔

پس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی لامتیہ کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس

طرح کی باتیں کر کے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضا خانی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب کے نام پر عوام کے ٹکڑے کھا رہی ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضا خانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں۔ اسی ملا متی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملامتیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت و منزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے:

”اعلم ان هذا الطبع لا يكون اشد نفورا من حضرة الله تعالى بشيء الا بالقدر الذي يكون كافيا لجأه الخلق“۔ (کشف المحجوب: ص ۲۶۳)

پس حضرت کے ان ماموں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں:

”ویروی عن السيد ابراهيم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ انه سئل ارأيت نفسك عن قد بلغت المراد اهدا؟ قال نعم رأيت ذالك مرتين مرة كنت قد ركبت سفينة لم يعرفني بها احد، و كنت البس خلقا وقد طال شعري و كنت على حال كان اهل السفينة معه يسخرون مني و يهزاون بي، و كان مع القوم مهرج يأتي الى كل لحظة و يشد شعري و ينتزعه مني و يستخف بي على سبيل السخرية و كنت اجد نفسي على مرادى افرح بذل نفسي الى ان بلغ السرور يوما غايته بان قام المهرج و تبول على“۔ (کشف المحجوب: ص ۲۶۵)

[ترجمہ] حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے کبھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انھوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت

میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جبری تھا کہ وہ میرے پاس آکر میرے بال نوچنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بائیں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرہ اٹھا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ میں آل کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص اٹھانگا ہوا اپنا آلہ تناسل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کر دیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماموں صاحب نے کہی فرق یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بالفعل ذکر کر رہے ہیں۔

غرض اس گروہ کا مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضا خانی جاہلوں کو کون سمجھائے جنہیں تعصب نے اندھا، بہرا کر دیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جمہور مشائخ نے اس طریقہ اصلاح نفس کو پسند نہیں کیا۔

ثالثاً: اشرف السوانح جلد اول صفحہ ۵۶، ۵۷ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں ”مجدوب“ بھی تھے۔ اور مجاذیب کے متعلق رضا خانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے شطیحات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ مفتی حنیف قریشی بریلوی صاحب نے تو ”گستاخ کون“ میں اپنا پورا ایک رسالہ شطیحات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے۔ پس حضرت کے یہ ماموں بھی چونکہ مجذوب تھے لہذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شطح پر محمول کرنا چاہیے رضا خانیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ مجاذیب کے متعلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مجذوب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگؒ مشہور مجاذیب میں سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ وقاضی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجے یا اپنا سہاگ لیجیے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امد آئیں اور جل تھل بھر دیئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار مسجد کو ہو لیے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا حق و ندی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں“۔ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۲۰۸ فرید بک اسٹال لاہور)

آل قارون نواب احمد رضا خان بڑیچ کی ذکر کردہ اس حکایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) یہ موصوف جسے خان صاحب اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں زنانہ لباس پہنتے تھے جو مردوں پر حرام ہے بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(۲) لباس بھی سرخ یہ بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔

(۳) زیورات جو ظاہر ہے طلائی ہوں گے یہ بھی مردوں کے لیے حرام۔

(۴) موصوف نماز جمعہ تک نہیں پڑھتے تھے اور اس مبارک وقت میں بازاروں میں

گھومتے تھے جو ابغض البلاد الی اللہ ہیں۔

(۵) موصوف کا دعویٰ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود وہ معاذ اللہ کسی کی بیوی ہیں۔

(۶) ان صاحب کا دعویٰ تھا کہ ان کے خاوند جی لایموت جس کی شان اللہ اکبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خاوند ہیں۔ استغفر اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

اب ان تمام کفریات و بکواسات کے باوجود بقول نواب بریلی کے یہ موصوف اللہ کے اتنے بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ ان سے دعاؤں کی درخواست کرنے آتے تھے ان کی دعاؤں سے بارشیں برستی تھی قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات و غیر شرعی امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے کے لیے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں۔

اسی طرح ان کی سوانح حیات میں ایک مجذوب کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

”(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلوی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا.....“

(حیات اعلیٰ حضرت: ج ۱ ص۔ تجلیات امام احمد رضا: ص ۷۷ برکاتی پبلیشرز کراچی)

کہیے یہاں تو ایک مجذوب عورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کر رہے ہیں اور دوسرے مجذوب صاحب ہمیشہ ننگے رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لینے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دو واقعات کا دیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ماموں کے متعلق تصور کر لیں۔

ماکان جوابکم فہو جوابنا

رابعاً: معترضین ”ملفوظات“ کی عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے

ہیں۔ معترضین اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۲ کا حوالہ دیتے وقت اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۳ یعنی اس سے اگلے صفحے کی عبارت بھی نقل کر دیتے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت

پیش نہ آتی۔ اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا قول موجود ہے کہ ان کی انہی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترک تعلق کر دیا تھا اور ان کے لیے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو:

”گو میرے ماموں تھے مگر پھر بھی میں نے ان کی مصلحت کی خاطر ان سے بالکل کنارہ کر لیا تھا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے بھی روحانی دستگیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ماموں کے پاس مت بیٹھا کرو خارش ہو جائے گی۔ اہل تعبیر نے بتایا کہ خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق کا برا اثر پڑتا ہے جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور اہر دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور اٹلی پریشانی بڑھ گئی تو ادب سے عذر کر دیا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی یعنی میں نے ان کو خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا حال اور قال شریعت کے موافق ہو جائے۔“

(الافاضات الیومیہ: ج ۹ ص ۲۱۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

پس جب خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیکر ان سے لاتعلقی کا ظہار کر دیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کھلا ہوا دجل و فریب نہیں؟

باقی جو بعض معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشنام طرازی کرتے ہوئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو..... یا تھانوی کو ان کے ماموں کی نسبت سے..... ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دیوبندیوں کو برا نہیں منانا چاہیے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر

احمد رضا خان کو ”آوارہ کتا“ کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا	تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
------------------------------	---------------------------

(حدائق بخشش: حصہ اول، ص ۴۴ مدینہ پبلیشنگ کراچی)

باز آ اپنی خوئے بد سے یار	ورنہ ہم بھی سنائیں گے دو چار
---------------------------	------------------------------

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں:

میاں شیر محمد شر قپوری کے بارے میں ان کے سوانح نگار نے لکھا:

”شر قپور شریف کا واقعہ ہے میاں صاحب ایک صبح اپنے مکان میں بیٹھے تھے ان کا مکان رفتہ رفتہ ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا چانک ایک بڑھیا اندر چلی آئی اور بڑے درد سے بولی بابا! بابا تم بہت سے لوگوں سے سلوک کرتے ہو میری بھی ایک آرزو پوری کر دو۔ مسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میاں صاحب نے نرمی سے کہا مائی درود شریف پڑھا کرو اور پڑھتے وقت خیال کر لیا کرو کہ تم وہیں ہو۔ بڑھیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درود شریف پڑھا اور بے اختیار پکار اٹھی ”خدا کی قسم میں روضے کے سامنے ہوں۔ میں روضے کے سامنے ہوں۔“ میاں صاحب کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

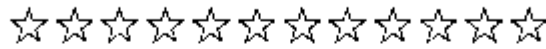
”لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتے“

بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لیے کہا تھا نقل میں تبدیلی ناروا ہے اس لیے یہاں بحسنہ سیہ لفظ دہرایا ہے وہ اس طرح اپنا نفس مارتے تھے۔ یہ شیوہ میاں صاحب ہی کا نہیں تھا ناموروں میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ (منبع انوار: ص ۴۹ مطبوعہ اولیٰ بک اسٹال گوجرانوالہ)

اس کتاب کو مرتب کرنے والے بریلوی پیر طریقت جمیل احمد شر قپوری کے صاحبزادے جلیل احمد شر قپوری ہیں۔ بقول بریلویوں کے خود کو ”بھڑوا“ کہنا نفس کو مارنے کا ایک طریقہ ہے اور اس کی نامور لوگوں یعنی بزرگان دین میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اب اگر ہم اس واقعہ پر شرم و حیا کا جامہ اتار کر اسی طرح لب کشائی کریں جس طرح رضا خانی ملفوظات کی عبارت پر کرتے ہیں تو یقیناً انہیں برا نہیں لگنا چاہیے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

الحمد للہ راقم کا یہ دعویٰ آج پھر سچ ثابت ہوا کہ میرے اکابر کی یہ کرامت ہے کہ رضا حسانی معترض ان کی جس عبارت پر اعتراض کریں گے اسی مفہوم کی عبارت ان کے گھر سے بھی نکل آئے گی۔



اہل السنۃ والجماعۃ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
عبارات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

لاہور (تحقیقات اہل السنۃ والجماعۃ) (الہند)

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

”علمائے دیوبند اور تو حید خد اوندی“

یہ عنوان قائم کر کے مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”علمائے دیوبند کی تو حید لمحہ فکر یہ

آج دیوبندی بڑے موحد اور تو حید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں ہم ان کے تو حید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ ان کے موحد ہونے کا اندازہ لگائیں۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۹)

جواب: الحمد للہ! ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ تو حید پر کار بند ہیں اسی عقیدے کے مبلغ ہیں اور رضا خانی مشرک، شرک کی کھیتی کے کسان ہیں۔ رضا خانیوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہی تو حید و شرک کا ہے۔ رضا خانیوں کو تو ”تو حید“ کے لفظ سے ہی خدا واسطے کا بیر ہے ترجمان رضا خانیت کیوں عوام کو دھوکا دیتا ہے تمہارے نزدیک تو تو حید ہے ہی وہابیوں کی ایجاد ہے۔ ملاحظہ ہو تو حید سے ان کی دشمنی۔

بریلویوں کی تو حید دشمنی

از قلم: فاتح رضا خانیت حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تو حید کی تصدیق کے بغیر ایمان جس طرح معدوم ہوتا ہے ایسے ہی محبت رسول ﷺ کے بغیر دعویٰ اسلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دعویٰ عشق رسالت ﷺ ہی کا اظہار تھا کہ علمائے دیوبند نے دین کے ہر میدان میں اول دستے کے طور پر کام کیا (یہ ایک الگ موضوع ہے)۔

دونوں چیزیں (۱) تو حید خد اوندی (۲) اور محبت رسول ﷺ ایمان کی بنیادیں ہیں بلکہ

اصل ایمان ہیں۔ ان ہر دو میں سے کسی کا بھی انکار کفر اور زندقہ ہے۔ دعویٰ توحید عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر سراسر کفر ہے، اور دعویٰ عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم توحید کے بغیر شرک محض ہے۔ بالفاظ دیگر عشق رسالت سے صرف نظر کرنے والا موحد اگر دین خوارج کا پیروکار ہے تو توحید کے اقرار اور تصدیق کے علاوہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سرتاپا کفر، الحاد، شرک اور دین ابوطالبی کا اتباع ہے۔ ہماری مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو خود کو ”رضا خانی بریلوی“ کہلاتے ہیں اور توحید سے ان کو ایسی چیز اور الرجی ہوتی ہے کہ اس سے بغض وعداوت کا اظہار ان کے چہروں کے خدو خال سے بھی ہونے لگتا ہے۔ یہ لوگ توحید کا انکار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور لفظ توحید کا مذاق اڑا کر اپنا شمار مشرکین کی فہرست میں کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے،

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے	خصوصاً مشرکوں کی بد ادا سے
--------------------------	----------------------------

لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے:

قارئین اہلسنت وجماعت! قرآن مجید کے آخری پارے کی سورۃ سورہ اخلاص (قل هو اللہ احد) کون سے مسلمان کی نظروں سے اوجھل ہے، مفسرین کرام نے اس سورت کے جہاں بہت سے مختلف ناموں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ”سورۃ التوحید“ بھی ہے گویا لفظ ”احد“ اور ”واحد“ سے صرف نظر خود لفظ ”توحید“ بھی قرآن کی ایک سورۃ مبارکہ کا نام ہے۔

مشہور مفسر اہلسنت امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واعلم ان كثرة الالقاب تدل على مزيد الفضيلة والعرف يشهد لما ذكرنا فاحدها سورة التفريد وثانيها سورة التجريد وثالثها سورة التوحيد“۔

(تفسیر کبیر: ج ۱۱ ص ۳۰۷)

اس جگہ علامہ رازی رحمہ اللہ نے سورہ اخلاص کے ایک نام سورہ توحید کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وسميت بها لما فيه من التوحيد ولذا سميت ايضا بالاساس فان التوحيد

اصل لسائر اصول الدین“۔ (روح المعانی: ج ۱ ص ۲۹۳)

اس مقام پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کو سورہ توحید کے نام سے یاد فرمایا اور اسی طرح تفسیر منیر صفحہ ۴۶۱ میں بھی اس کو سورہ توحید کہا گیا۔

لفظ توحید کا ثبوت احادیث سے:

(۱) ان عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا ضعی اشتري كبشين . قال فيذبح احدهما عن امته من اقر بالتوحيد . الخ۔

(مسند امام احمد: ص ۹۱۲ رقم الحدیث ۲۵۲۷۱)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح فرمائے اور فرمایا ان میں سے ایک توحید کا اقرار کرنے والوں کی طرف سے ہے۔

(۲) ان عمروا سال النبی ﷺ عن ذالك فقال اما ابوك فلو كان اقر بالتوحيد فصبت وتصدقت عنه نفع ذالك۔

(مجمع الزوائد: ج ۴ ص ۱۹۵، مسند احمد: ج ۱۰ ص ۱۷۶)

عاص بن وائل (جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد تھے اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے) اور ہشام بن زید (جو کہ عاص بن وائل کے بیٹے اور صحابی تھے) اپنے والد کی طرف سے اپنے حصہ کے پچاس بدنہ کا نحر کر دیا، عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا کہ (میں ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ توحید کا اقرار کرتا تھا تو اس کی طرف سے صدقہ کر لو اس کو فائدہ پہنچے گا۔

لفظ توحید کا استعمال اہلسنت کے ہاں:

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ؛ حضرت سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک

جماعت سے آیت رہما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا اذا خرج اهل التوحيد من النار وادخلوا الجنة یود الذین کفروا لو

کا نوا مسلمین۔ (ترمذی: ج ۲ ص ۹۳)

[ترجمہ] جب اہل توحید (یعنی مسلمان موحدین) کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے (بیان القرآن)

(۲) امام ترمذی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں کہ:

”ووجه هذا الحديث عن بعض اهل العلم ان اهل التوحيد سيدخلون الجنة... الخ“

[ترجمہ] یعنی اہل علم نے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اہل توحید (یعنی موحد مسلمان) کو عنقریب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۳) ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے جھوٹی قسم کھائی لا الہ الا اللہ کے ساتھ اللہ

نے اس کی مغفرت کر دی اس حدیث میں امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”من قبل التوحيد“۔ (مسند احمد: ج ۱۱۲۴ عن ابن زبیر)

(۴) علامہ بیضاوی رحمہ اللہ وہم بذکر الرحمن ہم کافرون کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ای بالتوحيد“۔

(۵) ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”انما جاء الانبياء لبيان التوحيد“۔ (شرح فقہ اکبر: ج ۱۱)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اعلم ان للتوحيد اربع مراتب“۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر احادیث اور علماء اہلسنت کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لفظ ”توحید“ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال شدہ لفظ ہے اور قرآن کی ایک مکمل سورۃ کا نام سورۃ توحید ہے اور توحید والے ہی جنت میں جائیں گے۔ ہم نے یہاں لفظ توحید اور عقیدہ توحید کی اہمیت کی وجہ سے چند ہی اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے ورنہ توحید کا تعلق اعتقاد سے ہے کتب اسلام اس کے استعمال کے اثبات سے بھری پڑی ہیں۔

موجود ہیں جو غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے وہ پیشانی پہ داغ شرک لگوا یا نہیں کرتے ان تمام حوالوں کے بعد شاید کوئی کوڑھ مغز، عقل و خرد اور جاہل مشرک ہی اس لفظ کا انکار کر سکتا ہے ورنہ عقل مند کے لیے اتنے دلائل کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کسی گاؤں دیہات کے باسی لاعلم مسلمان سے بھی اس توحید کے اعتقاد کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اس کی اہمیت بیان کر دے گا۔

لیکن افسوس! صد افسوس! کہ ہمارا جن لوگوں سے پالا پڑا ہے وہ اگرچہ خود کو اہلسنت کہلاتے ہیں مسلمان اور عاشق رسول ہونے کے دعویدار ہیں لیکن توحید کا یکسر انکار کر دیتے ہیں اور اس کے خلاف ایسی مویشگافیاں ان کی کتب میں پائی جاتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

بریلویوں کی توحید دشمنی:

بریلوی جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی لکھتا ہے کہ:

”وہابیوں نے سات لفظ اپنی مرضی سے اپنے دین میں ایجا و کر لیے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ نہ آج تک کوئی ثبوت دے سکا (۱) لفظ توحید (۲) لفظ موصد۔ کتب تصوف میں وہابیوں نے ہی ان لفظوں کی ملاوٹ کی ہے۔ اولیاء اللہ خلاف قرآن وحدیث ایسے لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے“۔ (شرعی استفتاء: ص ۱۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

قارئین اہلسنت! ہمارے مذکورہ حوالہ جات دیکھ کر خود ہی فیض نہ کر لیجیے کہ ان الفاظ کو ہم نے ایجا دیا ہے یا خود مفسرین بلکہ مسند احمد کی روایت میں تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت ہے۔

علم و عمل کی یہ کوتاہی قلب و نظر کی سیہ گراہی آج کا انسان تو بہ کتنا ہے انجام سے غافل یہی صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مقالات غوث اعظم میں لفظ توحید اور لفظ موصد کا استعمال کرنا بعد کی ملاوٹ ہے بھلا غوث اعظم

ایسے لفظ کیوں استعمال فرماتے جو اللہ و رسول کو پسند نہیں۔“

(شرعی استفتاء: ص ۲۴، نعیمی کتب خانہ لاہور)

اس کا تو ہم اثبات کر چکے ہیں کہ لفظ توحید کس کی ایجاد ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لفظ کا استعمال فرما چکے ہیں لیکن آپ کو وہ پسند نہیں؟ سچ کہوں۔۔ تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے، دشمنی ہے، دعویٰ عشق صرف ظاہری نمود و نمائش کے لیے ہے تاکہ ناواقف اور دین سے نا آشنا مسلمانوں کا ایمان اور مال لوٹ کر ابلیسی مشن کی تکمیل کر سکو اور اپنے شکم کی آگ بجھا سکے۔ اللہ عقیدے کی بدبختی سے بچائے۔ آمین۔

حضرت کی ہرزہ بانی کچھ مستند نہیں کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کیسے سنی تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے انہوں نے اس لفظ کا استعمال اس لیے کیا ہے کہ میرے اور ان کے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت جیلانی رحمہ اللہ کوئی بدعتی بریلوی تو تھے نہیں کہ ان کو یہ لفظ ناپسند ہوتا اور بعد کی ایجاد معلوم ہوتا۔

صاحبزادہ افتخار احمد گجراتی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

”اللہ و رسول کو لفظ ایمان اور لفظ مومن۔۔۔ وغیرہ۔۔۔ پسند تھے نہ کہ توحید اور موحد۔“

(ایضاً: ص ۲۴)

نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”جب آدمی کے دل سے نور توحید کی نعمت سلب کر لی جاتی ہے۔۔“ صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ و تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”**اقول**۔۔ یہ نور توحید کیا چیز ہے؟ اس کا ثبوت دو جب لفظ توحید ہی ثابت نہیں تو نور توحید کہاں سے آگیا؟“

قارئین کرام! غور فرمائیں توحید سے بغض و عداوت کس وافر مقدار میں موجود ہے اور شرکیہ جراثیم کا کتنا گہرا اثر ہے توحید کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے

تعارف کے لیے مزید دلائل درکار ہیں؟ جو اس قدر اسلام دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔

بریلوی حضرات کے کئی القاب والے مولوی فیض احمد اویسی بریلوی لکھتا ہے کہ:

”توحیدی عقیدہ رسالت و ولایت سے دور کرنے کی ایک یہودیانہ سازش ہے۔“

(فضل الوحید: ص ۹)

استغفر اللہ والعیاذ باللہ ”توحیدی عقیدہ“ کو یہودیانہ سازش کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ جملے کی اس طرح توہین کرنا کیا یہ حرکت اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا ایسے توحید دشمنوں کا اسلام میں کوئی حصہ ہے؟

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہوگی ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

مولوی فیض احمد اویسی بریلوی ”استعمال توحید کی بدعت“ کا عنوان بنا کر لکھتا ہے کہ:

”جو لوگ توحید پر زور لگا رہے ہیں وہ خود کو بدعت کا دشمن بتاتے ہیں لیکن یہ (توحید کے استعمال

کی) بدعت سے اتنی محبت کیوں کہ اسلام کی اصلی اصطلاح کے بجائے نوپید (بدعت) کو اپنا اوڑھنا

پچھونا بنا رکھا ہے۔“ (فضل الوحید: ص ۲)

اگر قرآن و حدیث سے ادنیٰ تعلق بھی ہوتا تو اس لفظ کو بدعت کہنے کی جرأت کبھی نہ کرتے

لیکن صد افسوس کا مقام ہے بریلوی مذہب کے لیے کہ ان کو آج تک کوئی اہل فہم رہنما میسر ہی نہ

ہو سکتا جو ان کی صحیح رہنمائی کرتا۔

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے ذروں سے یہ خورشید چھپا ہے نہ چھپے گا

مولوی نعیم الرحمن بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”لفظ توحید کی ایجاد ہی توہین نبوت کے لیے ہوئی ہے۔“ (شرعی استفتاء: ص ۱۳)

ہم نے ثابت کر دیا کہ اس لفظ کو نہ صرف قرآن نے استعمال کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان

صحابہ کرام اور علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں اس لفظ کا ذکر کیا مولوی نعیم الرحمن صاحب کھل

کران کے بارے میں کچھ تبصرہ کرنا پسند فرمائیں گے؟

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے کیا جواب دو گے تم خدا کے سامنے قارئین اہلسنت و جماعت! یہ بات سمجھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ توحید کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی کس قدر اہمیت ہے؟ کیونکہ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کو سنتے ہی مسلمان کے دل و دماغ میں اس کا پورا تعارف ابھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے جو ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت میں مشرکین مکہ سے بھی گئے گزر رہے ہیں اس لیے ان دشمنان توحید کے سامنے توحید کا کچھ تعارف بھی کروا دیتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”توحید کا معنی اللہ قدوس کی ذات کو معبودیت میں ہر ایک چیز سے مقدس و مجرد ماننا ہے جو وہم و گمان میں آ سکتی ہو (یعنی تصورات و خیالات میں آنے والے کسی شے، کسی فرد، کسی ہستی کو بھی لائق عبادت نہ جانے صرف اللہ کو معبود برحق مانے) توحید تین چیزوں کا نام ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے رب ہونے کے اعتبار سے ثانیاً اس کی وحدانیت کا اقرار ثالثاً اس سے ہر شریک کی نفی کرنا۔“ (التعریفات: ص ۳۷ ردوار اکتب العلمیہ بیروت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”قالتوحید اثبات الہیۃ المعبود و تقدیسہ ونفی الہیۃ ما سواہ۔“

(التقان فی علوم القرآن: ج ۲ ص ۳۱۵ ردوار اکتب العلمیہ بیروت)

[ترجمہ] پس توحید یہ ہے کہ معبود کی الوہیت اور ہر عیب سے اس کا پاک ہونا ثابت کیا جائے اور اس کے ما سوا سے الوہیت کی نفی کی جائے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ بریلوی جس توحید کا انکار کر رہے ہیں وہ کس قدر اہم اور لازمی چیز ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن تین چیزوں پر مشتمل ہے ان میں سے ایک ”توحید“ ہے اسی لیے سورہ اخلاص کو ثلث قرآن کہا جاتا ہے کہ وہ پوری کی پوری توحید پر مشتمل ہے۔

”قال ابن جریر: القرآن یشتمل علی ثلاثة اشیاء التوحید والاخبار و
الدیانات ولهذا كانت سورة الاخلاص ثلثه لانها تشمل التوحید کله“۔

(الاتقان: ج ۲ ص ۲۴۹ طبع بیروت)

آج بریلوی اس توحید کا انکار کر کے گویا ثلث قرآن کا انکار کر رہے ہیں اب ہمارے قارئین
خود فیصلہ کر لیں کہ جو قرآن ہی کے منکر ہوں کیا وہ لوگ کبھی مسلمان ہو سکتے ہیں؟

توحید کا مطلب بریلوی کتب سے بھی ملاحظہ فرمائیں:

مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید کا ذکر ہے دوسرے میں توحید کی نوعیت کا ذکر“۔

(رسائل نعیمیہ: ص ۲۸۰)

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتا ہے کہ:

”اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل
کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان داو عطفہ تک کی گنجائش نہیں“۔

(ضرورت توحید: صفحہ آخر)

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ پورا کلمہ ہی توحید ہے تو پھر اس کا انکار اس کا مذاق اڑانا کس قدر
ناروا اور غیر مناسب حرکت ہے اور اسلام دشمنی کی کیسی کھلی نشانی ہے توحید سے عداوت کی کیسی
واضح دلیل ہے۔

احباب کی یہ شان حریفانہ سلامت دشمن کو بھی یوں زہرا لگتے نہیں دیکھا
اے مسلمانو! خدا را انصاف فرمائیے اپنے ہوش و حواس کے دائرے میں رہتے ہوئے دل و
دماغ کو حاضر کر کے خوف خدا اور حب مصطفیٰ ﷺ اور روز جزا کے حساب و کتاب اور جہنم کی
ہولناکیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بتائیے کہ کیا توحید جو کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے توحید جو
کہ ثلث قرآن کا مضمون ہے توحید جو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا پسند فرمودہ جملہ ہے توحید

جس کے ذکر سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس عقیدے کو ”یہودیہ سازش“، ”توہین نبوت“، ”بدعت“، ”وہابیوں کی ایجاد“، ”اللہ و رسول کا ناپسندیدہ لفظ“ جیسے القابات سے نوازا گیا کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی اس کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں مسلمان تو بہت دور کسی مشرک بلکہ شیطان سے بھی توحید کی توہین ان الفاظ سے آپ کو نہیں ملے گی۔

لیکن افسوس کہ نام نہاد مسلمان عشق رسالت کا دعویٰ کرنے والے دین کے یہ لٹیرے کس ویدہ دلیری سے اس عقیدے کی تردید کر رہے ہیں کیا اس سے بڑھ کر ظلم، زندقہ، الحاد کی مثال دنیا کے کسی بھی کافر، مشرک و شیطان سے مل سکتی ہے؟

انبیاء علیہ السلام ساری زندگی جس عقیدے کی ترویج کے لیے تکالیف و مصائب جھیلے رہے اور خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی و ابی) جس عقیدے کی ترویج و اشاعت کے لیے دن رات، سردی و گرمی میں کوشاں رہے اور جس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہ ہانے کا حق دار نہیں اس عقیدے کی یوں توہین کرنا بریہویت کو کس سمت دھکیلتا ہے؟

اے سنی مسلمانو! کیا توحید سے دشمنی آپ کے مذہب میں قابل قبول ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس سے عداوت و دشمنی کی بناء پر بریلوی رضا خانی اسلام کے دعوے میں سچے کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟۔

آخر میں امت بریلویہ کے دام فریب کے اسیر حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے حق کو سمجھیے اور ہر بات میں اپنے بڑوں کی بات کو حرف آخر سمجھنے کے بجائے طلب حق اور اسلام پسندی کا مادہ پیدا کیجیے اور ان توحید دشمنوں کا اتباع اور پیروی اختیار کر کے خود کو جہنم کا ایسندھن مت بنائیے۔ اللہ مجھے اور آپ کو حق کا دلدادہ اور راہ توحید پر ”نور سنت“ کے ذریعہ گامزن فرمائے۔ آمین۔

عقیدہ خلف و عید:

اعتراض۔۔ [۱]

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: پس اگر مسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زاید از قدرت ربانی باشد پس ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال بالذات ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسانی قدرت اللہ کی قدرت سے زائد ہو جائے۔“ (یک روزہ قری: ص ۱۷، ۱۸ طبع ملتان)

”دیوبندی مذہب کے قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ امکان کذب باری معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۲۷)

”امکان کذب سے مراد دخول کذب باری تعالیٰ ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۱۰)

دیوبندی محدث خلیل احمد میٹھوی لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کذب پر قادر ہے۔“

(براہین قاطعہ: ص ۲۷۸ طبع کراچی)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی مفہوم کا بیان کیا ہے۔

(بوادر النواذر: ص ۲۱۰ طبع لاہور)

دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ کذب متنازع فیہ صفات ذاتیہ میں داخل ہیں بلکہ صفات فعلیہ میں داخل ہے۔ (الجدد المنقل: ج ۲ ص ۴۰ طبع لاہور)

(دیوبندیات کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۹، ۵۰)

یہ حوالے ”دیوبندی مذہب“ نامی کتاب کے صفحہ ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ”دیوبند سے بریلی“ نامی کتاب کے صفحہ ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ”باطل اپنے آئینہ میں“ نامی کتاب کے صفحہ ۳۲، ۳۳، ”الحق المبین“ نامی کتاب کے ص ۶۱، ”فیصلہ کیجیے“ نامی کتاب کے صفحہ ۶۱، ”الکوکبۃ الشہابیہ“ نامی کتاب کے صفحہ ۱۵ پر بھی نقل کیے گئے ہیں۔

جواب: قارئین کرام! رضا خانی معترضین کا دجل و فریب کا اندازہ اس سے لگائیں کہ

عنوان تو یہ قائم کیا: ”اللہ جھوٹ بول سکتا ہے“ مگر جو حوالہ جات دیئے ان میں کہیں بھی مندرجہ بالا جملہ دکھانے والے کو رقم کی طرف سے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ پس جو عنوان رضا خانی

نے قائم کیا تھا اس کو ثابت نہ کر سکا تو جواب کی بھی چنداں حاجت نہ رہی۔ مگر چونکہ تو حید خداوندی کے یہ دشمن مشرکین پاک وہند علم سے کورے رضا خانی اپنی مختلف کتب و تقاریر میں ان حوالہ جات کو وقتاً فوقتاً پیش کر کے لایعنی اعتراضات کرتے پھرتے ہیں اس لیے ہم ذرا تفصیل سے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

تہمت بر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ امکان کذب

اکابر دارالعلوم دیوبند پر کذب الہی کے بہتان کا پس منظر اور اس کی حقیقت:

بریلوی مذہب کے علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”مولوی محمد اسماعیل (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے تقویۃ الایمان میں لکھ دیا کہ: اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے، اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کا ہے پر چھڑی تھی؟ ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرام الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل وہمسر، حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقلی“۔ (ماخوذ: تقدیس الوہبیت: ص ۱۱)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر کا خلاصہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال ہے“۔ (احمد رضا خان)۔۔۔ [یعنی تمام

صفات میں آپ جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں قدرت میں نہیں؟ ساجد]

”اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت“۔ (احمد رضا خاں)

۔۔۔ [ختم نبوت ناقابلِ شرکت یعنی ختم نبوت کی وعدہ خلافی تو تب لازم آئے گی کہ جب اللہ تعالیٰ

آپ جیسا یا اور کوئی نبی پیدا فرمادے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے پیدا کرنے کی تو نہیں ہو رہی: ساجد]

”امکان مثل مستلزم کذب الہی“۔ (احمد رضا خاں)۔۔۔ [یعنی اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے یا دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت تسلیم کر لی جائے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی: ساجد]

قارئین! بات صرف قدرت کی تھی مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کذب الہی کا نہ کوئی لفظ ہے اور نہ کوئی شوشہ، اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہیں آتا تھا، عوام کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الہی کے رنگ میں بدل دیا تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعوے میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا، جس کی کچھ تفصیل زیر نظر باب میں ہے۔

خیال رہے کہ شاہ صاحب شہید کی شہادت کے ساٹھ، ستر برس بعد جناب احمد رضا حناں بریلوی کے ایک خاص ساتھی جناب مولوی عبدالسمیع رامپوری نے بدعات کی تائید میں ایک کتاب ”انوار ساطعہ“ تحریر فرمائی اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔ انتہی۔

اس کتاب ”انوار ساطعہ“ کے رد یعنی جواب میں جناب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”براہین قاطعہ“ تحریر فرمائی، اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ

قدماً میں اختلاف ہوا کہ خلف وعید (یعنی جہنم کی سزا کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے) آیا جائز ہے کہ نہیں۔۔۔ اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔۔۔ امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماً (یعنی پہلے مشائخ) میں مختلف فیہ ہو چکا ہے، (تفصیل آگے آرہی ہے)

پس جناب احمد رضا خان بریلوی کو اس مذکورہ بالا عبارت پر ایسا طیش آیا کہ وہ حریم شریفین جا پہنچے اور وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کذب الہی کے قائل ہونے کے الزام پر کفر کا فتویٰ اس لیے حاصل کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے اور فتویٰ کی عبارت خود گھڑی کیونکہ مذکورہ بالا عبارت پر کفر کا فتویٰ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

مقدمہ [۱] حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام اور اس الزام کی حقیقت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز پر تکذیب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان؛

جناب احمد رضا خان بریلوی حسام الحرمین کے صفحہ ۱۲ پر حضرت گنگوہی کے متعلق لکھتے ہیں:

”وَمِنْهُمْ الْوَهَابِيَّةُ الْكَذْبِيَّةُ اتَّبَعَ رَشِيدُ أَحْمَدَ الْنُكُوْهُيَّ تَقْوِلُ أَوَّلًا عَلَى الْمَحْصَرَةِ الصِّدِّيَّةِ تَبَعًا لَشَيْخِ اسْمَاعِيلِ الدَّهْلَوِيِّ عَلَيْهِ مَا عَلَيْهِ بِإِمْكَانِ الْكَذْبِ وَقَدْ رَدَّدْتَ عَلَيْهِ هَذَا بِأَنَّهُ فِي كِتَابٍ مُسْتَقِلٍّ سَمِيَّتُهُ سُبْحَنَ السُّبُوحِ عَنْ عَيْبِ كَذْبٍ مُقْبُوحٍ (إِلَى قَوْلِهِ) ثُمَّ تَمَادَى بِهِ الْحَالُ فِي الظُّلْمِ وَالضَّلَالِ حَتَّى صَرَّحَ فِي فَتَوَى لَهُ (قَدْ رَأَيْتَهَا بِمُخْطَئِهِ وَخَاتَمَهُ بِعَيْنِي وَقَدْ طُبِعَتْ مَرَارًا فِي بَدْيَيْهِ وَغَيْرَهَا مَعَ رَقْعَاهَا) إِنَّ مَنْ يَكْذِبُ اللَّهَ تَعَالَى بِالْفِعْلِ وَيَصْرَحُ أَنَّهُ سَخَنُهُ وَتَعَالَى قَدْ كَذَبَ وَصَدَّرَتْ مِنْهُ هَذِهِ الْعَظِيمَةُ فَلَا تَنْسَبُوهُ إِلَى فُسْقٍ فَضْلًا عَنْ ضَلَالٍ فَضْلًا عَنْ كُفْرٍ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَثَمَةِ قَدْ قَالُوا بِقِيلِهِ وَإِنَّمَا قَصَارَى أَمْرِهِ أَنَّهُ مَخْطُئٌ فِي تَأْوِيلِهِ... أَوْلَيْكَ الَّذِينَ أَصْحَبَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَاعْمَى أَبْصَارَهُمْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“۔ (ماخوذ: حسام الحرمین)

[ترجمہ] تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیرو طائفہ اسماعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا، جس کا نام ”سجن السبوح عن عیب کذب مقبوح“ رکھا، پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، اس نے کہا، بس نہایت کا رہا ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی، یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھیں کر دیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(ماخوذ حسام الحرمین)

قارئین! جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر میں ہے یعنی ”ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا۔“

یہ فتویٰ جو کئی بار چھپا اس کا ثبوت نہ احمد رضا خاں کی کتابوں میں ہے اور نہ دنیا کے کسی کو نے میں ہے اور نہ آج تک کوئی بریلوی مولوی مذکورہ فتویٰ کو ثابت کر سکتا ہے، آخر وہ فتویٰ ہے کہاں؟ جب مذکورہ فتویٰ کئی بار چھپا تو پھر جناب احمد رضا خاں نے اسی چھپے ہوئے فتویٰ پر کفر کا فتویٰ حاصل کیوں نہ کیا اور اپنی طرف سے عبارت کیوں گھڑی؟ آخر وہ کون سی محسبوری تھی؟ کسی بریلوی مولوی یا کسی بریلوی مذہب کے کسی اور آدمی کی جرأت ہے تو مذکورہ فتویٰ ثابت کرے۔ حضرت گنگوہی کی طرف ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے، بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے، بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے، بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر و ملعون سمجھتے ہیں جو

خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کرے، ہم اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور عقیدہ:

سوال: ذات باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: ”ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفۃ کذب کیا جاوے، معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور محن الف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔“

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

”البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز بے بس نہیں ہو گیا قادر ہے، اگرچہ اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔“

قال اللہ تعالیٰ ، ولو شئنا لا تینا کل نفس ہذا ولکن حق القول منی لا ملئ جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ (السجدة: ۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہو گیا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار (و مجبوری) سے نہیں وہ فاعل مختار ”فعال لما یرید“ جو چاہے کرنے والا ہے، یہ عقیدہ تمام امت کا ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آگے بطور ثبوت فرماتے ہیں:

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ: ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ (المائدہ: ۱۱۸) فلا عجز ولا استقباح فانک القادر القوی علی الثواب والعقاب الذی لایثب ولا یعقاب الا عن حکمۃ و صواب فان المغفرۃ مستحسنۃ لکل مجرم فان عذبت فعدل وان غفرت فضل و عدم غفران الشکر لمقتضی الوعد فلا امتناع فیہ لذاتہ لیسع۔ انتہی۔ (تفسیر بیضاوی: ج ۱)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا دانہ ہے۔]

[تفسیر] وہ (اللہ) نہ تو عاجز ہے اور نہ بے بس، تو بہت مضبوط اور قادر ہے ثواب اور عذاب دینے میں، اللہ وہ ہے جو ثواب اور عذاب نہیں دیتا ہے مگر اپنی رحمت سے، اور ثواب دے دے بے شک مغفرت احسان ہے ہر ایک مجرم کے لیے اور اگر سزا دے تو یہ انصاف ہے، اور اگر معاف کر دے تو یہ فضل ہے اور شرک کی مغفرت نہ ہونا وعید (سزا کی خبر) کی وجہ سے ہے ورنہ اپنی ذات۔“ (دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: کتاب العقائد)

آپ یہ پڑھیں کہ کذب کیا ہے؟

کذب کہتے ہیں واقع کے خلاف خبر دینے کو۔ یعنی جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے۔ بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”خُلف بایں معنی کہ متکلم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں۔“ (سبحان السبوح: ص: ۹۷)

قارئین! احمد رضا خاں بریلوی فرما رہے ہیں کہ: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“ تو کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی ہے وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلاً:

ایک ضروری وضاحت:

قرآن مجید میں ہے: **ان الله لا يغفر ان يشرك به**۔ (النساء: ۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا، یہ ایک سزا کی خبر ہے جس کو وعید بھی کہتے ہیں، لیکن کیا اللہ تعالیٰ اپنی خبر کے خلاف کرتے ہوئے کسی مشرک کو بخش سکتا ہے؟ اگر بخش دے تو یہ خلاف واقع بات ہوئی جس کا دوسرا نام کذب ہے جیسا کہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“

اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان والی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز ہے بس نہیں ہو گیا قادر ہے اگر چہ اپنے اختیار سے سن کرے گا۔“

قارئین! یہی وہ کذب ہے جس کی وجہ سے علماء دیوبند کو بدنام کیا جا رہا ہے، اور اس

کو خلف وعید کہتے ہیں جس کو آپ آگے تفصیلاً پڑھنے والے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصدیق بریلوی مذہب سے:

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”نیز اہل سنت (گروہوں) کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (و نیکی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر

دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے، اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر و ثواب دینا (اللہ پر) واجب ہے البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی موید (مددگار) ہیں۔“

(تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۱۰ راز علامہ سعیدی)

قارئین! علامہ سعیدی فرماتے ہیں ”اگر وہ (اللہ) کافروں پر اکرام کرنے اور (اپنے عذاب کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے) ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے۔ اور احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“ فیصلہ فرمائیں کہ احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریروں میں کیا فرق ہے؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصدیق امام رازی کی عبارت سے:

تفسیر کبیر میں ہے:

ثم قال تعالى ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ (المائدہ: ۱۱۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا داتا ہے۔

المسألة الأول: معنى الآية ظاهر وفيه سؤال وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفر لهم) والله لا يغفر الشرك. والجواب عنه من وجوه الثاني أنه يجوز على مذهبنا من الله تعالى أن يدخل الكفار الجنة وان يدخل الزهاد والعباد النار، لأن لملك ملکہ ولا اعتراض لاحد عليه۔

[خلاصہ] (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ان تغفر لهم (اور اگر بخش دے تو ان کو) کہنا کیسے جائز تھا حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے اور مشرک کی بخشش اللہ تعالیٰ نہیں فرمائیں گے۔ جواب نمبر دو (امام رازی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرماںبردار

عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دے، کیوں کہ تمام لوگ اس کی ملک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ (یہی اکابر دیوبند کا مسلک ہے) (تفسیر کبیر: المائدہ: ۱۱۸/ از امام فخر الدین رازی)
جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

فان قيل فعلى هذا يكون ذلك (ای اصابة البطيخ وتعذيب الكافر) واجبا
كما تقول المعتزله وهو باطل... الخ۔

(المعتزله المنتقد: ص ۸۲/ از فضل رسول۔۔۔ از احمد رضا خاں)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت یعنی نیکیوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے حالانکہ وہ باطل ہے۔
خیال رہے کہ جب کوئی چیز کسی پر واجب نہ ہو تو وہ چیز اختیاری ہو جاتی ہے یعنی اس پر اس کا اختیار ہے، چاہے کرے یا نہ کرے، یہی مضمون حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

{ بریلوی علماء و جماعت سے چند سوالات }

- (۱) مسئلہ امکان کذب کب سے چھڑا، کس نے چھیڑا اور کیوں چھیڑا؟
 - (۲) قدام (پہلے لوگوں) میں امکان کذب کے کون لوگ قائل ہیں اور کیوں ہیں؟
 - (۳) مسئلہ امکان کذب کن گروہوں میں مختلف فیہ ہے؟
 - (۴) مسئلہ امکان کذب کی اصل نوعیت کیا ہے؟
- بریلوی علماء کی جماعت مذکورہ سوالوں کا جواب دے دے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔

قارئین! قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ. (النساء: ۴۳)

[ترجمہ] اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب تم نشے میں مست ہو۔

اس آیت میں دو جملے اہم ہیں مثلاً (۱) نہ قریب جاؤ نماز کے (۲) جب تم نشے میں مست ہو۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں نماز سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ،

اب کوئی بد بخت سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن مجید سے یہ ثابت کرے کہ قرآن تو نماز سے روکتا ہے، تو کیا کسی حد تک اس کی بات صحیح نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ (العیاذ باللہ) پس یوں سمجھو کہ جو شخص کسی اپنے مخالف کو بدنام کرنا چاہے گا تو وہ اصل بات کو چھپائے گا اور محض ان جملوں یا اس بات کو ظاہر کرے گا جن سے مخالف پر الزام دھرنا مقصود ہوگا، یہی حال بریلوی علماء و جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے، تو اس لیے بحث مذکورہ میں بریلوی گروہ اور جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر دیوبند پر کذب الہی کا بہتان لگانے کے لیے اصل معاملہ اور اصل حقیقت کو چھپایا ہے، ہم آپ کو اصل حقیقت سے واقف کراتے ہیں۔

مقدمہ [۲] اہلسنت (گروہوں) اور معتزلہ کا اختلاف اور اس اختلاف کی

نوعیت:

ومعظمہ خلافاً مع الفرق الاسلامیۃ خصوصاً المعتزلۃ لانہم اول فرقة اسسوا قوا عد الخلاف لماورد به ظاہر السنۃ وجرئ علیہ جماعۃ الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین فی باب العقائد، وذلك لان رئیسہم واصل بن عطاء اعتزل عن مجلس الحسن البصری رحمۃ اللہ یقدر ان من ارتکب الكبیرۃ لیس بمومن ولا کافر، ویثبت المنزلۃ بین المنزلتین، فقال الحسن قد اعتزل عتاً، فسبوا المعتزلۃ، وهم سبوا انفسہم اصحاب العدل و التوحید لقولہم بوجوب ثواب المطیع وعقاب المعاصی علی اللہ تعالیٰ ونفی الصفات القدیمۃ عنہ۔

[ترجمہ] اور متقدمین کا زیادہ تر اختلاف اسلامی فرقوں خاص طور سے معتزلہ کے ساتھ تھا، اس لیے کہ وہ پہلا گروہ ہیں جنہوں نے عقائد کے باب میں اس چیز کے مخالف قواعد کی بنیاد رکھی جس کو ظاہر سنت نے بیان کیا اور جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت عمل پیرا رہی اور وہ یوں ہوا کہ ان کا سردار واصل بن عطاء حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس سے الگ ہو گیا، دریں حالیکہ وہ یہ ثابت کرتا تھا کہ

گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر، اور (اس طرح) وہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتا تھا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہماری جماعت سے الگ ہو گیا، چنانچہ ان کا معتزلہ نام رکھا گیا اور انہوں نے خود اپنا نام اصحاب العدل والتوحید رکھا، اللہ تعالیٰ پر اطاعت گزار کو ثواب اور گنہگار کو عذاب دینے کے واجب ہونے کا قائل ہونے اور اللہ تعالیٰ سے صفات قدیمہ کی نفی کرنے کی وجہ سے۔

(شرح العقائد (نسفی): ص ۲۴۱ پیج ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

خیال رہے کہ واصل بن عطاء معتزلہ کے سردار جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں، جن کی پیدائش ۲۱ھ میں ہوئی ہے، اور ان کی ماں جن کا نام حیرہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھیں، بعض کتب میں لکھا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ بھی پیا تھا، اور آپ کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا تھا۔

علم الکلام:

اس تمام بحث کا تعلق علم کلام سے ہے، اور علم کلام کیا ہے؟ متقدمین حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اور (ان کے بعد) تابعین کے عقائد ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے شکوک و شبہات سے پاک تھے، بعد میں جب نئے نئے فتنے سامنے آئے اور نئے نئے مسائل سامنے آئے، جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دی اور انہوں نے اجتہاد کر کے ان کو جواب دیئے اور جس علم سے تفصیلی دلائل کے ساتھ احکام علمیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام ”فقہ“ رکھا گیا، اور جس علم سے تفصیلی دلائل کے ساتھ اسلامی عقائد کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام ”علم“ رکھا گیا۔

آپ یہ تو پڑھ چکے ہیں کہ معتزلہ کا ظہور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا، حسن بصری

رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۱۰ھ میں وفات ہو گئی، اس کے بعد جب ۱۳۰ھ میں ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اور بغداد میں اس کا قائم کردہ ادارہ بیت الحکمت میں فلاسفہ یونان کی کتابوں کے تراجم شروع ہوئے تو مسلمانوں کا پہلی بار فلسفہ سے تعارف ہوا، دینی فلسفیوں کے گروہ کی قیادت معتزلہ کر رہے تھے، جب ۱۹۸ھ میں مامون نے محدثین کو جو معتزلہ کے مخالف تھے خلق قرآن کے مسئلہ میں بڑور طاقت معتزلہ کا ہمنوا بنانے کی ٹھان لی، اور بعض محدثین کو خلق قرآن کا قائل نہ ہونے کی بناء پر قتل کر دیا، مامون کے انتقال کے بعد معتصم اور واثق نے بھی مامون کی وصیت کے مطابق اس کا مسلک اختیار کیا اور محدثین بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ ماننے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال عزیمت کے نتیجہ میں خلق قرآن کا مسئلہ دم توڑ چکا تھا، مگر دوسرے مسائل زندہ تھے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ میں انتقال فرما چکے تھے، ان کے بعد کوئی طاقتور علمی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو اس صورت حال کا مفتابلہ کرتی، اس لیے اسلام کو ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو کتاب و سنت پر کامل صلاحیت رکھنے کے ساتھ عقلیت یعنی عقلی مہارت کے گلی کو چوں سے بھی اچھی طرح واقف ہو، اللہ تعالیٰ نے شیخ ابوالحسن اشعری کی شکل میں وہ جامع شخصیت عطا فرمائی، جن کا نام ابوالحسن علی اور باپ کا نام اسماعیل ہے، ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، مشہور صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں دنیاے اسلام کے ایک دوسرے علاقہ ماوراء النہر میں ایک دوسرے عالم شیخ ابو منصور ماتریدی نے علم کلام کی طرف توجہ دی، علم کلام میں شافعی علماء و متکلمین اشعری ہیں جو اشاعرہ کے نام سے مشہور ہیں اور حنفی علماء و متکلمین علم کلام میں ماتریدی ہیں۔۔۔ بلکہ کچھ معمولی اختلاف کے ساتھ ماتریدی اور اشعری ایک بھی ہو جاتے ہیں، جب یونانی فلسفہ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو مسلمان علماء و متکلمین اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور انہوں نے مخالف شریعت اصول کو رد کرنے اور ان ہی کی زبان میں بحث کر کے اسلامی عقائد کے عقل و نقل دونوں کے مطابق ہونے کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد سے

انہوں نے کلام میں کافی فلسفہ ملا دیا (فلسفہ کا لفظی معنی علم و حکمت یعنی سمجھ بوجھ اور فلسفہ کا تنقیدی معنی دانائی کا رعب ڈالنا)

علم کلام پر تنقید:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کلام کو زندیق کہا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ علمائے کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان سب کی پٹائی ہو، اور انہیں اونٹ پر سوار کر کے شہروں میں گھمایا جائے اور منادی کرائی جائے کہ یہ کتاب وسنت کو چھوڑنے والوں کی سزا ہے۔ (آخر یہ کیوں کہا گیا؟) وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے بزرگوں سے جو علم کلام کی مذمت منقول ہے وہ صرف چار اشخاص کے لیے ہے۔

(۱) اس شخص کے لیے جو دین میں متعصب ہو کہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

(۲) کم فہم کند ذہن کے لیے جو مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہو کر یقین کے بجائے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہو۔

(۳) اس شخص کے لیے جو فلاسفہ کی بے فائدہ اور غیر ضروری باتوں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

(۴) اس شخص کے لیے جس کا مقصد ضعفاء و کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے ان کے عقائد بگاڑنا ہو۔ (شرح العقائد: ص ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں ایک نئی بحث:

معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر یعنی واجبات کی ادائے گی اور گناہوں کا چھوڑنا حقیقت ایمان کا جز ہیں۔ اس کے بغیر نفس ایمان باقی نہیں رہتا اور کفر یعنی انکار کے نہ پائے جانے کے سبب کفر میں داخل بھی نہیں ہوگا، نتیجہ نہ مومن اور نہ کافر، اور خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر ہے، لیکن اہل السنۃ کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر نہیں، اجماع امت بھی اس پر ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر

آج تک امت کا اتفاق گناہ کبیرہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے واسطے دعا استغفار کرنے پر رہا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”اذا الكبيرة التي هي غير الكفر، لا تخرج العبد المومن من الايمان لبقاء التصديق الذي هو حقيقة الايمان خلافا للمعتزلة حيث زعموا ان مرتكب الكبيرة ليس بمومن ولا كافر، ولهذا هو المنزلة بين المنزلتين بناءً على ان الاعمال عندهم جزء من حقيقة الايمان ولا تدخله اي العبد المومن في الكفر خلافا للخوارج فانهم ذهبوا الى ان مرتكب الكبيرة بل الصغيرة ايضاً كافراً وانه لا واسطه بين الايمان والكفر“۔ (شرح العقائد)

گناہ کبیرہ کرنے والوں کی بخشش میں اختلاف:

لیکن معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کفر کے برابر ہے یعنی کافر اور گناہ کبیرہ کرنے والا جو بغیر توبہ کے مرگیا ہو، دونوں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور اہل السنۃ والجماعۃ والے کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف کر دیں گے، خواہ وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر مان (ومن قتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جهنم خالداً فيها۔ النساء: ۹۳) اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے گا اس میں ہمیشہ (ما یبدل القول لدی۔ (ق: ۲۹) بدلتی نہیں بات میرے پاس | غلط ثابت ہوتا ہے، یہی آیت میں عذاب کی خبر موجود ہے اور دوسری آیت میں بات نہ بدلنے کی خبر، پس اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور عذاب نہ دے تو ان آیات کا اپنی خبر میں معاذ اللہ خلاف ہونا لازم آئے گا، جو باطل ہے، لیکن اہل السنۃ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعید خلائی یعنی عذاب کی دھمکی کے خلاف کرنا جائز ہے، کیونکہ وعدہ حسیلانی تو مذموم و برا اور ناپسند ہے، مگر اپنی دھمکی کے خلاف کرنا برائی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”وَيَغْفِرَ مَا حُونَ ذَالِكْ لِمَنْ يَشَاءُ مِنَ الصَّغَائِرِ وَالْكِبَائِرِ مَعَ التَّوْبَةِ اَوْ بَدْوْنَهَا
خِلَافًا لِلْمُعْتَزَلَةِ“۔ [ترجمہ] اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے شرک کے علاوہ گناہ معاف
کر دیں گے خواہ صغائر ہوں یا کبائر، توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، برخلاف معتزلہ کے۔

وَالْمُعْتَزَلَةُ يَخْصُّصُونَهَا بِالصَّغَائِرِ وَبِالْكِبَائِرِ الْمَقْرُونَةِ بِالتَّوْبَةِ، وَتَمَسَّكُوا
الْوَجْهَيْنِ الْاَوَّلِ الْاَيَاتِ وَالْاَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِي وَعِيدِ الْعَصَاةِ۔ [ترجمہ] اور معتزلہ
مغفرت اور معافی کو صغائر کے ساتھ اور ان کبائر کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو توبہ کے ساتھ ہوں
اور انہوں نے دو طریقوں سے استدلال کیا ہے اول وہ آیات اور احادیث ہیں جو گناہ گاروں کی
وعید کے سلسلے میں وارد ہیں۔

”وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّ الْخُلْفَ فِي الْوَعِيدِ كَرَمٍ فَيَجُوزُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى، وَالْمُحَقِّقُونَ
عَلَى خِلَافَةِ كَيْفٍ وَهُوَ تَبْدِيلُ لِلْقَوْلِ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ
لَدُنِّي)“۔ [ترجمہ] اور بعض لوگوں نے کہا کہ وعید خلائی کرم ہے (یعنی اپنی دھمکی کے خلاف) تو
اللہ کی طرف سے جائز ہے، اور محققین اس کے خلاف ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے، دراصل حالیکہ یہ
بات کو بدلنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ (میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی)

(شرح عقائد)

مذکورہ عبارت کی تصدیق جناب احمد رضا خاں بریلوی سے:

وہ لکھتے ہیں: ”اہل سنت بالا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ عاصیان کبائر کر دگان و بے توبہ مردگان کے
امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے، مگر امکان
شرعی میں اختلاف ہوا، اہل سنت بالا جماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع (مانتے ہیں) اور یہ فرقہ وعید یہ
سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا (کہ اللہ
تعالیٰ عذاب کی خبر کے خلاف کر کے معاف کر سکتے ہیں یا نہیں) اے معتزلہ تمہارا استدلال تو جب
تمام ہو کہ ہم وقوع وعید (عذاب کی خبر کو) شرعاً واجب مانیں وہ ہمارے نزدیک حسباً الخلف
(معافی سے بدل سکتی) ہے تو عفو (معاف کرنا) جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوب عذاب کہ تمہارا

دعویٰ تھا ثابت نہ ہوا۔ (سبحان السبوح: ص ۹۸)

جب معتزلہ اس بحث میں ناکام رہے تو انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایک نیا شوشہ چھیڑا، اس لیے کہ اہلسنت اس سے ڈر کر ہمارے مسلک کی تائید کریں گے، انہوں نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کے وعدہ کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد بلا توبہ مر گئے ہوں معاف فرمادے ویں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہوگا، جس میں فرمایا ہے (بات بدلتی نہیں میرے یہاں) (ق: ۲۹) اور بات بدلنا جھوٹ کو ثابت کرتا ہے تو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہوگا، اور جھوٹ بولنا برا فعل ہے، (اور برائی سے اللہ تعالیٰ پاک، کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص تحت قدرت نہیں)

اہل السنۃ والجماعۃ کی معتبر کتاب شرح مواقف میں مرقوم ہے:

”اوجب جميع معتزلة والخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا توبة ولم يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعد بالعقاب على الكبائر واخبر به اى العقاب عليها فلولا يعاقب على الكبيرة وعفا لزم الخلف في وعيده والكذب في خبره انه محال والجواب غاية وقوع العقاب فاين وجوب العقاب الذى كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفاً ولا كذباً لا يقال انه يستلزم جوازها وهو ايضاً محال لانا نقول استخاله ممنوعة كيف وهما من الممكنات التى تشملها قدرة تعالى“۔

یعنی: تمام معتزلہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ بغیر توبہ کے مرے، اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے دو وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کبائر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کبائر پر عذاب کی خبر دی ہے، پس اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی، اور جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) ہے۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتلائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ ہے) یہ نہیں بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے، اس لیے وقوع کے ساتھ واجب (عذاب کا لازم) نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم نہیں ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب ہے) یہ نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم کرنا ہے، اور یہ جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہونا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور وعدہ خلافی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں۔ (شرح مواقف: ص ۲۰۳، ۲۰۴ رجز ثامن رالمقصد الخامس راج ۸ راز الامام القاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد، شارح السید الشریف علی بن محمد البحر جانی المتوفی ۸۱۶ھ مطبع مصر)

نتیجہ:

- (۱) اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی اور یہ کذب ہے اور کذب اللہ کے لیے محال یعنی تحت قدرت نہیں، یہ عقیدہ تمام معتزلہ اور خوارج کا ہے۔
- (۲) عذاب کا لازم نہ ہونا وعدہ خلافی اور کذب کو لازم نہیں، اس لیے کہ (اگر واقعی یہ کذب ہے تو یہ) کذب اور وعدہ خلافی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں، یہ عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں کی شہادت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”امام عمرو بن العلاء نے عمر بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا: اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے (پیشوائے معتزلہ نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی دھمکی) ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بے شک پورا فرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا تو عجبی ہے، میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجبی ہے بلکہ دل کا عجبی ہے، عرب وعدہ سے رجوع (پھرنے) کو نا اثق جانتے ہیں، اور وعید (سزا کی دھمکی) سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (پیشوائے معتزلہ) نے جواب دیا، کیا خدا کو اپنی ذات میں جھٹلانے والا ٹھہرائے گا، امام (اہل سنت) نے

فرمایا عمرو نے کہا کہ آپ کی حجت ساقط ہوگئی (یعنی دعویٰ غلط ہوا) اس پر امام (اہل سنت) ہند اور
لا جواب ہو گئے۔ (سبحن السبوح: ص ۹۳ / از احمد رضا خاں)

قارئین! آپ کے سامنے وہ حقیقت کھل گئی جو بحث مذکورہ کی بنیاد تھی، یعنی کذب
الہی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کذب کیوں چھیڑا؟ اور کب چھیڑا؟ اور یہ مسئلہ کن لوگوں کے
درمیان مختلف فیہ ہے؟ مزید تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

مقدمہ [۳] خلف وعید اور امکان کذب

قارئین: جو کچھ اوپر گزرا وہ سب کچھ اصل کو سمجھنے کے لیے تھا، اب ملاحظہ فرمائیں اصل
حقیقت:

جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری گزرے ہیں، انہوں نے بدعات کے جواز میں
ایک کتاب ”انوار ساطعہ“ تحریر فرمائی، اس میں انہوں نے نام لیے بغیر شاہ محمد اسماعیل شہید
رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا
ہے، انتہی۔

اس مذکورہ کتاب کے جواب میں جناب مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”براہین
قاطعہ“ تحریر فرمائی اور اس میں وہ شاہ صاحب کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:
”مسئلہ خلف وعید قدام میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید (نئے سرے سے) کسی
نے نہیں نکالا بلکہ قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں، چنانچہ درمختار میں
ہے: ”هل يجوز الخلف في الوعيد فظاهر ما في المواقف والمقاصد ان لا شاعرة
قائلون يجوز له لانه لا يعد نقصاً بل جواد وكرماً... الخ“ خلف وعید جائز ہے کہ نہیں
ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ (جماعت کے لوگ) اس کے قائل ہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص
نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش و کرم تصور کرتے ہیں، ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر طعن کرنا
پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔۔۔ امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدام میں مختلف فیہ ہو چکا

ہے۔ (برائین قاطعہ: ص ۶)

چند الفاظ کے معنی:

(۱) خُلف کے معنی، خلاف کرنا۔ (۲) وعید یعنی سزا کی دھمکی۔ (۳) قدماء یعنی پہلے والے لوگ۔ (۴) مختلف فیہ یعنی جس مسئلہ میں اختلاف ہو۔

خاصہ کلام یہ کہ: اللہ تعالیٰ اپنی سزا کی دھمکی کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد مر گئے ہوں بخشے گا یا نہیں اس مسئلہ میں پہلے والے بزرگوں میں اختلاف ہوا، اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ کے نزدیک مذکورہ گناہ گاروں کو بخش دینا جائز ہے، کیونکہ وہ اس بخشش کو کرم و مہربانی تصور کرتے ہیں جب کہ معتزلہ حضرات کے نزدیک جائز نہیں، وہ اس لیے کہ اس بخشش سے اللہ تعالیٰ کا اپنی دھمکی کے خلاف کرنا لازم آتا ہے، اور کسی خبر کے خلاف کرنا کذب کہا جاتا ہے۔

یہی مذکورہ کذب گناہ گاروں کو بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس کا دوسرا نام ہے ”خُلف وعید کی فرع“ اس لیے جناب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ خواجواہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگاتے ہو، امکان کذب کا مسئلہ نیا تو نہیں بلکہ شروع سے چلا آرہا ہے، جب یہ تحریر ”برائین قاطعہ“ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی نے پڑھی، تب ان کو جوش آیا اور انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات عائد کرنے اور ان کی تحریرات کو غلط رنگ دیکر ان کو (معاذ اللہ) جھوٹا ثابت کرنے کے لیے چھ رسائل پر مشتمل ”سجن السبوح عن عیب کذب مقبوح“ نامی کتاب لکھی، اس میں پہلے انہوں نے ایک سوال قائم کیا، پھر جواب میں تمام کتاب پوری کی، ملاحظہ فرمائیں سوال اور جواب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان متین در بارہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریری و تقریری علماء گنگوہ و دیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور و شور سے کر رہے

ہیں تحریراً کتاب ”براہین قاطعہ“ کہ مولانا خلیل احمد کے نام سے شائع کی گئی جس کی لوح پر لکھا ہے بامحضرت رشید احمد گنگوہی۔۔۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب ہی رشید احمد گنگوہی کی ہے، صفحہ تین پر یوں لکھا ہے۔

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خف وعید آیا جائز ہے یا نہیں درمختار میں ہے: **ہل يجوز الخلف في الوعيد فظاهر ما في المواقف والمقاصد ان الاشاعة قائلون بجوازه**۔ اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے، انتہی ملخصاً تقریر مولوی ناظر حسن دیوبند مدرس اول مدرسہ میرٹھ نے مسجد بالائے کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے گا مگر بول سکتا ہے کہ بہشتیوں کو دوزخ میں اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں (یہی مضمون تفسیر کبیر میں امام رازی کے حوالہ سے شروع میں گذر چکا ہے۔) اور یہی امکان کذب ہے انتہی، ایسا اعتقاد رکھنا کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: امکان کذب الہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا ایک تو افتراء دوسرے کتنا بے مزہ بے شک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے اور محققین نے منع و انکار فرمایا، مگر اس سے امکان کذب ثابت نہ یہ علماء مجوزین کا مسلک۔۔۔ پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم۔ (سنن السبوح: ص ۲، ۸۶)

چند اہم وضاحتیں:

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

(۱) ”امکان کذب الہی کو خلف وعید کی فرع جاننا“

(۲) ”اور اس (خلف وعید) میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا“

(۳) ”پھر ان (ائمہ) کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم“ (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

قارئین! جناب احمد رضا خاں بریلوی ایک تو ”امکان کذب“ کو خلف وعید کی فرع نہیں

مانتے اور دوسرے انہوں نے جواب میں ہیرا پھیری کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ
”اور اس (خلف وعید) میں اختلاف کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا۔“

حالانکہ جو عبارت سوال میں حضرت سہارنپوری کی طرف منسوب لکھی ہے، اس میں ہے؛
”بلکہ قدماء (پہلے بزرگوں) میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور امکان
کذب خلف وعید کی فرع ہے۔“

خاصہ: یہ کہ حضرت سہارنپوری ائمہ کا اختلاف خلف وعید میں ثابت کرتے ہیں جبکہ
جناب احمد رضا خاں نے امکان کذب کو مختلف فیہ لکھ دیا، جبکہ اصل یوں ہے یعنی ”امکان کذب
خلف وعید کی فرع ہے۔“

ملاحظہ فرمائیں ”فرع“ کا معنی:

(۱) ٹہنی، شاخ، ڈالی (۲) وہ جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔ (فیروز اللغات اردو)

جب درخت ہی نہیں ہوگا تو اس کی ٹہنیاں اور شاخیں کہاں آئیں گی، اور جب کوئی بحث ہی
نہیں ہوگی تو امکان کذب کا مسئلہ کیسے کھڑا ہوگا، امکان کذب کی کچھ حقیقت تو ہم اوپر بیان
کر چکے ہیں باقی مزید جناب احمد رضا خاں بریلوی ہی کی عبارت سے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری کی عبارات کا فیصلہ جناب احمد رضا خاں کی عبارات سے:

(۱) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید
آیا جائز ہے یا نہیں۔“

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت بالا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیاں کبار کردگان و بے توبہ مردگان کے
امکان عقلی پر متفق ہیں۔۔۔ مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا، اہل سنت بالا جماع شرعاً بھی جائز
بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعید یہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں۔۔۔ اس کے جواب میں جواز
خلف کا مسئلہ پیش ہو۔۔۔ الخ“۔ (سجن السہو ج: ص ۹۸)

خلاصہ: جو لوگ گناہ کبیرہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گئے ہوں، ان کے بخشے جانے کو اہل سنت گروہ عقلاً اور شرعاً جائز مانتے ہیں اور معتزلہ اس بخشے جانے کے خلاف ہیں اور عذاب دیئے جانے کو واجب کہتے ہیں۔

اختلاف کس چیز میں ہے؟ وہ آپ کے سامنے آ گیا۔ (یعنی گناہ گاروں کی بخشش میں)
(۲) حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔“
فرع کہتے ہیں، شاخ اور ٹہنی کو یا جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔
کذب کی اصل اور اس کا درخت کیا ہے؟

اس بارے میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

(۱) (اہل سنت کے) ”امام ابو عمرو بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ نے“ عمرو بن عبیدہ پیشوا معتزلہ سے فرمایا: اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے (اس نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی خبر) ضروری پوری کرے گا، جیسا کہ اپنا وعدہ بے شک پورا فرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا۔۔۔ عرب وعدہ سے رجوع (و پھر نے) کونا لائق جانتے ہیں اور وعید (سزا کی خبر) سے درگزر کو کرم (ومعافی) معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (پیشوائے معتزلہ) نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے گا؟ امام (اہل سنت) نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی (یعنی دعویٰ ثابت نہ ہوا) اس پر امام بند ہو گئے۔ (سنن السبوح: ص ۹۳)

قارئین! جیسا کہ اوپر مذکور ہے یعنی خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے گا، یہ جملہ کس بحث میں ہے اور کیوں کہا گیا؟ کیا ہجڑوں کی لڑائی ہے یا کرکٹ کے کھیل کی بحث ہے؟
جناب احمد رضا خاں بریلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ ”امکان کذب الہی کو خلف وعید کی منسرح“ (یعنی بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات) جانتا۔۔۔ ایک تو استفراء (بہتان) دوسرے کتنا بے مزہ۔۔۔ دوسروں کو سڑی سڑی سنانے والے مجدد صاحب خود اپنی ہی عبارتوں سے بے مزہ اور غلط ثابت ہو رہے ہیں، جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(۲) مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔ (صرف ترجمہ)
یعنی وعید میں خُلف (سزا کی خبر میں خلاف کرنا) جائز کہ سلیم عقلیں اُسے خوبی گنتی ہیں نہ عیب اور
وعدہ میں (خلاف کرنا) عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی
وعید (سزا کی خبر) بھی ایک خبر ہے، تو یقیناً سچی کہ باری جل وعلا کا کذب محال اور عذر کیا گیا کہ ہم
اُسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشاءً تخویف۔۔۔ الخ یعنی ڈرانا دھمکانا۔

(سبحن السبوح: ص ۸۸ از احمد رضا خاں بریلوی)

خلاصہ و تبصرہ:

سزا کی خبر کے خلاف کرنا جائز، لیکن وعدہ (کی خبر) میں خلاف کرنا ناجائز، سزا کی خبر بھی
ایک خبر ہے کہ سچی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال، عذر کیا گیا کہ ہم اُسے خبر نہیں مانتے،
کیوں؟

قارئین! فیصلہ فرمائیں کہ ایک فریق کہتا ہے کہ سزا کی خبر کے خلاف کرنا جھوٹ بولنا ہے
(معاذ اللہ) دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا نہیں بلکہ ڈرانا دھمکانا ہے، یہ کیا جھگڑا ہے؟ اس
جھگڑے کو کیا آپ یہی کہیں گے کہ دو سو کنیں یعنی ایک خاوند کی دو بیویاں آپس میں لڑ رہی ہیں یا
دو پٹھان چائے کی پیالی پر لڑ رہے ہیں۔

۔ نہ محقق ہے اور نہ دانش مند
۔ اس تہی مغز کو نہیں ہے خبر
تیل پر ہیں لدی کتابیں چند
کہ یہ لکڑی ہے اس پہ یا دفتر

ثابت ہو گیا کہ کذب کی اصل کیا ہے:

یعنی گناہ گاروں کو بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس سے جناب احمد رضا
خاں بریلوی انکاری ہیں اور انکاری بھی اس طرح کہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں تو پھر اس چیز کو خود
ثابت کرتے ہیں۔ اپنا منہ اپنا طمانچہ۔

ایک وضاحت:

ایک حقیقت ہے اور ایک ہے اس حقیقت کی مثل مثلاً:

وعدہ ایک خبر اور حقیقت ہے اور وعدہ کے خلاف کرنا کذب کہلاتا ہے اور اسی طرح سزا کی خبر بھی ایک خبر ہے جو وعدہ کی خبر کی مثل ہے، جب مثل یعنی سزا کی خبر کے خلاف خدا تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے تو حقیقت یعنی وعدہ کی خبر کے خلاف پر خدا تعالیٰ کو قدرت کیوں نہیں ہے؟ خیال رہے کہ ہم یہاں محض کذب پر قدرت ثابت کرنا نہیں چاہتے بلکہ جھگڑے کی اصل نوعیت اور الزامات کو بے بنیاد ثابت کرنا چاہتے ہیں، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا. (النساء: ۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ف: سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (النساء: ۹۳) یہ ایک خبر ہے، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری و واجب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سزا نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر جھوٹی ہو جائے گی (معاذ اللہ) اور جھوٹ پر خدا کو قدرت نہیں کیونکہ جھوٹ ایک نقص ہے اور نقص سے اللہ تعالیٰ پاک لہذا سزا ضروری ہوگی۔

لیکن اہل سنت گروہ کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف فرمادیں گے، وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، توبہ کے ساتھ ہوں یا بغیر توبہ کے۔

نتیجہ: معتزلہ بخشش کے قائل نہ ہوتے بالفاظ دیگر کذب کے قائل نہ ہوئے اور اہل سنت بخشش کے قائل ہوئے بالفاظ دیگر کذب کے قائل ہوئے۔ (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

نیز معتزلہ جماعت اہل سنت گروہوں کو یہ الزام دیتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہراتے ہو، بعینہ اسی طرح جناب احمد رضا خاں بریلوی علماء دیوبند پر الزام عائد کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

خلاصہ بحث:

جو مذہب معتزلہ کا وہی مذہب جناب احمد رضا خاں بریلوی کا محض الزام دھرنے کے لیے جناب احمد رضا خاں بریلوی نے معتزلہ کا راستہ اختیار کیا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الہی کے جواز و قوعی بلکہ وقوع بالفعل کے متاعل ہوئے وہ تراشیدہ علماء ساخطہ قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، مرتدوں کو کافر نہ جاننا بلکہ مشائخ دین ماننا تو خود ان پر کفر لازم آنے پر کیا کلام رہا جو کسی منکر ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر“۔

(سجلن السبوح: ص ۱۲۷)

مختصر تبصرہ:

جن اکابر و مشائخ کو جناب احمد رضا خاں نے کافر و بے دین کہا ہے ان کے نام کیوں نہیں لکھے، ہاں اگر نام لکھتے تو نہ معلوم مسلمان ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے۔

قارئین!

جب سچائی کو جھوٹ کے ساتھ گرہ دینے کا رواج چل پڑے اور انسانی ضمیر بازاری اشیاء کی طرح فروخت ہو رہا ہو تو ایسے میں صحیح راستہ تلاش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، نظام فطرت میں جھوٹ اور سچائی کے مابین کشمکش کی تاریخ انسان کی پیدائش سے شروع ہے، کبھی جھوٹ کی چمک سچائی کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور کبھی سچائی ابھر کر جھوٹ کی روشنی کو مار دیتی ہے، جیسے ہی افسانوی بت حقیقت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں وقت اپنا فیصلہ سنا دیتا ہے اور جھوٹ کی ساری عمارت ڈھیر ہو کر رہ جاتی ہے یہی بریلوی جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب ہے۔

تو جو نہیں کچھ بھی نہیں مانا کہ یہ محفل جواں ہے حسین ہے

مقدمہ [۴] اکابر علماء کی عبارتیں:

اب آپ کے سامنے ان اکابر اسلام کی عبارات پیش کی جاتی ہیں جو جناب احمد رضا خاں

بریلوی کے نزدیک کافر و مرتد ہیں لیکن دنیائے اسلام ان کو اپنا پیشوا اور امام تصور کرتی ہے۔

عبارت۔۔۔ (۱)

حقّی تجبر کثیر منهم ای من اکابر الاشاعرة فی الحکم باستحاله الکذب علیہ تعالیٰ لانه نقص لما الزم المعتزلة (ص ۲۰۴) ثم قال ای صاحب العمدۃ لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفہ الکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة ای لا یصلح متعلقہا وعند المعتزلة یقدر تعالیٰ علی کل ما ذکر ولا یفعل انتہی کلام صاحب العمدۃ وکانہ انقلب علیہ ما نقلہ عن المعتزلة اذ لا شک فی ان سلب القدرة عما ذکر من الظلم والسفہ و الکذب ہو مذهب المعتزلة واما ثبوتہا ای القدرة علی ما ذکر ثم الامتناع عن متعلقہا اختیاراً فبمذهب ای فہو مذهب الاشاعرة الیقین منہ بمذهب المعتزلة فیجب القول بأدخل القولین فی التنزیہ وهو القول الالیق بمذهب الاشاعرة۔

[ترجمہ] حتی کہ بہت سے اکابر اشاعرہ اللہ تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کا حکم لگانے سے متحیر ہو گئے اس لیے کہ یہ نقص ہے اس مذہب (معتزلہ) کی وجہ سے جو لازم کیا معتزلہ نے (ص ۲۰۴) پھر صاحب عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم بیوقوف اور جھوٹ پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا، اس لیے محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا یعنی محال قدرت سے متعلق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قدرت رکھتا ہے، اور کرتا نہیں، یہ صاحب عمدہ کا کلام ہے (عمدہ ایک کتاب ہے) اور انہوں نے معتزلہ سے جوابات نقل کی ہے گویا اس میں انہیں بھول ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ سلب قدرت (یعنی قدرت نہ رکھنا) جو مذکورہ چیزوں کے متعلق ہے وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور بہر حال مذکورہ چیزوں پر قدرت پھر ان کے متعلق امتناع اختیاری طور پر یہ مذہب اشاعرہ کا ہے یعنی اشاعرہ کا مذہب زیادہ لائق ہے معتزلہ کے مذہب کے مقابلہ، پس اختیار کرنا واجب ہے اس قول کو جو دونوں قولوں سے

تذریہ (ویاکن) میں زیادہ داخل ہو وہ قول مذہب اشاعرہ کے ساتھ زیادہ لائق ہے۔ (دیکھیے عربی متن کتاب المسامرہ شرح المسایرہ: ص ۲۰۹، ۲۱۰ راز علامہ ابن الہمام ۸۷۸ھ میں پیدا ہوئے، بلند پایہ محدث اور فقیہاء میں تھے، لوگ حدیث کے لیے حافظ ابن حجر کی طرف اور فقہ و اصول کے لیے ابن الہمام کی طرف رجوع کرتے تھے۔ شرح بایں ابی شریف: المقدسی)

عبارت --- (۲)

اوجب جميع معتزلة والخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا توبة ولم يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعده بالعقاب على الكبائر واخبريه اى العقاب عليها فلولم يعاقب على الكبيرة وعفا لزم الخلف في وعيده والكذب في خبره انه محال ، والجواب غاية وقوع العقاب فاين وجوب العقاب الذى كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفا ولا كذبا لا يقال انه يستلزم جوازها وهو ايضا محال لانا نقول استحاله ممنوعة كيف وهما من الممكنات التى تشبهها قدرة تعالى۔
(شرح مواقف)

[ترجمہ] تمام معتزلہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ بغیر توبہ کے مرے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے، دو وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا نذر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کسب نذر پر عذاب کی خبر دی ہے، پس اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی اور جھوٹ بولن لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ ہے) یہ نہیں بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب ہے) یہ نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہونا وعدہ خلافی اور جھوٹ کو لازم کرنا ہے اور یہ جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہونا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور

وہدو خلائی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں۔ (دیکھیے عربی متن شرح مواقف: ص ۲۰۳، ۲۰۴ جز ثامن المقتصد الخامس ج ۸ راز الامام القاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد، شرح السید الشریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ مطبع مصر میر سید شریف جن کی نحو میر تمام مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے)

عبارت۔۔۔ (۳)

المنكرون لشهول قدرة تعالى طوائف منهم النظام واتباعه القائلون بانه لا يقدر على الجهل والكذب والظلم وسائر القبائح اذ لو كان خلقها مقدورا له لجاز صدوره عنه واللازم باطل لا فضائه الى السفه ان كان عالماً بقبح ذلك وباستغنائه عنه والى الجهل ان لم يكن عالماً والجواب لانسلم قبح الشئ بالنسبة اليه كيف وهو تصرف في ملكه ولو سلم ما لقدرة لاتنافي امتناع صدوره نظر الى الوجود الصارف وعدم الداعي وان كان ممكناً في نفسه۔ ۵۱۔

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ کی قدرت برائیوں کو بھی شامل ہے اس عقیدہ کے منکر کئی گروہ ہیں ان میں سے نظام (معتزلی) اور اس کے ماننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہالت اور جھوٹ اور ظلم اور تمام برائیوں پر قہور نہیں، اس لیے اگر یہ بری عادتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہوں تو اللہ سے صادر بھی (ہو) سکتی ہیں، اور ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونا باطل ہے، کیونکہ دو ہی صورتیں ہیں، یا ان چیزوں کا برا ہونا اللہ کو معلوم ہوگا یا معلوم نہیں ہوگا، اگر معلوم ہوگا تو ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں (نحوذ باللہ) لازم آئے گا کہ اللہ بے وقوف ہے اور اگر ان چیزوں کا برا ہونا اللہ کو معلوم نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئے گا۔

والجواب: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر اللہ سے یہ اشیاء صادر ہوں تو یہ بری شمار نہیں ہوں گی کیونکہ اللہ نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں بھی یہ چیزیں بری شمار ہوں گی تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ کو ان پر قدرت ہونے سے لازم نہیں آتا کہ

ان سے صادر بھی ہوں، کیونکہ ان افعال کی اللہ کو ضرورت نہیں، جو چیز فی نفسہ ممکن ہو وہ کبھی کبھی خارج میں یعنی پیدا نہیں ہوتی، اس وجہ سے کہ کوئی رکاوٹ موجود ہے، اور اس چیز کے پیدا ہونے کا کوئی تقاضا بھی نہیں، اس وجہ سے پیدا نہیں ہوتی۔ (دیکھیے عربی متن شرح مقاصد: ۱۰۲، ۱۰۳ ج ۴ راز الامام مسعود بن عمر بن عبد اللہ الشیر بسعد الدین التفازانی ۲۲۷ میں پیدا ہوئے (حنفی تھے یا شافعی) سید احمد طحاوی نے حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو حنفیہ میں شمار کیا ہے، سید احمد طحاوی فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں حنفیوں کی مذہبی حکومت آپ پر حتم ہو گئی، علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی یعنی ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں لکھیں)

نتیجہ: ایک تو جناب احمد رضا خاں نے اکابر دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے حقیقت کو چھپایا اور اہل سنت سے کٹ کر معتزلہ کا ساتھ دیا۔

دوسرے جو عبارات جناب احمد رضا خاں نے اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے پیش کی ہیں وہی عبارات مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے دعوے کی حمایت کرتی ہیں، اور ہم نے انہی عبارات سے جناب احمد رضا خاں کا رد کیا ہے۔

تیسرے جناب احمد رضا خاں نے اکابر اہل سنت یعنی جن کے نام سے اہل السنۃ والجماعۃ قائم ہے ان پر بے بنیاد الزام دھرا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

مقدمہ [۵] الزامات اور علامہ کاظمی:

علامہ سید احمد سعید کاظمی کا الزام: وہ لکھتے ہیں:

”علماء دیوبند اللہ تعالیٰ کے حق میں کذب (جھوٹ) کے قائل ہیں، دیکھیے ضمیمہ براہین فتاویٰ طبعہ“
”الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔“

(۲) اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔“ (الحق المبین: ص ۲۹ راز علامہ کاظمی مکتبہ تنظیم المدارس (لاہور))

علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ دو کتابوں کی علیحدہ علیحدہ عبارات نہیں بلکہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں، حاجی صاحب کی مذکورہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ اور اسی طرح براہین قاطعہ دونوں میں چھپی ہے۔ حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی عبارت کو نہ صرف ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال صاحب نے بلکہ تمام رضا خانی معترضین نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، کیا یہ انصاف و دیانت کا خون نہیں؟

علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اسی عبارت سے ایک ٹکڑا فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے اور ایک ٹکڑا براہین قاطعہ کے نام سے درج کیا، تاکہ ان پڑھ آسانی سے شکار ہوں۔

کامل عبارت یوں ہے: ”واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ سمجھتے ہیں وہ بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے وہ ذات پاک مقدس ہے، شائبہ نقص و کذب وغیرہ ہے۔“

رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے، اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں (اور جو چیز ہونے کے قابل ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ واقع بھی ہو) چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں، پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیاء کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، وقوع کا کوئی قائل نہیں، یہ مسئلہ دقیق ہے، عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں۔“

پس علامہ کاظمی صاحب نے لکھنویوں والی عبارت نکال کر دو کتابوں کے نام سے شائع کر دی۔

ملاحظہ فرمائیں مذکورہ عبارت اور اس کی حقیقت:

رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے، لاآخر دخول کذب تحت قدرت

باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارہ میں عذاب کی جو خبر دی ہے، اس کے خلاف کرے گا یا نہیں۔

اس بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے وہ کون ہیں جو اختلاف کرتے ہیں؟ اور وہ کذب کیا ہے؟ اس بارے میں بریلوی ہی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت ہے، وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (وینعی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا، تو یہ اس کا فضل ہوگا، اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق (وینعی) ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے۔

اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکلیفیہ عقل سے ثابت ہیں، اور نیک اعمال کا اجر و ثواب دینا واجب ہے، البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی مؤید ہیں۔“ (تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۱۰)

خیال رہے کہ علامہ سعیدی کی جن عبارات پر لکیریں ہیں یہی وہ کذب ہے جو داخل قدرت باری تعالیٰ ہے، اور جس کو ہم شروع میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی عبارتوں سے ثابت کر چکے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہ ہوتی تو علامہ سعیدی یہ کیوں لکھتے کہ ”اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے“ اور یہی کچھ امام رازی نے بھی لکھا ہے جو زیر نظر باب کے شروع میں گذر چکا ہے، پس جو فتویٰ علماء دارالعلوم دیوبند پر لگایا جائے وہ امام رازی اور علامہ سعیدی پر بھی۔

ایک اور الزام اور اس الزام کی حقیقت:

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”مولانا ندیر احمد لکھتے ہیں: ”رسالہ صیانتہ الناس مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۷۰۳ھ کے آخری ورق

میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے، اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا، اور ان کی مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے:

”بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے، اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو متلزم ہے، اگر انسان ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا، لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگرچہ بضم کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اوس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔“

اللہ تعالیٰ کی شان کریبی دیکھیے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا۔“

(تقدیس الوہیت: حص ۱۳ راز عبدالحکیم شرف قادری ررضا اکیڈمی لاہور)

قارئین! نہ فتویٰ کا سوال اور نہ جواب، تھوڑی سی عبارت کا مقصد دوسروں پر الزام دھرنا

ہے۔

لطیفہ: ایک بد بخت شخص کسی ایسی جگہ پر جائے جہاں مختصر اور سادہ لوح لوگ رہتے ہوں، اور ان سے کہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز سے منع فرمایا ہے اور وہ تھوڑی سی عبارت یہ ہے ”یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ“ (النساء: ۴۳) یعنی اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے، قرآن مجید کی عبارت بھی سہی اور اس بد بخت کی بات بھی سہی لیکن وہ اس سازش کے تحت جہنم رسید ضرور ہوگا، تھوڑی سی عبارت لکھنے والوں کے بارہ میں فیصلہ پڑھنے والے خود فرمائیں۔

دوم: حقیقت عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے، اور جس کو ہم نے علامہ سعیدی کی عبارت سے ثابت کیا ہے، لیکن چونکہ بریلوی جماعت کے علماء اور مصنفین حضرات کا میدان اور مخاطب ان کی اپنی سادہ لوح اور جاہل عوام ہے، اس لیے وہ مخالفین کی عبارت کا ایک ٹکڑا لکھ کر اس کے ساتھ اپنے مخصوص الفاظ شامل کر کے اسے ایسے انداز

سے بیان کرتے ہیں کہ پس خدا کی پناہ۔

اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیں: مثلاً دودھ ایک جنس ہے نمبر (۱) دہی۔ نمبر (۲) مکھن۔ نمبر (۳) گھی۔ یہ تینوں چیزیں اس جنس یعنی دودھ کے انواع یا قسمیں ہیں پس دہی، مکھن اور گھی کا وجود اپنی جنس یعنی دودھ کے بغیر ناممکن، اسی طرح انسان کو لے لیجیے، انسان حیوان کی قسم ہے پس انسان ہوگا، تو حیوان ضرور ہوگا۔

اب جھوٹ یا کذب کیا ہے؟ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو۔

لطیفہ: جھوٹ یا کذب چونکہ عموماً انسانی طبائع کے مخالف ہوتا ہے اس لیے اس کو عام طور پر بُرا کہا جاتا ہے، حالانکہ بعض خاص موقعوں پر جھوٹ کہنا اعلیٰ درجہ کی مصلحت اندیشی سمجھا جاتا ہے، اس کا یہی سبب ہے کہ بعض اوقات جھوٹ کے ساتھ جو مصلحتیں اور محاسن وابستہ ہوتی ہیں ان سے انسان غافل ہوتا ہے، اور اگر کوئی موقع ایسا پیش بھی آجائے تو جھوٹ کو مستحسن کہنے میں وہ جھجکتا ہے، کیونکہ بچپن ہی سے ماں باپ اور اساتذہ کی تلقین سے اس کے دل میں صداقت کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت بیٹھ جاتی ہے، اور اس کو اعلیٰ درجہ کی بری چیز سمجھتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک آدمی کو یہ کہیں کہ آپ نے خلاف واقع بات کی ہے تو اس کو غصہ نہیں آئے گا اور اگر آپ نے اسے کہا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے تو فوراً وہ غصہ سے لال پیلا ہو جائے گا۔

پس جھوٹ بولتے ہیں خلاف واقع کو:

اور جھوٹ ایک جنس ہے: نمبر (۱) کبھی وہ وعدہ کی صورت میں۔ نمبر (۲) کبھی وہ خبر کی صورت میں۔ اور نمبر (۳) کبھی وہ خلف وعید کی صورت میں۔ یعنی یہ مذکورہ تینوں چیزیں جھوٹ کی قسمیں ہیں، پس ان تینوں مذکورہ چیزوں کا وجود اپنی جنس کے بغیر ناممکن ہے، اور وہ ہے جھوٹ یعنی خلاف واقع ”نوع جب ہوگی تو اس کی جنس لازمی ہوگی“

فتنہ پرور لوگوں کا کام ہوتا ہے انتشار پھیلانا، علمی اصطلاحات یا علمی حقیقتوں سے ان کو کیا

غرض؟ عبدالحکیم شرف قادری صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

”خُلْف وعید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی انہیں معاف فرما دے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار مجرموں کو معاف فرما دے گا، اب اگر خُلْف وعید کا معنی جھوٹ ہے تو معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو جائے گا۔

قارئین! یہ احمد رضا خاں والی بڑھ ہے جس کا جواب ہم شروع میں احمد رضا خاں کی

تحریروں سے دے چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں خُلْف وعید کا معنی اور اس کی حقیقت۔

نمبر ۱ خُلْف؛ (ع) وعدہ خلافی، خلاف وعدہ کرنا۔ (حسن اللغات فارسی، اردو: ص ۳۵۲)

نمبر ۲ وعید؛ (ع) نرا وعدہ، سزا دینے کا وعدہ، دھمکی ڈراوا۔ (حسن اللغات: ص ۹۴۹)

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”خلف بایں معنی کہ متکلم (بات کرنے والا) ایسی بات کہہ کر پٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں آئے یا شبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“ (سجلن السبوح: ص ۹۶، ۹۷)

قارئین! اب آپ غور فرمائیں کہ وعدہ خلافی کرنا یا جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لانا

جھوٹ کی قسموں سے ہے یا نہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کیا فرما رہے ہیں؟ جھوٹ بولتے ہیں واقع کے خلاف کرنے کو، کیا کہوں فقط۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَجَزَاؤُهُ

جہنم خالداً فیہا۔ (النساء: ۹۳)

مایدل القول۔ (ق: ۲۹)

(آیت: النساء: ۹۳) میں ہے ”سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا“ یہ وعید ہے یعنی سزا

دینے کی خبر، اب اللہ تعالیٰ اپنے سزا کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے مجرم یا گنہگار کو بخش دے تو

اس کو بولتے ہیں ”خلف وعید“ یعنی سزا کی خبر کے خلاف کرنا، گو مسلمان اس بخشش کو جھوٹ سے تعبیر نہیں کرتا لیکن (سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) کی خبر کے خلاف تو ہے۔ جب ایسے لوگوں کے پاس صحیح جواب نہیں بن پڑتا تو وہ اصل اور حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے انکار کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی مثالیں لاتے ہیں جن کو علمائے حق اپنی زبانوں پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے حضور سنی ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لیے شیطان کی مثال لے آئے تو جب جناب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے ان کو انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا تھا، بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے کفر کا فتویٰ صادر ہو گیا۔

اس طرح جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ ”یہ نقص ہے اور نقص محال (تحت قدرت ہی نہیں) تو جناب شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ان کو جب انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور اکابر دارالعلوم کے خلاف اپنی زندگی وقف کر دی اور کفر کے فتوؤں سے اپنی کتابیں بھر دیں، انہیں الزامات گالی گلوچ اور قرآنی الفاظ کے تراجم و مفہوم میں رد و بدل کے تحت وہ خود ساختہ مجہد مانتے، اہل حضرت و امام مقرر پائے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

تہمت بر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر:

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان میں لکھ دیا کہ ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد سنی ﷺ کے

برابر پیدا کر ڈالے۔“

اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔
(تقدیس الوہیت: ص ۱۱)

خلاصہ و تبصرہ:

خیال رہے کہ مثل اور نظیر اور محال سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔

چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر (مثل) محال بالذات ہے (یعنی) تحت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوم)

خیال رہے کہ ایک ہے محال بالغیر اور ایک ہے محال بالذات۔

(۱) محال بالغیر یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ جیسا پیدا کرنے کی قدرت تو ہے مگر پیدا فرمائے گا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے، اور اگر آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے تو خاتم النبیین کا فرمان غلط ثابت ہوگا، اور اسی کو کذب کہتے ہیں۔

(۲) محال بالذات یعنی وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہو اور جس کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ سرے سے قادر ہی نہ ہو۔ یہی عقیدہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے مذکورہ نظریہ پر تبصرہ:

جناب احمد رضا خاں کا مذکورہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ پہلے پیدا فرما چکا ہے وہ چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی، وہ دوبارہ بھی اس کو باسانی پیدا فرما سکتا ہے۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے جب پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت پیدا کرنے کی قدرت کہیں سے مانگنی پڑی تھی، اور پھر جب پیدا فرما چکا تو وہ قدرت واپس یا سلب اور حستم

ہوگئی؟ (العیاذ باللہ) اور روز محشر میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا نہیں فرمائے گا؟ اس سلسلہ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوائے ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا، جب آیت نازل ہوئی **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ**۔ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا، فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر آیت نازل ہوئی، **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**۔ ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے، فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے، جب زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے (الی قولہ) اس وقت سوار رب العزت کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا: **لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ** آج کس کے لیے بادشاہت ہے، کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا: **يَلَهُ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ**۔ اللہ واحد قہار کے لیے، جب تک چاہے گا یہی حالت رہی گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا (کیسے؟ کون سی قدرت کے ساتھ؟) وہ صور پھونکے گا قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم)

تبصرہ:

جب زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقیں بھی فنا ہو جائیں گی، پھر اللہ تعالیٰ کے پاس وہ قدرت کہاں سے آئے گی جس سے وہ تمام مخلوقیں اپنی اپنی شکلوں، صفتوں اور وجودوں کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گی؟ (العیاذ باللہ)۔

کیا صرف ایک فرشتے کے ایک صور پھونکنے ہی سے سارا کچھ دوبارہ قائم ہو جائے گا، اور تمام مخلوقیں وجود میں آجائیں گی؟ جب ایک صور پھونکنے سے تمام جہان اور تمام مخلوقیں وجود میں آسکتی ہیں تو کیا خداوند قدوس کے پاس اتنی قدرت بھی نہیں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تمام صفات میں کوئی پیدا فرما سکے؟ بات صرف قدرت کی ہے پیدا کرنے کی نہیں ہے، کچھ تو خدا کی قدرت کے منکرین کو خدا تعالیٰ کی قدرت دانی ہونی چاہیے، **وَمَا قَدَرُ اللَّهِ حَقَّ قَدْرِهِ**۔

الشاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ؛ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ”دونوں حضرات (آپ کے داماد مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تفسیر، حدیث، فقہ و اصول و منطق وغیرہ میں اس فقیر سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ کی جو عنایت ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے، اس کا شکر یہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا، ان دونوں کو علماء ربانی میں شمار کرو اور جو مشکلات حل نہ ہوں ان کے سامنے پیش کرو۔“

(تاریخ دعوت و عزیمت: ج ۵ ص ۷۷۷ از سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آخر زمانہ میں مشاہدہ ہوا ہے کہ جن کو نہ علوم دینیہ کی لیاقت نہ تقویٰ نہ پاکی نہ اعمال صالحہ کی طرف توجہ اور نہ رغبت۔۔۔ جن کا لباس ظاہری و صورت بھی شریعت کے خلاف، ایسے حضرات عالم باعمل، متقی و نیک و پرہیزگار اعلیٰ درجہ کے دین دار پیشوا سمجھے جائیں اور جو علماء شریعت اور متبعان سنت اور بالکل اہل سنت وہ اسلام ہی سے خارج کہلائیں۔“

الحاج مولوی محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علماء و عملاً و افضل ہونے کے ہر منصف فہیم تسلیم کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ مخالفین کہ جن کی طبع میں انصاف ہے وہ بھی ان کے علم و عمل و تقویٰ و دین داری کو مانتے ہیں، اعتراض اگر کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ مولوی اسماعیل صاحب خدائے ذوالجلال کو قضیہ غیر مطابق للواقع کے انعقاد پر قادر بتلاتے ہیں (یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے۔) اور نظیر (مثل) حضرت رسالت مآب کو تحت قدرت ایزدی۔۔۔ داخل کرتے ہیں۔۔۔ جب اپنے زمانہ میں شرک و بدعت کا رواج زیادہ دیکھا تو مولانا ممدوح نے بمقتضاء تائید دین جہاں تک ہو سکا زبان سے نصیحت فرمائی اور تحریروں کی بھی نوبت آئی، چنانچہ رسالہ ”تقویت الایمان“ بھی جب ہی لکھا۔۔۔ جہاں اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت و صحت عقائد نصیب ہوئی اس کے ساتھ ان حضرات نے کی جن کے قلوب میں مرض بدعت مستحکم تھا

بجائے اس تحریر حق سے ہدایت حاصل کرتے اگلے حضرت مولانا موصوف کی تفصیل و تکفیر پر کمر باندھی۔

اس کام کے کرنے والے دو فریق تھے، ایک وہ جو شرک و بدعات کو افضل عبادت سمجھتے تھے، (مثلاً فضل رسول بدایونی اور احمد رضا خاں بریلوی ہوئے) دوسرے وہ کہ جن کو دین کے علم میں مہارت نہ تھی، مگر فلسفہ و منطق ان کے تمام عمر کی کمائی تھی، سو یہ دونوں فرقے مخالفت پر آمادہ ہوئے، اہل معقول (فلسفی و منطقی) نے مسئلہ امکان نظیر میں اپنے جوہر دیکھائے اور فریق اول (بدعیتوں) نے اپنی جہالت کے موافق۔۔۔ زبان درازی کی۔۔۔ اور چونکہ مولوی فضل حق صاحب (منطقی و فلسفی) نے اپنی تحریر میں۔۔۔ ایک موقع پر کذب باری (تعالیٰ) کی بحث بھی استطراداً کسی قدر بیان فرمائی تھی، یعنی ”وہو محال لانه نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال“۔ (ماخوذ: الجہد المقل: ص ۲، ۳) یعنی ”ان کا کہنا کہ یہ محال ہے اس لیے اس میں نقص ہے اور نقص اللہ کے لیے محال“۔

ایک ضروری وضاحت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی مذکورہ جھگڑے کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

”آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کا ہے پرچھڑی تھی ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولیین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقل“۔ (سجن السبوح: ص ۱۱۱ از احمد رضا خاں)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ تحریر پر مصنف کا تبصرہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال“۔ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی تمام صفات میں حضور جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں

نہیں؟

”اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابل شرکت“۔ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: ختم نبوت ناقابل شرکت یعنی ختم نبوت کا وعدہ خلائی تو تب لازم کہ جب اللہ تعالیٰ آپ جیسا یا اور کوئی نبی پیدا فرمادے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے، پیدا کرنے کی نہیں ہو رہی۔

”امکان مثل مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقلی“۔ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اگر دوبارہ پیدا فرمادے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی۔

قارئین! بات صرف قدرت کی تھی، مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں صرف قدرت کا ذکر ہے کذب الہی کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہ آتا تھا، عوام کو گمراہ کرنے کے لیے کذب الہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الہی کے رنگ میں بدل دیا، تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعویٰ میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ فرمائیں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

مذکورہ بحث کے جواب میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا، اس بارہ میں بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

”اگر مقصود اس است کہ وقوع مذکور بالفعل مستلزم کذب ست پس آں مسلم ست و کسے دعویٰ وقوع مذکور بالفعل نہ کردہ“۔ (سچن السبوح: ص ۱۲۴ از احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالفعل کا وقوع جھوٹ کا مستلزم ہے تو یہ مسلم ہے اور کسی نے بھی مذکورہ بالفعل کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

یعنی ایسا ہو جائے جیسا کہ تم لوگوں نے کہا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تمام صفات میں پیدا

ہونا اور ایسا ہونا جھوٹ کو لازم کرے گا تو ایسا ہونے کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کسی کام کا ہونا اور بات ہے اور اس کام پر قدرت رکھنا اور بات ہے۔

”اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس الاسلام کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع، والقاء آں۔۔۔ برملائکہ انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی از ید قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقاء آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی است کذب مذکور آں منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر است۔“ (سبج السبوح: ص ۴۲ از احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے یعنی وہ اپنی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے تو یہ بات الاسلام (تسلیم) نہیں اس لیے عقد قضیہ غیر مطابق للواقع یعنی ایسی خبر بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اس کو اپنے مخاطب یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام کے سامنے پیش کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو، اس لیے کہ انسان ایسا کرنے یعنی اپنے مخاطب کے سامنے غلط بات پیش کرنے پر قادر ہے ہاں کذب مذکور (جو اوپر مذکور ہوا) حکمت کی وجہ سے ممتنع ہے یعنی ایسا نہ ہونا کسی حکمت کے تحت ہے یہ نہیں کہ اس پر خدا کو قدرت ہی نہیں۔

تبصرہ: یہاں تک تو تھا یہ مذکورہ جھگڑا جناب مولوی فضل حق خیر آبادی اور شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا، لیکن جناب احمد رضا خاں بریلوی جو شاہ اسماعیل شہید کی شہادت ۱۸۳۱ء کے تقریباً ۲۵ سال بعد یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور انہوں نے جب ہوش سنبھالا اور دوسروں کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا تو کہیں یہ پڑھ لیا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک کام ایسا ہے جو انسان کر سکتا ہے، اور اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہو تو انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ پس لٹھ لے کر حضرت مجدد احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہید مرحوم کے پیچھے پڑ گئے پھر کہاں پہنچے سنیے وہ لکھتے ہیں:

”جب یہ ٹھہرا کہ انسان جو کچھ کر سکتا ہے وہابیہ کا خدا بھی اپنے واسطے کر سکتا ہے، تو جائز ہوا کہ ان

(کا نہیں تمام) کا خدا زنا کرے شراب پیے، چوری کرے، بتوں کو پوجے، پیشاب کرے، پاخانہ کرے، اپنے آپ کو آگ میں جلانے، دریا میں دبانے، سر بازار بدمعاشوں کے ساتھ دھول چکر لڑے جوتیاں کھائے۔ (ماخوذ: سخن السبوح: ص ۱۵۴ از احمد رضا خاں)

مسئلہ امکان نظیر اور امتناع نظیر:

یعنی جناب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولوی فضل حق خیر آبادی کا اختلاف ”شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ مولوی فضل حق صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل ممتنع بالذات ہے۔“

شاہ صاحب کا عقیدہ ممکن بالذات یعنی وہ شے جو خدا کی قدرت میں ہو، ممتنع بالغیر اور کسی وجہ سے اس کو پیدا نہ فرمائے۔

مولوی فضل حق صاحب کا عقیدہ، ممتنع بالذات یعنی وہ شے جس پر خدا کو قدرت نہ ہو۔

خلاصہ:

پہلا فرق: شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قدرت مانتے ہیں اور مولوی فضل حق صاحب اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں مانتے۔

دوسرا فرق: مولوی فضل واقع کے خلاف کرنے پر قدرت نہیں مانتے جبکہ شاہ صاحب واقع کے خلاف کرنے پر قدرت مانتے ہیں، ایک ہوتا ہے کسی کا کام کرنا، اور ایک ہوتا ہے کسی کام پر قدرت رکھنا، جھگڑا کام کرنے کی قدرت پر ہے؛ کام کرنے پر نہیں، نہ کرنا دونوں مانتے ہیں۔

اب ہم پہلے دو مسئلوں پر روشنی ڈالیں گے:

۱۱ | کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ جو مخلوق اس نے پیدا فرمائی ہے اس جیسی مخلوق وہ دوبارہ پیدا فرما سکے۔

۱۲ | شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ انسان اپنے مخاطب یعنی سامنے

والے سے واقع کے خلاف بات یا بیان کرنے کی قدرت رکھ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں ہے؟

[۱] ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اولیس الذی خلق السہوت والارض بقدر علی ان یخلق مثلہم۔ بلی وهو الخلق العلیم۔**

[ترجمہ] کیا وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی مخلوق، بے شک وہی پیدا فرمانے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور طاقت کا اظہار فرما رہے ہیں اور یہ ذہن نشین کر رہے ہیں کہ جو مخلوق میں نے پیدا کی ہے اس جیسی (انسانی مخلوق) اور بھی پیدا کر سکتا ہوں، اس لیے لفظ ”مثلہم“ فرمایا۔

ایک اور جگہ فرمایا: **الم تر ان اللہ خلق السہوت والارض بالحق ان یشاء ینہبکم ویات بخلق جدید۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔** (ابراہیم: ۱۹، ۲۰)

[ترجمہ] کیا نہ دیکھا تو نے تحقیق اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہلاک کر دے اور لے آئے کوئی نئی مخلوق اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمعنی: ان من کان قادر علی خلق السہوت والارض بالحق فبان یقدر علی افنا قوم واما تہم وعلی ایجاد آخرین واحیاءہم کأولی الآن القادر علی الاصب الاعظم بأن یکون قادر علی الأسهل الأضعف أولی، قال ابن عباس ہذا الخطاب مع کفار مکة یرید امیتکم یا معشر الکفار وأخلق قوماً خیراً منکم واطوع منکم ثم قال (وما ذلک علی اللہ بعزیز۔) (ابراہیم: ۲۰) أمتع لہا ذکرنا ان القادر علی افناء کل العالم وایجادہ بأن یکون قادر علی افنا اشخاص مخصوصین وایجاد أمثالہم اول وأحرى والله اعلم۔

(تفسیر کبیر: پ ۱۳ سورۃ ابراہیم: ۱۹، ۲۰)

[ترجمہ] اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ ایک قوم کو مارنے اور دوسری کو زندہ کرنے پر زیادہ قادر ہے، اس لیے کہ مشکل کام پر قادر ذات آسمان کام پر زیادہ قادر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ مکہ کے کافروں سے خطاب ہے یعنی اے کافرو! میں تمہیں ماردوں گا اور ایک ایسی قوم کو پیدا کروں گا جو تم سے بہتر ہوگی، اور منسرمیں برادر ہوگی، پھر (امام رازی نے) فرمایا: (کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل کام نہیں۔) (ابراہیم: ۱۰) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک پورے جہان کو ختم کر کے دوسرے جہان کو پیدا کرنے پر قادر ذات اس پر بھی قادر ہے کہ چند مخصوص افراد کو ختم کرے اور ان جیسے افراد کو پیدا کرے (بدرجہ اولیٰ قادر ہے) زیادہ لائق ہے۔ ذہن میں رہے کہ امام فخر الدین رازی کی تحقیق کے مطابق چند مخصوص افراد یا تمام مخلوق کو ختم کر کے اس جیسی مخلوق یا ان جیسے افراد پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے پہلے سے زیادہ آسان اور لائق ہے۔ واللہ اعلم

مختصرہ تبصرہ:

یہ بات اہل حق میں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طے کردہ یعنی کیے ہوئے کاموں کے خلاف پر قادر ضرور ہے اس نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی، اس کا خلاف محال بالذات یعنی قدرت سے خارج نہیں ممتنع بالغیر (نہ ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے) ہے یعنی اس نے ایسا چاہا نہیں مگر نہ چاہی چیزوں پر قادر ضرور ہے۔“

دیکھیے؛ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ہر شخص بدایت پر ہو، اللہ رب العزت کے علم میں یہ بات طے تھی کہ اچھے برے دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر شخص کو بدایت پر رکھ سکتا تھا اس سے عاجز و مجبور نہ تھا، ہر شخص بدایت پر ہو یہ خلاف واقع ہے لیکن وہ ہر شخص کو بدایت دینے پر قادر ضرور ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى ۝ (النجمہ: ۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو سجادیت ہر جی کو اس کی راہ۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ہر شخص کو جبراً بدایت دینا چاہتے تو ہم پر ہر شخص کو نیک اور صالح بنا دیتے اور دنیا میں کوئی شخص کافر اور فاسق نہ ہوتا، لیکن ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ (تبیان القرآن: ج ۹ ص ۳۲۹)

ممکن بالذات یعنی تمام انسانوں کو بدایت پر رکھنا اللہ کے اختیار اور قدرت میں تو تھا، لیکن ممنوع بالغیر یعنی ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے ہر شخص کو بدایت پر نہ رکھا، اور یہ بات کہ ہر ہر بستی میں پیغمبر مبعوث ہو خلاف اصول ہے، لیکن کیا خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ ہر ہر بستی میں پیغمبر بھیجتا؟ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَبعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا۔ (الفرقان: ۵۱)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (یعنی نبی) بھیجتے۔ (لیکن ایسا نہ کیا، مفتی احمد یار، نور العرفان)

امام فخر الدین رازی کی تفسیر میں ہے:

كانه تعالى بين له انه مع القدرة على بعثة رسول ونذير في كل قرية خصه بالرسالة وفضله بها على الكل۔۔۔ ان الآية تقتض مزج اللطف بالعنف لانها تدل على القدرة على أن يُبعث في كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا مثل محمد وانه لا حاجة بالحضرة الالهية الى محمد التبتة (ولو) يدل على انه سبحانه لا يفعل ذلك فبا لنظر الى الاول يحصل التاديب وبالنظر الى الثاني يحصل الاعزاز۔ (كبير)

[ترجمہ] گویا کہ اللہ نے ان کے لیے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت کے باوجود کہ ہر بستی میں ڈرانے والا اور نبی بھیجیں پھر بھی حضور سیدنا محمد ﷺ کو رسالت کے ساتھ خاص کیا اور آپ کو تمام انبیاء پر رسالت کے ذریعہ فضیلت بخشی۔۔۔ آیت تقاضا کرتی ہے سختی اور نرمی کے باہم ملنے کا اس لیے آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت بالکل نہ تھی، پس اگر یہ دلالت

کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، پس پہلی بات کی طرف دیکھتے ہوئے تادیب حاصل ہوتی ہے اور دوسری بات کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ:

(۱) آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجیں (نبی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح۔ اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔۔۔ اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔

(تبیان القرآن: ج ۸ ص ۵۲/۲ علامہ سعیدی بریلوی)

ضعیم کتابوں کو نوک زبان کرنے سے وہ مرتبہ نہیں ملتا جو فقط ایک جملے کو غور و فکر کی آنکھوں میں جگہ دینے سے آتا ہے۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحب معنی کو صرف ایک لفظ کافی ہو گیا

تبصرہ:

جو ذات اس پر قادر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہر بستی اور ہر شہر میں نبی مبعوث فرما دے، کیا وہ ذات اس پر قادر نہیں ہے کہ آپ جیسا کوئی اور پیدا کر دے؟ پس جیسے آپ کی موجودگی میں ہر بستی اور شہر میں نبی بھیجنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور وعدہ ختم نبوت کے تحت ایسا نہیں کیا، ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی اور پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے، لیکن وہ اپنے قوانین کے تحت ایسا کبھی نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم

ایک حکایت پیش خدمت ہے:

ایک کپے بنانے والا اتفاق سے عطر فروشوں کے بازار سے گزرا، کچے چمڑے کی بو کا عادی تھا، عطر کی خوشبو برداشت نہ کر سکا اور غش کھا کر گر پڑا، لوگوں نے سوچا شاید گرمی ہو گئی ہوگی، نخلخہ (جو دماغی قوت کے لیے استعمال ہوتا ہے) سنگھانا شروع کیا مگر وہاں بجائے صحت کے اس کہنوت کے تحت کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، غش پر غش آنے لگے۔ اس کے بھائی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، اس (نے) علاج مخالف کو سن کر گھبرا یا اور تھوڑا سا بلی کا گوہر ہاتھ میں دبا کر دوڑا اور پاس آ کر یہ کہا کہ سب دور ہو جائیں، وہ لوگ ادھر ادھر ہوئے، اس نے وہ بلی کا گوہر اس کی ناک پر رکھا، گوہر کی بو اندر پہونچتے ہی مریض کو ہوش اور بھائی کی جان میں جان آ گئی۔

غرض اس دماغ کو عطر سے دورے اور بلی کے گوہر سے ہوش آیا، عطر سے تکلیف اور گوہر سے راحت ہوئی ایسے ہی آج ٹیڑھے عقلوں کو قرآن شریف اور اس کے مضامین سے نفرت اور کدورت ہوتی ہے، اور ان مضامین باطلہ جیسے فلسفہ، منطق وغیرہ سے رغبت اور فرحت ہوتی ہے، قرآن شریف میں بھی شاید اسی کی طرف اشارہ ہے، جو یہ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (الزمر: ۲۷)

یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا۔ (البقرہ: ۲۶)

[ترجمہ] اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال تاکہ نصیحت پکڑیں۔

[ترجمہ] گمراہ کرتا ہے اللہ اس مثال سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتوں کو۔

یعنی مقصد یہ کہ اہل حق اور اہل باطل، اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں فرق ہو جائے، قرآن اور اس کی تمثیلات سب حق اور عین ہدایت ہیں، صحیح المزاج اور سلیم الطبع اشخاص (یعنی اہل ایمان) جب ان تمثیلات کو سنتے ہیں اور ان میں تفکر اور تامل کرتے ہیں تو ان کی ہدایت میں اور اضافہ ہوتا ہے، اور ان تمثیلات (اور مضامین) سے ان کو صراط مستقیم اور حق کا راستہ خوب واضح ہو جاتا ہے، اور جن کی روح کا مزاج بالکل فاسد اور خراب ہو چکا ہے ان کو ان تمثیلات (اور

مضامین) میں سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی گمراہی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے، فاسد المزاج کو جس قدر بہتر غذا دی جائے گی اسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

سے شب پراں را بافتاب چه کار شیر کو آفتاب سے کیا کام
سے چه شمد عطر کر مکب گہہ خوار گوہ کھانے والا ذلیل کیڑا عطر کیا سو گئے
سے کرم بول و براز نادانی نادانی کے موت گوہ سے پیدا ہونا والا کیڑا
سے کے رسد تا بلطف قرآنی قرآن کی باریکیوں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

بات دور چلی گئی، اس بحث میں یعنی قدرت خداوندی کے ایک انکاری جناب مولوی فضل حق خیر آبادی علوم منطق میں ماہر جانے جاتے تھے، کیوں کہ منطق میں ان کے والد ماجد جناب مولوی فضل امام صاحب ماہر اور وقت کے گویا امام تھے، جناب مولوی فضل حق کے بارے میں مولانا رحمان علی لکھتے ہیں:

”میں نے ۱۲۶۳ھ میں (کہ اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادی کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنؤ مولوی فضل حق کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے اور ایک طالب علم کو ”افق البین“ (منطق کی مشہور و معروف کتاب) کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین میں کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔“

(مذکورہ واقعہ از باغی ہندوستان: ص ۸۰ از فضل حق خیر آبادی مترجم: عبدالشاہد خاں نومبر ۱۹۹۷ء)

منطق اور شطرنج دونوں کی حقیقت پیش خدمت ہے:

(۱) منطق: امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) کی وصیت: (آپ فرماتے ہیں) میں نے طریق کلامیہ اور طرق فلسفہ کو دیکھا اور طریق قرآن کو بھی سمجھا مگر میں نے جو فائدہ طسریق قرآن میں دیکھا تھا، وہ مجھے کسی طریقہ میں نہ ملا، کیونکہ قرآن کا خطاب قلوب یعنی دلوں سے ہے وہ سمجھانا چاہتا ہے، اور متکلمین (منطق و فلسفہ کے ماہر یعنی) فلاسفہ کا خطاب علوم سے ہوتا ہے، وہ ہرانا چاہتے ہیں (فلسفہ کا لفظی معنی علم و حکمت اور تنقیدی معنی دانائی کا رعب ڈالنا) جس سے مخاطب (یعنی مد مقابل) چپ تو ہو جاتا ہے مگر مطمئن نہیں ہوتا۔ (کذا فی الطبقات الشافعیہ الکبریٰ: ماخوذ:

مصححات شرح مرقات: ص ۷ راز مولوی فضل امام رشارح افتخار علی رکتیہ شرکت علمیہ ملتان)
مولوی عبدالشاہد خاں لکھتے ہیں:

”ایک روز علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین خاں طالب علمی کے زمانہ میں یہ باتیں کرتے چلے آ رہے تھے، کہ شاہ ولی اللہ خاندان کے لوگ علوم دینیہ، حدیث، فقہ، تفسیر، وغیرہا خوب جانتے ہیں مگر معقولات (عقلی علوم منطق) نہیں جانتے یہ دونوں ابھی شاہ عبدالعزیز صاحب تک نہیں پہنچے تھے، کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر صحن میں ڈال دو اور ایک مسجد کے اندر بچھا دو، جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو ان کو وہیں صحن میں بٹھا دینا، ان کے آنے پر شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں سبق پڑھانے کو جی نہیں چاہتا، البتہ یہ جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں (یعنی منطقیوں) کی خرافات میں گنجلو ہو، یہ دونوں فضل حق خیر آبادی اور صدر الدین اس میدان کے مرد تھے، فوراً بولے جیسے حضرت کی خوشی، شاہ صاحب نے فرمایا، کوئی مسئلہ ہو، طاقت ور پہلو اختیار کرو اور کمزور مجھے دو، گفتگو شروع ہوئی (یہ دونوں حضرات) شکست تو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی، شاہ صاحب نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول (یعنی منطق) نہیں آتی، ہم اس کو ناقص اور وابہیات سمجھ کر چھوڑے رکھا ہے مگر اس نے ہمیں اب تک نہ چھوڑا، اب تک ہماری قدم بوتی کیے جاتی ہے۔ (ص ۷۶، ۷۵)

نیز لکھتے ہیں:

”شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد شاہ ولی اللہ کے خاندان سے یہ بابرکت علم حدیث ہندوستان میں پھیلا ملک میں صدیوں سے معقولات (یعنی منطقی و فلسفی علوم) کا دور دورہ تھا، یہ شاہ صاحب کا ہی طفیل ہے کہ آج ملک کا گوشہ گوشہ نور علم سے معمور ہے، اور ہر وادی سے قال اللہ، قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں اٹھ رہی ہیں۔

(باغی ہندوستان: ص ۱۰۴ راز فضل حق خیر آبادی مترجم: مولانا عبدالشاہد)

نمبر ۲ شرط پنج:

شطر پنج پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

جیسا کہ آپ نے ابھی اوپر یہ پڑھا ہے کہ جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے تھے، اور ایک طالب علم کو ”افق المبین“ کا درس اس خوبی سے دیتے تھے۔۔۔ الخ۔

حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر کچھ لوگ شطرنج پانز دھیل رہے ہوں یا جوئے میں مصروف ہوں یا شراب پی رہے ہوں تو ان کو اسلام نیکم نہ کہے۔“ (غنیۃ الطالبین)

فضیل بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قصر کے دروازے سے نکلے تو شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھا ان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کو صبح سے رات تک قید کر دیا افسوس کہ حوالہ۔ یاد نہ رہا۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب:

”وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے استعانت (ومدد طلب) کی یا غوث ہی کہا یک در کیر (یعنی ایک در پکڑ مضبوط پکڑ)۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوم)

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے بیٹے! جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو، اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔“

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگر چہ زنا چوری کرتا ہو، کہا اگر چہ زنا چوری کرتا ہو۔“

(شرح مسلم: ج ۱ ص ۵۵۳ سعیدی)

نیز علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

”صرف اللہ کی طرف توجہ کرنا واجب ہے، اور جو شخص اپنی عبادات میں اور دعاؤں میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا اس نے مشرکوں سا کام کیا۔“ (تفسیر تبیان القرآن: ج ۵ ص ۴۸۱)

قارئین! آپ نے مولوی فضل حق خیر آبادی کا حقہ اور شطرنج اور پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی اور اس کا مذہب پڑھا، فیصلہ فرمائیں کہ یہ مذکورہ دونوں حضرات کیسے ہیں؟
کیا علماء ربانی کی یہی صفات اور یہی عادتیں ہوتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ رہبری کے قابل ہوتے ہیں؟ جو لوگ خدا تعالیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھیں، ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے خوف کھائیں گے اور اس سے ڈریں گے؟

معلوم ہے حسینو! اس حسن کی حقیقت

ظاہر میں رنگ و بو ہے باطن سڑے ہوئے ہیں

ماہانہ معارف رضا کراچی کے سرپرست پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

”فاضل (احمد رضا خاں) بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں (ان کا) اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد (ناواقف) ہے، چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم (مسعود) موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ ”مولانا احمد رضا خاں کے پیرو (ماننے والے) تو زیادہ تر جاہل ہیں، گویا آپ جاہلوں کے پیش وائے“۔

(ترک موالات: ص ۵ / پروفیسر مسعود صاحب)

لطیفہ:

دہلی میں ایک شاعر حضرت بیدل گزرے ہیں، وہ اپنی زندگی کے واقعات میں لکھتے ہیں:
”ایک دفعہ میں بریلی کا پاگل خانہ دیکھنے گیا کہ ایک صاحب وہاں صاف ستھرا لباس پہنے ایک چوترے پر بیٹھے تھے، دیکھنے میں مہذب اور معزز معلوم ہوتے تھے، میں نے اس خیال سے کہ یہ محکمے کے کوئی افسر ہوں گے، بڑے ادب سے سلام کیا، مگر انہوں نے جواب دینے کے بجائے اپنا رخ پھیر لیا، میں سمجھا ممکن ہے آداب سے کوتاہی ہوئی ہو، میں نے دوسری طرف ہو کر پھر آداب

بجالایا، لیکن انہوں نے پھر رخ پھیر لیا، تیسرے رخ ہو کر میں اپنا عمل دہرا رہا تھا، کہ انہوں نے بڑے غصہ میں میری طرف دیکھ کر کہا! کیا آداب آداب لگا رکھی ہے، جانتے نہیں ہومس میں کون ہوں؟ اس کا یہ کہنا تھا کہ سامنے کے جنگلے سے آواز آئی، یونہی غلط کہتا ہے، میں نے اسے نہیں بھیجا، بیدل صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ شخص مادرزاد ننگا کھڑا بنا بیٹھا تھا۔“

(کاروان احرار)

علاج اس کا بھی کچھ غم جاناں ہے کہ نہیں مریض اور مرض کے مابین بھی ایک رشتہ ہے، روح جب تک جسم کے ساتھ رہتی ہے، یہ رشتہ قائم رہتا ہے، اس دوران مرض کبھی جسم پر غلبہ پالیتا ہے، اور کبھی جسم مرض کو مات دے دیتا ہے، لیکن جن امراض کا دل و دماغ پر قبضہ ہو جاتا ہے، وہ قبر کی لحد تک جسم کا تعاقب کرتے ہیں، ان میں مراق، مالیخولیا، نسیان اور وہم ہیں، یہ وہ دماغی امراض ہیں جو آدمی کو عقل و خرد سے دور لے جا کر جنون کے ویرانوں میں پھینک دیتے ہیں، یہیں سے ابلیس انہیں دبوچتا ہے، اور ایسے سبز باغ دکھاتا ہے کہ آدمی آدمیت سے ماوری ایسی حرکات کرنے لگتا ہے کہ پھر ابلیس بھی ہتھیار ڈال دیتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے؛ شاہ محمد اسماعیل شہید پر کیا کیا ظلم و ستم کیے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”امام طائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیہ مانا حقیقتہً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے۔ (سجن السبوح:

ص ۸۰/راز جناب احمد رضا خاں) لعنت اللہ علی الکلذین۔

مطلب یہ کہ شاہ صاحب صرف ڈر کی وجہ سے ظاہری طور جھوٹ پر خدا کی قدرت مانتا ہے، حقیقتہً اس کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) جھوٹ بولتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اور اب تم نے کذب الہی کو زیر قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی، رہا یہ کہ خیر الہی یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، اس یقین کی طرف بھی

کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ کلام الہی سے خود ایک کلام ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ یہی بوجہ کذب صادر ہوئی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا، جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہوا۔۔۔ الخ۔ (سپن السبوح: ص ۲۲)

خلاصہ و تشریح:

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”جب تم نے جھوٹ پر خدا کی قدرت مانی تو عقلاً خدا کی ہر بات میں جھوٹ کا شک پیدا ہوا، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی بات یہ یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر بولتا نہیں اور نہ بولے گا، اس یقین دلانے کا بھی کوئی بھروسہ نہیں کیونکہ یہ یقین دلانا بھی اللہ کی بات سے ایک بات ہوگی، ہو سکتا ہے کہ جھوٹ کی وجہ سے کہی گئی ہو، پھر کس طرح ہم یقین کر سکیں کہ جو جھوٹ بولنے پر قادر ہے وہ جھوٹ نہ بولے۔“

اس عبارت میں خان صاحب بالکل صاف طور پر ظاہر ہو گئے ہیں، بقول شخصے ”ان میں یہ مرض بھی تھا کہ اپنے مخالفین کی عبارات کا اپنی طرف سے معنی اور مطلب بنا کر ان پر سوچتے تھے، کہ دیکھو فلاں نے یہ لکھا ہے، اور فلاں نے یہ کہا ہے۔“

جواب:

اگر قدرت کی تشریح یہی ہے جو جناب احمد رضا خاں نے بیان کی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کی تشریح کیا ہوگی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو خطاب ہے ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (الانفال: ۶۸)

[ترجمہ] اگر پہلے سے حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے عذاب ہوتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم بروایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کفار کو شکست دی اور مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے، اور ستر آدمی قید ہوئے تو حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مشورہ فرمایا۔۔۔ میں نے عرض کیا۔۔۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔۔۔ آپ نے ان سے فدیہ لے لیا۔۔۔ پھر دوسرے دن جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب ہیں، اور دونوں رو رہے ہیں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رو رہے ہیں کہ تمہارے یاروں پر فدیہ لینے کے سلسلے میں بلاشبہ میرے آگے اس درخت سے قریب عذاب ظاہر کیا گیا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہم پر عذاب اترتا تو بجز عمر کے کوئی نجات نہ پاتا۔ (مدارج النبوة: ج ۱ ص ۱۷۶، ۱۷۷)

قارئین:

اللہ تعالیٰ نے جو عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمایا؛ کیا اس عذاب کو نازل کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ کو تھی یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو نازل کرنے کی بھی قدرت تھی اور نہ نازل کرنے کی بھی قدرت تھی، دونوں قدرتیں تھیں۔

پس جناب احمد رضا خاں کے قانون اور قاعدے کے تحت جو اوپر بیان ہوا ہے، ہو سکتا ہے (معاذ اللہ) کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عذاب کس وقت نازل فرمادیں، کیونکہ جناب احمد رضا خاں کے نزدیک قدرت وہی ہے، جس سے عمل کا ظہور لازمی ہو، اور جس کا صدور یقینی ہو، وہ قدرت کیا ہے جس کا صدور نہ ہو، جیسا کہ اس نے کہا ”پھر کون سا ذریعہ اور وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کر سکے یہ جو قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہو“۔

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ لَأَكْذُبَنَّكَ الْحَيٰوةُ وَضَعَفَ الْمَمٰتِ (اسرائیل: ۷۵)

[ترجمہ] اگر آپ ایسا کرتے تو اس وقت ہم آپ کو چکھاتے دو گنا عذاب دنیا میں دو گنا عذاب موت کے بعد۔

”اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے، اتنا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔“ (ضیاء القرآن: ج ۲ ص ۶۷۶ راز چہ کرم شاہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دینے کی دھمکی اور قدرت بیان کی گئی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے کی قدرت نہ تھی تو پھر اس عذاب کی دھمکی قرآن مجید میں کیوں بیان فرمائی؟ پس جناب احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدہ کے مطابق جیسا کہ اس نے اوپر کہا ہے یعنی ”اور اب تم نے کذب الہی (یعنی عذاب الہی) کو زیر قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب (یعنی ہر خبر میں عذاب کا شک) ہوا ہے، ”پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو (عذاب) قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہوا۔“

تیسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وكان الانسان عجولا۔ (اسرائیل: ۱۱)

[ترجمہ] اور انسان بہت جلد باز ہے۔

”امام مسلمؒ [رحمۃ اللہ علیہ] نے حضرت ابو ہریرہؓ [رضی اللہ عنہ] سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! محمد صرف بشر ہے بشر کی طرح غضب ناک ہوتا ہے، اور میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں اور تو اس عہد کے خلاف نہ کرنا، کہ میں جس مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں۔۔۔ تو اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ کر دے۔۔۔ الخ۔“ (تبیان القرآن: ج ۶ ص ۶۵۵ از سعیدی)

قارئین! تمام انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور حضور ﷺ خصوصاً غلط بات کہنے پر قدرت رکھتے ہیں

یا نہیں، اگر کہو کہ نہیں رکھتے تو پھر وہ انسان نہ ہوئے، اور جب انسان نہ ہوئے تو نبی بھی نہ ہوئے کیونکہ بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی وہ انسان مرد ہیں، جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے بھیجا، لہذا نبی نہ غیر انسان ہو اور نہ عورت۔ (جاء الحق: ص ۱۷۱)

جب سب نبی انسان ہوئے اور ان میں غلط بات کہنے کی قدرت نہیں ہے تو پھر دوسری تمام انسانی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (معاذ اللہ) زیادتی ہوئی مطلب یہ کہ اگر دوسرے انسان کو غلط بات کہنے یعنی ان کو جھوٹ پر قدرت نہ ہوتی تو وہ بے چارے عذاب سے بچ جاتے، نہ قدرت ہوتی نہ جھوٹ بولتے، اور نہ عذاب کے مستحق ہوتے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر غلط بات کہنے کی اللہ نے قدرت رکھی ہے تو پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی کے قانون اور عقیدہ کے مطابق کیا بھروسہ اور یقین ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جھوٹ نہ بولیں، جب ان کا جھوٹ بولنا جناب احمد رضا خاں کے قانون اور عقل اور عقیدہ نے ثابت کر دیا تو پھر کیسے یقین کیا جائے کہ (معاذ اللہ) دین اسلام سچا مذہب ہے، یا جھوٹا مذہب ہے، احمد رضا خاں کے قانون اور عقیدہ نے جب کذب انبیاء کو زیر قدرت مانا تو عقلاً (ان کی) ہر خبر میں جھوٹ کا شک ہوا ہی، پھر کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرے کہ جو (جھوٹ) قدرت انبیاء میں تھا، واقع نہ ہوا؟ یوں کہوں کہ بجا و درست سب سچ ہے اور کیا کہوں۔۔۔ فقط

واہ حضرت دیکھ لی کند ذہنی آپ کی

خوب ہوگی مہتروں میں قدر دانی آپ کی

سبحان اللہ! کیا خدا کی قدر دانی ہے، قربان جائیے ایسے حضرات کے جس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ ہم کیا کہتے ہیں اور اس کا انجام کیا نکلے گا۔

جناب احمد رضا خاں خدا کی قدرت کی کیسی تشریح فرماتے ہیں:

وہ لکھتے ہیں:

”جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم (پختہ یقین) نہیں کر سکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا۔۔۔ زید قسم کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تاہم دوسرا اگر صدق زید کا کیسا

ہی اعتقاد رکھنے والا ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اگر (قسم) کھائے تو سخت جبری وجہ سے باک اور عقلمندوں کی نگاہ میں ہاکا ٹھہرے گا، وجہ یہ ہے وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں کہ بات سچی ہی ہو۔۔۔ اور اب تم نے جھوٹ بولنے پر اللہ کی قدرت مانی تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی، رہی یہ بات کہ اللہ کی خبر یقین دلائے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، اس یقین پر بھی کوئی راہ نہیں کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بات ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوئی ہو۔ (سجن السبوح: ص ۲۱)

تشریح:

جناب احمد رضا خاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح احمد رضا جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے تو دوسرا آدمی ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ جناب احمد رضا خاں نے کبھی سچ بولا ہو، مثلاً احمد رضا خاں نے حرمین شریفین سے علماء دارالعلوم دیوبند کے خلاف من گھڑت کفر کا فتویٰ لیا، اب اگر اس فتویٰ پر احمد رضا خاں کی جماعت قسم کھائے کہ واقعی ہمارے امام نے ایسا ہی کیا ہے تو عقلمندوں کے نزدیک احمد رضا خاں کی جماعت بالکل بے وقعت ٹھہرے گی، وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال جماعت کو معلوم نہیں کہ جناب احمد رضا خاں کا فتویٰ سچا ہی ہو۔

اب بریلوی جماعت نے جھوٹ بولنے پر احمد رضا خاں کی قدرت مانی تو عقلاً (اس کی) ہر بات میں جھوٹ کا شک ہوا ہی، رہی یہ بات کہ احمد رضا خاں کی بات یقین دلائے کہ احمد رضا خاں جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، (احمد رضا خاں) کے اس یقین پر بھی کوئی راہ نہیں کہ (انہوں نے علماء دارالعلوم کے خلاف کفر کا جو فتویٰ حاصل کیا واقعی سچا ہو؟ کیونکہ) عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوا ہو، اللہ مجھے معاف فرمائے۔

عصمت کی تجارت ہوتی ہے قحبہ خانوں میں
ناموس کے سودے چکے ہیں تقدیس کے بادہ خانوں میں
جب غیرت ہی اٹھ گئی غالب کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

کیا مزے کی بات ہے کہ برا کہیں اوروں کو اور برائی نکلے آپ کی
 خاک ڈالنے والے کی لیاقت ظاہر ہوگئی
 چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا تو کیا نقصان
 یوں عہدہ برائی کی اُمید نہ تھی
 ناچار یہ دطیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جوہر اگلے

[۲] کیا واقعی انسان کی طرح اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کر سکتا

ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”ہذیان اول امام وہابیہ (شاہ اسماعیل شہیدؒ [رحمۃ اللہ علیہ] کی اول بے ہودگی یہ کہ) اگر کذب الہی محال ہو، اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔“

جناب احمد رضا خاں مذکورہ عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

”یہاں بھی دو چیزیں ہیں: ایک: کذب انسانی وہ قدرت انسانی میں مجاز ہے، اور قدرت ربانی میں حقیقتہً۔ دوم: کذب ربانی اس پر نہ قدرت انسانی نہ قدرت ربانی تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولیٰ سبحانہ کی قدرت سے بڑھ گئی۔“ (سجن السبوح: ص ۴۲، ۴۴ از احمد رضا خاں رسن اشاعت ۱۳۰۷ھ مطبع اہل سنت و جماعت واقعی بریلی میں چھپ کر شائع ہوا)

قارئین! اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جناب احمد رضا خاں نے خود مسئلے کو حل کر دیا

وہ اس طرح کہ جب اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ ”کذب انسانی قدرت ربانی میں حقیقتہً“ اب باقی صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کذب انسانی پر اللہ تعالیٰ کس طرح قادر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسان سے کس طرح جھوٹ بلواتا ہے، اور اللہ کو اس پر کیسی قدرت ہے؟

اگر بریلوی جماعت کے علماء حضرات میرے اٹھائے ہوئے اس سوال کو حل کر دیں تو ہو سکتا ہے کہ اختلاف ختم ہو جائے۔

کیا جو الفاظ انسان اپنے منہ یا زبان سے نکالتا ہے یا ادا کرتا ہے، اس طرح کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہیں یعنی بعینہ وہی الفاظ اللہ تعالیٰ ادا کرنے سے (معاذ اللہ) عاجز ہے۔ مثلاً جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال و اقوال جناب باری تعالیٰ کے مخلوق ہیں:

قال الله تعالى: **وَالله خلقكم وما تعملون**۔

[ترجمہ] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کا صدق کذب کفر ایمان جو کچھ ہے سب اسی کا پیدا کیا اور اسی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔ (سنن السیوطی: ۴۳۳۳ از احمد رضا خاں)

مختصر تبصرہ:

احمد رضا خاں کی مذکورہ بالا تحریر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے جھوٹ بلوانے کا ارادہ فرماتا ہے تو جب تک وہ جھوٹ اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ اور علم میں نہ ہو تو وہ کیسے انسان سے جھوٹ بلواتا ہے؟ جب انسان کے جھوٹ بلوانے پر اللہ کی قدرت ثابت تو باقی کون سے جھگڑے کی بات رہ گئی، قرآن مجید میں ہے:

إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَىٰ - إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ - (المدثر: ۲۴، ۲۵)

[ترجمہ] یہ تو وہی جادو ہے انگوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام۔

مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

”خیال رہے کہ ولید (بن مغیرہ) خود بھی اپنے کو اس بلواس میں جھوٹا سمجھتا تھا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معظمہ میں ہی رہے اور مکہ معظمہ میں نہ جادو گرتھے، نہ وہاں جادو کا زور تھا، پھر حضور انور نے کس سے جادو سیکھا اور کہاں سے سیکھا، کب سیکھا، ان باتوں پر خود اس کا ضمیر لعنت کرتا تھا۔“

(نور العرفان ص: ۹۱۹)

قارئین! غور فرمائیں جو کچھ جھوٹ اور الزام ولید بن مغیرہ نے بکا وہی جھوٹ اور الزام اللہ

تعالیٰ نے قرآن مجید میں دہرایا ہے، یعنی جو کچھ ولید نے کہا وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نیز جناب احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فرمان یعنی ”انسان کا صدق کذب سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے“ سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ولید بن مغیرہ نے کہا اس کے دماغ میں وہ سب کچھ اللہ ہی نے ڈالا، تو اللہ تعالیٰ کا اس جھوٹ یا بکواس پر ولید بن مغیرہ سے پہلے قادر ہونا ثابت ہوا۔ (العیاذ باللہ) واللہ اعلم مزید تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیں۔

صفات باری تعالیٰ کی مختصر حقیقت:

اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے ملتی جلتی ہیں اور کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے نہیں ملتی۔ مثلاً:

انسان سوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں سوتے، انسان کھاتا پیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے، انسان کے ساتھ ضرورتیں لگی ہوئی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے بے نیاز ہے، انسان شادی، بیاہ، نکاح سب کچھ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے، مگر چند صفات ایک جیسی ہیں مثلاً:

انسان دیکھتا ہے اللہ کے دکھانے سے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دیکھتا ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے سنانے سے مگر اللہ تعالیٰ سنتا ہے اپنی قدرت سے، جیسا سننا اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے بتانے اور سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی علم سے جانتا ہے۔ انسان بولتا ہے اور بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور طاقت سے اور اس کے سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اپنی قدرت سے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام:

معتزلہ اور اہل سنت کا اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کے علاوہ صفت کلام میں بھی شدید اختلاف ہوا، جس سے ”قرآن“ مخلوق ہے کا مسئلہ کھڑا ہوا، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو جیل میں جانا پڑا اور کوڑے کھانے پڑے۔

چنانچہ شرح عقائد میں مذکور ہے:

والمعتزلة لما لم يمكنهم انكار كونه تعالى متكلماً ذهبوا الى انه متكلم بمعنى ايجاد الاصوات والحروف في محالها، او ايجاد اشكال الكتابة في اللوح المحفوظ وان لم يقرء على اختلاف بينهم وانت خبير بان المتحرك من قامت به الحركة لا من ... اوجدناها ولا ليصح اتصاف الباري بالاعراض المخلوقة له تعالى والله تعالى عن ذلك علواً كبيراً.

(شرح العقائد نسفی: ۲۲۸/۱ الناشر سعید کمپنی کراچی)

[ترجمہ] اور معتزلہ کے لیے جب اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا انکار ممکن نہ ہو سکا تو وہ اس بات کی طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ حروف و اصوات کو ان کے اپنے اپنے محل میں موجود کرنے یا اشکال کتابت کو لوح محفوظ میں موجود کرنے کے معنی میں متکلم ہے اگرچہ اسے پڑھنا نہیں گیا، یہ مسئلہ ان کے درمیان مختلف فیہ ہے، اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ متحرک وہ ہے۔۔۔ جس کے ساتھ حرکت قائم ہو، نہ کہ وہ شخص جو حرکت کا موجد ہو، ورنہ باری تعالیٰ کا ان اعراض کے ساتھ بھی متصف ہونا لازم آئے گا جو اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند و بالا تر ہے۔

مختصر خلاصہ تشریح:

متکلم یعنی بات کرنے والا، معتزلہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حروف اور آواز کو ان کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں مثلاً طور یا شجرہ موسیٰ میں موجود کر دیں جیسے:

مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ لِّمُوسَىٰ إِلَىٰ أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ (القصص: ۳۰)

[ترجمہ] درخت میں سے (آواز دیئے گئے) کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا۔

یا کلام کے حروف ان کے محل مثلاً لسان جبرئیل یا لسان نبی میں موجود کر دیئے۔ معترکہ کی یہ تاویل یا تشریح قاعدہ لغت کے خلاف ہے، اسی طرح متکلم وہی ہوگا، جو صفت کلام سے متصف ہو نہ کہ وہ جو دوسروں میں ایجاد کرے، اس کو متکلم نہیں کہتے، پس مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی متکلم یعنی بات کرنے والا مگر اپنی شان کے لائق اور انسان بھی متکلم۔

مثال۔۔۔ [۱]

اقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ (العلق: ۱)

[ترجمہ] پڑھا اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ سب سے پہلی وحی ہے، فرشتے نے آکر کہا، پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جبرئیل امین نے بھی پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھا، کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، جس طرح معترکہ کہتے ہیں، کہ جبرئیل میں آواز یا حروف کو موجود یعنی ایجاد یا پیدا کر دیئے، اگر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، تو پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کا صادر ہونا یعنی اپنی شان کے لائق بات کرنا ثابت ہوا، اگر ایسا نہیں تو پھر وہی معترکہ والی بات صحیح ہوئی۔

مثال۔۔۔ [۲]

فَقَالَ أَكَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ۔ (الشُرعت: ۲۴)

[ترجمہ] (یعنی فرعون نے کہا) تم سب کا رب میں ہی ہوں۔

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي اتَّبَعْتُ مِنْ أَهْلِي. (ہود: ۴۵)

[ترجمہ] کہا (نوح نے) میرا رب میرا بیٹا تو میرے گھروالوں میں سے ہے۔

قَالَ يُنوح انه ليس من اهلك. (ہود: ۴۶)

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں۔

قارئین! پہلی آیت (النزعت: ۲۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے الفاظ دہرائے ہیں یعنی

جو بات فرعون نے کی وہی بات اللہ تعالیٰ نے کی، اور دوسری آیت (ہود: ۴۵) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو دہرایا یعنی جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بات کی بعینہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بات کی، ان مثالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انسان بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح بات کرتا ہے، تیسری آیت (ہود: ۴۶) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انکار فرمایا کہ ”یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں ہے“۔

حالانکہ وہ ان کا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تیرے گھر سے نہیں ہے، تو ظاہر اللہ تعالیٰ کی بات خلاف واقع ہوئی، یعنی واقعہ کے مطابق یہ ہے کہ ”إِنِّي اتَّبَعْتُ مِنْ أَهْلِي“ میرا بیٹا میرے گھروالوں میں سے ہے اور واقعہ کے خلاف یہ ہے کہ ”إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ“ یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں ہے۔

گو اللہ تعالیٰ نے بد اعمالی یا کفر کی وجہ سے یہ فرمایا کہ وہ تیرے گھر سے نہیں ہے لیکن بات تو واقعہ کے خلاف ہے، یہی مثال شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے فرمائی، کہ ایک انسان اپنے مخاطب یعنی سامنے والے سے واقعہ کے خلاف بات کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں حاصل نہیں کہ وہ فرشتہ یا نبی کے سامنے ایسی بات کر سکے۔

قدرت کی تشریح:

ولا يخرج عن عليه قدرته شيء لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص
وافتنال الى مخصص مع ان النصوص القطعية ناطقة بعموم العلم وشمول

القدرۃ فهو بكل شیء علیم وعلی کل شیء قدیر لا کما یزعم فلاسفۃ من انه لا یعلم الجزئیات ولا یقدر علی اکثر من واحد، والدھریۃ انه لا یعلم ذاته، والنظام انه لا یقدر علی خلق الجہل والقبح، والبلخی انه لا یقدر علی مثل مقدور العبد وعامۃ المعتزلۃ انه لا یقدر علی نفس مقدور العبد۔

(شرح العقائد نسفی: تحت العنوان "ولا ینخرج عن علمہ وقدرتہ شیء")

اور کوئی بھی شے اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ بعض چیزوں سے جاہل ہونا یعنی نہ جانتا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا یعنی قدرت نہ رکھنا نقص ہے، اور دوسرے کی طرف محتاج ہونا لازم ہے، علاوہ اس کے آیات قرآنیہ اس کے علم و قدرت کے عام ہونے کا اعلان کر رہی ہیں، پس وہ ہر شے کا علم رکھنے والا، اور ہر شے پر قدرت والا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ جزئیات یعنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نہیں جانتا اور نہ وہ ایک سے زائد پر قدرت رکھتا ہے، اور جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کو نہیں جانتا، اور جیسا کہ نظام کہتا ہے کہ وہ جہل اور قبح کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اور جیسا کہ بلخی نے کہا کہ وہ بندے کے مقدور کے مثل پر قادر نہیں ہے اور جیسا کہ عام معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ بعینہ اس چیز پر قادر نہیں جو بندہ کا مقدور ہے۔

مذکورہ عبارت میں پانچ گروہوں کا رد ہے:

(۱) فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں، مثلاً انسان ہے اس کا تو علم ہے، مگر اس کے اندر یا اس سے ہونے والی روزانہ کی چھوٹی چھوٹی چیزوں اور کاموں کا علم خدا تعالیٰ کو نہیں، وہ اس لیے کہ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اگر خدا کے علم میں بھی تبدیلی ہوتی رہے تو یہ نقص ہے، کیونکہ جس طرح اس کی ذات میں تبدیلی نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی تبدیلی نہیں۔

(۲) دہریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا۔

(۳) جیسا کہ نظام ہے، اس کا نام ابراہیم بن سيار معتزلی ہے، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہل اور قبح یعنی برائی کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

(۴) ولا یمزعمہ البلیغی، ان کی کنیت ابو القاسم ہے اور یہ قعبی کے نام سے مشہور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جس چیز پر بندہ قادر ہے اس کی مثل پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں۔

(۵) ولا یمزعمہ معتزلہ۔ مثلاً ابو علی جبائی وغیرہ کا قول ہے، جس چیز پر بندہ کو قدرت ہے، اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ (شرح العقائد نسفی)

چند ضروری وضاحتیں:

(۱) قرآن مجید میں ہے:

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (البقرہ: ۲۴۴)

[ترجمہ] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ (البقرہ: ۱۱۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

وَاللَّهُ بِصِعْرٍ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (المائدہ: ۷۱)

[ترجمہ] اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ انسان گالی دیتا اور گالی سنتا بھی ہے اور گانا گاتا اور سنتا بھی ہے، یہ تمام کے تمام کام یا ان جیسے اور برائی کے کام ہیں، کیا اللہ تعالیٰ انسان کی طرح نہیں سنتا؟ سنتا ہے بلکہ انسان کی نسبت بہت بہتر سنتا ہے، لیکن باوجود بہتر سننے کے یہ سننا اللہ تعالیٰ کے لیے برائی نہیں ہے اور انسان کے لیے برائی ہی برائی ہے۔

انسان دیکھتا ہے، انسان برائی کو بھی دیکھتا ہے، اور انسان کے لیے برائی دیکھنا گناہ کے کام ہیں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی شرم گاہ دیکھنا منع اور گناہ ہے، اسی طرح عورتیں ہوئیں تو کیا ایسی برائی کی چیزیں اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی برائی نہیں ہے۔

نتیجہ:

انسان کی طرح برائی کی چیزیں دیکھنے کی بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل بلکہ بہتر حاصل اور سننے کی بھی قدرت حاصل، انسان کے لیے برائی مگر اللہ تعالیٰ برائی سے پاک و صاف، اور انسان سے بہتر اور مکمل قدرت حاصل۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - (النساء: ۴۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

”اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی قائم ہوا کہ باری تعالیٰ سے ظلم ممکن نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

”لا يوصف الله تعالى بالقدرۃ على الظلم لان المحال لا يدخل تحت القدرۃ“۔

[ترجمہ] باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا۔

(سبغ السبوح: ص ۶۴، ۶۵)

سبحان اللہ کیسا پیارا فتویٰ ہے؟

جس چیز پر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں وہ کام انسان سے کیسے کرائے گا، مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کا گلہ دبا کر اُسے مار دیتا ہے، اور اس کا یہ فعل ظلم کہلاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ایسا ظلم کرے تو ظلم نہیں، جب اللہ تعالیٰ کے تمام کام برے نہیں جو کچھ وہ کرے مالک حقیقی ہے، اسے سب اختیار ہے تو پھر یہ کیوں کر کہا جائے گا کہ (معاذ اللہ) وہ ظالم ہے، ہاں قدرت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ظلم کیا ہے؟

اولاً: ظلم کے معنی ہیں کسی دوسرے کی ملک میں دخل دینا، اور تصرف یعنی اختیار استعمل کرنا، اپنے حاکم کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ پر ظلم کا لفظ تب صادق آسکتا ہے، جب بندوں یا اس کی دوسری مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی ملک سے خارج اور باہر ہو یعنی کسی چیز کا وہ مالک نہ ہو یا اس پر کوئی زبردست طاقت حکمران ہو، ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انسان اپنی ذاتی

چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کرے یعنی اختیارات استعمال کرے، مثلاً کپڑا پھاڑ دے، آگ میں جلادے یا کسی کو دیدے، اب ظلم پر خدا تعالیٰ کو قدرت حاصل ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟

ثانیاً: پوری کائنات اس پر متفق ہے، اگر آپ نے بلا وجہ کسی کو چلتے چلتے چھرا مار دیا تو جو بھی دیکھے یا سنے گا وہ یہی کہے گا کہ آپ نے یہ ظلم کیا، اگر یہی فعل اللہ تعالیٰ کریں تو اس کا نام ظلم نہیں، کیونکہ بلا جرم سابق وہ بچوں کو کن کن بیماریوں اور بلاؤں میں مبتلا کر رہا ہے، بالآخر وہ مرجاتے ہیں، کئی بار ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حیوانوں اور بچوں اور مجنونوں کو خدا تعالیٰ طرح طرح کی مصائب اور تکالیف میں مبتلا کرتا ہے، حالانکہ یہ بالکل بے گناہ اور بے قصور ہوتے ہیں، تمام جانوروں کے لیے حکم دیا کہ تم ان کو بلا جرم سابق ذبح کرو، پکاؤ، کھاؤ، اور خاک بسر فقیروں کو کھلاؤ اور انعام پاؤ، ان جانوروں نے کیا گناہ کیا ہے، پس جو فعل خدا تعالیٰ کرے وہ ٹھیک اور ہم کریں وہ ظلم ہے۔

ثالثاً: ۲۰۰۶ء میں پاکستان میں زلزلہ آیا اور ہزاروں انسان زمین میں دب کر مر گئے، اور کشمیر کے شہر مظفر آباد میں اسکول کی ایک عمارت تباہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں بچے اور بچیاں اس عمارت کے نیچے دب کر مر گئیں، لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم ہے؟ اور اس کے برعکس اگر کوئی پاکستان پر حملہ کے بہانے سے اسی اسکول کی عمارت پر بم گراتا تو پوری دنیا میں کبرام مچ جاتا، کہ یہ انتہائی ظلم ہے۔

نتیجہ:

ایک ہے اصل اور وہ ہے ظلم، اور ایک ہے اس ظلم کی مثل، جیسے اسکول کی عمارت کی مثال سے ظاہر ہے، پس اصل ظلم ہے، وہ ہے انسانوں کے لیے، اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کے لیے یعنی جس چیز پر انسان قادر ہے اس کی مثل پر اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہتر اور زیادہ قادر ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ أَصْدِقِ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النساء: ۸۷)

[ترجمہ] اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں: اور اس کے کلام میں کذب اور خلف (خلاف کرنا) محال ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔“

(تفسیر تبیان القرآن: ج ۲ ص ۷۳۹)

”حقیقت کیا ہے؟

اولاً: اللہ تعالیٰ کذب کیوں اختیار کرے؟ کیا (معاذ اللہ) اس پر کوئی زبردست طاقت ور حکمران ہے یا (معاذ اللہ) کسی منطقی یا فلاسفر کا اسے کوئی خوف ہے، وہ جو پچھ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے فرمان کے خلاف ہو جائے، جب اس کے حکم کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ (معاذ اللہ) وہ جھوٹ اختیار کرے، اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟ قرآن مجید میں ہے: **فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ (المزمل: ۱۶) فرعون نے معصیت کی، ازل میں فرعون تھا نہ اس نے معصیت کی تھی۔**

(تبیان القرآن: ج ۲ ص ۷۴۰ راز علامہ سعیدی)

ازل میں فرعون تھا ہی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرعون نے معصیت کی، پیدا ہونے کے بعد فرعون کیسے معصیت نہ کرتا۔

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (طہ: ۱۲۱)

[ترجمہ] آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بے راہ ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ان کے رب کے سامنے مباحثہ ہوا، پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ میری پیدائش سے کتنا

عرصہ پہلے تورات کو لکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے یہ آیت پڑھی ہے، **وعصى آدم ربه فغوى**۔ (طہ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی پس وہ بے راہ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔۔۔ الخ۔ (تفسیر تبيان القرآن: ج ۹ ص ۹۶۷، ۹۶۸)

خلاصہ بحث یہ کہ:

جو کچھ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جب وہ اپنے حکم کے خلاف کرتا ہی نہیں تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اس کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے۔
ثانیاً: خیال رہے کہ ہماری بحث یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے اور کذب نقص ہے یا نہیں؟ ہماری بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے یا نہیں؟

مثال۔۔۔ [۱]

قرآن مجید میں ہے:

ان لا تہدی من احببت ولكن الله يہدی من یشاء۔ (القصص: ۵۶)

[ترجمہ] آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدھا ولكن حق القول میثقی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین۔ (السجدہ: ۱۳)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنات سے بھروں گا۔

ثابت ہوا کہ جو نہیں کیا اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے اور جو کیا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے۔

ان الله لا يغفر ان يشرك به۔ (النساء: ۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

ما یبدل القول۔ (ق: ۲۹)

[ترجمہ] میری بات بدلتی نہیں۔

لیکن جہاں یہ ہے اور وہاں یہ بھی ہے یعنی:

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔

(المائدہ: ۱۱۸)

[ترجمہ] اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست

ہے حکمت والا ہے۔

خلاصہ:

یعنی مطلب یہ کہ یا اللہ! ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے، اس لیے کہ تو ’فَعَال لَنَا یُرِید‘۔ (البروج: ۱۶) جو چاہے کر سکتا ہے، اور تجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہیں ہے ’لَا یَسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یَسْئَلُونَ‘۔ (الانبیاء: ۲۳) وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں، اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں (۲۳) گویا آیت میں اللہ کے سامنے بندوں کی عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے قادر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان دونوں باتوں کے حوالے سے عفو و مغفرت کی التجا بھی۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وہو انہ کیف جائز لعیسیٰ علیہ السلام ان یقول (وان تغفر لہم) والله لا یغفر الشریک۔

والجواب انہ یمیز علی مذہبنا الآخر ولا اعتراض لأحد علیہ۔ (تفسیر کبیر)

[ترجمہ] عیسیٰ علیہ السلام کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ لوگ

مشرک تھے، جواب ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرماں بردار عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دیں، کیونکہ تمام لوگ اس کی ملک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اور جناب غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”معتزلہ یہ کہتے تھے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہان اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔۔۔ وہ جو چاہے کرے، اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔۔۔ اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی مالک ہے (یہی علماء دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کی خبر کا کاذب ہونا محال ہے۔“

(تفسیر تبیان القرآن: ج ۳ ص ۴۰۸، ۴۱۰)

قارئین: جو کچھ امام رازی اور علامہ سعیدی نے لکھا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اکابر دیوبند خدا کی قدرت مانتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے تو پھر امام رازی اور علامہ سعیدی بریلوی نے یہ کیوں لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو جنت میں اور عبادت گزار فرماں بردار کو جہنم میں داخل کر دے، اور کذب بولتے ہیں واقعہ کے خلاف کرنے کو، واقعہ کے مطابق فرماں بردار جنت میں اور کفار دوزخ میں، اور واقعہ کے خلاف کفار جنت میں اور فرماں بردار دوزخ میں نیز اس سے اہم بات امام رازی کی یہ ہے یعنی ”یعنی عسیلی بیٹا کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ مشرک تھے“ اور مشرکوں کو بخشنا خلاف واقعہ بات ہے یعنی اللہ نے جو خبر مشرکوں کے عذاب کی دی ہے اس خبر کے خلاف ہے۔

مزید مثالیں:

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ

شَبَّحَ قَدِيرٌ۔ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلاصہ آیت:

جو آیت ہم بدل ڈالتے ہیں یا اسے باقی رکھ کر اس کا حکم ختم کر دیتے یا چھوڑ دیتے ہیں، یا اٹھا لیتے ہیں، یا آپ کو بھلا دیتے ہیں یا قرآن میں باقی نہیں رہنے دیتے یا حکم کو بدل ڈالتے ہیں اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں، اور نسخ کسی اعتبار سے محال یعنی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اپنے کام میں مختار کل ہے، جو جب چاہے پیدا کر دے اور جس وقت تک چاہے زندہ رکھے، نسخ کے لغوی معنی تو نقل کرنے کے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم نازل کرنے کے ہیں، یہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔

جیسا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں سکے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کر دیا گیا، جب طوفان نوح ختم ہو گیا تو اس وقت نوح علیہ السلام کے لیے تمام جانور حلال کر دیئے گئے، پھر بعض جانور حرام قرار دیئے گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں سے نکاح جائز تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور بعد والی شریعتوں میں یہ حکم واپس لے لیا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض احکام منسوخ فرمائے اور ان کی جگہ نیا حکم نازل فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ پہلے شراب نوشی سے منع نہیں کیا گیا نہ جوئے کو حرام کیا گیا، مکی زندگی کے پورے دور اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں شراب اور جو اجازت رکھتا تھا، بعد میں جب مسلمانوں کے دل و دماغ میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا تو شراب اور جوئے کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا۔

یہ نسخ تین قسم کا ہے:

ایک تو مطلقاً نسخ حکم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دیا گیا، دوسرا ہے نسخ مع التلاوة یعنی پہلے حکم کے الفاظ قرآن مجید میں موجود رکھے گئے ہیں، ان کی تلاوت ہوتی ہے، لیکن دوسرا حکم بھی جو بعد میں نازل کیا گیا قرآن میں موجود ہے یعنی ناسخ اور منسوخ دونوں آیات موجود ہیں، نسخ کی ایک تیسری قسم بھی ہے کہ ان کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، یعنی قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شامل نہیں فرمایا، (فُنْسِيهَا) ہم بھلا دیتے ہیں، کا مطلب ہے کہ اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں، گویا کہ ہم نے اسے بھلا دیا اور نیا حکم نازل کر دیا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب سے ہی ہم نے اسے مٹا دیا اور اسے نسیاً منسیاً کر دیا گیا، یہودی تورات کو ناقابل نسخ قرار دیتے تھے، اور قرآن پر بھی انہوں نے بعض احکام کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور کہا زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے، اور جسے چاہے منسوخ کر دے، یہ اس کی قدرت ہی کا ایک مظاہرہ ہے، اوپر مثالوں کو ذہن میں رکھ کر اصل حقیقت کو سمجھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَرْجُو اَنْ يُلْقَىٰ اِلَيْكَ الْكِتَابُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ. (القصص: ۸۶)

[ترجمہ] اور آپ یہ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَنَا لَظَهَبَ بَالِدِي اَوْ حِينَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيلًا.

(بنی اسرائیل: ۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں اور پھر آپ کو

ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی میسر نہ آئے۔

إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ۔ (بنی اسرائیل: ۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

”پہلے اپنی قدرت کاملہ مطلقہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے نعمت وحی

بھی سلب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، بیان قدرت کے معنابعد اپنی رحمت بے پایاں کا ذکر فرمایا،

جس سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔“ (ضیاء القرآن: ج ۲)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کے حوالہ

سے لکھتے ہیں:

”حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرموت کے سرداروں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو صرف محمد بن

عبد اللہ ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکاریں گے، آپ نے فرمایا لیکن

میرا نام اللہ نے رکھا ہے، اور میں ابوالقاسم ہوں، انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہم نے آپ کو

آزمانے کے لیے ایک عبارت چھپائی ہے، بتائیے وہ عبارت کیا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ہوں گے، انہوں نے کہا: پھر ہم کو کیسے علم

ہوگا کہ آپ رسول اللہ ہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا کہ

یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تب آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی،

تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق

دے کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے، جس کے سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے

سے، اور وہ میزان میں بہت بڑے پہاڑ سے بھی بھاری ہے، اور اندھیری رات میں ستاروں کے

نور کی مانند ہے، انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنائیے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَالصُّفِّ صَفًّا سے لے کر وَرَبِّ الْمَشَارِقِ تک تلاوت فرمائی (الصفّ: ۱ تا ۵) پھر رسول اللہ

سائنس دانوں پر سکون ہو گئے اور آپ کی وارثی مبارک پر آنسو بہہ رہے تھے، انہوں نے کہا ہم آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں، کیا آپ اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں، اس نے مجھے اس صراط مستقیم پر بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح ہے، اگر میں اس سے سرمو (بال کے سر برابر) بھٹک جاؤں تو ہلاک ہو جاؤں گا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا۔

(بنی اسرائیل: ۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے پھر ہمارے مقابلے میں آپ کو کوئی حمایتی نہ ملے۔

إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا۔ (بنی اسرائیل: ۸۷، ۸۸)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے یقیناً آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

(تبیان القرآن: ج ۹ ص ۸۵۴ / از غلام رسول سعیدی رالطیع اول ۲۰۰۴ء ناشر فرید بک اسٹال لاہور)

نتیجہ:

مذکورہ بالا تحریرات سے یہ ثابت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو کام کیے یا جو کچھ فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر بھی وہ قادر ہے، قدرت کے منکرین مذکورہ تحریرات سے عبرت پکڑیں۔

ایک ضروری وضاحت:

(۱) وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔ (النساء: ۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سزا نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر (معاذ اللہ) جھوٹی ہو جائے گی، اور جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت

نہیں، لہذا سزا ضروری ہوئی۔ (واللہ اعلم)

(۲) وَلَکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ (احزاب: ۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی لفظ خاتم النبیین کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ حضور سلیمان علیہ السلام جیسا پیدا کر سکے تو اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے کذب محال لہذا حضور سلیمان علیہ السلام جیسا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا نُنَسِّخْ مِنْ آيَةٍ... الْآخِرَ۔ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ۔ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر، یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو

نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض: ایک ہے اصل، اور ایک ہے اس اصل کی مثل، پس جب اللہ تعالیٰ مشل پر یعنی دوسری آیات کو منسوخ یا تبدیل کر سکتا ہے تو ان آیات کو تبدیل یا منسوخ کیوں نہیں کر سکتا جن کے بارے میں معتزلہ اور جناب احمد رضا خاں اعتراض کرتے ہیں۔

بات صرف قدرت کی تھی عمل کرنے یا خبر بدلنے کی نہ تھی، مگر اس کو کیوں پھیرا وہ اس لیے کہ اگر ہم قدرت تسلیم کر لیں، تو پھر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر یا خبر بدلنے پر قدرت ہے تو پھر ہم مخالفین پر جھوٹے الزام کس طرح لگائیں گے۔

نہ مانیں گے نہ جھوٹے پڑیں گے

اپنی کہی جائیں گے دوسرے کی نہیں سنیں گے

مذکورہ تحریر کو ایک غیر مسلم بھی پڑھ لے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور فرمان بدل سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کے منکرین کی لڑائی

مسلمانوں سے ہے کفار سے نہیں اگر یہی جھگڑا کفار یا کسی پنڈت جی سے شروع ہو جائے تو یہی منکرین قدرت خود اپنے مخالف کو اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے پر مجبور کریں گے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دل پذیر ملفوظات کے اقتباسات:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

یعنی جو مسائل اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ دشوار اور مشکل ہیں یہی وجہ ہے کہ حکماء فلاسفہ جن کو اپنی عقل پر بڑا ناز تھا ان مسائل سے سیدھی راہ سے پھسل گئے، علماء اہل سنت اور شریعت کی اتباع کرنے والوں نے بھی محض عقل کو ہرگز کافی و معتبر نہیں سمجھا، بلکہ ان مسائل میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اور اکابرین کی اتباع فرمائی، اور جن لوگوں نے اپنی عقل کی اتباع کو اصلی ٹھہرایا اور اپنے فہم کو دلائل شرعیہ کا تابع نہ بنایا ایسے لوگ صراط مستقیم سے دور جا پڑے، بوجہ اختلاف رائے اتنے فرقے ہو گئے کہ خدا کی پناہ، حالات و واقعات اس پر گواہی دیتے ہیں کہ خالق جملہ کائنات و ممکنات (یعنی تمام مخلوق اور چھوٹی بڑی سب چیزیں پیدا کرنے والا) خواہ خیر ہوں، خواہ شر ہو اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، تمام اہل عالم اور ان کے اچھے برے کام سب کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ اگر نیکی اور برائی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوتا تو بندہ جنت اور جہنم کا مستحق نہ ہوتا، کیونکہ تکلیف کا مدار اختیار و قدرت پر ہے، جب اب تمام کاموں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو کہا جائے تو جو چیز پیدا ہوگی محض خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوگی، معتزلہ نے عقل کے زور پر یہ عقیدہ تراشا کہ بندہ خود اپنے افعال اختیار یہ کا خالق و موجد (یعنی بندہ خود اپنے اچھے یا برے کاموں کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا) ہے، جو کام بندہ نے اختیار کرنے ہیں ان کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں، اور اسی خیال پر ایسے اڑے کہ ارشادات قرآنی جیسے (واللہ خلقکم و ما تعملون) اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو (پ ۲۳) اور اللہ خالق کل شیء (اور اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا) اور صاف کھلی ہوئی احادیث اور صحابہ کا اتفاق اور تمام بزرگوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ بندوں کے کام اچھے ہوں یا برے سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں کیوں کہ جب معتزلہ ہر

ایک کو اپنے تمام کام جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے، کا پیدا کرنے والا کہتے ہیں تو اب کیا خدائی گھر گھر نہ آگئی، اور ہر بندہ خالق ہو گیا، اور وصف خالق (پیدا کرنے کی قدرت میں) اللہ تعالیٰ کا شریک بنے گا، پھر تمام جہان میں بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا بندہ تمام اہل سنت کا مذہب ہے کہ کسی کا کوئی حق نیک لوگ ہوں یا بد بخت خداوند کریم کے ذمہ اصل سے واجب نہیں (اس موقع پر مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں ”حدیث میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے جنت میں نہیں جاسکتا صحابہ نے عرض کیا آپ بھی نہیں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا: اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گا گناہ نہ سہی استحقاق (حق دار) کس بات کا ہے، دنیا ہی کا قاعدہ ہے اگر مزدور ہے مزدوری کرے گا، اجرت پائے گا، اور اگر عبد ہے مملوک ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا، ہم سب تو اسی کی مخلوق ہیں، اس کی رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دی، آپ ہی اس کو اسباب دیئے آپ ہی آسان فرمایا۔“ ملفوظات حصہ سوم کراچی)۔ اور انصاف کرنے اور اپنے بندوں کو نیکی کے بدلہ میں ثواب یا اجر عطا فرمانے میں ہرگز مجبور نہیں سب اس کے بندے ہیں وہ قادر مطلق ہے جس کے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے، نیکیوں کو عذاب اور بروں کو ثواب دینے پر اس کو اختیار و قدرت حاصل ہے، جیسا کہ نیک بندوں کو نعمت اور مجرموں کو سزا دینے پر اس کو قدرت حاصل ہے اس کو منع کرنے والا اس پر جابر کوئی نہیں، اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ ذات پاک اپنے کرم و حکمت و سچائی و انصاف کی وجہ سے کبھی خلاف وعدہ کوئی حکم بات ظاہر نہ فرمائے، اور کسی کا ظاہری و چھپا ہوا حق بھی باطل نہ کرے، اور چھوٹی سی چھوٹی نیکی بھی رائے گاں نہ ہونے دے، بلکہ ہر نیک کام کے بدلہ میں زیادہ سے زیادہ اجر اپنے کرم و فضل سے حسب وعدہ عطا فرمائے ہرگز ہرگز خلاف وعدہ کوئی کام واقع نہ ہونے دے، اور بعض معتزلہ اور ان کے بھائی شیعہ برادری کو اس میں یہ خلیجان (فکر و اندیشہ) پیدا ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذمہ انصاف (یعنی نیکی کا بدلہ اجر اور برائی کا بدلہ سزا) واجب نہ ہوئے تو اس کے خلاف (کرنے) پر بھی قدرت ہوگی، اور اس کا صدور بھی ممکن ہوگا، اور طاعت گزار کو خلاف وعدہ سزا دینا بھی جائز ہوگا حالانکہ نیکی کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہو چکا ہے۔ انصاف اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اب ان تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے میں

حق تعالیٰ کے کام پاک میں خلف اور کذب (یعنی اپنے وعدوں کا خلاف اور جھوٹا ہونا) جدا لازم آئے گا، اور یہ تمام کام حق تعالیٰ کی پاکیزگی اور عصمت کے خلاف ہیں، اس لیے بعض عقلاء نے انصاف کو (یعنی نیکی کے بدلہ ثواب اور برائی کے بدلہ سزا کو) حق تعالیٰ کے ذمہ واجب اور ضروری ایسا مان لیا کہ اس کے خلاف (کرنے کی قدرت) سے انکار کر دیا، اور اس میں یہ فائدہ سمجھا کہ اب عیب و کذب و خلاف کرنے سے اس کا کام بھی پاک رہے گا، اور حق تعالیٰ کی جناب میں کسی کو خلاف حکمت و انصاف کا شبہ کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ اس بناء پر بعض معتزلہ (اور آج کے بریلویوں نے) صاف کہہ دیا کہ امور قبیحہ کا صادر (یعنی برے کاموں کا پیدا) کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل خارج ہے، افسوس در افسوس حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب تو جب ہو جب کسی کو خدا پر حاکم مانا جائے اور ایسی اغویں ہو وہ بات عاقل تو کیا کم عقل بھی نہیں مان سکتا، نعوذ باللہ اس فرقہ نے حق تعالیٰ شانہ پر یہ خوب مہربانی کی کہ ایک بناوٹی پاکیزگی ثابت کر کے اس سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات کے ٹکڑے (بے قدرت ہونے) کو تسلیم کر لیا، کہ جس کی قدرت بے انتہاء اور تمام مخلوق چھوٹی بڑی سب چیزوں پر ثابت، اس موقع پر بھی اہل سنت نے جواب دیا کہ کسی کام کی کسی کے قدرت و اختیار میں داخل ہونا اور بات ہے اور اس کام کا کرنا اور واقع ہونا دوسری بات ہے، کسی کام کا فقط قدرت میں داخل ہونے سے یہ کب ضروری ہے کہ اس کے خلاف کرنے کی صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی اور چیز رکاوٹ کا سبب نہ ہو۔ (یعنی انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو قدرت کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ سچائی اختیار نہ کرے اور جھوٹ بولتا رہے) اس طرح تو تمام انسانی مخلوق کو خواہ صلحا و تقیا (یعنی نیک و پرہیزگار) ہی کیوں نہ ہوں تمام چیزوں پر صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے چوری کرنے والا، حقوق غصب کرنے والا، خیانت کرنے والا، ظلم کرنے والا وغیرہ کہنا درست ہو جائے، چاہے ان کو ان تمام برائیاں کرنے کی نوبت بھی نہ آئے وہ باطل ایسا عقیدہ غلط ہے، اب معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے قانون یا قاعدے جب ہی درست ہوں گے جب ایسا کام کرنے کی نوبت آچکی ہو، دنیا میں اگر کوئی اعلیٰ درجہ کا انصاف کرنے والا ہو، اور انصاف کے خلاف سے ہمیشہ پرہیز اور نفرت کرتا ہو، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انصاف کے خلاف کرنا اس کی قدرت میں نہیں اور انصاف کے خلاف کرنے سے وہ عاجز و مجبور ہے، جس کو

کچھ عقل ہو گا یقیناً وہ سمجھے گا کہ جیسے بادشاہ ظالم کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنی عوام پر انصاف کے خلاف معاملہ کرنے کی قدرت ہے ایسے ہی بغیر کسی رکاوٹ اور فرق کے انصاف پسند بادشاہ کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنے ملازمین و دوسرے افراد پر خلاف انصاف کرنے کا اختیار حاصل ہے، کون نہیں جانتا کہ نوشیرواں عادل انصاف پسند بادشاہ کو تیمور اور چنگیز خاں (ظالموں) سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف سے اپنی رعایا پر ظلم کرنے کی قدرت و طاقت کچھ کم نہ تھی، مگر نوشیرواں فقط اپنی انصاف پسندی اور نیک نامی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصاف اور شریعت کی اتباع کی وجہ سے ایسے کاموں سے نفرت اور مکمل پرہیز کرتے تھے، اور صرف ظلم پر قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی صاحب عقل (اور ایمان دار) نوشیرواں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ظالم اور انصاف نہ کرنے والا نہیں کہہ سکتا، جس قدر کسی کو کسی پر حکومت و اختیار حاصل ہو گا۔ اسی قدر اس کو اپنے اختیار کے موافق ہر طرح سے کام کرنے کی طاقت و قدرت موجود ہوگی، پھر تماشا ہے کہ بادشاہان دنیا تو صرف نام کی حکومت جو اصلی بھی نہ ہو، ملک (اور عوام) پر جو چاہیں سیاہ کریں یا سفید کریں اور وہ احکم الحاکمین اور سب بادشاہوں کا بادشاہ اور مالک حقیقی نعوذ باللہ ایسا محسوس ہو جائے کہ نیکی کی جزا اور برائی کی سزا دینی اس پر واجب ضروری ٹھہرے، کچھ اور اپنے اختیار سے کر ہی نہ سکے، جیسے فرمایا (وما قدر اللہ حق قدرہ) اور نہ قدر پہنچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح پہنچانے کا حق تھا۔ (پ ۲۴)

فیصلہ:

اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار کو اور تمام ہونے والی چیزوں کو اس کی قدرت میں شامل کیا جائے، اور تمام انسانوں کو چاہے نفع مند ہوں یا نقصان دہ، برے ہوں یا اچھے، انصاف کے ساتھ ہوں یا بغیر انصاف کے، سب کو اس کی قدرت میں مانا جائے، اور پھر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ جیسے اس قادر مطلق کی قدرت تمام اور کامل اور تمام مخلوقات اس کی قدرت میں شامل کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، ایسے ہی اس کی حکمت اور رحمت و فضل و عنایت کامل اور مکمل ہے، سو جیسا اپنی قدرت و اختیار کی وجہ سے جو چاہے سو کر سکتا ہے، ایسا ہی اپنی رحمت

وحکمت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی ذرہ برابر بھلائی بھی حسب وعدہ رائے گاں اور ضائع نہ فرمائے گا، جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ حق تعالیٰ کی قدرت بھی تام بے انتہاء ہے اور اس کا انصاف و رحمت اور اچھے صفات مکمل و شامل ہیں، معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر انصاف کو اللہ تعالیٰ پر واجب ضروری نہ مانو گے تو جن آیات و احادیث میں ثواب و عذاب کی خبر دی گئی ہے، ان میں خلف اور کذب (یعنی ان میں خلاف کرنا اور جھوٹا ہونا) لازم آئے گا، اس کے بعد اہل سنت کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمانے اور خبر دینے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ثواب اور عذاب اللہ کے وعدہ کے مطابق ضرور واقع ہوگا، مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس ثواب و عذاب کا واقع کرنا (یعنی دینا) اللہ تعالیٰ پر واجب اور ذمہ ہے اور بندہ اس کا مستحق ہے۔

یہ مختصر سا فرق ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ کسی کام کا واقع ہونا اور بات ہے اس کا قدرت میں داخل ہونا اور بات ہے، جو شے قدرت میں داخل ہو اس کا واقع ہونا ضروری نہیں، اگر انصاف کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کا ضروری مانا جائے تو بے شک برا اور محال ہے، اگر ایسے کاموں کو قدرت میں داخل مان کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی وجہ سے ان کا واقع نہ ہونا اور مشکل کہا جائے تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس صورت میں اللہ کی قدرت میں بھی کسی قسم کا نقصان ماننا نہیں پڑتا، اور برائیوں کا واقع ہونا جو انصاف کے خلاف ہے، اس کی رد (دھول) بھی اللہ پاک تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ بعض اہل سنت اس اخیر زمانہ میں تمام اصول کو چھوڑ کر معتزلہ کا عقیدہ یا چال اختیار کر بیٹھے، اول ان لوگوں کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر نظیر حضرت خاتم النبیین پیدا کرنے کو حق تعالیٰ کی قدرت میں مانا جائے گا تو نظیر حضرت رسالت مآب ﷺ کا وجود جیسا ہونا ممکن ہوگا۔

اور جب یہ ہوا تو وعدہ خاتمیت جو نص قطعی میں آچکا ہے اس کی تکذیب ہوگی اس خرابی سے بچنے کی تدبیر عقل کے زور پر (معتزلہ جماعت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے) یہ نکالی کہ نظیر حضرت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نکال دیا اور بہت خوش ہوئے، اس عقیدہ پر ایسے جہے کہ ہلائے نہ بلے، ان حضرات نے اتنا نہ سوچا کہ اس صورت میں اول تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (البقرہ: ۲۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ (الکہف: ۴۵)

[ترجمہ] اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

فَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ۔ (الحجر: ۲۱)

[ترجمہ] اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ۔ (یسین: ۸۱)

[ترجمہ] اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا، سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (مترجم سعیدی)

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (یسین: ۸۲)

[ترجمہ] جب وہ کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ اور احادیث صحیحہ جو قدرت الہی پر شاہد ہیں وہ سب کا ایک وقت میں انکار کرنا پڑے گا۔ انتہی۔ (الحجۃ المقل: ص ۶۲ تا ۷۵ از حضرت شیخ الہند)

خاتمہ:

قارئین! آپ مذکورہ بالا قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت کو پڑھیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا خرابی ہے یعنی؛

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم ”کُنْ“ سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔“ (تقویۃ الایمان)

اب اس مذکورہ عبارت پر اعتراض کیا ہے، اور اعتراض کرنے کی گنجائش کہاں تک صحیح ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”کہ حضور پر نور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرام الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل وہمسر، حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابل شرکت تو امکان مثل، مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقل“۔ (سبحان السیوح)

بات صرف قدرت کی تھی، اس کا جواب دیا جاتا لیکن بات کو غلط رنگ دے کر اسے بڑھایا گیا، مثلاً ایک تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا گیا دوسرے ختم نبوت ناقابل شرکت جیسی چیز کو چھیڑ کر یہ ثابت کیا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا کر دے تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا وعدہ خاتمیت غلط ثابت ہوگا، جس کا دوسرا نام جھوٹ ہے اور جھوٹ بری چیز ہے اور برائی سے خدا تعالیٰ پاک ہے لہذا جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی سرے سے قدرت ہی نہیں۔

جب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو انہی کی زبان میں (جس کو انہوں نے خود چھیڑا) جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ اس کو آپ آگے پڑھنے والے ہیں، لیکن پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ درج ذیل قرآنی آیات اور تحریرات سے سمجھیں۔۔۔

(۱)۔ مَا نُنْشِخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا كَأَنْتَ بِمُخَيَّرٍ مِّنْهَا أَوْ مَغْلُهَا، أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ولكن رسول الله وخاتم النبیین۔ (احزاب: ۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

ولو شئنا لبعثنا في كل قرية نذيراً۔ (فرقان: ۵۱)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(لیکن ایسا نہ کیا۔ مفتی احمد یار خاں گجراتی)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔۔۔ اور

آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔“ (تفسیر تبیان القرآن: ج ۸ ص ۲۵۲)

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا تو پھر یہ کیوں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (نبی) بھیج دیتے، پوری بریلوی جماعت پہلے اس کا جواب دے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت کو سمجھنا انسانیت سے باہر ہے۔

(۲)۔۔۔ وَمَا كُنْتُمْ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكُمُ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنِّي وَتُحْيِي (التقصص: ۸۶)

[ترجمہ] اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اُترا۔

یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا، اور آپ پر کتاب الہی کا نزول ہوگا، یہ نبوت و کتاب سے سرفرازی، اللہ کی خاص رحمت کا نتیجہ ہے۔

مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں:

”یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی۔“ (نور العرفان: ص ۶۳۲)

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا۔

(اسرائیل: ۸۷، ۸۸)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو وحی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر آپ کو اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی میسر نہ آئے سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پہلے اپنی قدرت کاملہ مطلقہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے وحی بھی سلب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، بیان قدرت کے معاً بعد اپنی رحمت بے پایاں کا ذکر فرمایا جس سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ (ضیاء القرآن: ج ۲ راز پیر کرم شاہ)

تبصرہ:

یہ تو ٹھیک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی قدرت جھوٹ کو لازم کرے گی، لیکن وحی یا قرآن مجید یا رسالت سلب کرنے کی قدرت کس چیز کو لازم کرے گی، اس کا کیا جواب ہے؟ اسے بریلویو! یا تو مذکورہ آیات قرآن مجید سے نکال دو (العیاذ باللہ) یا پھر اقرار کر لو کہ واقعی اللہ جو چاہے کر سکتا ہے پس یہی اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم کی شرف قادری لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر فتنوں نے سر اٹھایا، وہاں یہ فتنہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ ”اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھا، امام احمد رضا بریلوی اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟

چنانچہ اس عقیدہ باطلہ کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا، امام احمد رضا خاں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، رفعت شان نزول اور قدوسیت کے بیان کے لیے چھ رسالے تحریر کیے۔ (تقدیس الوہیت: ص ۷۷ رنا شر رضا اکیڈمی لاہور)

قارئین! اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کی شان اقدس کیسے

بلند فرماتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی تصنیف ”سبحن السبوح“ کے مختلف صفحات پر لکھتے ہیں:

”امام الوہابیہ کہتا ہے کہ اگر کذب الہی محال اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی یہ محال، تو واجب کہ اس کو جھوٹ بولنا ممکن ہو“۔ (ص ۴۲)

آگے لکھتے ہیں:

”ملاحی نے یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہ اسی طرح یہی لفظ جناب حق تعالیٰ میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی ان کے کذب پر قدرت ہونی چاہیے ورنہ جو چیز انسان کی قدرت میں تھی، وہ رحمن کی قدرت میں نہ ہوئی“۔ (ص ۴۴)

آگے لکھتے ہیں:

”جب یہ قرار (اصول) پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات پاک کے لیے کر سکتا ہے اور معلوم ہوا کہ نکاح کرنا عورت سے، ہم بستری ہونا، اس کے رحم نطفہ پہنچانا انسان کی قدرت میں ہے تو واجب کہ ملا جی کا موہم (جو سب کا) خدا ہے یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت جو اس سے بڑھ جائے گی، تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتحاد و لد (اللہ کا بیٹا ہونے) کو محال جانتے امام و ہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں (کہاں لکھا ہے) آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا۔۔۔ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں اس کی قدرت سے ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا۔“ (ص ۷۷)

نیز لکھتے ہیں:

”بھلا چوری شراب خوری تو سب کچھ اوزھی تمہارا وہی (نہیں حقیقی) معبودزنا بھی کر سکتا ہے، یا نہیں، اگر نہیں تو وہ دیکھو تمہارے امام کے کلیہ میں تمہارا خدا انسان سے قدرت میں گھٹ رہا، اور اگر ہاں اپنے امام سے تعریف زنا کرایے (یہ تعریف آپ ہی کے لیے مخصوص ہے آگے فرمائیں) زنا حقیقی کے مقدور انسان ہے آلہ تناسل پر موقوف اور اس کے بغیر زنا شرعی عرف کسی معنی کا تحقق یقیناً محال کہ ایلاج ذکر اس کا رکن ہے، اور ماہیت بے رکن محال قطعاً ناممکن (مطلب یہ کہ ”حقیقی“ زنا انسان کی قدرت میں ہے کہ زنا کے لیے آلہ تناسل ضروری ہے اور بغیر آلہ تناسل زنا ہو نہیں سکتا کیونکہ زنا کے لیے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا ضروری ہے، اور داخل ہونے والی چیز آلہ تناسل زنا کا رکن ہے اور زنا) بے رکن محال قطعاً ناممکن تو تمہارے (سب کے) معبود کو آلہ تناسل سے مفرد چارہ فرار نہیں۔“ (ص ۷۲) ”آدمی تو عورت بھی ہے تمہارا ساختہ (نہیں حقیقی) خدا عورت کی قدرت سے گھٹ رہا تو اور بھی کیا گزرا۔ عورت تو قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے اور تمہارے پدر تعیم کے قانون سے قطعاً واجب کہ تمہارا (تمام عالم کا) خدا بھی زنا کرا سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ ٹکھو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کا ہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب خدا میں فرج (عورت کی آگے والی خاص چیز) بھی ضروری ہے، ورنہ

زنا کا ہے میں کرائے گا۔“ (ص ۱۷۳)

(ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی اس فن میں خاص تربیت ہوئی ہے، کیونکہ علماء اور بزرگان دین ایسی گندی اور بیہودہ باتوں سے اپنی زبانوں اور کانوں کو پلید نہیں کیا کرتے نہ اسلام ایسی گندی باتوں کو کرنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے، احمد رضا خاں آگے فرماتے ہیں)

”ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص (وناچ) کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں (اور سانیڈیں) بدلتی ہے، اگر ان (تمام عالم) کا معبود یوں ہیں نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گسیا گزرا ہوا۔ جب یہ کلیہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر سکے ان (تمام عالم) کا معبود کر سکتا ہے تو مشعل چیں (روشنی اٹھانے والے) کی طرح رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی خود بھی ناچے گا اور ڈگڈی بجا کر بندر نچا کر (مجدد اعلیٰ حضرت کیسے اس فن میں بھی ماہر ہیں کہ) اسے اپنے آس پاس گھمائے گا بھی نٹ (ڈھول بجا کر) رسی پر چڑھ کر، شعبدہ بازوں کی طرح بانس پر چڑھ کر کا کھیلے گا، مگر سخت عجب یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رنڈیاں ناچتی ہوں اور ان واحد میں وہ چاروں جہات مختلفہ کو اپنی سمت بدلیں ان (تمام عالم) کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدل سکا تو رنڈیوں کے فعل پر قادر نہ ہوا۔۔۔ الخ۔“ (ص ۱۷۶)

(سبھن السیوح: از جناب احمد رضا خاں من اشاعت ۱۳۰۷ھ مطبع بریلی)

عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا خاں کو تقریباً پچاس علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی بعض علوم آپ ہی کی ایجاد (وتیار کردہ) (جیسے رنڈیوں کے ناچنے کے طریقے اور زنا اور آلہ تناسل کی کیفیت وغیرہ) آپ کے بعد ان کے جاننے والا کوئی بھی نہیں رہا (اچھا ہوا)۔“

(الامن العلیٰ: حرف آغاز: ص ۱۶ از احمد رضا خاں دوسری پیش کش لاہور)

مرحبا آفرین ہزار آفریں

یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ

پر آپ میں ہے ایک ستم اور بھی زیادہ

غرض فہم میں کم و زیادہ تو ہمیشہ ہوتے آئے ہیں مگر یہ ستم و ظلم کسی نے نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ کے لیے زنا، شراب، رنڈیوں، آکھ تناسل اور عورت کی شرم گاہ جیسی چیزوں کو چسکے لے لے کر بیان اور ثابت کیا جائے۔

وہ دو باتیں اگر سن لیں تو ہم سو گالیاں سہہ لیں گے
ہمیں مطلب سے ہے مطلب وہ جو چاہیں ہمیں کہہ لیں

بقول شخصے: مردان دلاور معرکہ جنگ میں دشنام و گالی گلوچ زبان پر نہیں لاتے اور دانشوران علم پرور، اپنے مناظرے میں خلاف تہذیب کسی کو نہیں سناتے، البتہ زنانے، نامردے، ضرب پاپوش کے بدلے گالیاں دیا کرتے ہیں اور جاہل نادان بے ہنر جواب کے بدلے دشنام و زبان درازی سے کام لیا کرتے ہیں، اب بجز اس کے اور کیا کہیے کیا مزے کی بات ہے کہ آپ برا کہیں اوروں کو اور برائی نکلے آپ کی چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کیا نقصان، ہاں خاک ڈالنے والے کی لیاقت عیاں ہو گئی، یوں عہدہ برائی کی اُمید نہ تھی، ناچار یہ وطیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جواہر اگلے۔

مذہب کی بحث اور اصول اپنی جگہ، لیکن انسان کے ذاتی چال چلن کو ضابطہ حیات میں بڑا دخل ہے اگر اس میں خرابی آجائے تو انسانیت کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے، عمر بن ہشام ”ابو جہل“ کے کفر پر عرب کے پہاڑ بھی نفرت کرتے تھے، مگر اس کے ذاتی کردار پر شانہ کوئی انگلی اٹھی ہو۔

خود دُوبے صنم تجھ کو لے دوئیں گے

گندگی کے ڈھیر پر پھول ڈال دیئے جائیں تو بھی گندگی گندگی ہی رہے گی، مسگر پھولوں کا بانگین ضائع ہو جائے گا، کوئی دیوانہ اگر ان پھولوں کو ظاہری نظروں سے دیکھ کر قریب آجائے گا تعفن (و بدبو) ہی آئے گی۔

لطیفہ: حسن کور، حق کور:

حسن کور: جس طرح بعض لوگ رنگ و دھیا، یا رنگ کور ہوتے ہیں، اس طرح اکثر لوگ حسن کور ہوتے ہیں، حسن کور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی جمالیاتی حس یعنی فلسفہ کی وہ شاخ جس میں حسن اور اس کے لوازم سے بحث کی جاتی ہے، فعال نہ ہو، بلکہ ناکارہ اور مردہ ہو، ایسے لوگ حسن و سوء یا حسنہ و سیئہ یعنی اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔

حق کور: اسے صدیق کی ضد کہہ سکتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص قلب کے امراض خصوصاً شرک کے سبب حق و باطل یا توحید و شرک یا ہدایت و ضلالت میں فرق محسوس نہیں کرتا، ارشاد ربانی ہے: **وَيَجْعَلُ الرَّجُلَ عَلَىٰ الذِّئْبِ لَا يَعْقِلُونَ**۔ (یونس: ۱۰۰)

”اور (اللہ اپنے قوانین کے مطابق) ان لوگوں کو نجاست میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے“، اس آیت فکر انگیز میں یہ از بس! اہم نکتہ پوشیدہ ہے کہ عقل رب رحمن کی نعمت عظمیٰ، انسانیت کا جوہر و خاصہ اور انسان و حیوان میں فرق کرنے والی ہے، لہذا جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اس کفرانِ نعمت کی پاداش میں معنوی اعتبار سے نجس و نجاست خور حیوان بن جاتے ہیں، پھر انہیں طہارت و نجاست کا شعور ہوتا ہے نہ وہ ان دونوں میں فرق محسوس کرتے ہیں، نیز وہ حرام و حلال میں امتیاز کے قابل بھی نہیں رہتے۔

عقل سے کام نہ لینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلب کا نظام جمود و معطل ہو جاتا اور قلب کا نور بجھ جاتا ہے قلب چونکہ باطنی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، لہذا اس کے مفلوج و مردہ ہو جانے کے سبب کل حسی قلبی، نفسی نظام مردہ نعش کی طرح نجس و متعفن ہو جاتا ہے، اور زندگی طیب نہیں رہتی، حسنہ و سیئہ (اور برائی و نیکی) میں فرق کرنے کی فطری صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، انسان کی اس قلبی پستی کو قرآن مجید نے ایجاز بلاغت سے اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ۔ (التین: ۵، ۴)

ہم نے انسان کو حسین ترین خلق و خلق میں پیدا کیا ہے، پھر (ان کے عقل سے کام نہ لینے کی پاداش میں) انہیں رذیل ترین مخلوقات سے بھی ارذل کر دیتے ہیں۔

انسان جب عقل جیسی امتیازی صفت و نعمت سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے، تو اپنے آپ کو بے عقل و نجس جانداروں سے بھی بدتر بنا لیتا ہے، اس کے نتیجے میں قرآن مجید کی معرفت و ہدایت و معنویت کو سمجھنا اس کے لیے محال ہو جاتا ہے، جس کو قرآن مجید نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أُذُنٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف: ۱۷۹)

[ترجمہ] جن کے قلوب ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

دل، آنکھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سنے، لیکن جو شخص ان مشاعر (اور دل و دماغ) سے کام نہیں لیتا، وہ گویا فائدہ نہ اٹھانے میں چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے، اس لیے کہ جانور و حیوان تو پھر بھی اپنے نفع نقصان کا کچھ شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اعراض کرنے اور حق و باطل کی پہچان نہ کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تمیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کونسی؟ اسی لیے اگلے جملے میں انہیں غافل بھی کہا گیا ہے۔

شخصیتیں اپنے کردار سے بنتی ہیں، کردار مٹھائی کا لٹافہ ہی نہیں، زہر کا پیالہ بھی ہے، جب تک اس کے دونوں رخ سامنے نہیں آئیں گے اس کے سمجھنے میں دشواری ہوگی، حقیقت کے تجسس میں سفر سے پہلے اس کلیہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، ورنہ اندھیرے میں ٹھوکر کا امکان ہے، جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا، اور محض شخصیت کے احترام میں رہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کے

لیے بھی گمراہی کا سبب بنے۔

اصول اس کی اجازت نہیں دیتے کہ پھسلنی دیوار پر حقیقت کی نیواٹھائی جائے، اس حرکت کے مرتکب کی عقل اور سوچ کا ماتم کرنا پڑے گا، بعض موڑ ایسے آتے ہیں کہ اصول اور شخصیتیں متصادم دکھائی دیتے ہیں، مگر ماؤف ذہنوں کا کیا علاج کہ وہ اس پر بھی دونوں کے مابین امتیاز نہ کر سکے اور شخصیتوں سے ایسے چمٹے کہ اصول مات کھا گئے۔ حقائق کو سمجھنے اور اس پر فیصلہ دینے سے بیشتر ضروری ہے کہ اپنی اور پرانی بات سمجھ لی جائے، اگر ایسا نہیں ہوگا تو رائے قائم کرنے میں غلطی کا امکان ہے، اور پھر یہی غلطی آئندہ نسلوں کو بھی گمراہ کرے گی۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جعلی فتوے کی نسبت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ پر تہذیب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان اور اس کا جواب:

افادات: از مناظر اسلام فاتح بریلویت مولانا منظور نعمانی صاحب مدظلہ

مولوی احمد رضا خان اپنی تکفیری دستاویز ”حسام الحرمین“ پر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کر دے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا بس نہایت کاریہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔۔۔ یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور اس کی آنکھیں آندھی کر دیں۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان: ص ۱۷ مکتبۃ المدینہ)

قارئین کرام! حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور

بہتان ہے حسام الحرمین کی اس سے پہلی والی بحث یعنی تحذیر الناس میں تو مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ مرقوم نہیں ہیں نہ ہی کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک اور شیطانی بہتان لگایا خود انہی کے مطبوعہ فتاویٰ میں یہ فتویٰ موجود ہے:

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں قال اللہ تعالیٰ: **وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا**۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱ ص ۱۱۸۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۹۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عما **يَقُولُ الظَّالِمُونَ عَلُوا كَبِيرًا**۔ (ایضاً)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے۔؟ الحساب یوم الحساب۔

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

رہا مولوی رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ”میں نے ان کا وہ فتویٰ مع مہرود مستحظ بچشم خود دیکھا“ اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم و

مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تحذیر الناس) کی عبارتوں میں مسیس قطع و برید کر کے ص ۲۸، ۱۴، ۳ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفریہ مضمون گھڑ کے تحذیر الناس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی جعل ساز کے لیے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟ (آپ حضرات اکثر سنتے ہوں گے اخبارات و ٹی وی میں کہ فلاں جگہ سے جعل ساز پکڑے گئے جن سے جعلی سرکاری مہریں برآمد ہوئی ہیں جو پاسپورٹ پر لگانے کے کام آتی تھی وغیرہ وغیرہ) کیا دنیا میں جعلی سکے جعلی نوٹ جعلی دستاویز تیار کروانے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے گرد و نواح میں اس فن کے بڑے بڑے ماہر رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں فتاویٰ رشیدیہ جو تین جلدوں میں چھپ کر آچکی ہے (اس وقت یہ مجموعہ تالیفات رشیدیہ کے ساتھ بھی چھپ چکا ہے جس میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تمام تصانیف کو جمع کر دیا گیا ہے) وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں تو اس کے خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک اوپر نقل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے اس قسم کا کوئی فتویٰ دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی جعل سازی اور دسیسہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔

حضرات علمائے کرام و مشائخ کرام رحمہم اللہ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لیے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلے کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں عرض کر دیتے ہیں:

----- امت کے جلیل القدر فقیہ اور محدث اعظم امام احمد حنبل رحمہ اللہ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں کہ اور کوئی بد نصیب حاسد عین اسی وقت تکیہ کے نیچے لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب

ان کے مضامین تعلیمات اسلامی کے خلاف پائیں گے تو ان سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیض عام سے پھسکی پڑ چکی تھی چمک اٹھے گی۔

۔۔۔۔۔ امام لغت علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس اللمیۃ زندہ تھے مشہور امام و مرجع خواص و عام تھے حافظ (ابن) حجر عسقلانیؒ نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین نے ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو دیکھ کر ان کی اس عظمت کو بڑگانے کے لیے ایک پوری کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے امام اعظمؒ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب ان کی طرف منسوب کر کے دور دراز تک شائع کروادی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف نہایت زبردست بیجان پیدا ہو گیا لیکن بیچارے علامہؒ کو اس کی خبر بھی نہ تھی یہاں تک جب وہ کتاب ابو بکر الخیاط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر وہ کتاب جو افتراء میں میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیں خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر و انا اعظم المعتقدین فی امام ابی حنیفہ۔ اس کے بعد ایک ضخیم کتاب امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں لکھی۔

۔۔۔۔۔ امام مصطفیٰ کرمانی حنفیؒ نے نہایت جانکاہی سے ”مقدمہ ابواللیث سمرقندی“ کی مبسوط شرح لکھی جب ختم کر چکے تو مصر کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ تصنیف الحمد للہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دکانیں پھسکی پڑ جائیں گی اور تو کچھ نہ کر سکے البتہ یہ خیانت کی کہ اس کے ”باب آداب الخلاء“ کے اس مسئلہ کے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہ

کرے۔ اپنی دسیسہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ ”چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کرتے تھے“ معاذ اللہ۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انھوں نے لاطلمی میں وہ کتاب مصر کے علماء کے سامنے پیش کر دی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی تو سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا قاضی مصر نے واجب القتل قرار دے دیا۔ بچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگ گئے ورنہ سردے بغیر چھوٹنا مشکل تھا۔

یہ گنتی کے چند واقعات تھے ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حاسدوں کی ان شرارتوں سے تاریخ کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔

پس اگر بالفرض فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کا کوئی فتویٰ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن پھر بھی فاضل بریلوی کو اس بنا پر کفر کا فتویٰ دینا ہرگز جائز نہ تھا جب تک کہ وہ خود خوب تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا کا ہی ہے یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ”الخط یشبہ الخط“ یعنی ایک انسان کا خط دوسرے انسان سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:

”تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ الخط یشبہ الخط، الخط لا یعمل بہ“۔

(ملفوظات حصہ دوم: ص ۷۰۱ فرید بک اسٹال لاہور)

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے اس فتوے کے صحیح ہونے کے لیے اپنی کتاب تمہید ایمان میں لکھے تو وہ نہایت لچر اور تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں قارئین کرام ذرا ان کو بھی خود دیکھ لیں اور جانچ لیں:

یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا ہے۔ پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسینی بمبئی میں اس کا مفصل رد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد میں اس کا ایک قاہرہ رد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فستویٰ میرا نہیں

حالانکہ خود چھپائی ہوئی کتابوں سے اس کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتلایا کہ وہ مطلب نہیں جو علمائے اہلسنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ (تمہید ایمان: ص ۳۹)

حشو و زائد کو حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا صرف حاصل یہ ہے کہ:

(۱) یہ فتویٰ مع رد کے مولانا ممدوح رحمہ اللہ کی زندگی میں تین دفعہ چھپا۔

(۲) انھوں نے تازیست اس فتوے سے انکار نہیں کیا نہ اس کا کوئی مطلب بتلایا۔

(۳) اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لیے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا لہذا

ثابت ہو گیا کہ یہ فتوے انہی کا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ان کی تکفیر کی اور تکفیر بھی ایسی کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔

اگرچہ خان صاحب کے ان دلائل کا لچر پوچ و مہمل ہونا ہمارے نقد تبصرے کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس کو لغویت سمجھے گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر ہر جز پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ آپ سے خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد و دلوادی جائے۔

۔۔۔ خان صاحب کی پہلی دلیل کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ: یہ فتوے مولانا کی حیات میں

دفعہ چھپے۔

اس مقدمے میں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپے۔ مولانا یا آپ کے متوسلین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار بمع رد کے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی حیات میں شائع ہوا جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو۔ اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خان صاحب کو اس کی وصولیابی کی

اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی؟ بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے کفر کا قطعی فتویٰ دینا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتویٰ لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خان نے لکھا اس وقت تک ان تخمینی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا بلکہ معصیت ہے۔ حضرت مولانا ممدوح رحمۃ اللہ علیہ تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا

بسو دائے جانان زجان مشتغل

بذکر حبیب از جہاں مشتغل

خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے کا انکار نہیں کیا نہ اس کی تاویل کی۔

اس کے متعلق تو پہلی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چسبہ کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس مفتریوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متفق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھا کرنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی ”مجددیت“ کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے

کافر جو نہ مانے کافر، اہلحدیث کافر جو نہ مانے کافر، دیوبندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا عبدالباری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقت عبدالماجد صاحب بدایوانی، عبد القادر بدایوانی کافر اس کو بھی چھوڑ و مصلیٰ رسول ﷺ پر کھڑا ہونے والا شخص ائمہ اسلام سب کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الہی توبہ بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔ پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اللہ والا اس کو نباح الکلاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا مرحوم رحمہ اللہ کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رحمہ اللہ نے انکار بھی کیا ہو مگر خان صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم اشیٰ کو مستلزم ہے؟۔ اہل علم اور ارباب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ:

”ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب خان صاحب) نے ہر گز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی رحمہ اللہ وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہر گز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکے۔“

(تمہید ایمان: ص ۵۵)

اور دلیل اس قدر لچر کے یقین کیا ظن کو بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی با خدا کو کافر کہے اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتویٰ

کار ایمان تمام خواہ شد

ادھر فقہاء کی یہ تصریحات کہ ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا پھر بھی

تکفیر جائز نہیں ادھر یہ مجدد کہ محض خیالی و وہی مقدمے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔ اللہ کی پناہ۔

یہی وہ خیالات و واقعات ہیں جس کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ خان صاحب نے فتویٰ کفر کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر جاری نہ کیے تھے بلکہ درحقیقت اس کی تہہ میں صرف حسد و حباہ پرستی اور نفس پرستی کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔

اجمل سنبھلی اور غلام مہر علی کے ڈھکوسلوں کا جواب:

اس فتوے کی مجلسازی کا مولوی کاشف اقبال صاحب کو بھی علم تھا اس لیے لکھا کہ اس فتوے پر دیوبندی مذہب کی لایعنی تاویلات کے رد کے لیے اجمل سنبھلی کی رد شہاب ثاقب اور غلام مہر علی کی کتاب دیوبندی مذہب پڑھو۔ (ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۰)

جواب: الحمد للہ ہم نے ان دونوں کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور اب آئیے ان کا وحصل و فریب بھی واضح کر دیں:

دجل۔۔ [۱] غلام مہر علی نے لکھا کہ دیوبندی مقدمہ باز ہیں مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ کئی بار چھپا اگر

جعلی تھا تو احمد رضا خان کے خلاف کوئی مقدمہ کیوں نہ کیا؟ (ملخصاً دیوبندی مذہب: ص ۵۹۲)

الزامی جواب: مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدیۃ البریہ، تحفۃ

المقلدین، بدایۃ الاسلام، خزینۃ الاولیاء، ملفوظات مراۃ الحقیقۃ بالکل جعلی کتب ہیں دیوبندیوں

نے گھڑی ہیں اور میرے باپ کے نام سے بھی جعلی کتب و مہریں گھڑی ہیں۔ بقول مولوی اجمل

سنبھلی یہ حرکت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اب یہی سوال ہمارا ہے بریلوی

مقدمہ باز ہیں آخر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے دیوبند کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کیوں نہ

کی؟ اگر نہیں کی اور یقیناً نہیں کی تو غلام مہر علی کے اس اصول کے تحت ان کتب کا اصل ہونا ثابت

نہیں ہوتا؟ کاشف اقبال کہتا ہے کہ دیوبندی مذہب پڑھو مگر میں اس اصول کے تحت چیلنج کرتا

ہوں پوری ملت رضائیہ کو کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتب کا حوالہ دیا ان کو جعلی ثابت کرو۔ نیز یہ

بھی سوال ہے کہ تم علمائے دیوبند کو معاذ اللہ گستاخ کہتے ہو تو اس اصول کے تحت آج تک اکابر علمائے دیوبند کے خلاف کوئی ایک مقدمہ کیا؟ اب بتاؤ تمہارے ہی طرم خان کے اصول سے تمہارا کذاب ہونا لازم آیا کہ نہیں؟

۔۔۔ خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اس فتوے کا انکار نہیں کیا نہ اس کی تاویل کی۔

تحقیقی جواب: حضرت نعمانی رحمہ اللہ اس قسم کے دھکوسلوں کے متعلق فرماتے ہیں:

اس کے متعلق تو پہلی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چسپنر کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجیے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس منتریوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بحوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متفق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی ”مہمدیت“ کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے کافر جو نہ مانے کافر، اہلحدیث کافر جو نہ مانے کافر، دیوبندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا عبید الباری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلاف میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقت عبدالمہاجد صاحب بدایوانی، عبد القادر بدایوانی کافر اس کو بھی چھوڑو مصنی رسول سنیؐ پر کھڑا

ہونے والا شخص ائمہ اسلام سب کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الہی توبہ بریلی کے ڈھائی
نفر انسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔ پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں
اور وہ اللہ والا اس کو نباح الکلاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا مرحوم رحمہ اللہ کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رحمہ اللہ نے
انکار بھی کیا ہو مگر خان صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں سمجھا
جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم اشیٰ کو متلزم ہے؟ اہل علم اور ارباب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا
اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ:

”ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب خان صاحب) نے ہر گز ان دشنامیوں (حضرت
گنگوہی رحمہ اللہ وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر
آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہر گز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکے۔“

(تمہید ایمان: ص ۵۵)

اور دلیل اس قدر لچر کے یقین کیا ظن کو بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت
ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی با خدا کو کافر کہے
اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے
بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتویٰ

کار ایمان تمام خواہد شد

ادھر فقہاء کی یہ تصریحات کہ ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا پھر بھی
تکفیر جائز نہیں ادھر یہ مجدد کہ محض خیالی و وہمی مقدمے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔
اللہ کی پناہ۔

دجل۔ [۲] اجل سنبھلی لکھتا ہے کہ چونکہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے براہین قاطعہ میں امکان

کذب کا قول لکھا ہے لہذا اس سے حسام الحرمین والا فتویٰ اصل ہو گیا نیز احمد رضا خان نے اس فتوے کے خلاف سجن السیوح کتاب لکھی مولوی احمد رضا خان کی ہر بات سچی ہے اگر فتویٰ نہیں دیا تھا تو احمد رضا خان کو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ (ملخصاً رد شہاب ثاقب: ص ۲۵۰، ۲۵۱)

جواب: اس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں کہ امکان کذب کی وہ عبارت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس پر تفصیل سے ماقبل مسیں کلام گزر چکا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی فتوے اور براہین قاطعہ کی عبارت میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک کے ثبوت سے دوسرے کا ثبوت ماننا یقیناً رضا خانی منطق دانی ہی کا کمال ہو سکتا ہے۔ ہم اس کے جواب میں الزاما اگر کہتے ہیں کہ رضا خانیوں کی طرح شرم و حیاء سے عاری کوئی شخص کہہ دے کہ معاذ اللہ مولانا احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ مولوی اجمل سنبھلی نے بالفعل اپنی ماں سے زنا کیا ہے اور جب کوئی ثبوت مانگے تو جواب دے کہ کیا اجمل سنبھلی ماں سے زنا پر قادر نہیں؟ جب قادر ہے تو معاذ اللہ بالفعل بھی کیا ہوگا۔ اب بتاؤ ایسی بے ہودگی کا جواب سوائے ”جو تیوں“ کے اور کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں صرف قدرت کی بات ہے اس سے بالفعل جھوٹ بولنا کہاں ثابت ہوا؟ رہا مولانا احمد رضا خان جیسے کذاب زمانہ کو سچا کہنے کی بات تو متنازعہ امور میں ایسے دعوے کرنے پر بھی رضا خانیوں کو ڈوب مر جانا چاہیے اس آدمی کو سچا کہنا دن کو رات کہنا ہے۔ اگر ایسے ہی بے ہودگیوں کا نام دلیل ہے تو اتنی دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے بس کہہ دو کہ چونکہ احمد رضا خان نے کہا ہے لہذا معاملہ ختم اب تم چیخو چلاؤ ہم نے نہیں سنا۔

دجل۔ [۳] یہ فتویٰ تم نے تکفیر کے خوف سے نکال دیا ہے۔

جواب: اس اصول پر تو ہمیں حفظ الایمان، براہین قاطعہ، اور تحذیر الناس کو بھی ختم کر دینا چاہیے تھا، بلکہ معاذ اللہ تقویۃ الایمان کو تو آگ ہی لگا دینی چاہیے تھی کہ تمہارے اکثر اعتراضات اسی پر ہیں۔ الحمد للہ یہ کتب آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چھپ رہی ہیں۔ پھر فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ ہے خلف وعید کے متعلق اس پر بھی تو تم کو اعتراض ہے آخر ہم نے اس کو کیوں

نہ نکالا؟ الحمد للہ علمائے اہل سنت تو نام نہاد سپر پاور امریکا سے نہیں ڈرتے پوری دنیا میں کفر کو ننگا ناچ نچوادیاروس کو پاش پاش کر دیا تو تم رضا خانیوں ”شر ذمۃ قلیلۃ“ کی کیا اوقات وحیثیت کہ ہم تمہاری تکفیر کے خوف سے اپنا عقیدہ چھپائیں۔

یہ منہ اور مسور کی دال

پھر اجمل سنبھلی کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ جمع کرنے والے چھاپنے والے دیوبندی ہیں اس لیے انہوں نے یہ فتویٰ شام نہیں کیا۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی فتوے کو چھاپنے والے، اپنے پاس رکھنے والے تم ہو اسی لیے تم ہی نے یہ جعلی فتویٰ تیار کیا ہے۔

دجل۔۔ [۴] گنگوہی صاحب کو حق تھا کہ اس فتوے کا انکار کر دیتے اپنی زندگی میں انہوں نے

اس فتوے سے انکار نہیں کیا تو تم کیوں کرتے ہو؟ (رد شہاب ثاقب: ص ۲۵۴)

جواب: اس کا جواب ماقبل میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ نیز شہاب ثاقب کا دوسری زندگی مولوی احمد رضا خان نے نہیں کیا اس کے مرنے کے بعد اجمل سنبھلی تم نے کیا تو تمہارے اس اصول سے رد شہاب ثاقب میں ذکر کردہ تمام باتوں کا درست ہونا لازم ہوا۔

فیصلہ کن سوال: اسی طرح کے چند دلائل یعنی دھکوسلے مزید بھی دیئے گئے ہیں مگر اہل

انصاف خود فیضہ کریں کہ کیا انہی کا نام ”دلائل“ ہے؟ ایسی کج فہمی اور شیطانی ضد و بسد دھرمی سے تو ہر جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ترجمان رضا خانیہ کا شرف اقبال رضا خانی سے ہمارا سوال ہے کہ اگر آج ہم احمد رضا خان صاحب یا اجمل سنبھلی کی طرف کوئی فتویٰ یا تحریر یا کتاب منسوب کر دیں اور اس کے لیے یہ تمام فضول دلائل و مبرعی و اجمل سنبھلی نے دیئے ہیں تو کیا اس کا ثبوت ہو جائے گا؟ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

فائدہ (بشکر یہ محترم مولانا نشاط صاحب زید مجدہ)

مولانا احمد رضا خان نے علماء دیوبند پر کئی الزامات لگائے جن میں سے ایک مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ پر یہ لگایا کہ مولانا گنگوہیؒ نعوذ باللہ خدا کو جھوٹا مانتے ہیں

اب آپ حضرات کے سامنے الزام کی حقیقت بھی رکھتے ہیں اور جواب بھی

مولانا احمد رضا نے حسام الحرمین میں مولانا گنگوہیؒ کے خلاف فتویٰ دیا جس میں ایک جھوٹے خط کو بنیاد بنایا احمد رضا صاحب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں:

ظلم و گمراہی میں یہاں تک بڑھا کہ اس نے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخط میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو ممبئی وغیرہ میں بار بار مع رد چھا اس میں صاف لکھا کہ جو اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی درکنار فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہ چکے

(حسام الحرمین صفحہ ۱۴)

جناب احمد رضا صاحب کو مولانا گنگوہیؒ کو کافر بنانا تھا اس لئے ایک جعلی فتویٰ بنایا اور مولانا گنگوہیؒ کو اور امت کے ایک بڑے طبقے کو کافر بنانے کیلئے اس جھوٹے خط کا سہارا لے کر علماء دیوبند پر کیا کیا الزامات لگائے آپ خود ملاحظہ فرمائے احمد رضا صاحب فتاویٰ رضویہ میں خدا کا ذکر کچھ اس انداز میں لکھتے ہیں:

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو بالفعل جھوٹا ہے جس کے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے جو اسے (خدا کو) جھٹلائے مسلمان سنی صالح ہے دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے اور اگر وہ چوری نہ کر سکتا تو تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علی کلی شنی قدیر نہ رہتا انسان اس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ نہ کر سکا وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کا سچا ہو کچھ ضروری نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے جسکا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا ظالم ہونا حتیٰ کے مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵۱-۵۲)

یہ الزام علماء دیوبند پر لگایے صرف ایک جھوٹے خط کی وجہ سے علماء بریلوی اس کشمکش میں تھے کے آخر خط کی تو کوئی حقیقت نہیں اب عوام کو کیا منہ دکھائے گئیں جب عوام نے ثبوت مانگ لیا تو

پھر بریلوی حضرات گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے اس طرح میدان میں آئے امجد علی رضوی جس کو بریلوی حضرات ابوالاعلیٰ کہتے ہیں وہ لکھتے ہیں اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱ صفحہ ۵۸)

مگر کوئی حوالہ یہ ثبوت پیش نہیں کیا۔ بنا ثبوت کے امت کو گمراہ کر رہے ہیں۔
رضوان احمد نوری صاحب لکھتے ہیں:

یہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو ہیں اس نے پہلے تو بارگاہ الہی میں اسمعیل دہلوی کی پیروی میں امکان کذب کا بہتان باندھا اور پھر اللہ تعالیٰ کو کاذب بالفعل مانا۔

(۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ ۱۰۸)

مگر یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا نہ کوئی ثبوت اور پھر دیتے بھی کیسے کیونکہ کافر بنانے کے لئے ایک جھوٹا فتویٰ جو بنایا تھا محمد ظفر الدین رضوی بہاری نے حیات اعلیٰ حضرت میں جلد ۴ صفحہ ۱۷۱ میں ثبوت کے نام پر صرف مہری دستخط لکھا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی نے جاء الحق صفحہ ۳۹۸ میں ثبوت کے نام پر صرف مسئلہ امکان کذب لکھا جبکہ احمد رضا صاحب نے وقوع کذب کا الزام لگایا اور پیٹ بھر کر گالیادی۔ پھر بھی جناب مصطفیٰ رضا خان صاحب کہتے ہیں

یہ فتویٰ یقیناً گنگوہی صاحب کا ہے اور ان کے اذنا ب خود اپنی کتابوں میں آج تک یہی مضمون چھاپ رہے ہیں۔ (مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

اگر آج تک یہی مضمون چھپ رہا ہے تو آپکے علماء کرام ہی نہیں آپ کے حکیم الامت جیسے بھی حوالہ دینے سے کیوں گھبرارہے ہیں؟ جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بریلوی کچھ اس طرح سے زور لگانے لگے کہ جب فتویٰ مولانا گنگوہی کا نہیں ہے تو انہوں نے انکار کیوں نہیں کیا؟ احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:

فتویٰ دینے والا ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ سہ کہا کہ فتویٰ میرا نہیں ہے حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ وہ مطلب نہیں جو

اعلاء اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے نہ صریح کفر کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اس کی زندگی اور تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال تک اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس تک جئے اور سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کے دم نکل جائے۔ (تمہید ایمان صفحہ ۴۲) رد شہاب ثاقب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

اپنی طرف اس فتوے کی نسبت کراتے رہے اس کا رد کرنے والے رد کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء دین اس فتوے پر حکم کفر دیتے رہے دنیا بھر میں ان کی اس گستاخی کے شور مچاتے رہے لیکن گنگوہی جی یہ نہ کہ سکے کہ یہ فتویٰ میرا نہیں میری طرف اس فتوے کی نسبت غلط اور جھوٹ ہے (رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۵۵)

بریلویوں کے علامہ بدرالدین احمد قادری صاحب نے سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۲۵ پر یہی لکھا ہے، مصطفیٰ رضا صاحب احمد رضا کی کتاب کشف ضلال دیوبند کے حاشیہ پر بھی یہی بات لکھی ہے مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۱۔ اس کے اور بھی بہت حوالہ ہم دے سکتے ہیں مگر چار پر اکتفاء کرتے ہیں، ایک ہی بات کے چار جگہ سے حوالے دینے کا مقصد صرف بریلویوں کے الزام کی حقیقت دکھانا ہے کہ بالتحقیق ایک دوسرے کی اندھی تقلید کر کے کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں یہ صاف جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہی نے اس سے انکار نہیں کیا۔

رئیس المنظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری لکھتے ہیں:

بندہ کو ۱۳۲۳ھ میں عبدالرحمن پوکھر یروی کے ایک رسالہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ افترا اور بہتان ہوا ہے اسی وقت گنگوہہ عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب یہی آیا کہ اس واقعہ کی مجھ کو خبر نہیں یہ انتساب میری طرف کہ میں نے ایسا فتویٰ دیا ہے کہ معاذ اللہ خدا جھوٹا ہے۔ (رسائل چاند پوری جلد اول صفحہ ۱۰۶)

ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ مولانا چاند پوری لکھتے ہیں:

وصال سے چند روز قبل جب بندہ کو در بھنگہ میں یہ افتراء معلوم ہوا تو عرضہ لکھ کر دریافت کیا تو حضرت ممدوحؒ نے صاف تحریر فرمادیا کہ یہ نسبت میری طرف غلط ہے۔

(رسائل چاند پوری جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

بریلوی حضرات کا جھوٹ کیساتھ بہت گہرا رشتہ ہے بریلوی جھوٹ لکھنا بھی جانتے ہیں بولنا بھی جانتے ہیں اور چھاپنا بھی جانتے ہیں بنا تحقیق کے الزام پر الزام چھاپتے رہے۔ مولانا گنگوہیؒ کو اس خط کا کوئی علم بھی نہیں تھا جب علم ہوا تو صاف طور پر براۃ ظاہر کر دی پھر بریلویوں کا یہ کہنا کہ مولانا گنگوہیؒ خاموش رہے سراسر جھوٹ ہے۔ اور اب ہم کہتے ہیں کہ احمد رضا صاحب اپنی طرف سے فتویٰ دیتے رہے علماء کرام ان کا رد کرتے رہے شائع کرنے والے اس رد کو شائع کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء کرام اس خط کو جعلی کہتے رہے دنیا بھر میں ان کے جھوٹے ہونے کا شور مچتا رہا لیکن احمد رضا صاحب کبھی اس جعلی خط کو پیش نہ کر سکے کبھی ثابت نہ کر سکے کے علماء کرام نے ایک جعلی خط کا جو مجھ پر الزام دیا ہے وہ غلط ہے۔ اگر کہیں احمد رضا صاحب نے کسی کتاب میں اس فتویٰ کو مکمل نقل کیا ہو تو بتادیں۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے احمد رضا صاحب کی حقیقت کھول کھول کر امت کو بتادی اب بریلوی حضرات کوئی ثبوت پیش کرے جس میں احمد رضا صاحب نے ان کو جواب دے کر اپنے آپ کو سچا ثابت کیا ہو۔

بلکہ ہوا یہ کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کی ایسی ضرب لگی کہ احمد رضا صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کے تعلق سے فتویٰ ہی بدل دیا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لیکن مولانا گنگوہیؒ کو کافر بنانا تھا مصطفیٰ رضا صاحب نے ایک ترکیب اور نکال کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ فتاویٰ رشیدیہ کے وقوع کذب کے قائل پر مولانا گنگوہیؒ نے کافر ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ جعلی فتویٰ سے منسوخ ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مگر اس سے کیا فائدہ یہ گنگوہی صاحب کی ہی تکفیر تو ہوئی تم نے خود نہ کی، ان کے منہ سے کرائی کہ اتم وابلغ ہو۔ لطف یہ کہ وہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ کا ہے اور یہ ۱۳۰۸ھ کا ہے تو وہ اگر تھا بھی تو اس سے منسوخ ہو گیا۔ (مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

اور کچھ اسی طرح کا مضمون رد شہاب ثاقب میں بھی لکھا گیا جناب اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں: تو ہمارے پیش کردہ فتوے نے مصنف کے پیش کردہ فتوے کو منسوخ کر دیا کہ وہ اس سے ایک سال پہلے کا ہے۔ (رد شہاب ثاقب ۲۵۴)

کیا عقل ہے بریلویوں کی! کسی نے بھی اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ایک فتویٰ کی چھپنے کی تاریخ ہے اور دوسرے کی لکھنے کی تاریخ ہے۔ بس ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں عقل اور علم دونوں کا جنازہ نکال کر کفر کے فتوے دئے جا رہے ہیں۔ ان دونوں بریلویوں نے اس جعلی خط کی مہر میں ۱۳۰۸ھ لکھا ہے یعنی یہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ کا ہے۔

رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۲۸-۲۲۹ مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۰

اب فتویٰ منسوخ ہوگا تو یہ جعلی فتویٰ ہوگا کیونکہ یہ فتاویٰ رشیدیہ کے وقوع کذب پر کفر کے فتوے سے سات سال پہلے کا ہے۔ اور اگر آپ چھپنے کی بات کریں تو بھی جناب آپ کا جعلی فتویٰ ہی منسوخ ہوگا کیونکہ آپ کے مطابق جعلی فتویٰ ۱۳۰۸ھ میں چھپا اور فتاویٰ رشیدیہ کا وقوع کذب کے قائل پر کفر کا فتویٰ پہنی مرتبہ فیوض رشیدیہ میں صفحہ ۲۶ پر میرٹھ سے ۱۳۱۰ھ میں چھپا اس لئے بھی آپ کا یہ جعلی فتویٰ منسوخ ہوا اور آپ کے ہی اصول سے مولانا گنگوہی مسلم ثابت ہوئے۔

اب جناب مصطفیٰ رضا کا یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی تکفیر تم نے خود نہ کی ان کے منہ سے کرائی یہ بالکل غلط ثابت ہوا اور اب اس کی تصحیح اس طرح سے ہم کر دیتے ہیں۔ مولانا گنگوہی کو مسلم ہم نے خود بریلویوں کے اصول سے ثابت کیا۔ ایک اور جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اجمل شاہ صاحب اور بریلویوں کے مفتی اعظم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ ۱۳۰۸ھ کا ہے۔ جبکہ عبدالستار ہمدانی صاحب فتنہ امکان کذب کے باب میں ان سب بریلویوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۴ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتویٰ امکان کذب باری تعالیٰ کا مرتب کیا اور اسے شائع کیا۔ (امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر صفحہ ۷۵-۷۶)

چور چوری کرتا ہے تو کچھ ثبوت تو چھوڑ ہی دیتا ہے اب دونوں میں سے کون جھوٹ بول رہا ہے بریلوی خود فیضہ کر کے ہمیں بتا دیں۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ بریلوی حضرات بھی اب یہ تسلیم کرنے لگے ہیں کہ یہ فتویٰ جھوٹا ہے خط کی کوئی حقیقت نہیں۔ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب احمد رضا کے وقوع کذب کے الزام کا اس طرح انکار کرتے نظر آئے

تیسرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہو گیا۔
جواب۔ اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے، نہ کفار سے کوئی واسطہ، ورنہ یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع۔

(تفسیر نعیمی جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ آیت ۱۲۹)

وقوع کذب کا الزام مفتی احمد یار خان صاحب نے ہٹا دیا اور امکان کذب کا الزام اب دیگر بریلوی حضرات ہٹا رہے ہیں۔ بریلویوں کے علامہ ارشد القادری صاحب نے علمائے دیوبند کے ساتھ اختلاف کی تین مضبوط بنیادیں لکھی اور پہلی بنیاد میں علمائے دیوبند کی تین عبارتیں لکھیں:

۱۔ حضرت اشرف علی تھانوی صاحب کی حفظ الایمان کی

۲۔ مولانا خلیل احمد انیسٹھوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی براہین قاطعہ کی (دھوکہ بازی یہ کہ مولانا گنگوہی کو بھی اسی میں شریک کر دیا)

۳۔ مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی

مولانا گنگوہی کا جعلی خط بھی غائب ہو گیا اور امکان کذب بھی۔ محمد منشا تابش تصوری صاحب بھی کچھ ایسی ہی لب شائی کرتے نظر آئے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی پر اعتراض کیا تحذیر الناس پر اور مولانا گنگوہی پر الزام لگایا براہین قاطعہ

کا شیطان اور نبی سننے والے کے علم کے تعلق سے اور مولانا تھانویؒ پر الزام لگایا حفظ الایمان کا۔
(دعوت و فکر صفحہ ۲۶)

صاف ظاہر ہے کہ خط کا الزام بھی یہ جھوٹا مانتے ہیں اور امکان کذب کا بھی سی لئے تو صرف تین ہی الزام رہنے دئے۔ منشا تائبش قصوری صاحب کی عجیب بات یہ کہ براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری کی ہے جس کو مولانا گنگوہیؒ کی بتا کر مولانا سہارنپوریؒ سے فتویٰ منسوخ کر دیا۔ اور دوسری صورت میں اگر آپ کو اس سے اختلاف نہیں تو خود اپنے گھر کے فتوے سے کافر ہوئے۔ ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ معرفت کا مصنف لکھتا ہے:

”بریلوی دیوبندی (اہل سنت و جماعت) کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں۔“
(معرفت صفحہ ۸)

اہل سنت و جماعت (بریلوی و دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان حائل ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۸)

اور آگے بھی اپنے امام کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۳)

۱۱۰ سال سے بریلوی علماء چلا رہے ہیں کہ وقوع کذب اور امکان کذب کا الزام احمد رضا نے جھوٹا لگایا ہے۔ جب مولانا گنگوہیؒ پر دھوکہ بازی کر کے بھی ناکام رہے تو پھر الزام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ پر لگا دیا مگر پھر بھی ذلت ہاتھ آئی۔

اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مرتضیٰ حسن در بھنگی نے اپنے رسالہ اسکات المعتقدی میں تصریح کر دی۔ تاویل سے اس شخص کا

مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہو یا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جوا کا براشاعرہ کا مسئلہ نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔

(رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۵۸)

پورا یہی مضمون مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ پر بھی موجود ہے۔ عبارت اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۲۱۲ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔ یہ تین حوالہ میں نے اس لئے دئے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ بریلوی حضرات کس طرح اپنے مولویوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔

اب جواب ملاحظہ فرمائے اور بریلویوں کی دھوکہ بازی بھی دیکھ لیں۔ مولانا چاند پوریؒ نے ایک رسالہ لکھا اسکات المعتقدی جس میں احمد رضا سے ۱۴۲ سوالات کئے جن کا جواب نہ تو احمد رضا صاحب دے سکے نہ ہی آج تک کسی بریلوی نے دیا ہے۔ اور بریلوی حضرات نے جو اعتراض کیا ہے وہ بھی سوال ہی ہے جس کو بریلوی حضرات عبارت بنا کر علماء دیوبند کا عقیدہ بتا رہے ہیں اور دھوکہ بازی یہ کی کہ دو سوالوں کو ملا کر ایک عبارت بنا ڈالی۔

اصل سوال یہ ہے:

سوال نمبر ۵۳۔ محقق دوانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعید لازم نہ آئے۔ یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو۔ یو امر آخر ہے لیکن ان کی تاویل نے اس شخص کا مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہو کر کافر ہو یا نہیں

سوال نمبر ۵۴۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو تئیر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن و قبح عقلی میں نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آپ نے جو اس کلام کی تاویل المعتقد المستند کے اندر کی ہے آپ کی شان مجددیت علم و فضل سے نہایت مستبعد ہے مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا

اسلمحالہ کذب متفق علیہ ہوا اور فرق فقط۔

دلیل کا ہو تو اس نقد پر جو معتزلہ نے کلام نفسی پر شبہ وارد کیا ہے اس کا جواب کیا ہوگا غور سے جواب دیا جائے اگر عبارت مسائرہ سے ان اکابر اشاعرہ کا مطلب فعلیہ کذب ثابت ہو تب یہ اکابر اشاعرہ کا فر فاسق کیا ہوئے۔

سب سے پہلے آپ حضرات یہ دیکھیں کہ بنا اصل کتاب کے دیکھے بنا سیاق و سباق کے صرف ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں مسلمانوں کو کافر بنایا جا رہا ایسی وجاہت کا ثبوت آپ کئی بار دیکھیں گے انشاء اللہ۔ اب آپ حضرات خود بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بریوی حضرات نے کیا تھا کیا بنا دیا اور کیسا تھا کیسا بنا دیا سوال کو عبارت بتا کر عقیدہ بنا دیا اور کاٹ چھاٹ کر کے پیش کیا اور دو سوالوں کو ملا کر ایک عبارت گھڑی۔

اعتراف۔۔ [۲] اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک نہیں: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے امام اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ تنزیہ اوتعالیٰ از زمان و مکان وجہت واشبات رویت روبلا جہت ومحاذات..... ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ است۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان وجہت سے پاک ماننا حقیقی بدعت ہے“۔ ایضاح الحق الصریح فارسی، ص ۵۳ طبع دہلی۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۰، ۵۱)

یہی اعتراف دیوبندی مذہب صفحہ ۱۶۰ انوار شریعت صفحہ ۱۸۳ ج ۲ باطل اپنے آئینہ میں صفحہ ۴۲ الکو کتبہ الشہابیہ ص ۱۲ پر بھی کیا گیا۔

جواب: اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ایضاح الحق الصریح کی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی

طرف نسبت میں کلام ہے۔ حضرت مولانا کرامت علی جوہر پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”خلاصہ ضروری ان قولوں کا یہ ہے کہ ایضاح الحق مولانا محمد اسماعیل شہید محدث دہلوی ابن مولانا

شاہ عبدالغنی مرحوم کی تصنیف نہیں ہے“۔ (قول الثابت مندرجہ ذخیرہ کرامات: ج ۲ ص ۵۴)

اور یہ بریلوی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ثانیاً: یہاں بھی رضا خانیوں نے شرمناک دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ دراصل ہمارے ہاں ”بدعت“ کا اطلاق اس امر پر بولا جاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو۔ اور اسی بات کا دھوکا ان رضا خانیوں نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت و زمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی مان رہے ہیں جو کفر ہے۔ حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ”بدعت حقیقیہ“ ایک مخصوص اصطلاح ہے اور لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ شاہ صاحب کی اصطلاح میں بدعت حقیقیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی دلائل شرعیہ کی روشنی میں نکالے گئے گو بجائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین ہی کا درجہ کیوں نہ رکھتے ہوں، لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل و وضاحت موجود نہ تھی مگر اب اسے دین کا ایک جز بنا کر اسی میں مشغولیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لے۔ اس لیے وہ اپنی جگہ بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آ جاتی ہیں۔ بنا بریں وہ بدعت حقیقیہ ہیں۔ تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و زمان سے پاک ماننا تو واجب ہے مگر اللہ کے بارے میں مسائل کلامیہ کے تحت اس تفصیل سے گفتگو کرنا چونکہ صدر اول میں نہ تھا اس لیے اب ان امور پر بحث و مباحثہ بدعت حقیقیہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اللہ جو جہت و زمان سے پاک نہ ماننا بدعت حقیقیہ ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فلسفہ یونان کے عربی میں منتقل ہونے اور علم کلام کے وجود میں آنے سے پہلے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ موجود تو تھا لیکن جہت و مکان کی نفی کے ساتھ نہ تھا۔ اس قسم کے مسائل ذات و صفات سے متعلق علم کلام کے وجود میں آنے اور فلسفہ یونان سے علوم شرعیہ کے اختلاط کے بعد وجود میں آئے جو اپنی جگہ حق واجب التسلیم اور شعار اہل سنت کے باوجود بھی بہت سے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک بدعت حقیقی کے معنی کے تحت آتے ہیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل

موجود ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی اکابر امت ”علم کلام“ کو بدعت ہی کہتے۔ اور کلامی مسائل کو بدعتی مسائل سے تعبیر کرتے۔ یہاں صرف ایک دو حوالے نقل کرتا ہوں تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر کا مقدمہ دیکھو:

و قال الامام الشافعی حکمی فی اهل الکلام ان یضربوا بالحجرید والنعال و
یطاف بهم فی العشائر والقبائل ویقال هذا جزاء من ترک الكتاب والسنة
واقبل علی کلام اهل البدعة۔ (شرح فقہ الاکبر: ص ۲۹)

[ترجمہ] اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا فیصلہ اہل کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو جوتوں اور
شاخوں سے مارا جائے اور قبیلہ قبیلہ ان کا گشت کرایا جائے اور پکار کر اعلان کیا جائے کہ یہی سزا
ہے اس شخص کی جس نے کتاب و سنت سے بے تعلقی برتی اور اہل بدعت کے کلام کی طرف راغب
ہوا۔

عن ابی یوسف انه قال کنا جلوسا عند ابی حنیفۃ اذ دخل علیہ جماعة فی
ایدہم رجلاں فقال ان احد ہذین یقول القرآن مخلوق و هذا ینازعہ و
یقول ہو غیر مخلوق قال لا تصلوا خلفہما قلت اما الاول فنعم انه لا یقول
لقدہم القرآن واما الآخر فما بالہ لا یصلی خلفہ قال انہما ینازعان فی الدین
والمنازعة فی الدین بدعة کذا فی مفتاح السعادة۔ (شرح فقہ الاکبر: ص ۲۲)

[ترجمہ] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں تھے کہ اچانک
ایک گروہ دو آدمیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے ایک قرآن
کو مخلوق بتاتا ہے اور دوسرا اس سے جھگڑتا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق بتاتا ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا
ان دونوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر میں نے سوال کیا کہ پہلے
شخص کے بارے میں تو یہ حکم درست ہے اس لیے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا لیکن دوسرے نے
کیا کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں دین میں جھگڑا
کر رہے ہیں اور دین میں جھگڑا کرنا بدعت ہے۔ اس لیے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والا دوسرا شخص بھی

بدعتی ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز درست نہیں۔

اب رضا خانیوں سے درخواست ہے کہ آنکھ کھول کر ان حوالوں کو پڑھیں۔ فقہائے متاخرین کے نزدیک قرآن کو غیر مخلوق ماننا واجبات دین اور شعار اہل سنت میں سے ہے جو نہ مانے وہ گمراہ اور بد دین ہے مگر ایک وقت تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت اور ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے۔ تو ایضاح الحق کا یہ قول بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اللہ کی ذات و صفات میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا بدعت حقیقیہ ہے ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہے نہ یہ کہ یہ ان کا معاذ اللہ اپنا عقیدہ ہے جس طرح کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ مطلب لینا کہ وہ معاذ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے غلط ہے۔ مگر عبد الضرورت ان مسائل پر بحث و مباحثہ کرنا بھی درست ہے جیسے حنفیوں نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر معتزلہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔

ایضاح الحق کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”معلوم ہونا چاہیے کہ وحدت وجود وحدت شہود کا مسئلہ اور تنزلات خمسہ کی بحث اور صادر اول کا ذکر اور تجہید مثال اور کمون و بروز کا بیان اسی طرح تصوف کے دوسرے مباحث اور اسی طرح واجب الوجود (یعنی حق تعالیٰ) کو زمان و مکان اور جہت و ماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک و منزہ سمجھنا، اور اس کی صفات کو اس کا عین سمجھنا یا عین ذات پر زائد سمجھنا، اور تشابہات کی تاویل کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا جہت، صورت نفوس، اور عقول کو باطل ٹھہرانا یا اس کے برعکس ان کو ثابت کرنا اور اس مسئلہ نقد پر گفتگو کرنا، اور عالم کے صادر ہونے کے وجوب کا قائل ہونا اور عالم کے قدیم ہونے کو ثابت کرنا، اور اسی طرح کے علم کلام والہیات اور فلسفہ کی دیگر بحثیں یہ سب بدعات حقیقہ کی قسم سے ہیں (الی ان قال) اس لیے کہ ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی تسبیح (چھان پھٹک) کرنا اور ان مسائل و مباحث پر گفتگو کرنے والے کا شمار علمائے دین اور حکمائے ربانین میں کرنا اور ان امور کی وجہ سے ان کی تعریف اس طرح کرنا جیسے دینی کمالات کی کرتے ہیں، نہ صرف عوام میں رائج ہے بلکہ خواص بھی اسی قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔“

(ایضاح الصریح مترجم: ص ۷۷، ۷۸)

بدعت حقیقیہ کی ایک اور مثال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کیونکہ وہ اسی کو ہی اصل کمال شرعی سمجھتے ہیں یا شریعت کا تاملہ گردانتے ہیں۔“

(ایضاح الصریح مترجم: ص ۷۹)

خط کشیدہ عبارت اور بعد کی ایک عبارت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایضاح الحق میں ان کلامی مسائل میں تفصیلی گفتگو کرنے اور انہی کو مقصود شریعت سمجھ لینا کہ لوگ اسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اسے عالم جانیں اس کو بدعت کہہ رہے ہیں کہ صدر اول میں ان مسائل پر اس تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ نہیں کیا جاتا تھا نہ یہ کہ ان اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے پاک نہ ماننے کو بطور عقیدہ لینے کو وہ معاذ اللہ بدعت کہہ رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں بات کیا تھی اور اسے اعلیٰ حضرت سے لے کر ادنیٰ حضرت تک نے کس قدر گمراہ کن عنوان دیا۔

اعتراف۔۔ [۳] اللہ تعالیٰ مکارہ ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”سوال اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیے۔“ تقویۃ الایمان: ص ۶۶ طبع دہلی۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱)

جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب آگے ان شاء اللہ تراجم پر اعتراضات کے باب میں

آ رہا ہے۔

اعتراف۔۔ [۴] اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں بوقت ضرورت

دریافت کرتا ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا کہ اپنے اختیار میں ہو کہ جب

چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔“ تقویۃ الایمان: ص ۲۰۔

(دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱)

یہ اعتراض سرقہ کیا گیا ہے: ”دیوبندی مذہب“، ”دیوبند سے بریلی“ کے صفحہ ۱۲، ”باطل اپنے آئینہ میں“ کے صفحہ ۱۲۰، ”فیصلہ کیجیے“ صفحہ ۶۱۔

جواب: اول حضرت شاہ اسماعیل شہید محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”قال الله تعالى عنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اسی کے پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔“

ف: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی ہر چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کا، سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چھلکنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب کچھ دیکھنے کو چاہتا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہو منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہو نہ ڈالا سو گویا ان چیزوں کے دریافت کو کنجیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہے نہ کریں سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا لوگوں کو اختیار میں ہے کر لیجیے اللہ ہی کی شان ہے۔“

(تقویۃ الایمان: ص ۳۰ طبع کراچی)

حضرت شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی میں آتا ہے ایک علم غیب اجمالی بسیط فعلی ہے جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف تامہ کا منشاء ہے اور تمام معلومات الہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے۔ اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفسہ نہ بصورتہ اسی لیے اس کو علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی یہی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عند اللہ صور علمیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الہیہ صورت علمیہ کے ساتھ عند اللہ حاضر ہیں یہ علم اجمالی کے تابع اور بعد ہے۔ یہ من وجہ علم غیب اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی

یہ عند اللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ماغاب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے؟۔ یہ غیب یعنی صور علمیہ معجول اور حادث ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے پس غیب کا دریافت کرنا یعنی ان صور علمیہ کو دریافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صور علمیہ کے ساتھ تعلق اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجیے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ **عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو** اسی طرف اشارہ ہے یعنی علم غیب اجمالی بسیط جو صفت کمالیہ ہے بمنزلہ مفتاح کے ہے اور صور علمیہ تفصیلی کے لیے جو تمام مخلوق سے غائب ہے ان صور علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں ہے کہ جب چاہے خود ہی غیب کی بات معلوم کر لے اور ان صور علمیہ پر اطلاع پالے کیونکہ یہ وہی کر سکتا ہے جس کے پاس ان غیوب اور صور علمیہ کی کنجیاں ہوں یعنی مبداء انکشاف ہو۔ قارئین کرام اسی سے آپ شاہ صاحب کے تبحر علمی اور ان کے مخالفین کی جہالتوں کا اندازہ لگالیں۔

جاہل معترض اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور جلالین میں دیکھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی و مطلب علامہ شہید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک و جلالین میں بھی موجود ہے کہ یہ علی وجہ الاستعارۃ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیوب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے دریافت کر لے:

المفتاح جمع مفتوح وهو المفتاح اوہی خزائن العذاب والرزق او ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب، والآل والاحوال جعل للغیب مفتاح علی طریق الاستعارۃ لان المفتاح یتوصل بہا الی ما فی المخازن المستوثق منها بالاعلاق والاقفال و من علم مفاتیحہا و کیفیۃ فتحہا توصل الیہا فارادانہ هو المتوصل الی المغيبات وحده لا یتوصل الیہا غیرہ کم عندہ مفتاح اقفال المخازن و یعلم فتحہا فهو المتوصل الی ما فی المخازن۔

(تفسیر مدارک: ج ۱ ص ۵۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ] المفاتیح جمع مفتوح کی ہے اور وہ مفتاح کو کہتے ہیں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفتاح سے مراد خزائن عذاب اور رزق ہیں تیسرا قول لوگوں کی نگاہ سے جو چیز غائب ہے مثلاً ثواب، عقاب، آجال، احوال ان کے خزائن مراد ہیں۔ اور ان پوشیدہ چیزوں کو مفتاح بطور استعارہ کہا گیا ہے کیونکہ کھولنے والا چابیوں ہی کے ذریعہ ہی بند خزانون کے اندر مخفی اشیاء تک پہنچ سکتا ہے پس جس کو چابیوں کا علم ہو گیا اور ان کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی وہ ان تک پہنچ جائے گا پس مراد یہ ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے اور کوئی دوسرا اس تک رسائی نہیں پاسکتا اس شخص کی طرح جس کے پاس خزائن کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی جانتا ہو اور وہ ان مخازن میں جو کچھ ہے وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔

جلالین میں ہے:

”وعنده تعالى مفاتيح الغيب خزائنه او الطرق الموصلة الى عمله“۔

[ترجمہ] اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے۔

اعتراف۔۔ [۵] برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے“۔ تقویۃ

الایمان: ص ۸۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱۔ دیوبندی مذہب: ص)

جواب: تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا روزی کی کشاکش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا فتح و شکست دینی اقبال و ادبار دینا مرادیں پوری کرنی حاجتیں بر لانی بلائیں نالنی مشکل میں دنگیری کرنی برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے“۔ (تقویۃ الایمان: ص ۱۶)

اب یہاں عبارت میں برے وقت میں پہنچنا سے مراد اللہ تعالیٰ کا خود چل کر آجانا مراد نہیں

(معاذ اللہ) بلکہ اس کی مدد و نصرت کا پہنچنا مراد ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (سورہ فجر: آیت ۲۲)

اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف محبت ”آنے“ کی نسبت ہے اب بتائیں کیا رب کہیں آتا جاتا ہے؟ معاذ اللہ اگر یہاں آنے کی تاویل ہو سکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کر دیں۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (البقرہ: آیت ۲۱۰)

اس آیت میں بھی اتیان آنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے مگر اتیان سے مراد اللہ کا عذاب ہے۔

فَتَرْبُصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ (سورۃ التوبہ: آیت ۲۴)

تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (کنز الایمان)

فَاِذَا تَوَلَّوْا فَمِنْ وَجْهِ اللَّهِ (البقرہ: آیت ۱۱۵)

تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔ (کنز الایمان)

اب جواب دیں کیا معاذ اللہ اللہ کا چہرہ ہے؟ احمد رجا خان صاحب بریکٹ میں وجہ اللہ کی تاویل اللہ کی رحمت سے کرتا ہے تو اگر اس آیت میں بریکٹ لگا کر تاویل ہو سکتی ہے تو شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں بریکٹ لگا کر مدد و نصرت کی تاویل کیوں نہیں ہو سکتی؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”پس مرد با ایمان را کہ معتقد تاثیر واحد است از هیچ چیز غیر از خدا نباید ترسید کہ سرکلا وہ عالم عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت روئے تاثیر او تاثیر نیست افعال او تعالیٰ است کہ در پے یک دیگر شہد میر و ندادار باب وہم و خیال مے پندار نہ کہ فلاں موجب فلاں فعل شد۔“

(تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۴۸۰)

[ترجمہ] یعنی مرد مومن کو کہ ذات وحدہ لا شریک کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے ڈرنا نہ چاہیے کہ کل اختیار عالم اسباب و مسببات کا اسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں اسی کے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ کل اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب جواب دیں کیا اللہ ہاتھ والا ہے معاذ اللہ؟ اگر یہاں دست سے مراد ”دست قدرت“ ہے تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے بھی اپنے چچا کے اس عقیدے کو ایک دوسرے انداز میں بیان فرما دیا کہ تمام اسباب و مسببات پر کامل اختیار اللہ ہی کا ہے اس لیے مشکل وقت میں مدد کو پہنچنا اسی کی شان ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے:

ان الله عزوجل ينزل كل ليلة النصف من شعبان فيغفر من الذنوب اكثر من شعر غنم كلب۔

(سنن ترمذی: ۳۹۰۷۔ ابن ماجہ: ۳۸۹۱۔ مسند امام احمد: ج ۶ ص ۲۳۸۔ مسند عبد بن حمید: رقم ۱۵۰۷)

اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ معترض کہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو لیجیے ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”تمہارا رب تبارک و تعالیٰ رات کے تیسرے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے کہ سنو کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔“ (متفق علیہ صحیح بخاری: ”کتاب التوحید“ رقم الحدیث ۶۹۴۰۔ صحیح مسلم: ”صلوۃ المسافرین“ رقم الحدیث ۱۲۶۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات تو عروج و نزول سے پاک ہے تو اگر یہاں نزول سے مراد اللہ کی رحمت کا متوجہ ہونا یا اس کی رحمتوں، برکتوں، تجلیات کے نزول کی تاویل ہو سکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں مدد و نصرت خداوندی کے پہنچنے کی تاویل ممکن کیوں نہیں؟ اگر یوم یکشف عن ساق میں ساق (پنڈلی) میں تاویل ہو سکتی ہے وہاں استعارہ مراد لیا جاسکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں؟ کہ جس طرح گھر میں آدمی ماں باپ رشتہ دار بہن بھائی کے ساتھ ہوتا ہے اور

اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حضرات فوراً وہاں مدد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں تو انسان کی اسی حالت کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب نے بطور استعارہ ذکر کیا کہ ہر گھڑی ہر آن ہر جگہ بلا اسباب مدد و نصرت کے پہنچ جانا یہ صرف اللہ رب العزت ہی کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کی پکار و فریاد کو سنتا ہے پھر اس کی تکلیف کو دور فرما کر اس کی نصرت کرتا ہے۔ اب آخر میں ایک امتی کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں:

ابن حجر و علامہ عسقلانی رحمہ اللہ بیہادونوں مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مُجْلِسُهُ مَعَهُ عَلَى عَرْشِهِ۔ (عمدة القاری۔ فتح الباری)

[ترجمہ] رب تعالیٰ محبوب علیہ السلام کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔

آپ کو پہنچنے پر اعتراض ہے یہاں بیٹھنے پر آپ کیا کہیں گے؟ اگر یہاں احلاس سے مراد قرب معیت ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کوئی مناسب تاویل کر لیں۔

الحمد للہ! اب تک کی بحث سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تقویۃ الایمان کا ہر مضمون قرآن و حدیث اور اسلاف امت کے اقوال سے موید ہے۔ اب ذرا آخر میں مولوی کاشف اقبال صاحب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیتے جائے آپ کے اکابر میں سے مولانا یار محمد منسری صاحب لکھتے ہیں:

خرام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا محمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں
(دیوان محمدی: ص ۱۹۱ بارہم ۲۰۰۶ نورانی کتب خانہ لاہور)

استغفر اللہ! کیا خدا کوٹ مٹھن کی گلیوں میں چلتا پھرتا ہے؟

اعتراض۔۔ [۶] خدا کی قبر: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دیوے مور چھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کر کے چوکھٹ

کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مجاور بن کر بیٹھے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۲۔ قارئین کرام! اس فعل کو شرک کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو اور وہ کسی دوسرے کے لیے کیا جائے قبر کو بوسہ دینا مورچہ جھلنا تب شرک ثابت ہو سکتا ہے جب خدا تعالیٰ کی قبر پر مورچہ جھلا جاتا ہو تو اس عبارت سے خدا کی قبر کا اثبات ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ یہ ہے دیوبندی توحید۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۱، ۵۲۔ دیوبندی مذہب: ۷۷، ۷۸۔ باطل اپنے آئینہ میں: ص ۴۱)

جواب: اولاً شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:

”تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ و رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اسی گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اسی کی طرف جانور لے جانے اور وہاں ملتیں ماننی اور اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی فرش بچھانا پانی پلانا وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا بدن پر ڈالنا آپس میں بائنا، غائبوں کے واسطے لے جانا اور رخصت ہوتے وقت لٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا اور درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا مواشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیرو پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ پاؤں باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے

مکان میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت لئے پاؤں سپلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باند کر التجا کرے مرادیں مانگے مجاور بن کر بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی حق تعظیم کسی کی کرنی۔“

(تقویۃ الایمان، ص ۷۱، ۱۸)

قارئین کرام! رضا خانی مولویوں کی بے عقلی و جہالت پر صد افسوس ہے جب انسان

توحید باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک جیسی گندگی میں ماوث ہو جاتا ہے پھیر شیطان العین اپنا جیسا بنا کر عقل سے کلیتہً بے بہرہ کر دیتا ہے۔ پھر سیدھی راہ بھی میڑھی نظر آتی ہے۔ رضا خانیوں نے اس عبارت میں توحید و عبادت حق تعالیٰ کی بحث کو شرک و تقرب لغیر اللہ کے ساتھ خلط ملط کر کے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں اس مقام پر اولاً اقسام عبادت اللہ عزوجل علیحدہ اور ثانیاً اقسام تقرب لغیر اللہ علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جن کو پہلے کا دوسرے پر اور دوسرے کو پہلے کے ساتھ مختلط کر کے شہیدہ البیہ پر بہتان باندھ لیا گیا ہے۔ اب سنیے ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کے لیے ”عبادۃ“ ہو گا وہ غیر اللہ کے حصول تقرب عبادت کے لیے شرک ہو گا۔ یعنی جو کام اللہ کے واسطے عبادۃ ہو اسی کام کو کسی دوسرے کے تقرب کے لیے کیا جائے تو شرک شمار ہو گا پھر یہ لازم نہیں کہ قبر پرست جو کام قبروں پر صاحب قبر کے لیے تقربا کریں وہ بعینہ اللہ کے لیے بھی ہو۔ (جیسے معترض نے سمجھا) بلکہ فعل معصیت و مشابہت افعال شرک پر بھی حکم کفر و شرک ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایمان کے سترے زائد شاخیں ہیں اعلیٰ ان میں لا الہ الا اللہ اور ادنیٰ تکلیف دہ چیز راستہ سے دور کرنا اسی طرح کفر و شرک کے انواع بھی چھوٹے بڑے وارد ہیں جیسے قسم بغیر اللہ، تسمیہ بغیر اللہ، شگون ریاد وغیرہ کو احادیث میں شرک فرمایا ہے۔

رد المحتار میں ہے: ان الحلف بغیر اسمہ تعالیٰ وصفاتہ عزوجل مکروہ کما صرح

بہ النووی فی شرح المسلم بل الظاہر من کلام مشائخنا انہ کفر
اللہ عز وجل کے نام کے سوا کسی قسم کی قسم کھانا مکروہ ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں تصریح
فرمائی ہے بلکہ ظاہر ہمارے ائمہ کے کلام سے یہ ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ عز وجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت
میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اسے لذت عبادت کی تائید سمجھی شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔“

(عظایا القدر)

پس معلوم ہوا کہ مکروہات و منکرات امور پر بھی مآل کار مفسدہ و مشابہت اہل کفر کے حکم کفر و
شرک شرع میں وارد کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

المراد باطلاق الکفر ان فاعله فعل فعلا شبيها بفعل اهل الکفر وفيه جواز
اطلاق الکفر علی المعاصی لقصد الزجر کما قررناه۔

مراد اطلاق کرنے کفر سے اس کے فاعل پر وہ فعل ہے جو مشابہت رکھتا ہو اہل کفر سے اور اسی میں
جواز ہے اطلاق کرنے کا کفر کا گناہ پر بوجہ جرت و تنبیخ کے جس طرح مقرر ہو چکا۔

شیخ احمد رومی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد آل الامر بهؤلاء الضالین المضلین الی ان شرعوا للقبور حصبا ووضعوا
له مناسک حتی صنف بعض غلاتهم فی ذالک کتابا و سماه مناسک حج
المشاهدة تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين
الاسلام ودخول فی دين عباد الاصنام فانظر الی ما بین ما شرعه النبی ﷺ
فی القبور من النهی عما تقدم ذكره و بین ما شرعه هؤلاء وما قصدوه به من
التباین العظيم ولا ريب ان فی ذالک من الفساد ما يعجز الانسان عن
حصره منها تعظيها الموقع فی الافتنان بها ومنها تفصيلها علی المساجد
التي هی خير البقاع و احبها الی الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع

التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيرة ولا مثله و منها اتخاذ المساجد والسرَج عليها و منها العكوف عندها و تعليق الستور عليها و اتخاذ السندة لها حتى ان عبادها يرجحون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام يرون سدانتها افضل من خدمة المساجد و منها النذر لها و لسدنتها و منها زيارتها لاجل الصلوة عندها والطواف بها و تقبيلها و استلامها و تعفير الخدور عليه و اخذ تراجها و دعاء اصحابها والاستغاثه بهم سواهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتفرج الكربات و غير ذلك من الحاجات التي كان عباد الاوثان يسالونها من اوثانهم وليس شيئا منها مشروعاً بالاتفاق ائمة المسلمين اذ لم يفعل شيئاً رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين۔

(مجلس الامرار: ص ۱۲۰، ۱۲۱، المجلس السابع عشر تہمیل اکیڈمی لاہور)

[ترجمہ] تحقیق اب یہ کیفیت ہوگئی ہے اس طاقت گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی کہ قبروں کا حج کرنا مشروع کر دیا ہے اور اس کے آداب و طریقہ مقرر کیے ہوئے ہیں حتی کہ بعض غلو کرنے والوں نے اسباب میں کتاب تصنیف کر کے اس کا نام مناسک حج المشاہدہ رکھا ہے (جیسا کہ ہمارے ہاں بریلویوں نے ”حج فقیر بر آستانہ پیر“ نامی کتاب لکھی) قبور کو بیت الحرام کے مشابہ ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد کرنا دین اسلام سے الگ ہو کر بت پرستوں کے دین میں داخل ہونا ہے اب دیکھو تو درمیان طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درنارہ قبور جو منع فرمایا ہے جو مذکور ہوا اور درمیان طریقہ اس گمراہ گروہ کے جو یہ ارادہ کرتے ہیں کس قدر بڑا فرق ہے۔ اور بلاشبہ اس میں اتنے فساد ہیں کہ انسان گنتے گنتے عاجز ہو جاتا ہے ایک یہ کہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرنی جس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں ایک یہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینی جو تمام مقاموں سے بہتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتے ہیں تو نہایت درجہ تعظیم اور حرمت وانکسار و خوف و نرمی دل کی کرتے ہیں اس قدر کہ مسجدوں میں نہیں کرتے اور نہیں حاصل ہوتا مسجدوں میں ان کو

اس کا نظیر اور مثل اور ایک یہ کہ قبروں کو مسجد ٹھہراتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر چلہ کشی کرتے ہیں اور قبروں پر غلاف چڑھاتے ہیں اور مجاور بٹھاتے ہیں حتیٰ کہ قبر پرست قبروں کے مجاورت کو مسجد الحرام کی مجاورت سے بہتر سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھے رہنا مسجدوں کی خدمت سے بہتر ہے۔ اور ایک یہ کہ قبروں کی اور مجاوروں کی منت مانتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر نماز کے لیے جانا اور طواف کرنا اور بوسہ دینا اور صحت اور اولاد اور قرضہ کی ادائیگی کا سوال کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی وغیرہ حاجتیں طلب کرنی جو بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان میں سے کوئی بات مشروع کسی امام اہل اسلام کے نزدیک نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ کسی صحابی تابعی اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے کیا۔

تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں غیر اللہ کے تقرب کے واسطے عمل میں لایا جائے گا شرک ہوگا اسی لیے اسباب و ذرائع عبادت کے بھی عبادت ہوتے ہیں اور اسباب معصیت کے معصیت ہوتے ہیں اور بعض امور عبادت کے متعین بعضے نیت پر موقوف لہذا قبر پرستوں کے مندرجہ بالا افعال جن کا ذکر تقویۃ الایمان میں ہوا کعبہ معظمہ و مساجد اللہ میں بطور اللہ کی عبادت کے طور پر سرانجام دئے جانے والی عبادات کے مشابہ ہے اس لیے داخل شرک ہے۔ قبر کو بوسہ دینا اس واسطے شرک نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ کی کوئی قبر ہے بلکہ جس طرح حج میں مختلف عبادات ہیں اسی میں حجر اسود کو چومنا بھی ہے تو اب قبروں کو مقام حج بنا کر حجر اسود کی طرح قبر کو تقرباً چومنا یہ عمل چونکہ اس عبادت کے مشابہ ہے لہذا شرک میں داخل ہوگا۔ البتہ اگر تقرب اور ایسی تعظیم جیسی خدا کے واسطے خاص ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے بھی کیا ہے لیے چومنا نہ ہو بلکہ فرط محبت میں ہو تو جائز ہے جیسا کہ والدین کی قبر کا بوسہ لینا۔

بریلوی مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”اب اس سے بخوبی محقق ہوا کہ مبالغہ تعظیم قبور سے نہیں وارد ہوئی تاکہ لوگ اس فتنے میں پڑ کر کفر تک نہ پہنچ جائیں پس طواف قبور کرنا بھی صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ طواف قبور مسجد بنانے قبور سے کچھ اوپر ہے کہ فعل عبادت الہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے روا کرتا ہے۔“ (کشف الستور عن طواف القبور مندرجہ رسائل محدث قصوری: ج ۱ ص ۴۱۲)

اور یہی قصوری صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بلکہ بعض ایساں باصور و یہا کل قبور و معابد و مساکن و مجالس آنہا (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانین و احبار و علماء کی قبور وغیرہ کے ساتھ) افعالے کے در مسجد و کعبہ برای خدا باید کرد غسل می آرند مانند سر بر زمین نہاون و گردا گرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ اس محبت ایساں مقتضائے ایمان بخدا و برائی خدا نیست تا نزد خدا مفید افتد و در رضا مندی او بکار آید زیرا کہ اس محبت از احد محبت مخلوق در گزشتہ است۔

اس فارسی عبارت کا اردو ترجمہ حاشیہ میں اس طرح دیا گیا ہے:

”بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) یہا کل قبور معابد (عبادت خانے) مساکن مجالس میں وہ افعال جو مسجد و کعبہ میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنا چاہیے ایسے کام کرتے ہیں (یعنی انبیاء و اولیاء و عباد و ربانین و احبار و علماء کی قبور وغیرہ کے ساتھ) جیسے زمین پر سر کور کھنا اور گرد گھومنا (طواف کرنا) اور نماز میں استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور للہیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک مفید قرار پائے اور اس کی رضا مندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت محبت مخلوق کی حد سے گزر چکی ہے۔“

(رسائل محدث قصوری: ج ۱ ص ۴۱۲ کبریک سیلز لاہور)

اب سوال یہ ہے کہ طواف جب عبادت ہے تو جب کوئی قبر کا طواف کرے گا تو شرک ہوگا اسی طرح بقول قصوری صاحب قبر کا طواف تعظیم میں مبالغہ ہے اور مخلوق کی تعظیم میں مبالغہ شرک ہے تو قبر کا طواف بھی شرک ہو تو اب رضا خانیوں سے سوال ہے کہ جب قبر کا طواف کرنا شرک ہے اور شرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی بھی معاذ اللہ کوئی

قبر ہے جس کے ساتھ طواف خاص ہے لہذا اب جو اس طواف کو کسی پیر فقیر کی قبر پر کرے گا اور اس سے کوئی منع کرے گا اور شرک کہے گا تو یہ تو گویا اللہ کی قبر مان رہا ہے۔ تو کیا جواب ہے ترجمان رضا خانیت اور دیگر رضا خانیوں کے پاس اس کا؟ جو بھی آپ جواب دیں وہی جواب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کے حاشیہ میں لکھ دیں۔

اعتراض۔۔ [۷] بر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ:

تمام برے افعال اللہ کی ذات میں ممکن ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (الحجید المقل: ج ۱ ص ۸۳) افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری تعالیٰ جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔ (الحجید المقل: ج ۱ ص ۴۱)

(دیوبندیہ کے ابطال کا انکشاف: ص ۵۲)

الجواب: یہ اشکال کرنے والا اکابر و اسلاف کی کتب سے نابلد و ناواقف معلوم ہوتا ہے، اگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہے پھر تو کلام کی گنجائش ہے اور اگر اکابر کی کتب کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے تو پھر پہلے تو آپ کو منہ ان اکابر کی طرف کرنا چاہیے پھر بعد میں ہمارا نمبر ہے۔ مگر رضا خانی سوچ عجیب ہے جو بات اسلاف و اکابر نے لکھی ہے ٹھیک ہے اگر وہی بات ہم لکھ دیں تو قابل اعتراض۔ اب آئیے میں اکابر کی کتب کی طرف چلتا ہوں!

قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال النظام انه لا يقدر على القبيح لانه يدل على الجهل والحاجة والجواب

انه لا قبيح بالنسبة اليه۔ (طوابع الانوار من مطالع الانظار: ۱۸۰)

[ترجمہ] یعنی نظام معتزلی کہتا ہے کہ خدا قبیح افعال پر قادر نہیں ہے، کیونکہ یہ بات جہالت اور

حاجت پر دلالت کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف جب نسبت ہو تو پھر ان میں قباحت نہیں ہے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ معترض کا مذہب معتزلہ والا ہے یا نہیں؟
آگے لکھتے ہیں:

الرابع الايات الدالة على ان افعاله تعالى لا يتصف لصفات افعال العباد من الظلم والاختلاف والتفاوت... واجيب بانه كونه ظلما اعتبارا يعرض بعض الافعال بالنسبة اليها لقصور ملكنا واستحقاقنا وذلك لا يمنع صدور اصل الفعل عن الباري تعالى مجرد عن هذا الاعتبار

(طوابع الانوار من مطابع الانظار: ۲۰۰)

خلاصہ الكلام یہ ہے کہ معتزلہ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے، جس میں ظلم وغیرہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم تو تب ہے جب ہماری طرف دیکھا جائے، کیونکہ ہماری ملک اور حق چونکہ ناقص ہے اس لیے ہماری طرف تو یہ منسوب ہو سکتا ہے اور جب خلاق عالم جل و علی کی طرف ان باتوں کی نسبت ہوگی تو پھر ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی ملک کامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(لا شك في ان سلب القدرة عما ذكر) من الظلم والسفه والكذب (هو) مذهب المعتزلة واما ثبوتها) اى القدرة على ما ذكر (ثم الامتناع عن متعلقها) اعتبارا (فمذهب) اى فهو مذهب (الاشاعرة الیق) منه مذهب المعتزلة (و) لا ينهى ان هذا الالیق ادخل في التنزيه ايضا۔

(مسارہ علی مسارہ: ۱۸۷)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم، سفاهت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکاوٹ ہنایہ

اشاعرہ کا مذہب ہے اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے، صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

اب بتائیے کیا ابن ہمام رحمہ اللہ پر بھی کوئی گرفت ہے؟؟؟

چلتے چلتے ہمارا ایک رضا خانیوں سے سوال ہے کہ

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”معصوم من اللہ ومؤید المعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین ہوتا ہے۔“ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۵)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتا ہے:

”انبیائے کرام کا جھوٹ بولنا ممکن بالذات محال بالغیر ہے۔“

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۱۷۲ البقرة آیت ۲۰)

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام کو جھوٹ پر آپ بھی قادر مانتے ہیں؟ کیا اس سے ان کی شان میں نقص و عیب پیدا ہو گیا؟۔ اگر صرف قدرت ماننے سے آپ بھی مجرم نہیں تو ہم بھی خدا تعالیٰ کو قادر ماننے کے باوجود اپنے اختیار سے اس کے نہ کرنے کا قول بھی تو رکھتے ہیں، پھر ہم کیوں مجرم ہیں؟ جو جواب تمہارا وہی ہمارا!!!

جیسا کہ معتزلی عالم نظام کا قول پیچھے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے نقل کر کے جواب دیا ہے: شرح مقاصد، مواقف اور شرح مواقف میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خدا کی طرف نسبت جب ان کی ہوگی تو پھر قبیح نہیں، کیونکہ سارا تو خدا کا ہی ملک ہے، کیونکہ اس کو طاقت اور اختیار ہے کہ جیسے چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے۔ (بحوالہ الحجید المقل: ج ۱ ص ۷۱، ۷۲)

علامہ خفاجی رحمہ اللہ ان اللہ لا یظلم مثقال خردہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال المحقق هو لا یفعل الظلم لمنافاته الحکمة لا القدرۃ لان الظاهر من قولنا قولنا فلان لا یفعل کذا فی الافعال التي هی اختیاریۃ فی نفسه الله

ترکہ باختیارہ والقادر علی التبرک قادر علی الفعل۔

(بحوالہ الجہد المقل: ج ۱ ص ۷۸)

وہ ظلم نہیں کرتا کیونکہ حکمت کے منافی ہے نہ کہ قدرت کے منافی ہے کیونکہ ہمارے اس قول کہ فلاں ایسا نہیں کرتا کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کو نہیں کرتا جو اس کے اختیار میں ہیں، اس نے اپنے اختیار سے ان کو ترک کیا ہے اور یہ جو ترک کرنے پر قادر ہے وہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

باقی یہ امر ملحوظ رہے کہ جس ظلم کو جمہور اہل سنت حسب بیان صاحب منہاج السنۃ وغیرہ مقدور فرماتے ہیں وہ ظلم خلاف عدل یعنی وضع الشیء فی غیر محلہ یا یوں کہیے بمعنی فعل مالا ینبغی۔۔۔؟؟؟
۔۔۔ چنانچہ جملہ ولہذا کتعدیب الانسان بذنب غیرہ سے بداہتہ ثابت ہوتا ہے اور خود قرآنی آیات سے بھی یہی مقصود ہے کمالا ینحی بلکہ آیات قرآنی میں لفظ ظلم اس معنی میں شائع الاستعمال ہے باقی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ بمعنی تصرف فی ملک الغیر اس کا ممتنع غیر مقدور ہونا اظہر من الشمس ہے، کیونکہ ایسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی جو کہ مملوک جناب باری نہ ہو زیادہ تصریح مطلوب ہے تو دیکھیے علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

والظلم قد یقال علی التصرف فی ملک الغیر ولہذا المعنی محال فی حقہ تعالیٰ لانّ کلّ ملکہ فله التصرف فیہ کما یشاء وعلی وضع الشیء فی غیر موضعه واللہ تعالیٰ احکم الحاکمین واعلم العالمین واقدّر القادرین فکلّ ما وضعہ فی موضع یكون ذلک احسن المواضع بالنسبۃ الیہ وان خفی وجہ حسنہ علینا۔ (الجہد المقل: ج ۱ ص ۷۸، ۷۹)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

”حضرات اہلسنت اور علمائے شریعت ان آیات دالہ علی العموم کو کذب و ظلم بھی وضع الشیء فی غیر محلہ اور جبل بھی خلاف حکمت کے مقدوریت پر دلیل ثانی فرما رہے ہیں (اس کا مطلب یہی ہے کہ

اپنے کہے کے خلاف کرنے پر قہر ہے یعنی نیکوں کو عذاب دے سکتا ہے۔

(الحجید المقتل: ج ۱ ص ۷۲)

اب آئیے ایوانِ رضا خانیت کی طرف!

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے مگر یہ کہ نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔“ (المعتد المستند: ص ۱۲)

”یعنی نیکوں کو دوزخ میں ڈالنا خدا کی قدرت میں ہے خدا کر سکتا ہے یہ اشاعرہ کہتے ہیں، جب کہ مگر یہ کہتے ہیں ایسے نیکوکار کو عذاب دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی اطاعت میں لگائی، اپنی خواہش کا مخالف رہا اور اپنے رب کی رضا طلب کرتا رہا، مقتضائے حکمت نہیں، اس لیے کہ حکمت نیکوکار اور بدکار کے درمیان فرق کا اقتضا کرتی ہے تو جو کام برخلاف حکمت ہو وہ بیوقوفی ہے۔“ (المعتد المستند: ص ۱۳۰)

”یعنی اشاعرہ کہتے ہیں خدا ایسا کر سکتا ہے، مگر یہ کہتے ہیں ایسا کرنا بیوقوفی ہے۔“

(المعتد المستند: ص ۱۳۰)

گویا جو نظر یہ فاضل بریلوی کا ہے، ائمہ مگر یہ کہ نزدیک اس سے خدا کی بیوقوفی لازم آتی ہے۔ آگے چلیے! اسی نظر یہ پر فاضل بریلویوں فتویٰ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب جہنمیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجے پر قہر ہو تو کذب باری لازم آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ فہرست فتاویٰ رضویہ: ص ۴۰۹)

دو خرابیاں فاضل بریلوی کے عقیدے پر اور لازم آئیں کہ خدا کا کذب اور جہالت۔

تو اب اس بریلوی رضائی اصول پر تین باتیں لازم آئیں، سفاہت، جہالت، کذب ان پر قدرتِ خداوندی لازم آتی ہے۔ اور فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب آنوارِ آفتاب صداقت کے

صفحہ ۶۱ پر اس عقیدہ پر یوں جرح کی ہے کہ:

”یہ صریح ظلم و کذب قبیح ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کے عقیدہ پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا کذب، ظلم، جہالت، سفاہت پر قادر ہے۔ اب بتائیے! جو الزام فاضل بریلوی کی ذریت اکابر اہل سنت پر لگا رہی ہے وہ فاضل بریلوی کی تحریروں سے گھر میں موجود ہے۔

پہلے اپنے گھر کی صفائی فرمائیں، فہما جو ابکم فہو جوابدہ!

اور آگے آئیے!

مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے مذہب میں کفر کا بخشنا جانا عقلاً جائز ہے۔“ (الکلام الاوضح: ۲۸۹)

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اتَّفقت الامة ان الله تعالى لا يعفو عن الكفر قطعاً وان جاز عقلاً۔

(اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۰۱)

امت اس پر متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا، اگرچہ عقلاً یہ جائز ہے (یعنی کر سکتا ہے)

اور ادھر یہ بھی دیکھ لیجیے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب جن کی فاضل بریلوی بڑی عزت کرتے تھے، ان کی کتاب میں ہے: خفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے جب کہ سمعاً بھی ناجائز ہے، اس لیے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی بخشش خلاف حکمت ہے۔ (تقدیس الوکیل: ص ۷۳)

اور پیچھے گزر چکا ہے کہ خلاف حکمت بیوقوفی ہے۔ تو فاضل بریلوی اور اس کے والد صاحب خدا تعالیٰ کو سفاہت پر قادر مان رہے ہیں۔ فاضل بریلوی کی ذریت کیا فتویٰ لگاتی ہے، ہم منتظر ہیں!!! اسی سے ملتی جلتی ایک بات:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

”وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن میں ان حضرات (انبیائے کرام) کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو، سب واجب التاویل ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطاء نبوت سے پہلے کے تھے۔“ (جاء الحق: ص ۴۳۳)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ فاضل بریلوی تو یوں لکھے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۰۱)

یہ تو جائز نہیں بلکہ وقوع بھی مان رہا ہے۔ تو کیا یہ مسلمان ہے؟ اگر ہے تو فاضل بریلوی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

بیٹو! بالدلائل!!!

اعتراض۔۔ [۷] اللہ تعالیٰ سے چوری و شراب خوری ہو سکتی ہے: نعوذ

باللہ:

کاشف اقبال صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے (شراب خوری کی جگہ کتاب میں شراب خودی لکھا ہوا ہے) اس کے تحت لکھتے ہیں:

”چوری و شراب خوری و جہل و ظلم سے معارضہ کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام و سنگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدور است کا بندہ کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ تذکرۃ التحلیل: ص ۱۴۶ طبع کراچی۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص، دیوبندی مذہب: ص ۱۵۸)

جواب: تذکرۃ التحلیل کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”دلائل میں بہت کچھ خرافات بھری ہے پہلی دلیل جو تمام مسائل میں جاری کی ہے یہ ہے کہ مسئلہ موافق بیان مولوی اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہے یہ خود واہیات اور پوچ ہے ان کی مخالفت و موافقت کو

بطلان و حقیقت میں کچھ دخل نہیں ہے۔ وہ خدا کے بھی وحدہ لا شریک ہونے کے قائل ہیں تو اس کا بھی انکار کیجیے۔ چوری و شراب خوری و جہل و ظلم سے معارضہ بھی کم فہمی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدورات کا بندہ کے مقدورات سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ ہم تحقیقی جواب دیتے مگر خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں اور صاحب معتقد الممتقد نے جو یہ خرافات کی کہ قال کبیرہم کذبہ و اتصافہ سبحانہ بھذہ النقصۃ لیس محالاً بالذات۔ الخ۔ محض افتراء و کم فہمی ہے ہرگز کوئی اتصاف بالنقصۃ کا قائل نہیں ہو امن ادعی فعلیہ البیان۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت و منها لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم۔ الخ۔ ثبوت مدعا میں بے سمجھی پر دال ہے ظلم کا تحقق خدا تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہو تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل: ص ۱۴۶، ۱۴۷ مکتبۃ الشیخ کراچی)

یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ خلف و عید جسے ہمارے مخالفین امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں پر خدا تعالیٰ قادر ہے اور اس کے لیے عقائد کی کتابوں میں موجود ایک قاعدہ مقدور العبد مقدور اللہ ہے۔ اس قاعدے پر بطور معارضہ غلام دستگیر قصوری نے یہ کہا کہ انسان تو چوری، شراب خوری بھی کر سکتا ہے اس پر بھی قادر ہے تو کیا معاذ اللہ رب تعالیٰ بھی ان امور پر قادر ہے۔ تو حضرت اس معارضہ کا جواب دے رہے ہیں کہ اس سے معارضہ پیش کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ ہم جو مقدور العبد مقدور اللہ کی بات کر رہے ہیں تو وہ ان صفات میں ہے جو صفات فعلیہ اضافیہ محضہ ہیں اور چوری شراب خوری صفات اضافیہ محضہ نہیں کیونکہ تمام جہاں خدا کی ملک ہے اس میں چوری کا تصور ہی نہیں اور شراب خوری چونکہ شرب لازم تغیر ذات ہے اس لیے یہ امور قدرت باری تعالیٰ سے متعلق ہی نہیں۔ مگر معترضین جاہلین نے ان امور کو بھی یہ گمان کر لیا کہ ہم اسے بھی اس قاعدے سے متعلق سمجھتے ہیں۔ پھر خود حضرت نے آگے فرمایا کہ یہ جواب بھی الزامی ہے تو الزامی جواب ان کا

عقیدہ کیسے بن سکتا ہے؟ پھر خود حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اگلے ہی صفحے پر ظلم پر رب تعالیٰ کی قدرت کو عقلاً و شرعاً محال ممتنع بالذات کہہ رہے ہیں تو ظلم پر خدا کی قدرت کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟ دونوں بددیانت رضاخانیوں نے اگلی عبارت پیش نہیں کی جو ان کے مدعا کے خلاف تھی جس میں صاف طور پر ظلم پر قدرت سے حضرت انکار فرما رہے ہیں:

(الاشک فی ان سلب القدرة عمّا ذکر) من الظلم والسفه والکذب (هو) مذهب المعتزلة واما ثبوتها ای القدرة علی ما ذکر (ثم الامتناع عن متعلقها) اعتباراً (فمذهب) ای فهو بمذهب (الاشاعرة الیق) منه بمذهب المعتزلة (و) لا ینہی ان لهذا الالیق ادخل فی التنزیہ ایضاً۔

(مسامرہ علی مسائرہ: ص ۱۸۹)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم، سفاہت، کذب وغیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکاوٹ ہنا یہ اشاعرہ کا مذہب ہے اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے، صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔

جناب معترض صاحب! تذکرۃ تحلیل پر تو آپ کی بڑی نعوذ باللہ شکل رہی تھی یہاں اشاعرہ پر کیا حکم ہے؟

غلام مہر علی رضا خانی کی بدترین تحریف:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صاحب العمدہ سے کلام نقل کرنے میں اختلاط ہو گیا اشاعرہ کے مذہب کو معتزلہ کا مذہب بنا دیا اور معتزلہ کا عقیدہ کو اشاعرہ عقیدہ بنا دیا حضرت علامہ ابن الہمام اور ان کے کلام کے شارح دونوں نے اس غلطی کی اصلاح کر دی مگر دوسری طرف آپ بریلوی مولوی غلام مہر علی جس کی کتاب پڑھنے کی بار بار کاشف اقبال صاحب تلقین کر رہے ہیں کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ المسامرہ سے صاحب العمدہ کا کلام تو ہمارے خلاف نقل کر دیا مگر اسی

المسامرہ میں جو اس غلطی کی اصلاح کی گئی تھی اسے ہضم کر گئے۔ ملاحظہ ہو:

تصریح نمبر ۲: لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ... الخ۔ (مسامرہ: ص ۱۸۰ سطر ۲) ترجمہ: ظلم سفہ کذب قدرت الہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے لیے ہرگز امکان کذب نہیں۔

تصریح نمبر ۳: امام ابن ہمام فرماتے ہیں: عند المعتزلة یقدر تعالیٰ ولا یفعل۔ (مسامرہ: ص ۷۰ سطر ۳) ترجمہ: یہ معتزلہ کا ہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کذب وغیرہ پر قدرت ہے مگر کرتا نہیں۔ معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے۔

(دیوبندی مذہب: ص ۷۲ طبع اول۔ ص ۱۵۹ طبع جدید تنظیم اہلسنت پاکستان)

حالانکہ صاحب مسامرہ تو خود آگے اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ ولا شک ان سلب القدرۃ عما ذکر ہو مذهب المعتزلة واما ثبوتها ثم الامتناع عن متعلقها فمذهب الاشاعرة الیقینی (صاحب العمدہ سے غلطی ہو گئی) اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور پر خدا کو قادر نہ ماننا معتزلہ کا مذہب ہے اور قادر ہونے کے باوجود صادر نہ ہونا اشاعرہ کا مذہب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ غلام مہر علی صاحب معتزلہ کا شاخ معاذ اللہ دیوبندی نہیں بلکہ آپ جیسے رضا خانی بریلوی ہیں۔ یہ ہے اس مسلک کے مناظر اعظم کی دیانت و امانت کا حال ان حضرات کی اس طرح کی مزید تحریفات پڑھنے کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون ”رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر“ مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بریلویوں کے نزدیک اللہ سے ظلم بے وقوفی و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے

استغفر اللہ:

نومولود فرقہ رضائیہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ

ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے مال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لیے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لیے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے۔“

(المعتد المستند: ۱۲ مترجم اختر رضا خان ازیری مطبوعہ النور یہ انر ضویہ پبشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کا روں کو عذاب دینا یہی ”خلف وعید“ ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتاتا ہے ملاحظہ ہو:

”اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرخ میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے ائمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ بیوقوفی نہ نیک و بد کے درمیان مساوات۔“ (المحمد المستند: ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

”خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔“

(انوار آفتاب صداقت: ص ۱۵ طبع جدید ص طبع قدیم)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

”بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے۔“

(رد شہاب ثاقب: ص ۲۵۰ / ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان حُلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

”اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت: ص ۶۹)

”جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصدقا و شہداء صلحاء اولیاء قطب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص و اکمل مقبول بندگان الہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار ناجار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں۔“ (انوار آفتاب صداقت: ص ۷۴ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوا تم ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر ۴۱ رضا خانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو

اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی اعتراض کرے کہ مسامرہ اور دیگر کتب عقائد میں رب تعالیٰ کو ظلم

وسفہ پر بھی قادر مانا ہے یہ تو بدیہی البطلان ہے اس کے تو دیوبندی بھی قائل نہیں کہ ظلم کا مطلب تصرف فی ملک الغیر ہے اور خدا کی ملک سے کوئی چیز خارج نہیں اور سفہ عقل مندی اور علم کی ضد ہے تو اس پر خدا کیسے قادر ہو سکتا ہے؟ یہ عبارت تو تمہارے بھی خلاف ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ظلم بمعنی تصرف فی علم الغیر نہیں اور سفہ بمقابلہ جہل نہیں بلکہ ظلم بمعنی وضع الشئ فی غیر موضعه مراد ہے اور سفہ بمقابلہ حلم و حکمت مراد ہے لہذا اب نہ کوئی اعتراض نہ یہ ہمارے خلاف۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الحجۃ المقلل جلد ۱ صفحہ ۷۱ تا ۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ امکان کذب پر بریلوی کتب کا منہ توڑ جواب:

ترجمان رضا خانیت اس کے بعد لکھتا ہے:

”مسئلہ امکان کذب میں دیوبندیوں کی تاویلات باطلہ کے رد کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت..... کی تصنیف لطیف سبحان السبوح..... احمد سعید کاظمی کی کتاب..... تسبیح الرحمن کا مطالعہ فرمائیں۔“
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۲)

جواب: نواب احمد رضا خان بریلوی کی بدنام زمانہ کتاب سبحان السبوح کے جواب کے لیے ”تنزیہ الہ السبوح عن عیب کذب المقبوح“ ملاحظہ فرمائیں جو راقم کی تخریج و تحقیق کے ساتھ دوبارہ جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر اہل بدعت کی تمام کتب و تاویلات باطلہ کے رد کے لیے مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الحجۃ المقلل“ ملاحظہ فرمائیں الحمد للہ تاریخ اشاعت سے لے کر آج تک یہ کتاب لا جواب رہی اور کوئی رضا خانی اس کا علمی جواب اب تک نہ دے سکا۔

اعتراض۔۔ [۹] اللہ کی خطرناک بے ادبی: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب

رحمۃ اللہ علیہ نے ناز میں آ کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک خاص کلمہ فرمادیا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکتا کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بحیرت پوچھا کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انہیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہوتے تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے۔“ (اضافات الیومیہ: ج ۹ ص ۲۵۵)

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۲، ۵۳۔ دیوبندی مذہب: ص ۱۶۳ سے سرقہ کیا ہے)

جواب: اپنی عادت کے مطابق اس بار بھی سیاق و سباق سے کاٹ کر عبارت پیش کی گئی ہے مکمل مضمون ملاحظہ ہو:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حالت سکروشطیح پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مختلف سالکوں کی ساتھ مختلف معاملہ ہوتا ہے بڑی باتوں پر بھی بعضوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور بعضوں سے گرفت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے ناز میں آ کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک خاص کلمہ فرمادیا (اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکتا) کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بحیرت پوچھا کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انہیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہوتے تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے بات یہ ہے کہ بعضوں کا درجہ ادلال اور ناز کا ہوتا ہے اس میں وہ معذور سمجھے جاتے ہیں مگر عام طور پر عارفین کی یہی تعلیم ہے..... یہ تو اہل کمال کے حالات ہیں باقی مدعیوں کی حالت عجیب ہے کہ مخلوق کا تو کچھ ادب بھی کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی جناب میں سراسر گستاخ ہیں اور اس کو ناز سمجھتے ہیں اور اہل حال کے نقال بنتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۹ ص ۲۷۸ ملفوظ نمبر ۲۳۳)

قارئین کرام! بات بالکل واضح ہے حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات عالمِ حالت میں نہیں کی تھی بلکہ حالتِ ناز اور ایک خاص کیفیت میں کی تھی جسے صوفیاء کی اصطلاح میں حالتِ شطیح سکروادلال کہا جاتا ہے اب یہ کیا ہے؟ تو اس کی تعریف خود رضا خانی منظر حنیف قریشی سے ملاحظہ ہو:

شطح کی تعریف: شطح کا لغوی معنی حرکت کرنا دوڑ پڑنا مارا مارا پھرنا۔

اصطلاحی تعریف: حضرت شیخ عبداللہ بن علی السراج الطوسی المتوفی ۸۷۳ھ جو کہ کبار علماء اور صوفیاء میں سے تھے اپنی مشہور زمانہ کتاب اللمع میں شطح کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

الشطح کلام یترجمہ اللسان عن وجد فیض عن معدنہ مقربین بالدعوی۔
وہ وجد جو اپنی معدن سے بہہ نکلے اور اس کے ساتھ کسی امر کا دعویٰ پایا جائے اور زبان اس وجد کی ترجمانی کرے شطح کہلاتا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص ۲۲۸، ۲۲۹)

”ان حضرات کی زبان سے اس طرح کا کلام جاری ہونے کی وجہ ان کی دماغی کیفیت کا بظاہر نارمل نہ ہونا ہے اور ان کی عقل اس وقت غلبہ جذب و مستی کے باعث سوائے محبوب حقیقی کے ہر چیز سے بے خبر ہوتی ہے اور شرعاً اس طرح کی کیفیت والے لوگوں کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی ان پر کوئی حد شرعی نہیں لگائی جاسکتی ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون: ص ۲۳۳)

پس جب یہ مرفوع القلم ہیں تو ان کی ان شطیجیات پر گستاخی کا عنوان قائم کرنے پر ہم ترجمان رضا خانیت کو ان کے گھر کے مفتی حنیف قریشی ہی سے آخری گزارش گوش گزارش کریں گے:

”میں اپنی اس مختصر کاوش کے بعد ان تمام اہل قلم اور باقی ان لوگوں سے جو کہ اہل اللہ کی عیب جوئی کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہوئے آئے روز انہیں مختلف مہذب فتاویٰ سے نوازتے ہیں اور بالآخر ان شرعی معذورین کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کرنے کو اپنا کمال سمجھتے ہیں ان سے گزارش کروں گا کہ:

”ہمارے آقا ﷺ کی تعلیمات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس شخص کا ایمان حقیقی ہو بلا تحقیق اس کی تکفیر کرنا اس قدر قبیح عمل ہے کہ ارشاد نبوی ہے من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله وليس كذلك الا حار عليه (مسلم شریف) یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں تو یہ حکم کفر اسی کہنے والے پر لوٹے گا۔ ایک اور روایت میں فقد کفر احدهما کے الفاظ ہیں یعنی ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گا جب عام مسلمانوں کی تکفیر پر اس قدر وعید شدید آئی ہے تو حضرات صوفیاء علیہم السلام کہ جن کے ایمان و

ایقان، ورع و تقویٰ کی گواہی کروڑوں مسلمان دے رہے ہوں ایسے اکابرین امت کو محض ان کے چند شیطیات کی بناء پر کافر و شرک قرار دینا آخر دین کی کوئی خدمت ہے؟“۔

(گستاخ کون: ص ۳۶۹)

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی پیر خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

”حقیقی موحد اور حقیقی مشرک خدا جل شانہ ہے“۔ (فوائد فریدیہ: ص ۸۲ طبع اول بریلویہ غازی خان)

مزید لکھتا ہے:

”حضرت سخون محب نے فرمایا ایک وقت اللہ کی محبت کے متعلق بندے کوئی بات کہتا تھا مقربین

فرشتے اس کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بھاگ جاتے تھے“۔ (فوائد فریدیہ: ص ۷۵)

اب جواب دو کہ وہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی جس کے سننے کی تاب فرشتے بھی نہیں رکھ پارہے

تھے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”حضرت حمزہ خراسانی کے کانوں میں ایک دنبے کی آواز پہنچی فرمایا لیلیک جل شانہ اور وجد میں

آگئے“۔ (فوائد فریدیہ: ص ۷۴)

اعتراف۔۔ [۱۰] اللہ تعالیٰ کو پہلے بندوں کے کاموں کی خبر نہیں ہوتی

بعد میں ہوتی ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے شیخ القرآن مولوی غلام اللہ خان کے استاد اور دیوبندی مذہب کے محدث

اعظم مولوی سرفراز صد فر گھگڑوی کے شیخ طریقت دیوبندی مذہب کے قطب رشید احمد گنگوہی کے

شاگرد رشید مولوی حسین علی واں پھر وی لکھتے ہیں کہ: اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں

اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا

اور آیات قرآنیہ جیسا کہ **ولیعلم الذین** وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر

منطبق ہیں۔ (بلغۃ الحیر ان: ص ۱۵۷، ۱۵۸ طبع گوجرانوالہ) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:

ص۔ دیوبندی مذہب: ص ۱۶۱۔ باطل اپنے آئینہ میں: ص ۴۱۔ دیوبند سے بریلوی: ص ۳۳)

جواب: اولاً تو اس جاہل ترجمان رضا خانیت کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بلغۃ الحیر ان نامی کتاب مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب نہیں نہ ان کی تصنیف ہے نہ ہی ہماری معتبر کتاب ہے بلکہ محرف ہے۔ یہ ان کی املائی تفسیر ہے جسے ان کے بعض شاگردوں نے جمع کر کے شائع کر دیا ہے۔ ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے ”مستند کتب دیوبند کے حوالہ جات سے مزین“ مزید لکھا ”توحید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۹) تو اگر ترجمان رضا خانیت میں جرات ہے تو اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر سے اس کتاب کا مستند ہونا ثابت کرے۔

بلغۃ الحیر ان ہماری معتبر کتاب نہیں:

بلغۃ الحیر ان مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں اور محرف بھی ہے۔ اس لیے اس کے وہ مندرجات جو قرآن و سنت یا جمہور امت سے متصادم ہوں گے ہمارے لیے حجت نہیں۔ تفصیل کے لیے مولانا عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ہدایۃ الحیر ان صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ کا مطالعہ کریں۔ نیز حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

”اب ایک التماس پر معروضہ کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ میں ایسی کتاب جس میں ایسی خطرناک عبارت ہو بعد حاشیہ تنبیہی کے بعد بھی نہ اپنی ملک میں رکھنا چاہتا ہوں نہ اپنے تعلق کے مدرسہ میں اگر عید کے قبل محصول و رجسٹری کے ٹکٹ بھیج دیئے جائیں تو ان ٹکٹوں سے ورنہ بعد میں اپنے ٹکٹوں سے خدمت میں بھیج دوں گا۔“ (امداد الفتاویٰ: ج ۶ ص ۱۲۲ ”کتاب العقائد والکلام“ طبع کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط ملاحظہ ہو جو آدمی ایک عبارت کی وجہ سے کتاب اپنے پاس رکھنے کا روادار نہ ہو اس کے بارے میں کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی توہین کی ہوگی۔ معاذ اللہ۔

بلغۃ الحیران کی عبارت میں خیانت:

پھر آج تک جس بھی رضا خانی نے اس عبارت کو نقل کیا کبھی پورا نقل نہیں کیا اور نواب احمد رضا خان کی بدعت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے قطع و برید کر کے عبارت کو پیش کیا کیونکہ عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے:

”معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا ابھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔“

(بلغۃ الحیران: ص ۱۵۷، ۱۵۸)

خط کشید عبارت ملاحظہ ہو کتنا بڑا دھوکا ہے کہ وہ یہاں ”معتزلہ“ کا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں مگر شروع کے الفاظ نکال کر معتزلہ کے اس عقیدے کو مولانا کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے شرم شرم شرم۔

مولانا حسین علی صاحب کی اپنی کتاب سے علم الہی اور تقدیر کے متعلق ان کا عقیدہ

اعلم ان مذهب اہل الحق اثبات القدر و معناه ان الله تبارك و تعالی قدر الاشياء في القدم و علم هو سبحانه انها ستقع في اوقات معلومة عنده سبحانه و تعالی و علی صفات مخصوصة نووی ج ۱ ص ۲۷ فہی تقع علی حسب ما قدرها سبحانه و انكرت القدرية هذا و زعمت انه سبحانه لم يقدرها ولم يتقدم علمه و انها مساتنفة العلم (ای انما يعلمها سبحانه بعد وقوعها و کذابوا علی الله سبحانه و تعالی و جل عن اقوالهم الباطلة علوا کبیرا نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷)۔ (تحریرات حدیث: ج ۳۹۱، ۳۹۲)

[ترجمہ] اے مخاطب تو جان لے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر حق اور ثابت ہے اور اس کا

مطلب یہ ہیکہ انداز ل ہی میں تمام اشیاء کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور تمام امور اس کے علم میں تھے کہ وہ اپنے اپنے مخصوص وقت میں واقع ہوں گے (اور ان کے اوقات و صفات مخصوصہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے) تو یہ امور اسی اندازے کے مطابق واقع ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے اور قدر یہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا پہلے سے کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان سے بعد کو وابستہ ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان امور کو ان کے وقوع کے بعد جانتا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر خالص جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کے اقوال باطلہ سے بلند اور بالاتر ہے۔

کیا اس واضح اور دو ٹوک موقف کے بعد انصاف و دیانت کی دنیا میں یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت معتزلیوں قدریوں کی طرح علم الہی کے ازلی ہونے سے منکر ہیں۔ معاذ اللہ۔

کاظمی مغالطہ کا جواب:

بریلوی غزالی زماں رازی دوراں احمد سعید کاظمی (جس کے بیٹے حامد سعید کاظمی نے وزارت میں حاجیوں کو خوب لوٹا) نے اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف سب سے پہلے اسی عبارت کو اسی طرح ناقص نقل کیا اندازہ خود لگالیں کہ جب بریلوی غزالی اور رازی کی دیانت کا یہ حال ہے تو عمام رضا خانی دیانت اور خدا خونی کے کس مقام پر ہو گا مگر چونکہ دل میں چورتھا اس لیے حاشیہ میں اس طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی:

”اس مقام پر یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا مذہب نقل کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے اس لیے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے کا۔“ (الحق البین: ص ۶۰ طبع ملتان)

جواب: افسوس کہ کاظمی صاحب نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کیا یہ انطباق صحیح بھی ہے یا غلط؟ حق ہے یا باطل؟ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا اس کی مناسب تاویل کی جاتی ہے؟ یہ اور اس قسم کی دیگر

اہم باتیں اس مقام پر مذکور نہیں جس کو کاظمی علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے اپنے قلب مریض کی بھڑاس نکال رہے ہیں بلکہ اسی بلفطہ الحیر ان میں متصل یہ عبارت ہے:

”مگر بعض مقام قرآن جو ان (معتزلہ) کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں۔“

(ص ۱۵۸)

اس امر کا صاف اور واضح قرینہ ہے کہ وہ لیعلم الذین وغیرہ میں ظاہری الفاظ کے پیش نظر جو معنی معتزلہ نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی لیے آگے اہل سنت کا حوالہ دیتے ہوئے علم کا معنی ظہور کر کے اس امر کو واضح کر دیا ہے مگر بددیانتی کا تو کوئی علاج نہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

”فان قلت المراد بقوله تعالى ولنبلونكم حتى نعلم وقوله تعالى وليعلم الله من ينصره ورسوله بالغيب نحوهما من الآيات فان ظاهر ذلك يقتضي ان الحق تعالى يستفيد علما بوجود المحدثات فالجواب ان هذه المسئلة اضطررب في فهمها فحول العلماء ولا يزيل اشكالها الا لكشف الصحيح۔“

(ایواقیت والجواہر: ج ۱ ص ۸۶)

[ترجمہ] اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ حتیٰ کہ ہم جان لیں اور اسی طرح یہ فرمانا تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو بن دیکھے اس کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور اسی طرح کی اور آیات قرآنی بظاہر اس کو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محدثات کے وجود کے بعد ہی علم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے سمجھنے میں بڑے بڑے ماہر علماء پریشان ہوئے ہیں اور کشف صحیح کے بغیر یہ اشکال سرے سے رفع ہی نہیں ہوتا۔

اب کاظمی کا کوئی چیلہ جواب دے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ بھی معاذ اللہ کیا معتزلی ہیں جو قرآن کی آیات کے ظاہر کو ان کے عقیدے پر منطبق مان رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی آیات بظاہر اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا اور یہ دلالت اس قدر واضح ہے کہ

بڑے بڑے علماء اس مسئلہ کو حل کرنے میں پریشان رہے؟۔ بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ محققین نے بڑے سر پیر مارے مگر کوئی مضبوط بات نہیں کی:

وقد كان السلف والخلف من المحققين معولين على الكلام الهادم لاصول المعتزلة يهدم قواعدهم ولقد قاموا وقعدوا واحتالوا على دفع اصول المعتزلة فما اتوا بشيء منقح۔

اب جواب دیں کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے؟

خود احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

”بعض آیات قرآنیہ مثلاً وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلم اور ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم جن سے بظاہر علم الہی کی نفی مفہوم ہوتی ہے۔“

(ترجمہ البیان: ص ۵ رضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جواب دیں بقول آپ کے قرآن کی یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اظہار کر رہی ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ بھی اسی کے معتقد ہیں؟ اگر نہیں تو مولانا حسین عفی اللہ عنہ ہی کیوں؟

اعتراف۔۔ [۱۱] طارق جمیل دیوبندی کے عظمت خداوندی کے خلاف

عقائد و نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلتہ الشیخ مولوی طارق جمیل کے توحید و عظمت باری تعالیٰ کے خلاف نظریات ملاحظہ ہوں کہ ہم اپنی بات کا اعتبار جمانے کے لیے قسم اٹھاتے ہیں اس بنیاد اور مفہوم پر اللہ سبحان اللہ ہماری رعایت کرتے ہوئے کتنا نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے (بیانات جمیل: ج ۲ ص ۶۱) جیسے اللہ یوں کہہ رہا ہو کہ میں بھی تمہارے پاس بیٹھا دوںوں کا جھگڑا سن رہا تھا (بیانات جمیل: ج ۲ ص ۶۱) اللہ نے یقیناً سن لیا جیسے پاس بیٹھا تھا (بیانات جمیل: ج ۲ ص ۸۲) مولوی طارق جمیل کے یہ الفاظ ”اللہ کتنے نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے“ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی

بلندی عظمت کے خلاف نری بکو اس ہے دوسری دو عبارات سے خدا تعالیٰ کا مجسم ہونا معلوم ہو رہا ہے اس کی مزید صراحت اس طارِق جمیل کی دعا میں بھی موجود ہے ملاحظہ کیجیے کہ یا اللہ اے کاش تو ہمارے سامنے ہوتا ہم تیرے سامنے لوٹ پوٹ ہو جاتے تیرے پاؤں پکڑ لیتے یا اللہ بس تجھ سے چمٹ جاتے تجھے منلتے یا اللہ اللہ تو ہم سے بہت دور ہے پر ہمیں پتہ ہے تو ہماری شرر سے قریب ہے یہ سارا مجمع تیرے یہ قدموں میں چپنا ہوا ہے انہوں نے تجھے پکڑا ہوا ہے آ جا آ جا ہمیں گود میں لے لے یا اللہ ہم تجھے بلانے آئے ہیں تیرے سامنے ضد کر رہے ہیں آناں ہمارے ساتھ آ جا آ جا آ جا دیر ہو گئی۔ (دعا ملحقہ البیان الجمیل: ص ۱۱۸، ۱۱۹ طبع اول)

”مذکورہ مولوی دیوبندی کی دعا والی کیسٹ بھی مل جاتی ہے راقم الحروف کے پاس موجود ہے اس میں بھی یہ الفاظ واضح طور پر سنے جاسکتے ہیں کہ (اللہ) اور ہمارا تو ہے کوئی بھی نہیں یا اللہ ہمارا کوئی نہیں اللہ تو ہمارے سامنے ہے ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں اللہ ہم تیری گود میں گر جائیں۔ (بحوالہ دعا پنڈی بھنیں کیسٹ)

”مذکورہ مولوی طارق جمیل کی اس بکو اس سے خدا تعالیٰ کا مجسم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے اور اس کا قائل کافر ہے کما مر ح فی کتب العقائد دق ر عین کرام! جس گروہ کا فضیلتہ الشیخ دین اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید سے جا مل ہو باقی علماء و عوام دیوبند کا کیا کہنا۔

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۵، ۵۶)

اعتراف۔۔ [۱۲] طارق جمیل دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان:

”اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے ساری دنیا کی مخلوق میں جاؤ ہر گھاٹ کا پانی بیو ہر دھن ہر سبز ہر آواز سے دل کو بہانے کی کوشش کرو حسین حسین پری چہروں سے دوستی کر لو سونے چاندی کا ذہیر لگا دو دنیا بھر میں اپنا نام چکالو اگر ان چیزوں میں تمہیں چین مل جائے تو مجھے رب ہی نہ سمجھنا ۱۱ سنو ۱۱ سنو ۱۱

سنو ۱۱ بن کر اللہ تطمئن القلوب۔ (حیرت انگیز کارگزاریاں: ص ۱۳۸ طبع لاہور)

کیا اللہ تعالیٰ ان محافل بد زنا و شراب خوری فلموں، ڈراموں گانوں کی محافل میں جانے کا حکم دے رہا ہے نعوذ باللہ پھر تو حید و رسالت کو کرکٹ کی وکٹوں سے مثالیں دیتا ہے مولانا (طارق جمیل)

کرکٹ والوں سے بات کر رہے تھے فرمانے لگے تین وکٹیں ہیں تو حید و رسالت اور آخرت پر ایمان ہے اور بولنگ شیطان کر رہا ہے ایمان کے بلے سے تو حید آخرت اور رسالت کو بچانا ہے۔ (حیرت انگیز کارگزاریاں: ۱۳۴، ۱۳۵)۔ (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۶)

جواب: عرض ہے کہ یہ جن جن کتابوں کا حوالہ دیا اس میں سے کوئی بھی نہ تو مولانا طارق جمیل صاحب کی اپنی کتاب ہے نہ ہمارے کسی مستند عالم کی کتاب اور موصوف نے اس بات کا وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ صرف مستند کتب کا حوالہ پیش کریں گے لہذا ہم ان بے سرو پا مصنفین کی کتب کے ذمہ دار نہیں۔ پہلے ان کو ہماری مستند کتب ثابت کریں جن کے مندرجات بطور حجت ہم پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

اعتراف۔۔ [۱۳] غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق دیوبندی نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت کا شرف اقبال بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”عموماً دیوبندی اہل سنت پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ قبور کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا بہتان صریح ہے“۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

قارئین کرام! جب آدمی کو چشمی پر اتر آئے تو بدیہات کا انکار کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتا آج کوئی بھی شخص پورے پاکستان بلکہ پاک و ہند میں رضا خانیوں کے زیر قبضہ مزارات و قبور پر جا کر ملاحظہ کر سکتا ہے کہ وہاں قبر مافیا کے رضا خانی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یا نہیں؟ تو اسے بہتان کہنا کتنا شرمناک جھوٹ ہے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں

حیرت ہے کہ اپنے مسلک کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لیے یہی مزارات بطور دلیل پیش ہوتے ہیں اپنی کثرت دکھانے کے لیے انہی مزارات کے مجاوروں اور بھانڈوں کو پیش کیا جاتا ہے ان کے سجادہ نشینوں کو اپنا ہم مسلک بتایا جاتا ہے ان کے چندوں پر گزارا کیا جاتا ہے ان

مزارات پر ہونے والی خرافات ان سجادہ نشینوں کی زیر سرپرستی ہوتی ہے اگر یہ خرافات کرنے والے لوگ جاہل لوگ ہیں ان کا عمل آپ کے لیے حجت نہیں تو آج تک ان کو روکا کیوں نہیں گیا؟ عرس ان جاہلوں کو چندوں پر، نذرانے ان جاہلوں کے چندوں پر، افرادی قوت ان جاہلوں کے چندوں پر مگر اب کہتے ہو کہ نہیں جاہل ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔ اگر یہ سب تمہاری مرضی اور رضا سے نہیں ہوتا اور یہ سب تمہارے لوگ نہیں ہے تو میری پوری رضا خانیت کو چیلنج ہے کہ پاکستان و ہندوستان کے کسی ایک معروف مزار کی مثال پیش کر دو جہاں تمہارے مقتدر علماء نے ان لوگوں کو یہ خرافات کرنے سے روکا ہو کوئی ایک بیان دیکھا دو جو ان مزارات کے عرسوں پر ان عری خرافات کے خلاف کیا گیا ہو۔ آپ کے چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین گولڑوی آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث اشرف سیالوی کی غیرت کو لکا کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”حالانکہ جھنگ جہاں آپ جمعہ پڑھاتے ہیں اس علاقہ میں متعدد دربار ایسے ہیں جہاں واضح طور پر قبروں کے سامنے سجدہ ہوتا ہے مزارات کے طواف ہوتے ہیں لوگ درختوں کے نیچے کپڑے پھیلا کر اولاد مانگتے ہیں اگر چادر پر بیر آپڑا تو بیٹا اور اگر پتہ آگرے تو بیٹی (معاذ اللہ) انہوں نے کبھی اس شرک صریح اور بدعت قبیح کے خلاف لکھی ہو تو منظر عام پر لائیں کبھی اہتمام اس موضوع پر تقریر فرما کر ان رسوم جاہلیت کے خلاف جہاد فرمایا ہو تو کیسٹ مجھے ضرور ارسال فرمائیں کیا وہاں غیرت جوش نہیں آتی۔“ (لطمۃ الغیب: ص ۷۳)

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آؤ ہم تمہیں دیکھاتے ہیں کہ یہ سجدے اور خرافات کرنے والے کون لوگ ہیں۔

بریلوی مشائخ اور سجدہ تعظیمی:

بریلوی مسلک کا قطب وقت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

”سجدہ تحیت کا ذکر ہونے لگا حضرت اقدس علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب قدس سرہ کے زمانے میں ایک شخص نے آپ کی مجلس میں سجدہ تحیت کے

بارے میں شور برپا کر رکھا تھا چنانچہ اس کا ذکر کتاب فوائد الفوائد اور سیر الاولیاء میں تفصیل سے آیا ہے آخر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا تعظیماً سجدہ سابقہ امتوں میں مستحب تھا لیکن پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں منسوخ ہو چکا البتہ اس کی اباحت (مباح ہونا) اب تک باقی ہے۔ اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا سر میرے پاؤں پر رکھتا ہے تو اس سے مجھے کراہت آتی ہے لیکن چونکہ میرے شیخ علیہ الرحمۃ (حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ) کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آکر پاؤں پر سر رکھتے تھے اور آنحضرت منع نہیں فرماتے تھے میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے عمل کی مخالفت کرنا امر قبیح (برا کام) ہے۔“

(مقائیس المجالس: ص ۳۲۲)

آگے فرماتے ہیں:

”اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی قدس سرہ کے زمانہ مبارک میں چند علماء متبحر جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے موجود تھے مثل حضرت خواجہ حسام الدین ملتانی، حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اصحاب عشرہ سلطان المشائخ (حضرت کے دس خلفاء) میں سے تھے یہ تمام حضرات علوم میں بے نظیر تھے ان کے علاوہ حضرت خواجہ فخر الدین زراوی بھی آپ کے دس خلفاء میں سے تھے۔ اور اس قدر عالم متبحر تھے کہ ہندوستان بھر میں لوگ آپ سے سند لیتے تھے۔ ایک خواجہ وحید الدین بایسنی تھے جو امام وقت تھے ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کے روضہ اقدس کے اندر داخل ہوئے تو اندر سے آواز آئی ”السلام نلکم یا ابو حنیفہ وقت“ ان کے علاوہ ایک حضرت قاضی محی الدین کاشانی تھے آپ کی شان یہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی مجلس میں آتے تھے تو آپ دونوں قدموں پر سر دراست کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے اگرچہ یہ آخری دو حضرات دس خلفاء میں سے نہیں تھے تاہم حضرت سلطان المشائخ ان سے خاص لطف عنایت سے پیش آتے تھے ان حضرات میں سے ہر ایک تمام علوم میں یگانہ روزگار کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کے

علاوہ اور بھی بے شمار علماء موجود تھے جو روزانہ دیکھتے تھے کہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کے وقت اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھتے تھے لیکن کسی نے تعظیسی سجدہ پر سنہ اعتراض کیا نہ انکار نہ طعن و تشنیع سے کام لیا۔“

(مقائیس المجالس: ص ۳۲۲ فیصل: نثران و تاجران کتب لاہور اکتوبر ۲۰۰۵)

مقائیس المجالس آل رضائیہ بریلویہ کی مستند کتاب ہے:

- (۱) بریلوی چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین گولڑوی لکھتا ہے: ”النبیۃ والایستگان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری و سیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند و حجت کتاب مقائیس المجالس کا مندرجہ ذیل اقتباس کا مطالعہ کر لیں وہ آپ کے لیے سودمند رہے گا۔“ (لطمۃ الغیب: ۲۱۰ مہر یہ نصیریہ گولڑہ اسلام آباد)
- (۲) مورخ بریلوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے: ”نیز آپ کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین اشارات فریدی کے نام سے چار جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔“ (تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۲۴ نوری کتب خانہ لاہور ص ۲۰۵)
- اشارات فریدی مقائیس المجالس ہی کا دوسرا نام ہے جو سرورق پر مذکور ہے۔
- (۳) جناب مسعود حسن شہاب نے اپنی تصنیف خواجہ غلام فرید میں مقائیس المجالس کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی ولادت ذوالحجہ ۱۲۶۱ھ کے آخری شنبہ ۲۳ ذوالحجہ کو ہوئی۔“ (تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۲۱)
- (۴) پیر غلام رسول قاسمی بریلوی لکھتے ہیں: ”خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حقیقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں بغض و حسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔“ (مقائیس المجالس، ص ۱۰۶)
- (مکوالہ دفاع سیدنا امیر معاویہ: ص ۱۳۰ رواد اسلام لاہور)

سجدہ تعظیسی حوالہ۔۔ [۲]

بریلوی ابوالطاہر فدا حسین مدیر ماہنامہ مہر و وفا لاہور لکھتے ہیں:

قدسیاں عرش ہوں جب سرِ نغم تیرے حضور
سجدہ تعظیم پھر کیوں کر نہ ہو ہم کو روا

(سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حالات و واقعات: ۱۵۲ طبع نوری کتب خانہ لاہور)

اس کتاب کے مصنف میاں محمد دین کلیم قادری بریلوی مورخ ہیں اس کتاب کا پیش لفظ
بریلوی شیخ الحدیث عبدالکلیم شرف قادری نے لکھا ہے۔

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔ [۳]

بریلوی مسعود ملت ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد لکھتا ہے:
”علمائے کرام نے سجدہ تعظیمی کو مباح لکھا ہے۔“

(حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال: ص ۳۹ ادارہ مسعودیہ کراچی)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔ [۴]

بریلوی پیر طریقت یا محمد فریدی لکھتا ہے:

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجیر کے در کے

(دیوان محمدی: ص ۲۱۱ نوری کتب خانہ لاہور ۲۰۰۶)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔ [۵]

مولوی محمد احمد بریلوی صدر جمعیت علماء پاکستان و خطیب مسجد وزیر خان کہتا ہے:

سنگ میخانہ پر سجدہ اور شکرانہ رہے
ان کی صورت سے یہ دل گر اپنا بت خانہ رہے
ہو جاتا ہے میسر جو مجھے اس در کا سجدہ
قبلہ کا کبھی میں تو طلب گار نہ ہوتا
جز در محبوب مجھ کو کیا غرض بت خانہ سے

واعظا یوں خیر کعبہ میں بھی ہوتا جاؤں گا
(حج فقیر بر آستانہ پیر: ص ۴۰ تنظیم علماء مر قضا نیہ مپ عثمان گنج لاہور)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔ [۶]

آپ کے سلطان المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی فتویٰ دیتا ہے:
”سجدہ تعظیمی و تکریمی میں علمائے دین کا نہایت درجہ اختلاف ہے بعض نے جائز کہا اور بعض
نا جائز..... قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی
نہیں دیکھی گئی اگر ہے تو وہاں مراد اباحت ہے نہ حرمت۔“

(فتاویٰ نظامیہ: ص ۸۷ ۳۷ اشاعت القرآن پبلی کیشنز لاہور)

جس مسلک کے علماء و مناظرین سجدہ تعظیمی کو جائز کہہ رہے ہیں تو اس مذہب کے عوام کا کیا
حال ہوگا اس پر یہ کہنا کہ سجدہ کرنے والے لوگ ہمارے نہیں کس قدر ڈھٹائی اور بے شرمی ہے۔
دیوبندیوں کے بزرگوں کو سجدہ تعظیمی کرنے کا جواز:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں۔“

(افاضات الیومیہ: ج ۱ ص ۲۷۶) (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

جواب: قارئین کرام! عنوان تو یہ دیا کہ دیوبندی اپنے بزرگوں کو معاذ اللہ سجدہ تعظیمی کے
قائل ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے جو حوالہ نقل کیا اس میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں کیا یہ کھلا
دھوکا نہیں کہ نعرہ ایک لگایا جائے اور مال دوسرا بیچا جائے؟ اس حوالے میں تو بعض صوفیاء کا قول
نقل کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو پورا ملفوظ جس کے بعد ہی آپ کو اندازہ ہوگا کہ رضا خانی نے کس قدر
دجل و فریب کا مظاہرہ کیا:

”ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل
ہیں جمہور فقہاء حرام کہتے ہیں اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیاء مجتہد ہیں اگر (کسی کو ان کا) اجتہاد

تسلیم نہ ہو تو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی عرض کیا کہ اگر صوفیاء کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا فرمایا ہاں اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہے جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے۔ (الافاضات الیومیہ: ج ۱ ص ۲۳۱ ملفوظ نمبر ۲۸۴)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے اگر بعض صوفیاء کے قول کو نقل کرنے پر یہ ہمارا مسلک ہوا معاذ اللہ تو جمہور فقہاء کا قول نقل کرنے پر یہ قول ہمارا مسلک و مشرب کیوں نہ ہوا؟ چونکہ متصل یہ عبارت نقل کرنے پر عوام کو فریب نہیں دیا جاسکتا تھا اس لیے ترجمان رضا خانیت نے رضا خانیت دکھاتے ہوئے اسے ہضم کر لیا اسی ملفوظ پر استاد محترم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہ نے یہ عنوان قائم کیا:

”سجدہ تعظیمی کی حرمت غلبہ حال کے وقت عمل“

علمائے دیوبند تو اس سے حرمت سجدہ تعظیمی مفہوم لیں اور یہ جاہل سجدہ تعظیمی کے جواز کا الزام ہم پر لگاتا ہے۔

سجدہ تعظیمی حرام ہے علمائے دیوبند کا واضح موقف:

سوال: سوال میں شبہ کیا گیا تھا کہ شرائع من قبلنا من اس کا وقوع بلا تکلیف نصوص قطعیہ میں منقول ہے پس ہماری شریعت میں بھی جائز ہوگا اور ناسخ اس کا قطعی ہونا چاہیے اور وہ مفقود ہے؟

الجواب: جواب یہ دیا گیا کہ اس کی حرمت پر اجماع ہے اور اجماع گونا گونا گونا نہیں مگر علامت ہے وجود ناسخ کی گونا گونا معلوم نہ ہو اور یہ جواب علی سبیل التزلزل ہے ورنہ اگر نخبہ کی تحقیق پر نظر کی جاوے تو حدیث نہی عن السجدة التحیة کو متواتر کہہ سکتے ہیں گو تواتر معنوی ہو۔ وھو ھذا اذا اجتمعت (ای الکتاب) علی اخراج حدیث و تعددت طرقہ تعددا تحیل العادة تو اطاؤھم علی الکذب الی اخر الشروط افاد العلوم الیقینی لصحة نسبة الی قائلہ ومثل ذالک فی الکتب المشہورة کثیر اور حدیث نہی عن سجدۃ التحیة کی سند میں جمع الجوامع للسیوطی میں حسب ذیل مذکور ہے رواہ ابو داود

والطبرانی والحاکم والبیہقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ہریرۃ والدارمی والحاکم عن بريدة واحمد عن معاذ والطبرانی عن سراقہ بن مالک وصہیب وعقبۃ ابن مالک وغیلان بن مسلم ورواہ ابن ابی شیبۃ عن عائشہ والبیہقی ایضاً عن ابی ہریرۃ اور ممکن ہے کہ اہل اجماع کے نزدیک یہ حدیث لفظاً بھی متواتر ہو۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۴ ص ۲۸۱ طبع کراچی)

اور بہشتی زیور میں ”کفر و شرک کی باتوں کا بیان“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”کسی کو سجدہ کرنا“۔ (بہشتی زیور: ص ۵۶ مدار الاشاعت کراچی)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبور کو بوسہ دینا اور ان کو تعظیماً سجدہ کرنا اور اولیاء کرام کا برسویں دن عرس کرنا اور منتیں ماننا اور قبروں کا طواف کرنا اور قبروں پر نوبت نقرہ بجانا اور ان پر چراغ جلانا اور ان پر غلاف چڑھانا اور ان کو پختہ بنانا اور محافل و مجالس میں بیٹھ کر مزامیر سننا اور دست بستہ کھڑے ہو کر واجد اور راقص کی تعظیم کرنا اور دست بدستہ کھڑے ہو کر استاد کو قرآن شریف سنانا اور یا شیخ سلیمان رحمہ اللہ اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیخا اللہ کا وظیفہ پڑھنا شرع شریعت میں جائز ہے یا نہیں بینواتو جروا فقط“۔

الجواب: ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں جیسے تعبداً سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور طواف کرنا اور یا شیخ عبد القادر؟ و یا شیخ سلیمان رحمہ اللہ کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک بن جاتا ہے امر ان لا تعبدوا الا ایاہ اور بعضے امور بدعت و حرام ہیں ان کے کرنے سے بدعتی و فسق ہوگا (کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار) البتہ اگر ان کو مستحسن و حلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے۔ کیونکہ استحلال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا استاد کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی بہتر نہیں کیونکہ عبادت میں دست بدستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہیں۔ واللہ اعلم و علیہ اتم و احکم فقط“۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۵ ص ۲۶۳)

ترجمان رضا خانیت کا دلیل و فریب:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے: ”اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت خدا کی ہو تو حرج نہیں“ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہو جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں حضرت حق تعالیٰ ہیں اور کعبہ جہت سجدہ ہے۔“ (بوادر النواہر ص ۱۲۸ طبع لاہور) اور آگے عنوان لگاتے ہیں: ”بزرگ کو سجدہ کرنے والے پر طعن و ملامت نہ کرنے“ پھر لکھتا ہے: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ **لعل لا یلام علیہم لعدم اشتغالہم بالتحقیقات العلمیہ**... (غیر خدا کو) سجدہ کرنے والے پر بوجہ لغزش کے ملامت نہ کریں گے اور معذور سمجھیں گے۔ (بوادر النواہر: ص ۱۳۶، ۱۳۷ طبع لاہور) قارئین کرام ان دیوبندیوں کی توحید پرستی ملاحظہ ہو کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والے پر ملامت نہ کرو مگر محفل میلاد اور گیارہویں کرنے والے سے جہاد کرو **فی اللعجب**۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۸)

جواب: پہلی عبارت جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی ہے اس میں وہ صرف ایک امکانی قول نقل کر رہے ہیں وہاں کسی بزرگ کو سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات لکھی وہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے بھی لکھی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”بعض فرماتے ہیں کہ سجدہ عبادت تھا یعنی سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام مثل قبلہ کے جیسے ہم کعبہ کے سامنے جھک کر اللہ کو کرتے ہیں ایسے ہی فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے سامنے جھک کر اللہ کو سجدہ کیا یہی قول قول شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔“ (تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۴۳ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

اتمام حجت کے لیے ہم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا قول بھی پیش کر دیتے ہیں:

”یعنی سجدہ کنید بسوئی آدم بایں طریق کہ اور اقبلہ سجود خود گردانید۔“

(تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۲۲۱ مکتبہ حقانیہ پشاور)

کاشف اقبال رضا خانی اور اس کے ماننے والے کسی رضا خانی میں اگر غیرت ہے تو اب لگاؤ شاہ صاحب پر بھی فتویٰ اور چونکہ شاہ صاحب کا موقف احمد یار گجراتی نے بھی نقل کیا ہے اس لیے وہ بھی مجرم ہیں بقول آپ کے، مگر یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں اپنے لوگوں پر فتویٰ نہیں لگا سکتے ذرا ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ ہوں رضا خانی حکیم الامت اسجد والادم کا صوفیانہ تفسیر کرتا ہے:

”بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفیٰ علیہ السلام جلوہ گر تھا یہ سب برکتیں اور عظمتیں اسی کی وجہ سے تھیں اور درحقیقت یہ سجدہ اس نور ہی کو تھا اس نور سے ہر جگہ رحمت کا ظہور ہوا سب سے پہلے نور مصطفیٰ علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو فرشتوں کا مسجد بنایا شعر

زباں حال سے کہتے تھے آدم

جسے سجدہ ہوا ہے وہ میں نہیں ہوں

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۴۲)

جہاں تک دوسری عبارت پیش کی اس میں بھی بدترین تحریف کی، دراصل حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر ”بوادر النواور: ص ۱۳۴ تا ۱۳۶“ تین صفحات پر بحث کی مگر رضا خانی نے کور چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تمام بحث کو چھوڑ دیا جہاں اس کا کاشف اقبال رضا خانی نے یہ عبارت لی ہے اس مضمون کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

”سجدة التحية كان مشروعاً في شرع قبلنا ونسخ في شرعنا والناسخ ماريواہ

الترمذی“۔ (بوادر النواور: ص ۱۳۴)

سجدہ تعظیمی ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اس کی مشروعیت منسوخ ہو گئی ہے اور ناخ وہ روایت ہے جس کی ترمذی نے نقل کیا۔

اگر وہ روایت کہ اگر مخلوق کو سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو کہتا کہ شوہر کو سجدہ کر کو نقل کر کے اس پر محققانہ کلام فرمایا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے اور اس روایت کا معنی

متواتر ہونا ثابت کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں:

ولم ترا احدا من السلف ولا من الخلف اختلف في حرمة سجدة التحية مع
تفصح كثير من كتب التفسير والحديث والقفه وما نقل عن بعض
الصوفيه في كتب توار يخهم لم يثبت عنهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم
لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم في الاجماع وان سلم كونهم عن يعتد به
ايضا في هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم
لا يلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتاج
بقولهم وصنيعهم لاسباب اذ ثبت النكير عن بعض اكابرهم۔

(بوادر النواذر: ص ۱۳۶)

قارئین کرام! خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر جواب دیں کہ ایسے زور و شور سے جو حرمت سجدہ
تعظیمی کی حرمت کو ثابت کر رہا ہو اس پر اس کے جواز کا الزام لگانا کیا کھلا تعصب نہیں؟ حضرت کا
مقصود تو صرف اتنا ہے کہ جن بعض مشائخ سے تاریخ کی کتب میں اس کا جواز منقول ہے وہ
روایات اول تو ثابت نہیں اگر درست ثابت ہو بھی جائیں تو یہ ان کا قول و فعل اجماع و سترآن و
حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے حجت نہیں ہاں ہم ان پر ملامت بھی نہیں کریں
گے بلکہ انہیں معذور سمجھیں گے کہ ان پر سجدہ تعظیمی کی حرمت واضح نہ ہو سکی اگر یہ کہنا جرم ہے تو
بریلوی اپنے مفتی اعظم پر بھی فتویٰ لگائیں۔ یسین اختر مصباحی بریلوی لکھتا ہے:

”تصوف سے وابستہ بعض حضرات سماع مع مزامیر کے قائل بلکہ اس پر عامل بھی ہوتے ہیں بعض
حضرات پیر کے لیے سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہوتے ہیں سیہ دونوں امور
ہمارے یہاں شرعاً ناجائز و حرام ہیں مگر حکم فسق (حکم ضلالت و کفر تو بے حد سنگین معاملہ ہے) کسی
مسلمان پر عائد کرنا اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری (وصال
محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء)..... تحریر فرماتے ہیں قوالی مع مزامیر ہمارے یہاں ضرور حرام و
ناجائز و گناہ ہے اور سجدہ تعظیمی بھی ایسا ہی ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا

ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول کرتے ہیں اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں اگرچہ شرعاً ان ہر دو پر الزام ہے ایک ارتکاب حرام کا دوسرا اسے جائز سمجھنے خلاف قول جمہور چلنے والا اللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ مصطفویہ: ص ۴۵۶ / رضا اکیڈمی بمبئی / ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء - عرفان مذہب و مسلک: ص ۵۱)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کا یہی فتویٰ پاکستانی ایڈیشن ”فتاویٰ مصطفویہ: ص ۴۵۶ / برکاتی پبلی شرز کراچی“ پر بھی موجود ہے۔ اب مولوی مصطفیٰ رضا خان کہہ رہا ہے کہ قوالیاں اور سجدہ تعظیمی اگرچہ حرام ہیں مگر بعض نے اس کو جائز سمجھا اب جو ان بعض کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے قوالی سنے یا سجدہ تعظیمی بجالائے اس پر حکم فسق یعنی فاسق کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اب اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو اپنے اس مفتی اعظم پر بھی مشرک ہونے کا فتویٰ لگائے۔

اعتراف۔۔ [۱۴] کعبہ معظمہ کے متعلق دیوبندی عقائد:

استنجا کرتے وقت کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔۔۔ نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

سوال: استنجا کرنا یعنی آبدست لینا قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے کیا ہے۔

جواب: چونکہ کوئی دلیل نہیں کی نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۳ ص طبع کراچی)

(دیوبندیات کے بطلان کا انکشاف: ص)

جواب: اول تو رضا خانی مولوی کہ جہالت اور فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ فرعی مسائل وہ بھی اختلافی کو ”عقائد“ کا درجہ دے کر عقائد کے باب میں بیان کر رہا ہے جس جاہل کو عقائد و فروعات کا علم نہیں وہ اگر اکابر علماء دیوبند پر اعتراض نہ کرے تو کیا کرے؟ سچ کہ کسی نے کہ احمد رضا خان جاہلوں کے پیشوا تھا۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات: ص)

استنجا کے وقت قبلہ رو ہونے کے بارے میں تفصیل:

پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یعنی اس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا احناف کے ہاں

مکروہ تحریمی ہے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبي ﷺ قال اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها
ببول ولا بغائط ولكن شربوا او غربوا۔

[ترجمہ] جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو پیشاب کرتے ہوئے پاخانہ کرتے ہوئے لیکن مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو۔

مگر دیگر ائمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے کل ”چار مذاہب“ بیان کیے ہیں۔

۔۔۔۔ پہلا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا ان کے نزدیک صحراء (کھلی فضاء) میں تو قبلہ رو ہونا حرام ہے البتہ بنیان (گھر چار دیواری بیت الخلاء وغیرہ) میں جائز ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت شعبی، حضرت امام مالک، امام احنف اور امام احمد بن حنبل (کا ایک قول) رضی اللہ عنہم ورحمہم علیہم کا ہے۔

۔۔۔۔ آگے چل کر تیسرا مذہب وہ بیان کرتے ہیں کہ گھر میں اور صحراء دونوں میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے اور یہ قول صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما و ربیعہ رضی اللہ عنہما اور داؤد ظاہری کا ہے۔

مذاہب العلماء فی استقبال القبلة واستدبارها ببول او غائط هی اربعة
مذاہب احدها مذہب الشافعی ان ذالك حرام فی الصحراء جائز فی البنیان
علی ما سبق وهذا قول العباس ابن عبد المطلب وعبد اللہ بن عمر والشعبي
ومالك واسحاق ورواية عن احمد... والثالث يجوز ذالك فی البناء والصحراء
وهو قول عروہ بن الزبیر وربیعہ وداؤد الظاہری۔

(المجموع شرح المہذب: ج ۲ ص ۹۵ مکتبۃ الارشاد الریاض)

اب اس رضا خانی جاہل اجہل مولوی کی الٹی عقل اور غلط فتوے کی رو سے معاذ اللہ یہ تمام صحابہ، علماء مجتہدین جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان بھی شامل ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ گستاخ

ہیں؟ اگر رضا خانی مولوی نے ”المجموع شرح المہذب“ کا نام پہلی بار سنا ہے تو کسی دیوبندی مکتبہ سے قدیمی کتب خانہ کی چھپی ہوئی ”مسلم شریف“ لے کر اس کا حاشیہ پر چھپی ہوئی شرح مسلم اس کی جلد اول ص، باب الاستطابۃ کھول کر کسی دیوبندی دورہ حدیث کے طالب علم سے اس باب کے تحت علامہ نووی کی شرح پڑھے اس میں ان تمام مذاہب کا بالتفصیل مع الدلائل ذکر موجود ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کاشف اقبال رضا خانی کی اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے نام نہاد محدثین و شیخ الحوالہ جات (کوئی ان جہلاء عصر سے پوچھے کہ یہ شیخ الحوالہ جات کونسا معجون مرکب ہے اور اس کی ترکیب بریلوی کیا ہوگی؟) کو پاکی ناپاکی استنباء کے بنیادی مسائل ہی کا پتہ نہیں جنہیں فروعی اختلاف کا علم نہیں وہ دیوبندی بریلوی اختلافات پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ شرم شرم شرم۔

امداد الفتاویٰ کا مسئلہ:

رہا امداد الفتاویٰ کا حوالہ اور فتویٰ تو اس میں بھی اس خائن نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس فتوے سے رجوع فرمایا تھا چنانچہ اسی صفحہ پر ہے:

”مگر نہ کرنا موجب ثواب ہے کما فی المنیۃ ان ترکہ ادب۔۔۔ الخ شامی جلد اول صفحہ ۵۳ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کو ان مسائل میں درج کیا گیا ہے جن کے متعلق مشائخ پر بعض علماء نے تنبیہ فرمائی ہے شان کعبہ و قبلہ را مد نظر داشتہ کہ عین مقصود اہل اسلام است۔ ضروری بود کہ جواب ایں طور داند ترک ادب است نباید کرد۔“ (امداد الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۴۱)

(ترجمہ عبارت فارسی: قبلہ و کعبہ کی شان کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ عین مقصود اہل اسلام ہے ضروری ہے کہ جواب اس طرح دیا جائے کہ ترک ادب ہے (قبلہ رو) نہیں کرنا چاہیے۔)

پھر حضرت کا یہ فتویٰ صرف ”استنباء“ کرنے کے متعلق ہے قبلہ رو ہو کر پیشاب یا پاخانہ کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو خود لکھا ہے:

”پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا منع ہے۔“

(بہشتی زیور: ص ۱۲۴ حصہ دوم)

امداد الفتاویٰ کا یہ فتویٰ صرف آبدست خالی استنجا کرنے کے متعلق ہے اور استنجا کرتے وقت (نہ کہ پیشاب پاخانہ) قبلہ کی طرف منہ کرنا احناف کے نزدیک ”مکروہ تنزیہی“ اور اس میں بھی اختلاف ہے چنانچہ علامہ تھمناشی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ یعنی جو فتویٰ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا بعینہ وہی فتویٰ علامہ تھمناشی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے:

من آداب الاستنجاء عند الحنفیۃ ان یجلس لہ الی الیمین القبلة او یسارھا
کی لا یستقبل القبلة او یتدبرھا حال کشف العورة فاستقبال القبلة او
استدبارھا حالۃ الاستنجاء ترک ادب وھو مکروہ کراہۃ تنزیہ کما فی مد
الرجال الیہا وقال ابن نجیم اختلف الحنفیہ فی ذالک واختار التھمناشی انہ
لا یکرہ وھذا بخلاف التبول او التغوط الیہا فھو عندهم محرم۔

(الموسونۃ الفقہیہ الكويتیہ: ج ۴ ص ۱۲۴)

و قال العلامة القاری: قال علمائنا الاستقبال لہا کراہۃ تحریم و
للاستنجاء کراہۃ تنزیہ۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج ۲ ص ۴۹)

الحمد للہ یہ علماء دیوبند کا فیضانِ علم ہے کاشف صاحب آپ جیسے نالائق لوگ تو اس راقم کے
شمار و بننے کے بھی قابل نہیں جنہیں پاکی ناپاکی کے ابتدائی مسائل اور استنجا کے اداب سے بھی
واقفیت نہیں اور بنے پھرتے ہیں منظر۔

”بریلوی شیخ الحدیث مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: جن فقہاء نے قضا، حاجت کے وقت قبلہ
کی طرف منہ یا پیچھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا“۔ (شرح مسلم: ج ۱ ص ۹۳۹)

کاشف اقبال رضا خانی صاحب آپ جس بات کو گستاخی سمجھ رہے ہیں اس کو جائز کہنے والوں
کو آپ کا شیخ الحدیث ”فقہاء“ شمار کر رہا ہے کیا آپ کے مذہب میں فقہاء معاذ اللہ گستاخ ہوتے
ہیں جواب دیں آپ میں اور غیر مقلدین میں کیا فرق ہے؟ جب بات فیضانِ علوم دیوبند کی آہی
گئی تو یہ بھی عرض کردوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوعیت استقبال و استدبار کی اصل حلت

احترام کعبہ نہیں ”احترام مصلین“ ہے گویا امام شافعی رحمہ اللہ نے تو اس بد بخت کے فتوے کی رو سے بالکل فارغ ہو گئے جبکہ احناف کے نزدیک اصل علت ”احترام قبلہ“ ہے یہی وجہ ہے کہ احناف کے ہاں صحراء و سنڈاس دونوں میں قبلہ رو ہونا ممنوع ہے جبکہ شوافع کے نزدیک صحراء میں تو ممنوع ہے کہ وہاں امکان ہے کہ جنات یا ملائکہ نماز پڑھ رہے ہوں جو کہ ہمیں نظر نہیں آتے اور بیت الخلاء میں چونکہ اس کا امکان نہیں اس لیے مکروہ تحریمی بھی نہیں۔ شکر ہے کہ اس قسم کے جہلاء امام شافعی رحمہ اللہ کے دور میں پیدا نہیں ہوئے ورنہ ان کے خلاف بھی ”خانہ کعبہ کے متعلق شوافع کے عقائد“ نامی ایک رسالہ لکھ دیتے۔

”رضا خانی مولوی غلام مہر علی تو لکھتا ہے: ”ایسے فتوے دے کر شعائر اللہ کی بے ادبی کرنا یہ دیوبندیوں ہی کا مذہب ہے“۔ (دیوبندی مذہب: ص ۲۰۸)

تو ہمت کرو اب اور ان اکابر بشمول صحابہ پر بھی معاذ اللہ فتویٰ بے ادبی لگاؤ خارجیوں۔

اعتراف۔۔ [۱۵] سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں

ہے:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ نیل الاوطار باب التکبیر للمسجد میں ہے..... ابو عبد الرحمن کے نزدیک استقبال قبلہ بھی شرط نہیں“۔ (بوادر النواذر: ص ۱۳۹)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۹)

جواب: یہ اعتراف بھی کاشف اقبال نے دیوبندی مذہب، ص سے سر قہ کیا ہے۔ پہلے

پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”از انیس الارواح یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین (واقعہ نمبر ۶) حضرت خواجہ معین الدین فرماتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضری ہوئی

اور فقیر نے پا بوسی کے لیے زمین سر پر رکھا۔ اشکال زمین پر سر رکھنا ظاہراً سجدہ ہے اور مخلوق کے آگے سجدہ کرنا گوتختیت ہی کا ہو حرام ہے۔ حل اشکال ممکن ہے کہ مجاز ہو نیا ز مندی سے جیسا حضرت سعدیؒ کے اس شعر میں ہے:

خدا یت شنا گفت و تحمیل کرد

زمین بوسی قدر تو جبریل کرد

(اللہ تعالیٰ نے آپ کی ثناء فرمائی اور عزت افزائی کی اور جبریل نے زمین بوسی تعظیم کی)

یقینی بات ہے کہ حضرت جبریلؑ نے کبھی آپ کے روبرو زمین بوسی نہیں کی اور اس کا قرینہ خود انیس الارواح کی چوتھی مجلس میں خواجہ عثمانؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر زمین بوسی الخ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ہرگز اس کا معمول نہ تھا پس یہاں مجاز ہونا یقینی ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کے قصہ میں بھی سمجھ لیا جائے دوسرے اگر سجدہ کو حقیقی ہی معنی پر محمول ہو تب بھی اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ بزرگ مسجود ہوں ممکن ہے مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہوں جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں مسجود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت سجدہ جیسا بعض مفسرین نے سجدہ ملائکہ لآدم میں یہی کہا ہے کہ آدمؑ مسجود نہ تھے صرف جہت سجدہ تھے اور انہوں نے لام کو بمعنی الی لیا ہے اور حضرت حسانؒ کے قول سے استشہاد کیا ہے اس اول من صلی لقبلتکم اور اسی پر محمول ہے یعنی عشاق کا قول ہے

قسم بقبلہ روئے تو یا رسول اللہ

رواست سجدہ بسوئے تو یا رسول اللہ

آپ کے روئے مبارک کو قبلہ کہنا اور بسوئے تو کہنا اس میں نص ہے لفظ ترا نہیں کہا ایسا ہی جواب دیا ہے تصور شیخ کے معاملے میں حضرت شیخ مجد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو انوار العارفین میں مکتوبات جلد ثانی مکتوب سی ام سی نقل کیا ہے۔ ضروری عبارت اس کی یہ ہے کہ ورزش نیست رابطہ را نوشتہ بودند کہ سجدے استیلاء یافتہ است کہ در صلوات آں را مسجود خود می دانندی بید و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمی گردالی قولہ رابطہ را چرا نفی کنند کہ از مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرامی ریب و مساجد را نفی نکنند باقی یہ سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں

ہوسکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اجتہادی ہے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ نیل الاوطار باب التکبیر للسجود میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سجدہ تلاوت میں وضو شرط نہیں اور ابو عبد الرحمن کے نزدیک استقبال بھی شرط نہیں۔ (یوادر النواور)

یہ تھی مکمل عبارت مگر اس رضا خانی نے کتنا بڑا دھوکا دیا پہلی بات تو یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی صاف وضاحت فرمادی کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ پھر حضرت خواجہ عثمانؒ کے اس فعل کی تاویل فرمائی۔ کہ یہ حقیقتاً سجدہ نہ تھا بلکہ نیاز مندی اور بقدر ضرورت جھکنا تھا اور پھر اس کو دلائل سے مزین کیا پھر فرمایا کہ بالفرض اگر سجدہ مراد لیا جائے تب بھی امکان ہے کہ مسجود بزرگ نہیں بلکہ حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ محض جہت سجدہ ہوں جیسے خانہ کعبہ پھر اس کو دلائل سے مبرہن کیا۔ ہمیں اکابر و اولیاء اللہ کا گستاخ کہنے والو، ویوں کو نہ ماننے کا الزام لگانے والو! غور سے بار بار پڑھو کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کس اچوتھے درلقریب انداز سے اولیاء اللہ کا دمناع کر رہے ہیں جہاں تک تمہارے بڑے بڑوں کا وہم و گمان بھی نہ جاسکتا۔ اگر سجدہ حقیقی الی رب العالمین مراد لیا جائے تو اس پر اشکال پوگا کہ سجدہ میں تو قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور اس وقت خواجہ عثمانؒ قبلہ رو نہ تھے تو حضرت اس اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت خواجہ عثمانؒ مطلق سجدہ میں قبلہ رو ہونے کو ضروری نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت عبد الرحمن السلمی کا موقف ہے اور حضرت عمرؓ تو سجدہ میں وضوء کو بھی شرط نہیں لگاتے حضرت نہ تو اپنا موقف و مسلک بیان کر رہے ہیں نہ ہی اپنی طرف سے بات نقل کر رہے ہیں وہ تو ایک فقہی مسئلہ نقل فرما رہے ہیں حضرت نے جو نیل الاوطار کے حوالے سے بات کی تو اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں ::

قد روی البخاری عن عمر انه كان يسجد على غير وضوء... قال في الفتح لم يوافق عمر احد على جواز السجود بلا وضوء الا الشعبي اخرجہ ابی شیبۃ عند بسند صحیح اخرجہ ایضاً عن ابی عبد الرحمن السلمی انه كان یقرأ بالسجدة ثم یسجدۃ هو علی غیر وضوء الی غیر القبلة۔

(نیل الاوطار: ج ۳ ص ۱۱۹ مدار ابن الہیثم، قاہرہ)

یہ اس رضا خانی کی جہالت اور فقہی کتب سے نابلد ہونے کی بدترین مثال ہے کہ فقہاء فقہی مباحث کے دوران مختلف مذاہب و آراء (ایک ہی مسئلہ) کے متعلق نقل کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ان کا اپنا موقف و مسلک بھی ہو مگر یہ جاہل اجہل ہر منقول قول کو صاحب نقل کا مسلک سمجھ کر فتوے بازی شروع کر دیتا ہے یوں لگتا ہے کہ علمی کتب کو کبھی مس کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی کم سے کم درس نظامی کی فقہی کتب ہی پڑھ لی ہوتی تو اس قسم کی حرکات شنیعہ نہ کرتا مگر کسی نے سچ کہا تھا کہ احمد رضا خان جاہلوں کا پیشوا ہے۔ حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ تو صرف صاحب نقل ہیں بس اور مولوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (مقالات رضویہ: ص)

اور ہم نے قول کا ثبوت و حوالہ پیش کر دیا اب بکو اس کرنی ہے تو ان پر کرو۔

اعتراض۔۔ [۱۶] قرآن مجید کو ہدیان و بکو اس سے تشبیہ: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد زکریا رقمطراز ہیں کہ صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا..... نماز کا معظم حصہ ذکر ہے قرأت قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہدیان اور بکو اس ہوتی ہے۔“ (فضائل اعمال: ص ۳۶۹ طبع کتب خانہ فیضی لاہور)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۶۰)

جواب: اولاً پوری عبارت ملاحظہ ہو شیخ الحدیث قطب الاقطاب فضائل نماز باب سوم پر

لکھتے ہیں:

”صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام

ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا ہے، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں غفلت سے بھی اگر تحقق ہو تو نفس کی تیزی اور شدت پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے جیسے کہ بخار کی حالت میں بنڈیاں ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسی اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلو سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسے کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سونے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

قارئین کرام! اس عبارت کی وضاحت سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔ ہر زبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے ہم اردو زبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خوبصورت ہے جیسے چاند جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مثبہ) کسی دوسری چیز کے ساتھ (مشبہ بہ) اس میں مقصود کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطول، مختصر المعانی، دروس البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ زید ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، دانت ہے، دم ہے ایسے ہی زید کی ہیں تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی بہادری ہے اس صفت میں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی زید بہادر ہے۔ بخاری شریف کی ابتداء میں ایک حدیث ہے جس میں وحی کو تشبیہ دی گئی ہے گھنٹی سے حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جہاں گھنٹی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس اصول کو بریلوی مناظر اعظم و شیخ

الحديث اشرف سیالوی نے بھی تسلیم کیا ہے:

”ہر ادنیٰ سمجھ رکھنے والا شخص اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہے کہ مثال میں صرف وجہ تمثیل کا لحاظ ہوتا ہے جملہ امور میں اشتراک نہیں ہوتا۔“ (مناظرہ جھنگ: ص ۵۶)

بالکل اسی طرح فضائل اعمال کی عبارت میں نماز غفلت سے پڑھنے کو بذیان سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تشبیہ تمام اعتبار سے نہیں ہوتی یہاں بھی اس پہلو سے تشبیہ ہے کہ جیسے بخار کی حالت میں جب بخار دماغ کو چڑھ جائے اور بندہ ہوش و حواس کھو بیٹھے اس وقت اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں لیکن اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی طرح غفلت سے نماز پڑھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور دل و دماغ دنیا میں مشغول ہوتا ہے یہ قطعاً مراد نہیں کہ قرآن و نماز معاذ اللہ ہڈیاں و بکواس ہے۔

قارئین کرام خود دیکھ سکتے ہیں کہ اصل عبارت میں تشبیہ ہے جس کو ”جیسے کہ بخار کی حالت میں“ سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ تشبیہ ایسی ہی ہے جیسے کہ بخاری شریف میں وحی کو گھنٹی سے مزید وضاحت کے لیے راقم یہاں بریلوی کتب سے دو حوالے پیش کر رہا ہے اور کاشف اقبال رضا خانی اور دیگر رضا خانیوں کو دعوت فکر ہے کہ جو جواب آپ کے پاس ان دو حوالوں کا ہے وہی فضائل اعمال کی تشبیہ کے حاشیہ پر رقم کر دیں۔

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی سورہ مومنون آیت ۷۹ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”قل میں حضور ﷺ کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دعا ہماری بتائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو کا رتوس رافل سے پوری مار کرتا ہے۔“ (نور العرفان: ص)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”عصائے موسوی سانپ کی شکل ہو کر سب کچھ نکل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نورانی بشر ہیں۔“

(مرآۃ المناجیع: ج ۱ ص)

مزید تسلی کے لیے بریلوی شمس الاسلام سمش الدین سیالوی (پیر و مرشد پیر مہر علی شاہ گلوڑوی)

کا ایک ملفوظ بھی ملاحظہ ہو:

”طالب صادق کو نماز میں مختصر قرأت کرنی چاہیے تاکہ وہ حضور دل کی کیفیت سے غافل نہ ہو کیونکہ حضور دل کے بغیر نماز فائدہ مند نہیں اور محض بے ہودہ حرکات کا مجموعہ ہے۔“

(مرات العاشقین: ص ۷۵)

کیونکہ رضا خانی صاحب ہمت کریں اور ایک عدفتویٰ یہاں بھی فٹ کریں مگر ایک منٹ کچھ مزید حوالے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

اکابر صوفیاء کے حوالہ جات:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے:

والذی لا صلواتہ هو الذی یصلی وینقر کنقر الدیک۔

[ترجمہ] وہ نمازی جس کے لیے کوئی نماز نہیں وہ ہے جو مرغ کی ٹھونگوں کی طرح (جلدی جلدی)

نماز پڑھتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین: عربی اردو: حصہ دوم: ص ۲۶۱)

یہاں بھی نماز کو مرغ کی ٹھونگوں سے تشبیہ دی گئی ہے اب بریلوی اپنی الٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں بھی فتویٰ لگائیں کہ شیخ نے نماز کو مرغ اور اس کی چونچ کی ٹھونگیں بنادیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں:

”جیسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہ وہ کس طرح ذکر الہی کر سکتا ہے یعنی ایک متوالا اور مدہوش

کہتا ہے اور عقل موجود نہیں ہے اور ایک غافل نماز پڑھ رہا ہے کہ اس میں بھی اس کی عقل حاضر نہیں

ہے تو دونوں ایک ہوئے۔“ (عوارف المعارف مترجم شمس بریلوی: ص ۴۸۰)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حوالہ کو بار بار پڑھ رہے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تو

نماز غفلت سے پڑھنے والے کونشے میں مدہوش کی طرح کہہ رہے ہیں بلکہ دونوں کو ایک کہہ

رہے ہیں اب جواب دیں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس عبارت میں کوئی فرق ہے؟ بلکہ

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے تو تشبیہ دی تھی حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے تو دونوں ایک جیسا ہی کہہ دیا۔

حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”ازوی شنیدم کہ گفت مثل الصوفی کعلۃ ابرسام اولہ ہذیان و آخرہ سکوت۔“

(کشف المحجوب: ص ۱۵۱ تہران)

[ترجمہ] صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے ہذیان ہوتی ہے آخر میں خاموشی۔

(کشف المحجوب: ص ۲۵۴ مترجم مفتی نایب المعین الدین نعیمی رزویہ پبلیشرز لاہور)

پھر کچھ آگے اس کی مثال دیتے ہیں:

”مثال ایں آمنت کہ چوں موسیٰ علیہ السلام مبتدی بود ہمہ ہمتش رومت بود از ہمت عبارت کرد رب ارنی

انظر الیک ایں عبارت از نایافت مقصود ہذیان نمود۔“ (کشف المحجوب: ص ۱۵۱)

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک مبتدی تھے ان کی تمنا یہ تھی کہ دیدار

حاصل ہو اور رب انظر الیک کہہ کر تمنا کی جو پوری نہ ہوئی یہ آرزو ہذیان (کی طرح) تھی۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیں ہم نے اصل فارسی عبارت بھی پیش کر دی اور اس کے ساتھ اردو

ترجمہ رضا خانی مولوی کا پیش کر دیا تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ترجمہ خود ساختہ ہے۔ اب ذرا ہمت

کرو اور ایک عدد فتویٰ یہاں بھی لگاؤ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر ہو اس ہے اور قلب کا ذکر ہذیان ہے۔“

(مکتوبات دو صدی: ص ۵۷۲ مکتوب نمبر ۱۶۵)

آخر میں ہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے

ہیں کہ ہمیں جواب دیں کہ اس عبارت میں اور شیخ الحدیث کی عبارت میں کیا فرق ہے؟

والتحقیق فیہ ان المصلیٰ مناجاة ربہ عز وجل کہاورد بہ الخیر والکلام مع

الغفلة لیس بمناجاة البتہ و بیانہ ان الزکاة ان غفل الانسان عنہا مثلاً

فہی فی نفسہا مخالفة لشہرة شديدة علی النفس و کذا الصوم قاهر للقاء

کاسر لسطوة الهوی الذی ہو للشیطان عدو اللہ فلا یبعد ان یحصل منہا

المقصود مع الغفلة كذلك الحج افعاله شاقة شديدة وفيه من المجاهدة ما يحصل به الايلاء كان القلب حاضرا مع افعاله او لم يكن؛ اما الصلوة فليس فيها الا ذكر وقرأة ركوع وسجود وقيام وقعود، فاما الذكر فانه محاورة ومناجاة مع الله عز وجل فاما ان يكون المقصود منه كونه خطابا ومحاورة او المقصود منه الحروف والاصوات امتحانا للسان بالعمل كما تمتحن المعدة والفرج بالامساك في الصوم وكما تمتحن البدن مشاق الحج وامتحن القلب بمشقة اخراج الزكاة واقتطاع المال المعشوق ولا شك ان هذا باطل فان تحريك اللسان بالهذيان ما اخفه على الغافل فليس فيه امتحان من حيث انه عمل بل المقصود الحروف من حيث انه نطق ولا يكون نطقا الا اذا اعرب عما في الضمير ولا يكون معربا الا بحضور القلب فاي سوال في قوله اهدنا الصراط المستقيم اذان كان القلب غافلا واذا لم كونه تصرعا ودعا فاي مشقة في تحريك اللسان به مع الغفلة لاسيما بعد الاعياد۔ (احياء العلوم: ص ۱۹۶، ۱۹۷ کتاب اسرار الصلوة باب الثالث)

[ترجمہ] بے شک نمازی نماز میں اللہ جل شانہ سے مناجات کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ہم کلام ہونا غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کا بیان ایسے ہے مثلاً زکوٰۃ اپنی ذات کے اعتبار سے (مال کا خرچ کرنا) اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس پر شدید شاق ہے خواہش کے خلاف ہے اور اسی طرح روزہ (اگر غفلت سے بھی ہو تو) غلبہ دینے والا ہے قوی (نفس) پر اور اس خواہش نفس کی شوکت کو جو اللہ کے دشمن شیطان کا آلہ ہے توڑنے والا ہے اور اسی طرح حج کے افعال نفس پر دشوار ہیں اور حج میں مجاہدہ ہے جو تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے چاہے قلب حاضر ہو یا نہ بہر حال نماز تو اس میں ذکر قرأة رکوع سجود قیام وقعود ہی ہے۔ بہر حال ذکر وہ اللہ کے ساتھ مانا جات اور کلام ہے اس ذکر سے مقصود یا تو خطاب و گفتگو کرنا ہے یا اس سے مقصود حروف اور آواز میں زبان کو عمل کیلئے آزمانے کے واسطے جیسے روزے میں معدے اور شرمگاہ کو روکنے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور جیسے بدن کو حج کی مشقت کے ساتھ اور دل کو زکوٰۃ نکالنے اور محبوب مال کو

دینے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قسم باطل ہے (یعنی زبان کو حروف سے آزمانا مقصود نہیں) کیونکہ زبان کا حرکت دینا ہڈیان کے ساتھ زیادہ آسان ہے غافل پر (جیسے ہڈیان میں آدمی زبان کو حرکت دیتا ہے اسی طرح غافل آدمی کے لیے بھی حرکت دینا آسان ہے) کیونکہ اس میں آزمانا نہیں ہے عمل کی حیثیت سے بلکہ مقصود حروف ہیں اس حیثیت سے کہ بولے جائیں اور نہیں بولے جاسکتے ہیں مگر جب مافی الضمیر صاف بیان کیا جائے اور وہ اظہار کرنا حضور قلب کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے پس ہمیں سیدھا راستہ دیکھا میں کس چیز کا سوال کرو گے اگر دل غافل ہو اور ارادہ نہ ہو عاجزی اور دعا کرنے کا عادت پڑ جانے کے بعد زبان کو غفلت کے ساتھ ہلانے میں کوئی مشقت ہے خصوصاً عادت پڑنے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی۔

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی نے احیاء علوم کاترجمہ کیا ہے وہ اس عبارت فان تحریک اللسان بالہذیان ما اخفه علی الغافل کاترجمہ کرتے ہیں: ”غافل پر بکواسات سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہے۔“

یاد رہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ مثال نماز غفلت سے پڑھنے والوں کے لیے دے رہے ہیں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی کی عبارت میں مقصود و مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں حتیٰ کہ دونوں نے مثالیں بھی ایک جیسی ہی دی ہیں اگر شیخ الحدیث معاذ اللہ یہ بات کہنے کی وجہ سے گستاخ ٹھہرتے ہیں تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے جو شیخ الحدیث کی عبارت کا اصل ماخذ ہیں؟

اعتراض۔۔ [۱۷] قرآن مجید کے متعلق تحریف کا دیوبندی عقیدہ: نعوذ

باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے معروف محدث انور شاہ بخاری کشمیری لکھتے ہیں کہ والذی تحقیق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً اما نہ عن عمد منهم او لبغلطۃ فاللہ

تعالیٰ اعلم اور میرے نزدیک قرآن مجید میں لفظی تحریف واقعی ہو چکی ہے یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے۔ (فیض الباری: ج ۳ ص ۹۵ طبع کوئٹہ)۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۶۰)

جواب: رضا خانی مولوی نے عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا اور ترجمہ میں اپنی طرف سے قرآن کا لفظ ڈال کر احمد رضا خان کے محب ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”خوب جان لو کہ تحریف کے بارے میں علماء کے تین مذاہب ہیں:

- (۱) ایک جماعت کہتی ہے کہ کتب سماویہ (آسمانی کتابوں) میں لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے تحریف واقع ہوئی ہے اور علامہ ابن حزم کی رائے بھی یہی ہے۔
- (۲) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحریف کم واقع ہوئی ہے اور حافظ ابن تیمیہ اسی رائے کی طرف گئے ہیں۔

(۳) اور ایک جماعت نے تحریف لفظی کا بالکل انکار کیا ہے پس ان کے نزدیک سارا کا سارا معنوی ہے۔

یہ تین مذاہب بیان کرنے کے بعد حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس تیسرے مذہب کے قائلین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی کہ تحریف لفظی نہیں سارا کا سارا معنوی ہے پر بطور الزام فرماتے ہیں اگر صرف تحریف معنوی ہو لفظی نہ ہو تو اس سے تو لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو کیونکہ کتنے لوگوں نے قرآن میں بھی معنوی تحریف کی ہے۔ جیسے روافض و شیعہ و قادیانیہ و منکرین حدیث و اہل بدعت بریلویہ و فرق ضالہ نے قرآن میں تحریف معنوی کی ہے۔ لہذا حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ کتب سماویہ (آسمانی کتب توراۃ، زبور، انجیل) میں صرف تحریف معنوی نہیں بلکہ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔

یہ ہے ساری حقیقت و وضاحت حضرت علامہ کے قول و عبارت کی جیسا کہ اکابر کا طریقہ

ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق اولاً تمام اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں جو رائج و تحقیقی قول ہوتا ہے اس کو ذکر کرتے ہیں تو حضرت کشمیری رحمہ اللہ پہلے تین قول نقل کرنے کے بعد آخر میں رائج قول کو نقل کرتے ہیں مگر ان رضا خانیوں نے کس طرح مسخ کر کے عبارت کو پیش کیا حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی اصل عبارت یہ ہے:

”واعلم ان في التحريف ثلاثة مذاهب ذهب جماعة الى ان التحريف في الكتب السبأوية وقد وقع بكل نحو في اللفظ والمعنى جميعاً وهو الذي مال اليه ابن حزم وذهب جماعة الى ان التحريف قليل ولعل الحافظ ابن تيمية جرح اليه وذهب جماعة الى انكار التحريف اللفظي راساً فالتحريف عندهم كله معنوي قلت يلزم على هذا المذهب ان يكون القرآن ايضاً محرفاً فان التحريف المعنوي غير قليل فيه ايضاً والذي تحقق عندي ان التحريف فيه لفظي ايضاً اما انه عن عمد منهم لبغلة فאלله تعالى اعلم به

حضرت کا قول (والذي تحقق عندي) یعنی میرے نزدیک تحقیقی قول یہ ہے اور یہ تحقیقی قول ان کتب سبأویہ سابقہ کے متعلق ہے جن کے متعلق تین مذاہب نقل کیے۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ (اما انه عن عمد منهم) یہ (ہم) ضمیر راجع ہے اہل الکتاب کی طرف اور یہ دراصل ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر ہے جس کو حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے مختصر اذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک کتب سبأویہ سابقہ میں لفظی و معنوی دونوں طرح کی تحریف ہوئی ہے اور اپنے اسی موقف کو ایک اور انداز میں اسی فیض الباری میں بیان کرتے ہیں:

قال الامام الحافظ الحجة الثقة المحقق الفقيه المفسر البحدث الشيخ السيد انور شاه الكشميري في كتابه العظيم المسمى فيض الباري:

قوله (قال ابن عباس)... (يحرфон) يزيلون وليس هذا يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يحرفونه يتأولونه على غير تأويله واعلم ان اقوال العلماء في وقوع التحريف ودلائلهم كلها قد قصي عنه الوطر المحشى فراجع

والذی ینبغی فیہا نظر ہذا نہ کیف ساع لابن عباس انکار التحریف اللفظی مع ان شہاد الوجود یمخالفہ کیف وقد نعی علیہم القرآن انہم کانوا یکتبون بأیدیہم ثم یقولون (هو من عند اللہ وما هو من عند اللہ آل عمران ۷۸) و هل هذا الا تحریف لفظی و لعل مرادہ انہم ما کانوا یعرفونہا قصدا و لکن سلغہم کانوا یکتبون مرادہا کما فہو ہثم کان خلفہم یدخلنہ فی نفس التوراة فکان التفسیر یختلط بالتوراة من هذا الطريق۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

باب من قال لم یرک النبی ﷺ الا ما بین الدفتین

رد علی الروافض حیث زعم الملاءنة ان عثمان نقص من القرآن۔

(فیض الباری: ج ۳ ص ۴۶۴)

یعنی یہ باب جو امام بخاری رحمہ اللہ نے قائم کیا یہ روافض ملعونوں پر رد ہے کیونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی (تحریف) کی ہے۔ اسی طرح حضرت کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”کہ مختار بات یہ ہے کہ روافض کافر ہیں کیونکہ جمہور صحابہ کی تکفیر کرنے والا کافر ہے الخ اور روافض کے کفر کی ایک وجہ تحریف قرآن کا عقیدہ بھی ہے اور روافض کی مستند کتب اس پر شاہد و عادل ہیں۔“ قال الامام

والمختار تکفیرہم فان الکفر جمہور الصحابة کافر الخ وللروافض فی القرآن العظیم اقوال قلیل زاد فیہ عثمان ونقص وقیل نقص ولم یزد وقیل انہ محفوظ ولا یقولون بصحة احادیث کتب اہل السنۃ ولہم صحاح اربعة و ہي مقامو مفتریات۔ (العرف الشذی شرح سنن اترمذی: ج ۱ ص ۸۲)

اگر معاذ اللہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ تحریف قرآن کے قائل ہوتے تو اسی قول کی بناء پر وہ روافض کی تکفیر کیوں کرتے؟

فیض الباری کی عبارت میں ایک غلطی کی نشاندہی جس سے یہ مغالطہ ہوا:

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”عزیز القدر! اس عبارت میں ”فیہا“ کی جگہ ”فیہ“ لکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے:
 ”ان التحریف فیہا (ای الکتب السماویہ کالتوراة والانجیل و غیرہما)
 لفظی ایضاً۔“

[ترجمہ] فیہا کی ضمیر کا مرجع کتب سماویہ ہیں، یعنی کتب سماویہ تورات، زبور، زنجیل وغیرہ میں
 تحریف ہوئی ہے نہ کہ قرآن میں۔ مگر فیہ کی ضمیر مفرد مذکر کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا کہ شاید قرآن میں
 تحریف ہوئی ہے۔

اس کی مزید دلنشین وضاحت کے لیے آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱ صفحہ ۷۳ تا ۷۹ کا
 مطالعہ کریں۔

اعتراض۔۔ [۱۸] دیوبندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت: نعوذ باللہ:

یہ بے ہودہ عنوان قائم کر کے رضا خانی اعتراض کرتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی
 رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ایضاح الادلہ صفحہ ۹۶ پر آیت لکھی: وان تنازعتم فی شئی فرحوہ الی
 اللہ والرسول واولی الامر منکم اور کہا کہ یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ملخصاً: ص ۶۰، ۶۱) مولوی محمد صدیق نے بھی باطل اپنے
 آئینہ میں: صفحہ ۱۴ پر اس کو نقل کیا۔

جواب: اولاً تو اس آیت پر اعتراض کرنا ہی جہالت اور دلی بغض و تعصب کا شاخسانہ ہے
 اس لیے کہ اس کی تصحیح ہو چکی ہے۔ پھر اس معترض نے سیاق و سباق کو بھی نہیں دیکھا دراصل مولوی
 احسن امروہی غیر مقلد جو بعد میں قادیانی ہو گئے تھے انہوں نے آیت فان تنازعتم فی شئی
 فرحوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ نقل کی اور اس سے استدلال کیا کہ اللہ و
 رسول کے علاوہ کسی کی طرف تنازعات پھیرنے کا حکم نہیں لہذا تقلید ایک گمراہی ہے معاذ اللہ۔

جس کے جواب میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جناب احسن امروہی کو اس طرف توجہ دلا رہے تھے اور وہ یہ آیت درج کرنا چاہ رہے تھے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

مگر کاتب کی نظر چوک گئی اور وہ اوپر والی آیت میں لفظ ”الرسل“ لکھنے کے بعد غلطی سے سطور چھوڑ کر نیچے والی آیت میں یہی لفظ دیکھ کر اس سے آگے لکھنا شروع کر دیا خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر آیت درست لکھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

(ایضاح الادلہ: ص ۲۵۶ طبع دیوبند)

اگر بقول معترض جان بوجھ کر تحریف کرنی تھی تو اس مقام پر آیت کیوں صحیح لکھی؟ اور تحریف معاذ اللہ کیوں نہ کی؟ جہاں تک ترجمہ کی بات ہے تو یہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا نہیں بلکہ بعد میں مراد آباد والے ایڈیشن میں مولانا سید فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انسان ہونے کے ناطے شاید ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور سہواً ان سے یہ غلطی ہو گئی۔

شریف الحق امجدی کی طرف سے رضا خانیوں کو منہ توڑ جواب:

بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی رضا خانی لکھتا ہے:

”بلا قصد غلط قرآن پڑھنے پر کسی کو محرف قرآن ٹھہرانا دین و دیانت سے ہاتھ دھونا ہے ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھول چوک کر بلا قصد و اختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے سامع اگرچہ حافظ ہوتا ہے مگر اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا نماز پنجگانہ تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو تشابہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظ بھی ہوتے ہیں مگر انہیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا اس بناء پر کہ امام کو سہواً تشابہ لگا دینا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن ٹھہرا کر امام یا مقتدی کو نہ تو کافر کہتا ہے نہ فاسق اس لیے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان

میری امت سے بھول چوک معاف ہے..... ایک احتمال تو یہاں یہ بھی ہے کہ..... کاتب نے غلطی یا شرارت کی وجہ سے اسے ختم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل و نقل ہوتی چلی آئی کاتبوں سے اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں..... الخ

(تحقیقات: ص ۹۵ تا ۹۷)

میں سمجھتا ہوں کہ شریف الحق امجدی نے جو کالک رضا خانی معترض کے منہ پر لگادی ہے اس کے بعد مزید کچھ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی خود ساختہ آیات:

اب ہم یہاں کچھ آیات پیش کر رہے ہیں اور بریلویوں کی صرف ایک کتاب ”ملفوظات اعلیٰ حضرت“ سے کچھ آیات محرف شدہ پیش کر رہے ہیں ہمارے پاس حسنی پریس بریلی، نوری کتب خانہ لاہور، فرید بک سٹال لاہور، پروگریسو بکس لاہور، مشتاق بک کارنر لاہور کی مطبوعہ ملفوظات موجود ہیں ان تمام ایڈیشنز میں ان آیات کو اسی طرح غلط لکھا گیا ہے مگر ہم یہاں صرف نوری کتب خانہ لاہور کو ماخذ بنائیں گے کہ اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے:

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ نوری کتب خانہ لاہور حتی الامکان آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کیں ان میں جدید طرز طباعت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں ہر کتاب کی پروف ریڈنگ بارہا کئی علماء دین سے کروائی گئی ہے الخ خیر اندیش پیرزادہ سید محمد عثمان نوری ناظم نوری کتب خانہ لاہور۔“

(ملفوظات: ص)

(۱)۔۔۔ عَلَیْہُمْ کَوْلْہُمْ سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآن مجید کی آیت اس طرح نقل کی ہے

”کَلَّا سَیْکْفُرُونَ بِعِبَادَتِہِم وَ یَکُونُونَ لَہُمْ ضِدًّا“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۳۶ نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

”کَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا“۔ (الایۃ)

(سورۃ مریم: آیت ص ۸، پ ۱۶)

(غلطی) خان صاحب بریلوی نے آیت میں ”عَلَيْهِمْ“ کی جگہ ”لَهُمْ“ لکھ دیا ہے جو واضح غلطی ہے اور احمد رضا کے سوء حافظہ کی گواہی ہے۔

(۲)۔۔۔ آیت میں تبدیلی کا ایک اور انداز:

احمد رضا نے آیت کریمہ یوں ذکر کی۔۔۔

”افنجل المتقين كالفجار“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۱۸۵، نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

”ام نجعل المتقين كالفجار“۔ (الایۃ)۔ (سورۃ ص: آیت ۲۸)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا خان نے لفظ ”أَمْ“ کو حرف استفہام ”اَمْ“ اور حرف عاطفہ ”ف“ سے بدل کر اپنی عادت تحریری کا اظہار کیا ہے۔

(۳)۔۔۔ ضمیر جمع کو واحد سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآنی آیت اس طرح پڑھی

”وَمَن يَتَوَلَّهْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ“۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۱۸۸، نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت شریفہ اصل میں یوں ہے:

”وَمَن يَتَوَلَّهْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ“۔ (الایۃ)۔ (پ ۶، المائدہ: آیت ۵۱)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے ”هُمْ“ جمع ضمیر کے بجائے ”كَ“ ضمیر واحد پڑھ دی جو احمد رضا کے ذوق تحریف کی واضح مثال ہے یا سوء حافظہ کی واضح مثال ہے۔

(۴)۔۔۔ ”کُنْتُمْ“ کو ”اَنْتُمْ“ سے تبدیل کر دیا:

احمد رضا خان بریلوی نے آیت یوں درج کی

”قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰیٰتِہٖ وَّرَسُوْلَہٗ اَنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۱/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن میں آیت کریمہ اس طرح ہے۔

”قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰیٰتِہٖ وَّرَسُوْلَہٗ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ“۔ (الایۃ)

(پ ۱۰/سورۃ التوبہ/آیت ۶۵)

ترجمہ احمد رضا: تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۱/نوری کتب خانہ لاہور)

(غلطی) اس آیت کریمہ میں احمد رضا نے لفظ ”کُنْتُمْ“ کو ”اَنْتُمْ“ سے بدل دیا۔ یہ احمد

رضا کے عمدہ حافظہ کی گواہی ہے۔

(۵) ”لَمَّا“ کو ”لَمَّا“ کر دیا:

فاضل بریلوی نے آیت شریفہ یوں لکھی ہے:

”وَ اِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لِمَا مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۳۱/نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت کریمہ یوں ہے:

”وَ اِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا“۔ (پ ۲۵/الزخرف/آیت ۳۵)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے ”لَمَّا“ (لام مفتوح و میم مشدد) کو ”لَمَّا“ (لام مکسور و میم

مخفف سے بدل دیا جو احمد رضا کے سوء حافظہ اور تحریف کی آئینہ دار ہے۔

(۶) ”بِمُخْرِجِیْن“ کو ”بِمُخَارِجِیْن“ سے بدل دیا:

ایک مقام پر احمد رضا خان بریلوی نے آیت اس طرح لکھی ہے:

”وما هم منها بمخارجین“

ترجمہ احمد رضا: اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہ نکلیں گے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۲۹ نورانی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت شریفہ یوں ہے:

”وما هم منها بمخرجین“۔ (الآیۃ)۔ (پ ۱۳ سورۃ الحجرات آیت ۴۸)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا نے ”مخرجین“ (ثلاثی مزید کے صیغہ اسم مفعول) کو

”مخرجین“ (ثلاثی مجرد) کے صیغہ اسم فاعل سے تبدیل کر کے اپنے محرف ہونے کا ثبوت دیا

ہے یا حافظہ کی کمزوری کے وجہ سے ایسا کیا ہے۔

(۷) ”إِنَّا“ کو ”أَنَّا“ سے بدل دیا:

احمد رضا خان بریلوی نے قرآن مجید کی آیات یوں لکھی:

”إِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ“۔

ترجمہ احمد رضا: ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر و انکار رکھتے

ہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۳۶ نورانی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ قرآن پاک میں ہے۔

”إِنَّا بُرَاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ“۔ (الآیۃ)۔ (۲۸/الممتحنہ آیت ۴)

(غلطی) یہاں پر احمد رضا خان نے ”إِنَّا“ حروف تحقیق کو چھوڑا دیا اور ”أَنَّا“ ضمیر واحد متکلم کا

اضافہ کر دیا اور ترجمہ بھی متکلم کا کیا ہے ”إِنَّا“ کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

(۸) ”ف“ کو ”إِلَّا“ سے بدل دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن مجید کی آیت اس طرح درج فرمائی ہے:

”إِلَّا مَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ“۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۵۲ نورانی کتب خانہ لاہور)

جب کہ قرآن مجید میں یہی آیت اس طرح ہے:

”فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ“۔ (الآیۃ)۔ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

(نکلی) اس آیت میں احمد رضا خان نے ”الّا“ لکھ کر ”فی“ کو حذف کر دیا۔

(۹) ”لَعَلَّهُمْ يَلْقَاءَ رَبِّهِمْ“ کو ”لِقَوْم“ سے بدل دیا:

ایک سائل نے رضا خانی مذہب کے پیشوا احمد رضا سے سوال میں آیت اس طرح پڑھی:

”ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ سوئم: ص ۲۲۸ نورانی کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

در اصل یہ آیت کریمہ اس طرح ہے:

”ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّعَلَّهُمْ يَلْقَاءَ رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ“۔ (پ ۸ الانعام آیت ۱۵۴)

لیکن خان صاحب نے سائل کے اس آیت کریمہ کو غلط پڑھنے پر نہ ہی اس کی اصلاح کی ہے اور نہ ہی کوئی نوٹس لیا ہے اور ظاہر ہے اس طرح اسی وقت ہو سکتا ہے جب حافظہ کمزور ہو۔

”لفظ چھوڑ دینے کا مرض“

(۱۰) لفظ ”قَدْ“ چھوڑ دیا:

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت اس طرح درج کی ہے:

”الَّذِينَ وَعَصَيْتَ قَبْلَ“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۳ نورانی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں یہ آیت کریمہ یوں ہے:

”الَّذِينَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ“۔ (الآیۃ)۔ (پ ۱۱ سورۃ یونس آیت ۱۹)

(نملطی) اس آیت کے نقل میں احمد رضا نے لفظ ”قَدْ“ دیدہ دانستہ یا نادانستہ طور پر چھوڑ دیا جو ان کی تحریفی عادت یا سوء حافظہ کی نشانی ہے۔

(۱۱) ”وَإِذَا“ عاطفہ کو ترک کر دیا:

فاضل بریلوی نے قرآن کی آیت یوں لکھی:

”أَصْلَهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ“۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۷ نورانی کتب خانہ لاہور)

در اصل قرآن کی آیت اس طرح ہے:

”وَأَصْلَهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ“۔ (پ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

(نملطی) اس آیت میں احمد رضا بریلوی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کی آیت میں سے حرف ”وَإِذَا“ نکال دیا جو انکی پرانی عادت کی مظہر ہے۔

(۱۲) ”هَذَا“ اور لفظ ”رَبِّكُمْ“ غائب کر دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن کی آیت شریفہ اس طرح لکھی ہے۔

”بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ يَمْدُدْكُمْ بِخَمْسَةِ“۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۹۵ نورانی کتب خانہ لاہور)

جبکہ قرآن پاک میں یہی آیت ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

”بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ هَذَا يَمْدُدْكُمْ بِرَبِّكُمْ بِخَمْسَةِ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

مُسَوِّمِينَ“ (الآیۃ) (پ ۴، سورۃ آل عمران ۱۲۵)

(نملطی) آیت میں احمد رضا نے لفظ ”هَذَا“ اور لفظ ”رَبِّكُمْ“ چھوڑ دیا ہے جس سے انکی تحریفی عادت یا

گند ذہنی ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۳) ”لِيَبْلُغَ قَاةُ“ کو حذف کر دیا:

بریلوی رضا خانی مذہب کے پیشوا نے آیت اس طرح ذکر کی ہے۔

”كَبَّاسُطٌ كَفِيهِ إِلَى الْمَاءِ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوئم صفحہ ۲۴۲ نوری کتب خانہ لاہور)

قرآن مجید میں آیت شریفہ کے الفاظ یہ ہیں۔

”کبساط کفیه الی الماء لیبلغ فاهو ماہو ببالغہ“

‘(پ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۱۴)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا بانی مذہب رضا خانیت نے آیت کریمہ کے پورے جملے کو بالکل اڑا دیا

جو انکے قوت حافظہ یا ذوق تحریف کی مانند آفتاب گواہی ہے۔

”لفظ زیادہ کرنے کی خصلت“

(۱۴) ”واؤ“ زیادہ کر دیا:

بریلوی حضرات کے بڑے حضرت نے آیت کریمہ بایں الفاظ نقل کی ہے۔

”وما کان اللہ لیذر المؤمنین“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۴۵ نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں آیت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

”ما کان اللہ لیذر المؤمنین“ (الآیۃ) (پ ۴ سورۃ ال عمران آیت ۱۷۹)

(غلطی) اس آیت میں خان صاحب بریلوی نے اپنی پرانی عادت کی وجہ سے قرآن میں لفظ

”واؤ“ زیادہ کر دیا۔

”ترتیب بدلنے کی عادت“

(۱۵) آیت کریمہ کی ترتیب بدل دی:

رضا خانی جماعت کے اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ اس طرح بیان کی ہے۔

”وَلْتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا وَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَذًى كَثِيرًا“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۰ نوری کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

اور ترجمہ بھی اسی محرف ترتیب کے مطابق نقل کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: البتہ تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔

(ملفوظات ص ۱۶۰ حصہ دوم)

جبکہ اصل آیت کریمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

”وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا“۔

(پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۶)

(غلطیاں) اس آیت میں احمد رضا خان نے ”الذین اوتوا الكتاب من قبلکم“ کو ”وَمِنَ الَّذِينَ اشْرَكُوا“ سے پہلے بیان کر دیا اور ”وَ“ جو کہ ”مِنَ الَّذِينَ“ سے پہلے تھا اسے ”الذین اوتوا الكتاب“ سے پہلے ذکر کر دیا۔

اور یہ سب تبدیلی کے ساتھ آیت کے ترجمہ میں بھی غلط ترتیب والا ترجمہ کیا (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے)

اور آیت کے شروع والے ”وَ“ کا ترجمہ چھوڑ دیا یہ سب احمد رضا کے قوت حافظہ کا کرشمہ ہے یا پھر ذوق تحریف کی کارستانی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ بُرا سنو گے۔

(کنز الایمان مع نور العرفان (تحت ہذا آیت) پیر بھائی کمپنی لاہور)

(اعتراف ۱۹): سپاہ صحابہ کے کرتوت۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے مجید نظامی بریلوی کے نوائے وقت ۱۲۵ اکتوبر ۱۹۹۲ اور جنگ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ کے حوالے سے لکھا کہ محمد بلال نامی ۱۴ سال کے لڑکے نے چنیوٹ میں سپاہ صحابہ کے صدر مولوی محمد اکرم بلال اور غلام محمد کو معاذ اللہ قرآن جلانے کیلئے اکسانے پر گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۱، ۶۲ ملخصاً)

جواب: اتنے بڑے اور سنگین الزام کیلئے حوالہ ایک اخبار کا دیا اس اخباری حوالے کی حیثیت خود رضا خانی مذہب میں کیا ہے ملاحظہ ہو بریلوی ضیغ اہلسنت حسن علی رضوی کی زبانی:

”یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے“۔ (قہر خداوندی، ص ۵۱)

شہادت ملی بھی تو ایک ڈاڑھی منڈائیڈیٹر کی جو شرعی معیار پر پوری نہیں ہوتی۔ (برق آسمانی ص ۱۲۸)

تو رضا خانیو! تمہیں شہادت ملی بھی تو مجید نظامی بریلوی اور میر شکیل الرحمن بریلوی جیسے ڈاڑھی منڈے کی جو بقول تمہارے شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ شرم شرم شرم۔

رضا خانیوں کا قرآن کے بارے میں نظریہ

پیشاب اور خون سے قرآن لکھنا جائز ہے

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر حیدر آبادی بریلوی لکھتا ہے:

”جسکو تکسیر آئے اور خون بند نہ ہوتا ہو تو اگر وہ اپنے خون سے اپنی پیشانی پر مسترآن سے کچھ لکھنا چاہے تو ابوبکر کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے ان سے پوچھا گیا کہ اگر پیشاب سے قرآن کا پچھ حصہ لکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اگر اسمیں اسکی شفاء ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں

(جدید طبی مسائل کا شرعی حکم، ص ۵۴، ۵۵، بحوالہ حقائق شرح مسنم و دقائق تبیان القرآن، ص ۱۰۵، فرید بک سنال لاہور)

اس کتاب کی تصدیق شاہ احمد نورانی، منیب الرحمن، حسن حقانی اور جمیل احمد نعیمی نے کی ہے۔

بریلوی سید الفقہاء و دیدار الوری بانی حزب الاحناف لاہور فتویٰ دیتا ہے کہ:

”اگرچہ قرآن کا خون سے لکھنا یا پیشاب سے لکھنا کفر ہے مگر ایسی صورت میں جب اس کو کلمہ کفر کہہ دینا بموجب نص صریح کلام اللہ جائز ہے بغرض جان بچانے کے یہ فعل کفر یعنی قرآن کا خون سے یا پیشاب سے لکھنا بھی اس کے حق میں جائز ہوگا۔“

(فتاویٰ دیداریہ، ج ۱، ص ۶۹۲)

قرآن کا لفظی ترجمہ کرنے میں بے شمار خرابیاں ہیں۔ معاذ اللہ

مبین مسجد کا سابق خطیب امجد علی گھوسوی مصنف بہار شریعت کا بیٹا رضاء المصطفیٰ رضا خانی

لکھتا ہے:

”اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہوگی کہیں شان انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہوگا۔“
(ترجمہ کنز الایمان، ص ۹، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں رضا خانی شریعہ عقائد قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو سکتے اس لئے تفسیری ترجمہ کے نام پر دل کھول کر تحریفات کرو ۱۴۰۰ سال میں قرآن کریم تو کیا کسی عام کتاب کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ آپ اگر اس کا لفظی ترجمہ کریں گے تو اس قدر سنگین خرابیاں لازم آئیں گی۔ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کریم کے الفاظ ہی میں کچھ ایسی گڑبڑ ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے اپنا خود ساختہ ترجمہ کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

سنی تحریک کا قرآن کریم کی آیت کے خلاف تھانہ نو لکھا میں ایف آئی

آر۔ معاذ اللہ

سنی تحریک موڑمن آباد کا قرآن پاک کی سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۹ اور ۵۰ کے خلاف تھانہ نو لکھا میں احتجاج نعوذ باللہ

صورتحال

یہ زندگی ہے بڑے ویرانے کی صورت کہ ہر اک نفس ہے کسی خزاں کی صورت
بزار اہل حق پہ ستم ہوتے رہے ہیں لیکن نہیں رہے وہ ظلم کے سامنے اک چٹاں کی صورت
الو مانے (یعنی جھوٹے علماء) کتنے جھوٹ تراشتے ہیں لیکن وہ بنانہ سکے مگر بے نشان کی صورت

یومنون بالغیب مان تو سیا ہے لیکن اس منافق کا یقین ہے اب تک گمان کی صورت
ساتھ شرک کا نہ چھوڑیں گے عمر بھر یہ لوگ کہ یہ دو بدن ہیں مگر اک جان کی صورت
سوائے عذاب کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا بگڑ گئی ہے کچھ ایسی جہاں کی صورت
ذاکتر فضل رحمن

سنی تحریک موڑمن ذاکتر حمید میموریل ہو میو پیٹھک میڈیکل کالج والوں نے ۷۰ ایپریس

روڈ نو لکھا چرچ چوک میں ایک عدد بورڈ پر قرآن پاک کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۴۹ اور ۵۰ لگائی تو سنی تحریک نے تھانہ نو لکھا میں جا کر احتجاج کیا اور موقف اختیار کیا کہ:

۱۔ یہ آیت ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے۔

۳۔ اور ان آیات کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔

ہم نے جواباً ڈی ایس پی اور ایس ایچ او تھانہ نو لکھا کو وضاحت بیان کرتے ہوئے کہا:

۱۔ قرآن کسی عقیدے کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہوا کرتا ہے جو یہ بات کرتے ہیں کہ قرآن ہمارے عقیدے کے مطابق ہو جائے یہ قرآن کی توہین ہے۔

۲۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے تو پھر سوچنے والی بات ہے کہ تکلیف تو کافروں کو ہونی چاہئے کسی مسلمان کو تو خوش ہونا چاہئے کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے سنی تحریک کا احتجاج کرنا بے جا ہے احتجاج کریں تو کافر کریں نہ کہ مسلمان۔

۳۔ سنی تحریک کا یہ کہنا کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے تو ہم ڈی ایس پی صاحب کے پاس دو مرتبہ گئے پروفیسر حافظ ثناء اللہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے تمام مکتبہ فکر کے علماء کے تراجم اپنے ساتھ لئے اور ڈی ایس پی سے کہا اگر ہمارا ترجمہ غلط ہے تو آپ کو اختیار حاصل ہے کہ ہم کو سزا دیں اگر ترجمہ ٹھیک ہو تو سنی تحریک والوں کو اللہ ہدایت دے۔ آمین۔

لیکن ہمارے تمام تر دلائل کے باوجود سنی تحریک اور پولیس اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ آپ لوگ یہ قرآنی آیت اتار دیں آپ کو اس لئے آگاہ کیا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ یہ خواب دیکھتے ہیں کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے یا کہ اسلامی حکومت آئے گی یا جن پر آپ لوگ آس لگائے بیٹھے ہیں وہ داڑھی والے ہوں یا بغیر داڑھی کے اسلام لائیں گے غلط ہے وہ اس خواب سے بیدار ہو جائیں کیونکہ اہل توحید کی حکومت میں کوئی حیثیت نہ کوئی مقام ہے اس لئے کہ ہم نے ہمیشہ حکومت بے دین لوگوں کو یا دین کے لباس میں چھپے ہوئے ان علماء کو دی ہے جن کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا بدترین طبقہ جھوٹے علماء ہیں اب بھی وقت ہے کہ سوچیں اس لئے نہیں کہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے..... میرے بھائی

یہ رونا میرا نہیں رونا ہے سارے گلستان کا..... اب بھی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی اتار دیں.....
ہائے افسوس آج قرآن کی ایک آیت پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو کل سارے قرآن پر نہ سہی

کچھ آیات کو چناؤ ہو سکتا ہے جیسے مصر اور ترک میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف قرآنی آیات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

.....مسلمانو! دیکھو تمہاری حیثیت کیا ہے اپنا مقام پیدا کرو ورنہ تمہاری داستان نہ رہے گی داستانوں میں۔

منجانب: ڈاکٹر حمید میموریل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج ۷ ایمپریس روڈ نولکھا چرچ چوک لاہور
نوٹ: سنی تحریک کی اس دریدہ دہنی اور قرآن دشمنی کے خلاف ڈاکٹر صاحب نے یہ روئیداد ایک
پمفٹ کی شکل میں شائع کر کے تقسیم کیا تھا۔

الحمد للہ یہاں تک دوسرے باب کی صورت میں رضا خانی ترجمان اور دیگر رضا خانیوں کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا مکمل جواب دے دیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہو گئی کہ جن جن عبارات پر اس آدمی نے اعتراضات کئے تھے وہ قرآن و حدیث اکابر امت بلکہ خود اکابر بریلویہ کی عبارات سے موید ہیں گو یا اس رضا خانی ترجمان کے فتوے سے وہ تمام اکابر امت معاذ اللہ بالعموم اور خود اس کے اکابر بالخصوص مشرک عقیدہ توحید کے دشمن اور رب تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرتے ہیں۔

ہوئے دوست تم جس کے اسے بھلا کسی دشمن کی کیا ضرورت
اب ذرا ان مشرکین پاک و ہند کے چند گستاخانہ و شرکیہ عقائد بھی ملاحظہ ہوں۔

رضا خانیوں کا نظریہ توحید

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اللہ تعالیٰ کو ننگی ننگی گالیاں۔ معاذ اللہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان زبان جہت ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنہ بدعت حقیقہ کے قبیل سے ہے..... جرم کا بہکنا بھولنا سونا اونگھنا غافل رہنا ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا پینا پیشاب کرنا پاخانہ پھرنا ناچنا تھرکنا منٹ کی طرح کلی کھینچنا عورتوں سے جماع کرنا لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ منہش کی طرح کوہ مدفوع بننا کوئی خبیث کوئی فضیلت اسکی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور پھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل

رکھتا ہے..... سبوح قدوس نہیں خدشی مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خود کشی بھی کر سکتا ہے اس کے ماں باپ جو رو پیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیننا سمٹنا۔“

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۹۱، سنی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع جدید، ج ۱۵، ص ۵۴۵، ۵۴۶، رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور کتاب میں اپنے گندے قلم سے اپنی گھناؤنی ذہنیت کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں کرتا ہے: ”تمہارے معبود کو آلہ تناسل سے مفر نہیں..... آدمی تو عورت سے بھی ہے اگر تمہارا سختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا عورت قادر ہے کہ زنا کرے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کر اسکے ورنہ دیوبند میں چکامہ والی فحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا پھر کا ہے پر خدائی کا دم مارتا ہے اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کا ہے میں کرا سکے گا خضے خدا کے پجاریو! مقدس مقدس دیوبند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ۔ لطیفہ: تعجب تھا کہ خدا کیلئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئی گی اندام زنی ہو تو اسکے التئق مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود بے انتہاء ہوگی یوں تو ایک خدا ئن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک ذہل بڑا خدا ماننا ہوگا۔“ (سبحان السبوح، ص ۱۶۱، ۱۶۲ نوری کتب خانہ لاہور)

رضا خانی تناویلات کا جواب

رضا خانی: یہ تو وہابیوں کے خدا کو گالیاں دی ہیں جب انہوں نے کہا کہ جو انسان کر سکتا ہے وہی خدا بھی کر سکتا ہے انسان جس چیز پر قادر ہے خدا بھی اس پر قادر ہے ورنہ انسان کی قدرت رب کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ تو اعلیٰ حضرت نے کہا کہ انسان تو یہ سب کام بھی کر سکتا ہے۔
جواب: اگر اس بنیاد پر یہ گالیاں دی گئی ہیں تو یہ قعدہ تو مولوی احمد رضا خان کو بھی تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ہاں یہ کہتے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلن جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمن کے زیر قدرت نہ ہو محال

ہے اور بے شک ایسا ہی ہے۔“ (سبحان السبوح، ص ۱۳۸، ۱۳۹) آگے لکھتے لکھتے ہیں:

”یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب پر اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولیٰ عزوجل قادر ہے۔“ (سبحان السبوح، ص ۱۵۰)

لوحی احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گندے امور کے علاوہ بھی انعیاذ باللہ لامتناہی امور پر خدا تعالیٰ قادر ہے تو جو گالیاں تم نے وہابیوں کے خدا کو دے رہے ہو اس قاعدے کی بناء پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسخیم کر لینے کے بعد یہ تمام عیوب تو خود تمہارے خدا میں بھی بوجہ الائمہ پائی گئی گویا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں۔

ثانیاً: رضا خانی ضنیغم اہلسنت حسن علی رضوی میلیسی لکھتا ہے:

”بریلویوں کا خدا مشرک ہے گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں بریلویوں کا خدا جدا ہے اہل دیوبند کا جدا ہے مرزائیوں کا جدا ہے شیعوں کا جدا ہے دو خداؤں کا تصور پیش کر کے مصنف سیف شیطانی خود مشرک ہوا کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ ان کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے۔“ (برق آسمانی، ص ۱۵۶)

لیجئے وہابیوں کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی شرک ہے کیونکہ مرزائیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، وہابیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے جو وہابیوں دیوبندیوں کا خدا ہے۔ تو گویا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں جسکو رضا خانی بھی خدا مانتے ہیں نیز وہابیوں کا خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہوا۔ واہ میلیسی صاحب واہ کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں چٹخ گئی ہوں گی بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں۔

اب اس حسن علی رضوی کا مقام و مرتبہ بھی بریلی مرکز منظر الاسلام بریلی کے مولویوں کی زبانی پڑھ لو:

”رضنیغم اہلسنت رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے نامور خلفاء و تلامذہ میں سے ہیں پاک و ہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں ارتداد و تردید و ہابیت دیوبندیت میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں۔“

(صد سالہ منظر اسلام بریلوی نمبر ۳۰۰، اپریل ۲۰۰۴)

مثلاً احمد سعید کاظمی بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے اگرچہ ان تفصیلات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو۔“ (الحق المبین، ص ۲۹)

تو وہابیوں نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے مگر تم نے اسکی تفصیل اس قدر گھٹایا اور گندے انداز میں بیان کر کے توہین رب تعالیٰ کی۔

عقیدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ سے ظلم و جھل و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ

نوسلولو دفتر قد رضائیہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے ظلم میں ویسا ہی ہے مگر مزید یہ کہ نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور ساراعلم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کی قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ تبلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے۔“

(المعتمد المستند: ۱۲، مترجم اختر رضا خان از ہری مطبوعہ النور یہ الرضویہ پبلشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کا روں کو عذاب دینا یہی ”خلف وعید“ ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتلاتا ہے ملاحظہ ہو:

”اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً

محال ہونے میں اپنے آئندہ شعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ بیوقوفی نہ نیک و بد کے درمیان مساوات۔ (المستند المستند، ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

”خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔“

(انوار آفتاب صداقت، ص ۵۱ طبع جدید)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

”بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے۔“

(رد شہاب ثاقب، ص ۱۲۵ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان خلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

”اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت، ص ۶۹)

”جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصدقاؤ و شہداء صلحاء اولیاء قطب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص و اکمل مقبول بندگان الہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار ناخبر مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں۔“

(انوار آفتاب صداقت، ص ۴۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدے ہمیں یو دیتے نہ کھلتے راز سر بستہ

نہ تم یوں رسوا ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر ۴۱ رضا خانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضا خانی میں جرات ہے تو اس کتب کا انکار کر کے دکھائے۔

عقیدہ نمبر ۳: ہندوستان کے ابو جہل کے شرکیہ عقائد کی ایک جھلک

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے ایک کتاب ”الامن والعمی“ کے نام سے لکھی اس کا خلاصہ بریلوی مولوی بدر الدین احمد رضوی نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس کتاب پر بریلوی رئیس القلم ارشد القادری کی تقریظ بھی موجود ہے۔ ہم وہ عقائد پیش کر رہے ہیں اور اس کو پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر اس کے بعد بھی احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابو جہل کا کیا قصور تھا؟

”اللہ و رسول جل جلالہ و سلسلۃ پیغمبر نے دولت مند کر دیا اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی، (جل جلالہ و سلسلۃ پیغمبر) حضور سلسلۃ پیغمبر کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، حضور کے آگے سب گڑ گڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہے، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے ہیں، حضور سختیوں کے ٹالنے والے ہیں، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں..... حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔“

(سوانح امام احمد رضا، ص ۲۱۰، ۲۱۱، فرید بک سٹال لاہور)

جب یہ سب کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے میں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ معاذ اللہ کے آگے جھکے یا اسکی بڑائی و تعظیم دل میں لائے۔

عقیدہ نمبر ۴: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے مثل نہ سمجھنا پلید عقیدہ ہے۔ معاذ اللہ

بریلوی رئیس القلم عبدالکریم ہاشمی لکھتا ہے:

”رفتہ رفتہ سنیوں کے بہت سے علمائے کبار نے تسلیم کر لیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات و صفات میں ملانا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عین ہستی کے برابر یا مثل سمجھنا شرک ہے پھر اس پلید عقیدے سے اور بھی پر فتن عقائد نکلتے“۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۶۱۶)

استغفر اللہ یعنی نبی کریم ﷺ کو عین اللہ عین خدا اللہ کے مثل نہ کہنا پلید عقیدہ ہے اور یہی تمام بڑے عقائد کی جڑ ہے العیاذ باللہ یہ گندہ عقیدہ تو ابولہب و ابوجہل کا بھی نہ تھا وہ بھی لات و عزی کو خدا کا عین یا مثل نہ سمجھتے تھے۔ اس المیزان پر مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان، مختار اشرف جیلانی، سید محمد مدنی جیسے صف اول کے بریلوی اکابر کی تائید و توثیق موجود ہے ملاحظہ ہو ص ۱۱، ۱۳ اسی عبدالکریم ہاشمی کے مضمون کے متعلق المیزان کا مدیر سید محمد جیلانی لکھتا ہے:

”محقق دوراں سید عبدالکریم ہاشمی کا محققانہ عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ امام احمد رضا نمبر کیلئے قلم بند فرمایا تھا ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امام رضا پر انوکھی اور ستھری تحقیق کے اس شاہکار سے ہمارے عام قارئین بھی مستفید ہو سکیں (ایڈیٹر)۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۶۰۸)

عقیدہ نمبر ۵: لفظ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ العیاذ باللہ

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیا نوی المعروف مفتی احمد یار گجراتی نعیمی لکھتا ہے:

”بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام پاک ہے جیسے کہ ذکر اللہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۶: بہت سی جگہ اللہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ

یہی موصوف لکھتے ہیں:

”بہت سی جگہ اللہ سے رسول اللہ ﷺ مراد ہوتے ہیں۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۱۳۳)

یاد رہے کہ کبھی ابوجہل نے یہ نہیں کہا کہ اللہ سے مراد بہت سی جگہ میں لات وعزی ہوتے ہیں۔

عقیدہ نمبر ۷: اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی ہے۔ معاذ اللہ یہی موصوف لکھتے ہیں:

”ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔“ (جاء الحق، ص ۱۶۰)

”خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۶۱)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”قاعدہ ہے کہ جو لفظ مخلوق کیلئے مستعمل ہوا اسے اللہ تعالیٰ پر استعمال کرنا کفر ہے مثلاً حاضر ناظر (فتاویٰ اویسیہ ج ۱ مسئلہ نمبر ۴)

بریلوی ملک العلماء ظفر الدین بہاری لکھتا ہے:

”حاضر ناظر سرے سے صفات الہیہ میں سے نہیں اور نہ ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز (فتاویٰ ملک العلماء جلد اول، ص ۲۹۷)

مولوی مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان لکھتا ہے: ”حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں..... تو شبہید و بصیر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر و ناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں نہ بولا جائے۔“ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۸)

عقیدہ نمبر ۸: اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا۔ معاذ اللہ

بریلوی جنید زماں مولوی عمر چھروی لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشر من صلاصلا من حماسنون کا ذکر فرمایا جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کیئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کر دیتا ہے ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کی قدر و شان کو تسنیم کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ

گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کیلئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر تہدے کا حکم صادر فرمایا۔“ (مقیاس النور، ص ۱۹۶)

عقیدہ نمبر ۹: نبی کا خیال خدا کا دیدار۔ معاذ اللہ

یہ تصویر باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ

خدا کا کریا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ

(رضائے مصطفیٰ، ص ۹، مارچ ۲۰۱۱)

عقیدہ نمبر ۱۰: اللہ کے نام کی تاثیر کو گدھے والو کے نام سے تشبیہ۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”سوال: تعویذ کیوں لکھے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے۔“

جواب: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کسی کو لو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور

حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ لو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق

کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں۔“ (رسائل انجیمیہ، ص ۲۷۳ مکتبہ اسلامیہ)

معاذ اللہ کس قدر گستاخی ہے کہ یہاں اللہ کے مبارک نام اور اس کی مبارک تاثیر کو گدھے اور

الو کے ناموں کی تاثیر کے ساتھ ملایا جا رہا ہے حفظ الایمان میں ”ایسا“ کے لفظ پر وادیا کرنے

والے غور کریں کہ یہاں بھی ”ایسے ہی“ کا لفظ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
عبارات اکابر پر پہلا مکمل انسائیکلو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

باب سوم

علمائے دیوبند پر نبی کریم ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کا الزام اور

اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے متعلق دیوبندی عقائد

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے مگر دیوبندی مذہب کی اساس ہی اس پر قائم ہے چند دیوبندی اکابر کی کفریہ اور گستاخانہ عبارات ہم نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگ اس سے واقف ہو سکیں۔“

جواب: اس عبارت میں جس قدر خدا خونی سے بے نیاز ہو کر بہتان طرازی و کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے اس پر ہم معروف بریلوی عالم مولوی عبدالستار نیازی کا حوالہ پیش کر دیتے ہیں:

”ملت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃ کنایہ سوئے ادبی کرتا ہے اسے مسترد کر دیا جائے چاہے کتنے ہی مقام و مرتبہ کا مالک کیوں نہ بننا ہو جو کچھ میں نے کہا یہی نقطہ نگاہ علماء دیوبند کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔“

(اتحاد امت، ص ۸۲، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور)

تمہارے بڑے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ سوئے ادبی بھی علمائے دیوبند کے نزدیک قابل قبول نہیں وہ اسے کفر کہتے ہیں اور تم آج کے نام نہاد مناظرین حقیقت میں جہال ان پر اعتراض کرتے ہو کہ وہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے گستاخ ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک حضور ﷺ کو ننگی ننگی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ معاذ اللہ

کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی عوام کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولا کہ: ”حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے“ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے مذہب میں حضور ﷺ کی ادنیٰ

تو ہیں تو دور حضور ﷺ کو ننھی ننھی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قارئین اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا اس کیلئے کوئی عیب ثابت کرنے والا اس کی قدرت کا منکر کافر بے ایمان ہے مگر رضا خانی مذہب ایسا نرالہ مذہب ہے کہ اس میں اللہ کیلئے ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

”اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جھسل ممکن مانا۔“

(اللوکۃ الشہابیہ، ص ۱۲ مطبع اہلسنت بریلی طبع اول)

”یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عز وجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں حرج نہیں“۔ (اللوکۃ الشہابیہ، ص ۱۲)

”اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے کیلئے کر سکتا ہے وہ سب کچھ خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جسمیں کھانا، پینا، سونا پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے“

(سبحان السبوح)

مگر ساتھ ہی اسی شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف یہ کفریہ عقائد منسوب کئے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”اور امام الطائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے“ (تمہید ایمان، ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

”علمائے محتاطین انہیں (اسمعیل دہلوی) کو کافر نہ کہے یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذہب وعلیہ الاعتقاد وفیہ السلامة وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی پر سلامتی اور اسی میں

استقامت۔ (تمہید ایمان، ص ۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ خان صاحب کے مذہب میں خدا کے علم کا منکر اس کو حساب اہل ماننے والا اس کو پیشاب کرنے والا، مرجانے والا سمجھنے والا مسلمان اور لا الہ الا اللہ میں داخل ہے اور اس کا فرکہنا خلاف احتیاط ہے۔

یہی خان صاحب اسی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”مسلمانوں مسلمانوں خدا را ان ناپاک و شیطانى ملعون کلموں پر غور کرو..... پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابوں کو دیکھو..... شاہد ان میں بھی اسکی نظیر نہ پاؤ گے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر کے دیکھئے کس جگر سے محمد ﷺ بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے الفاظ لکھ دئے..... مسلمانوں کی ان گالیوں کی حضور ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی..... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔“ (الکواۃ الشہابیہ، ص ۳۰، ۳۱)

اس عبارت میں خان صاحب نے مندرجہ ذیل تصریحات بیان کی ہیں:

- ۱۔ یہ کہ شاہ صاحب نے حضور ﷺ کو ایسی صاف صاف بے دھڑک گالیاں دی ہیں کہ پادری اور پنڈتوں کی کتابوں میں بھی معاذ اللہ ایسی گالیاں نہیں پاؤ گے۔
- ۲۔ یہ کہ ان گالیوں کی قسم رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی اور آپ ﷺ کو اس سے ایذا بھی پہنچی۔

۳۔ ان گالیوں میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام خدا لگتی کہنے کہ جو نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ ایسی ننگی گالیاں

دیتا ہوں جو پنڈتوں نصرانیوں کی کتب میں بھی نہ ہوں جس کی جرات راجپال، سلمان رشدی کو بھی نہ ہو اس سے بڑا بے ایمان اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر خدا کی ماری ہو اس نام نہاد عاشق پر کہ اس سب کے باوجود بھی شاہ صاحب کو اہل ایمان تسلیم کرتا ہے۔ اب کاشف

اقبال رضا خانی کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے صریح کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

لزوم التزام کا گورکھ دھندا

بریلوی حضرات اس کے جواب میں لزوم والتزام کی بحث چھیڑتے ہیں کہ دراصل شاہ صاحب کو ان عقائد کے کفریہ ہونے کا علم نہ تھا اور بعد میں توبہ کر لی تھی اس لئے ہمارے امام نے ان کی تکفیر میں احتیاط سے کام لیا۔ اس حوالے سے کافی عرصہ پہلے جہانیاں کے ایک رضا خانی کے ساتھ تحریری گفتگو ہوئی تھی جسے افادہ عام کیلئے راقم یہاں نقل کر رہا ہے۔ الحمد للہ اس تحریر نے رضا خانیوں کی اس لالچینی تاویل کی دھجیاں اڑادی ہے۔

شہید کی کرامت دیکھئے کہ ایک طرف تو احمد رضا خان نے شاہ شہید پر ایسے گھٹیا الزامات لگائے جو شاید شیطان کو بھی نہ سوجھیں گے مگر اپنی موٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سب کے باوجود شاہ صاحب کو مسلمان لکھ دیا۔ ابن شیر خدا حضرت مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر احمد رضا خان کی زندگی ہی میں یہ چیلنج دے دیا کہ جب تک کائنات میں کوکبہ شہابیہ تمہید ایمان وغیرہما موجود ہیں احمد رضا خان اس کی اولاد اس کو ماننے والے سارے کافر مرتد ولد الزنا ہیں۔ الحمد للہ یہ چیلنج آج تک برقرار ہے۔ تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ لوگ احمد رضا خان کا مسلمان ہونا وحالی ہونا ثابت کرتے۔ چور کی چوری پر پردہ ڈالنے کیلئے لزوم التزام کا ایسا گورکھ دھندا ایجاد کر لیا کہ اپنے امام کی بچی کچھی لنگی بھی لے اڑے۔ بھانت بھانت کی بولیاں لزوم والتزام میں جس کے دل میں جو آیا کہہ دیا۔ اب دیکھیں اسی نومولود محقق نے لزوم التزام کی یہ تعریف کی کہ کفریہ کلمات لکھ تو دے مگر پتہ نہیں تھے۔ کہتا ہے کہ لزوم کفریہ ہے کہ ایک آدمی کفر کر لے اگر اس کو بتایا جائے کہ تو نے کفر کیا تو وہ اس پر ڈٹ گیا اور توبہ نہیں کی تو یہ التزام کفر ہے۔ اور چونکہ شاہ اسمعیل شہید کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے احمد رضا خان نے تکفیر نہیں کی۔

چیلنج: سارے زندہ مردہ بریلوی جمع ہو کر کہیں سے یہ ثابت کر دے خود احمد رضا خان سے

کہ احمد رضا نے شاہ صاحب کی تکفیر اس لئے نہیں کی کہ احمد رضا خان کے نزدیک ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی۔ یہ وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت آج تک کوئی رضا خانی نہیں دے سکا۔ دعوے تو مشہور کا دلیل فتاویٰ رشیدیہ کا پھر فتاویٰ رشیدیہ میں آگے ہی اس کی تردید موجود ہے کہ یہ غلط ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو دیکھیں کہ ایک سائل کے صرف سوال کرنے کو انہوں نے ”مشہور“ کی تعریف کے زمرے میں شامل کر دیا اس لئے یہ نومولود محقق پہلے تو مشہور کی تعریف پھر اس کی اقسام ذکر کرے اور پھر بتائیے کہ کیا یہ اس کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟۔

یہ بھی صریح جھوٹ ہے احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان نہیں مانتے امام اہل بدعت نے شاہ صاحب کو صراحتاً اہل لالہ الا اللہ والوں میں شمار کیا ہے۔ ابو یزید بٹ ہمارا نہیں اس پر تفتار یٹا ایسے ہی جعلی ہیں جیسے بقول مفتی قریشی کے دیوان محمدی پر احمد سعید کی تحریر جعلی ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ جو تعریف معترض نے کی ہے لزوم التزام کی یہ تعریف احمد رضا خان کو مسلم ہی نہیں ان کے نزدیک لزوم التزام کی تعریف کچھ اور ہے۔ جب اس کے نزدیک لزوم التزام کی یہ تعریف ہی نہیں تو توبہ مشہور ہونے پر تکفیر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شریف الحق امجدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ احمد رضا خان نے توبہ مشہور ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان عبارات کے اسلامی پہلو کی وجہ سے تکفیر نہیں کی۔

اس تعریف سے علمائے دیوبند کو کافر ثابت کر کے دکھاؤ

نام نہاد محقق کہتا ہے کہ کسی کو اس کا کفر بتایا جائے وہ اس پر ڈٹ جائے تو یہ التزام ہے اگر ڈٹا نہیں تو لزوم ہے تکفیر نہیں کی جائے گی تو جو کفریات تم اہل سنت دیوبند کے آئمہ اربعہ کی طرف منسوب کرتے ہو انہوں نے ببا ننگ دہل اس بات کا اعلان کیا کہ ایسے گھٹیا عقیدے ہمارے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئے تو جناب جواب دیں یہ لزوم التزام کا فرق علمائے دیوبند کی باری میں کہاں چنے بیچنے چلا جاتا ہے؟

پھر آپ کہتے ہیں کہ کیا پتہ شاہ صاحب نے توبہ کر لی ہو اس لئے تکفیر نہیں کی تو مفتی مظہر اللہ دہلوی نے علمائے دیوبند کے بارے میں یہی کہا کہ ان کی تکفیر کے متعلق سکوت اختیار کرو کیونکہ یہ لوگ

اب وفات پا چکے ہیں اور کیا پتہ آخر عمر میں انہوں نے توبہ کر لی ہو۔

(فتاویٰ مظہریہ ص ۲۱۷)

تو جناب توبہ تو بقول آپ کے ان کی بھی ہو گئی تھی تو یہاں یہ احتیاط کیوں نہیں؟

احمد رضا خان نہیں بچتا

پھر آپ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شاہ صاحب نے ان عبارات سے وہی معنی مراد لئے ہوں یا نہیں اور ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے تکفیر نہیں کی۔ تو فضل حق خیر آبادی اور ان کے قبیل کے کئی مولویوں کی ایک پوری کینٹ نے شاہ اسماعیل شہید کی تکفیر کی تھی اور یہاں تک فتویٰ دیا کہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر (محاورۃ) (شفاعت مصطفیٰ) یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شاہ صاحب کو ان تمام عبارتوں کا خوب اچھی طرح علم تھا اور اس دور کے علماء کے نزدیک ان کی توبہ کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا (یہ ڈھکوسلا بعد میں ایجاد ہوا) شاہ صاحب کی وفات فضل حق کی زندگی میں ہوئی مگر فضل حق نے اپنے اس فتوے سے اور اس کی تکفیری کینٹ میں موجود کسی شخص نے رجوع نہیں کیا لہذا آپ کے اصول سے ہی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے کوئی توبہ وغیرہ نہیں کی تھی لہذا احمد رضا خان پر اس کی تکفیر فرض تھی جو نہیں کی لہذا اپنے ہی اصول سے کافر مرتد ہو گیا۔

علی سبیل التنزیل

اس ساری رام کہانی کو مان لیں تو فضل حق خیر آبادی نے فتویٰ دیا تھا جو شاہ صاحب کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر تو فضل حق کے نزدیک تو کم سے کم اور اس کی جماعت میں موجود علماء کے نزدیک تو کم سے کم احمد رضا خان مرتد ولد الزنا اس کی آل اولاد ساری ولد الزنا ہے چلو فی الحال اس کو تو مان لو کہ فضل حق کے نزدیک احمد رضا خان ”عتل بعد ذلک زنیم“ کی زندہ جاوید مثال ہے۔ لزوم التزام کی کہانی بھی اس کے بعد نمٹ جائے گی۔

ایک اور انداز

حنیف قریشی نے مناظرہ پنڈی اور سیالوی نے عبارات اکابر میں شاہ صاحب کو کافر کہا اس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک بھی توبہ والا معاملے کی کوئی حقیقت نہیں اور التزام کفر پایا جاتا ہے

لہذا ان دونوں کے نزدیک بھی احمد رضا خان زینم ہوا اور چونکہ یہ دونوں احمد رضا خان کے ہم عقیدہ نہ رہے کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان جانتا تھا اس لئے یہ نعیم الدین کے فتوے کہ جو احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ بھی کافر ہے (تحقیقات ص ۵) زینم بن گئے۔

پڑا کبھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں

جلا کر خاک نہ کر دوں تو دیوبندی نام نہیں

آپ پریشان نہ ہوں ابھی تو یہ ساری گفتگو اس پہلو سے ہے جو آپ نے لزوم التزام کی تعریف کی ہے، ابھی تو احمد رضا خان اور مصطفیٰ رضا خان کی تاویلات کا پنڈورا بکس کھلنا باقی ہے۔

نوٹ: معترض نے بار بار شاہ اسماعیل شہید کیلئے زینم کا لفظ استعمال کیا تھا اس لئے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو ہمیں یہ لفظ بار بار انہی پر لوٹنا پڑ رہا ہے رضا خانی اب ناک بھویں سنہ چڑھائیں۔

یہ تاویل عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے

صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان وغیرہما کوئی ”عبرانی“، ”سریانی“ زبان کی تصانیف تو نہیں کہ جس کے بارے میں یہ تاویل کی جائے کہ اس میں موجود کفریات کا مرتب و مصنف کو پتہ نہیں چل سکا دونوں اہل علم کی زبانوں میں ہیں عبدالحی و شاہ اسماعیل اپنے وقت کے جید علماء تھے ان کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ بقول معترض اتنے بڑے بڑے کفر بکے اور ان کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ یہ کفر ہے۔ حیرت ہے کہ تم جیسے جاہلوں کو تو اس میں موجود کفریات نظر آئے گا مگر مصنف جیسے عالم کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ میں معاذ اللہ کفر لکھ رہا ہوں؟

مولوی احمد رضا خان اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق کہتا ہے:

”مسلمانوں نے انصاف کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے

حاش اللہ پاوریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کستائیں

دیکھو جو انہوں نے بزم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو کبھی

ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ

تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول ﷺ کی نسبت لکھے ہوں

..... جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بیدھڑک یہ صریح
سب و شتم کے لفظ لکھ دئے اور روز آخر عزیز غالب قہار کے غضب عظیم
و عذاب الیم کا اعلان دیشہ نہ کیا مسلمانو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ
ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر اسے انہیں ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ
واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی
(الموکیۃ الشہابیہ ص ۳۰، ۳۱)

اب ایسے صریح گالیاں جو آج تک پنڈتوں، پادیوں مشرکوں کو بھی دینے کی جرات نہ ہوئی ایک
آدمی ایسی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دیتا ہے اور یہ ملعون جتنا ہے کہ نہیں ایسے آدمی کو کافر نہ کہو کیا
پتہ اسے پتہ نہ چلا ہو کیا پتہ اس نے کوئی اسلامی پہلو مراد لیا ہوا۔

احمد رضا خان آگے خود ایک مثال دیتا ہے:
”انکی آواز لطیف کتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی ان کا دہن شریف سوز کی تھو تھنی سے ممتا تھا تو تم اسے کیسا
”بھجو گئے؟“ (ایضاً ص ۳۳)

اب اگر میں کہوں کہ احمد رضا خان کی لطیف آواز کتے کے بھونکنے کی طرح تھی..... احمد رضا خان
کی تھو تھن شریف سوز خنزیر کی طرح تھی..... آپ کے اعلیٰ حضرت و ناضل بریلوی بڑے ہی
حرام زادے آدمی تھے..... اور کہو کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ یہ گالیاں ہیں مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں
کہ یہ گالیاں ہیں تو کیا کوئی بریلوی اس کو تسلیم کرے گا؟

دوسرے گستاخوں کا کیا قصور تھا آخر؟

جب بقول احمد رضا کذاب شاہ صاحب نے پنڈتوں نصرانیوں مشرکوں سے بھی کھلی کھلی گالیاں
نبی کریم ﷺ کو دی تھیں مگر پھر مسلمان اس لئے کہ شاہ صاحب کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ کفر ہے تو
آخر راج پال، سلمان رشدی، ڈنمارک کے کارٹونسٹ کا کیا قصور تھا؟ کیا تم میں سے کسی رضا خانی
نے انہیں سمجھایا کہ یہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے؟

اور اس سے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ سلمان تاثیر اگر پاکستان کے ایک قانون ناموس رسالت ﷺ
کو کالا قانون کہہ دے تو ایک نجس مشرک سرکاری ملازم اٹھ کر اسے گولی مار دیتا ہے اور تم اسے

بہرہ بنادیتے ہو کہ دیکھو عاشق ہے گستاخ کو قتل کر دیا تو میرا سوال ہے کہ کیا تم نے سلمان تاثیر سے مل کر اسے بتایا تھا کہ یہ التزام کفر ہے؟ یہ گستاخی ہے؟ آخر سلمان تاثیر کے کیس میں لزوم التزام کہاں چلا جاتا ہے؟

دہلی کے سارے علماء کیا چنے بیچ رہے تھے؟
مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

چونکہ اسماعیل دہلوی صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب کے زمانے سے پہلے رحلت کر چکے تھے لہذا اس اطمینان کی کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ واقعی اس عبارت کی شگینی اور اس میں مضمر مفاسد پر مطلع ہوئے اور پھر بھی اس پر مصر رہے لہذا انہوں نے ازراہ احتیاط ان کو کافر نہ کہا کیونکہ ان کا التزام کفر متحقق نہیں ہوا تھا۔

(منظرہ جھنگ ص ۱۰۳)

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ پورے ہندوستان خصوصاً دہلی کے سارے علماء اس وقت چنے بیچنے میں مصروف تھے کسی عالم دین کسی مسلمان میں عشق رسالت ﷺ کی اتنی رتی بھی نہیں تھی کہ وہ شاہ صاحب سے مل کر بتاتا کہ حضرت یہ تو کفر ہے تو بہ کرو۔ پھر تمہاری کتاب ”انوار آفتاب صداقت“ میں یہ جھوٹ لکھا ہوا ہے اسی سے سرقہ کر کے ”دیوبندی مذہب“ میں لکھا اور اسی سے سرقہ کر کے کاشف اقبال نے ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ میں لکھا کہ دہلی میں شاہ اسماعیل شہید سے ان عبارات و عقائد پر مناظرہ ہوا تھا جس میں وہ بری طرح شکست کھا گئے۔

اب یا تو تسلیم کرو کہ یہ جھوٹ ہے یا یہ تسلیم کرو کہ شاہ صاحب سے ملاقات بلکہ مناظرہ کر کے ان کی عبارات کی حقیقت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی گئی تھی۔ پھر تم نے خود لکھا کہ تقویۃ الایمان کے خلاف بیسیوں کتب لکھی گئی فضل حق خیر آبادی نے شاہ صاحب کی ان کتابوں کا رد کیا اور شاہ صاحب کی طرف سے رجوع نہ کرنے پر ہی ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو یہ سب باتیں چیخ چیخ کر بتا رہی ہیں کہ بقول تمہارے ان عبارتوں میں موجود کفریات علمائے دہلی نے کھول کر شاہ صاحب کے سامنے بیان کر دئے تھے مگر شاہ صاحب نے تو بہ نہ کی لہذا یہ التزام کفر

ہو گیا اور التزام کفر پر تکفیر واجب جو احمد رضا خان نے نہیں کی لہذا جو کفر کو کفر نہ کہے خود کافر ہے۔

ایک اور سوال

اگر آج کوئی میڈیا پروپیگنڈا کے زور پر یہ مشہور کر دے کہ مرزا قادیانی نے توبہ کر لی تھی یا کوئی کہہ دے کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات میں لزوم کفر تھا التزام کفر نہیں اس لئے کہ مرزا کو معلوم ہی نہ تھا کہ میں کفر بک رہا ہوں تو کیا بریلوی کف لسان کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو مسلمان کہیں گے؟

احمد رضا خان ہی زنیم و حرام زادہ ہے

معرض شاہ صاحب کی عبارت کو درست تسلیم کرنے والوں کو حرام زادہ اور عتل بعد ذالک زنیم کہہ رہے ہیں مگر ہم نے ثابت کر دیا کہ جو شخص پنڈتوں نصرانیوں سے بھی بڑی بڑی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دے معاذ اللہ اور ان گالیوں کی نبی کریم ﷺ کو اطلاع بھی ہوئی اور آپ ﷺ کا دل بھی دکھا ایسے گستاخ کی باتوں میں تاویل کرنے والا اور اسے مسلمان کہنے والا ہی درحقیقت زنیم حرام زادہ ہے اور اس دور میں عتل بعد ذالک زنیم کی جیتی جاگتی تصور بریلویوں کا امام احمد رضا خان ہے اگر کسی رضا خانی میں ہمت ہے تو اسے حلالی ثابت کرے۔

ابھی صرف ابتداء ہے

ہم نے اتنی تفصیل گفتگو اس لئے کی کہ معرض نے اسے گھسا پٹا اعتراض کہا تھا اب حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی کہ اسی اعتراض نے تو رضا خانیوں کے امام کو گھسا دیا ابھی تو معرض نے جو لزوم التزام کفر کی تعریف کی ہے صرف اس کا رد وہ بھی مختصر انداز میں کیا ابھی لزوم التزام کی دیگر تعریفوں پر ہمارا رد باقی ہے اس تعریف سے احمد رضا خان کی گردن چھڑا لیں تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو ہو جائے گی۔

جہاں تک آپ نے ادھر ادھر گھوم کر صغریٰ کبرے ملائیں ہیں کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو یزید کی طرح سمجھتا اور یزید کی تکفیر توبہ کے احتمال کی وجہ سے نہیں کی اس لئے شاہ صاحب کی تکفیر بھی توبہ کی وجہ سے نہیں کی۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ یزید کی تکفیر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ خود احمد رضا خان کا جو حوالہ آپ نے نقل کیا اس میں لکھا ہے کہ یزید سے وہ امور جن سے تکفیر کی جاسکتی تھی متواتر اثبات نہیں (منہوما) پس جب آئمہ کے نزدیک اس سے کلمات کفریہ متواتر ثابت ہی نہیں تو اس کی تکفیر کس وجہ سے کریں؟ جبکہ شاہ صاحب کے بارے میں خود احمد رضا خان لکھتا ہے کہ: اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ متواتر پر ہیں۔“

(اللوکۃ الشہابیہ ص ۶۱)

پس جس شخص سے اس کے کلمات کفر متواتر اثبات ہوں اسے محض اس ضعیف احتمال کی وجہ سے کہ کیا پتہ تو بہ کر لی ہو مسلمان کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس طرح تو دنیا کے کسی کافر کو کافر نہیں کہا جاسکتا مثلاً میں نے پہلے بھی آپ سے سوال کیا جسے آپ قل کے چنے سمجھ کر چبا گئے کہ آج اگر کوئی مرزا قادیانی کے بارے میں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے کفر بکا اسکے کفریات میرے نزدیک متواتر اثبات ہیں اس نے ایسے ایسے گندی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دیں کہ آج تک یہودی عیسائی مشرک بھی نہیں دے سکتا میں نے خود وہ گالیاں پڑھی ہیں مجھے یقین کی حد تک معلوم ہے کہ وہ گالیاں مرزا قادیانی نے ہی دیں ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان گالیوں سے مدینہ میں قبر مصطفیٰ ﷺ میں میرے محبوب کو دکھ پہنچا مجھے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ پوری امت نے مرزا کی ان گستاخیوں و کفریات کی وجہ سے اس کی تکفیر کی مگر میں اسے قطعاً کافر نہیں کہوں گا کیونکہ کیا پتہ کہ مرزا کو ان کفریات کا پتہ نہ ہو اور کیا پتہ اس نے تو بہ کر لی ہو چونکہ احتمال ہے اس لئے میں تکفیر نہیں کرتا۔

تو جواب دیں کیا اس شخص کے اس قول کو آپ مان لینے کیسے تیار ہیں؟

احمد رضا خان کا اقرار شاہ صاحب کے ارتداد پر اجماع ہے

پھر احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ انمعیلیہ اور اس کے امام نافر جام پر قطعاً یقیناً اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہاء کرام و انسحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر۔“ (اللوکۃ ص ۶۲)

تو جناب جس کے ارتداد پر ”پوری امت کا اجماع ہو“ اور جس شخص پر ”قطعاً یقیناً جزماً“ کفر لازم ہو اس کو محض ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجماع سے منہ موڑتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجماع کرنے والا کیا

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى و
نصله جهنم وساءت مصيرا

کا مصداق نہیں؟

پھر آپ نے لزوم کفر کی تعریف تو یہ کی تھی کہ شاہ صاحب کو ان کلمات کفریہ کا علم نہ تھا اور توبہ کر لی اور جواب میں احمد رضا خان کا جزیہ ایسا پیش کر رہے ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ توبہ کا معنی نکل سکتا ہے تعریف میں فصل اول کا کیا بنے گا؟

پھر میرا یہ سوال بھی ہے کہ جتنا بڑا گھٹیا شیطانی الزام احمد رضا خان نے شاہ صاحب پر لگایا اتنا بڑا الزام اس شخص نے علمائے دیوبند پر نہیں لگایا اور علمائے دیوبند کے بارے میں بھی مفتی مظہر اللہ نے توبہ کا احتمال نقل کیا ہے تو یہ احتیاط اور کف لسان علمائے دیوبند کی باری میں کہا چلا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ اس لئے نہیں دے رہے کہ اس کے بعد تاویلات کی پٹاری کو خود ہی آگ لگ جائے گی۔

احمد رضا خان کے نزدیک گستاخ کی توبہ بھی قبول نہیں

احمد رضا خان مجمع الانہر کے حوالے سے لکھتے ہیں (ترجمہ)

”جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہو اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں

اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے“۔ (تمہید ایمان مع

حسام الحرمین ص ۷ سہکتبۃ المدینہ کراچی)

زندہ باد اے شہید زندہ باد

اللہ اکبر! اب تک احمد رضا خان کو مسلمان و حلالی ثابت کرنے کیلئے آپ کے پاس واحد دلیل یہ تھی کہ شاہ صاحب نے توبہ کر لی اس لئے کافر نہیں کہا اس ساری محنت پر احمد رضا خان نے یہ کہہ

کر پانی پھیر دیا کہ جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کر لے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور جو اس کے کفر میں شک کرے خود کا فر ہے۔

لزوم والتزام کفر تماشہ ہی تماشہ

لزوم کفر والتزام کفر کی تعریف مناظرہ جھنگ میں اشرف سیالوی نے وہی کی جو نام نہاد محقق نے پیش کی، ہومیو پیتھک جنرل اسٹور کے مالک الطاف حسین سعیدی نے بھی یہی کی (بحوالہ روئیداد منظرہ گستاخ کون ص ۱۲۰) اور اس تعریف کو حنیف قریشی کی پوری مناظرہ ٹیم نے تسلیم کیا۔ گویا آج کل کے نومولود نام نہاد محققین کے نزدیک لزوم کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو علم نہ ہو کہ میں کفر یک رہا ہوں اور التزام کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو اگر بتا دیا جائے کہ تو نے کفر کہا تو وہ اس پر اڑے نہیں بلکہ توبہ کر لے اگر اڑ گیا اور توبہ نہ کی تو التزام کفر ہو جائے گا۔

اب شاہ صاحب کی عبارات میں ”لزوم کفر“ تھا ”التزام کفر“ نہ تھا یعنی شاہ صاحب کو علم ہی نہ تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کو ایسی غلیظ گالیاں دے رہا ہوں جو آج تک نہ کسی یہودی نے دی نہ کسی عیسائی نہ کسی مشرک نے دی۔ (اس کا نقل و عقلاً باطل ہونا ہم ما قبل میں بیان کر چکے ہیں)

احمد رضا خان کے نزدیک لزوم والتزام کی تعریف

”کفر..... دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی! التزامی یہ کہ ضرور یا ست دین سے کسی شے کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے..... یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و محض الف ضروریات دین ہو۔ لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مال سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے۔“

(سبحان السبوح ص ۱۱۱)

اللہ اکبر لیجئے یہ دونوں تعریفیں آپ کی گئی تعریفوں سے بالکل متنہاد ہیں۔ کفر التزامی کی اس عبارت کی رو سے شاہ صاحب کی جملہ کتب و عبارات بشمول صراط مستقیم کی اس عبارت میں کوئی بات عین کفر نہیں کیونکہ آپ اور آپ کے آج کل کے نام نہاد مناظرین ان کو ”لزوم کفر“ پر محمول

کرتے ہیں گویا بقول آپ کے اگر کوئی یہ کہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنا یا لا نا گدھے کے خیال سے بھی برا ہے معاذ اللہ بیوی سے جماع سے بھی برا ہے استغفر اللہ تو بقول احمد رضا خان کے یہ عین کفر نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک اس میں لزوم کفر ہے۔ اب آپ کی لزوم کفر کی تعریف سے احمد رضا خان دنیا کا لغتی ترین انسان بنتا ہے کہ جو اس قدر غلیظ عبارت کو بھی عین کفر نہیں مانتا۔ اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہ رہے تھے جو آپ ہی کی لزوم کفر کی تعریف سے ثابت ہو گیا۔

کیا خوب کہ اپنا پردہ کھولے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اب دوسری طرف آئے آپ کے نزدیک شاہ صاحب کی عبارات میں اگر التزام کفر پایا جاتا اور پھر احمد رضا خان تکفیر نہ کرتے تو یقیناً کافر ہوتے مگر چونکہ التزام کفر نہیں اس لئے تکفیر نہیں کی۔ اور احمد رضا خان التزام کفر کی تعریف یہ کرتا ہے کہ جس میں کسی ضرورت دینی کا انکار کیا جائے۔ اب آئے دوبارہ احمد رضا خان کی طرف وہ شاہ صاحب پر یہ شیطانی الزام لگاتا ہے:

”یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار و غیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کر دیا“

(الکلوۃ الشہابیہ ص ۱۹، ۲۰)

اب جواب دیں ”تمام ایمانیات کا انکار“ کیا تمام ضروریات دین کا انکار ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی موروثی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں کہ ”تمام ایمانیات“ ضروریات دین میں شمار نہیں تو ہم اس کا جواب پہلے ہی دے دیتے ہیں احمد رضا خان نے اس عبارت میں شاہ صاحب پر انبیاء علیہم السلام ملائکہ جنت و نار کے کنایہ نہیں صاف انکار کا التزام لگایا ہے اور سبحان السبوح میں التزام الکفر کی مثال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”جیسے طائفہ تالفہ نیا چہرہ کا وجود ملک و جن و شیاطین و آسمان و نار و

جنات و معجزات انبیاء علیہم السلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے

نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار

کرنا..... الخ

(سبحان السبوح ص ۱۱۱)

تو لیجئے جناب اگر کوئی ان کا انکار ان معافی میں کر دے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں ضروریات دینی کا منکر کہا جائے گا تو جو سرے سے انہی کا صاف الفاظ میں انکار کر دے وہ ضروریات دینی کا انکار کیسے نہیں کرے گا؟

اب بقول آپ کے التزام کفر کے مرتکب کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے اور چونکہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں التزام کفر نہ تھا اس لئے کافر نہ کہا ہم نے ثابت کر دیا کہ احمد رضا نے التزام کفر کی جو تعریف کی اس کے مطابق شاہ صاحب پر التزام کفر ثابت (یہ سب باتیں مخالفین کے الزامات کی بنیاد پر لکھی جا رہی ہیں) تو اب التزام کفر کے بعد بھی شاہ صاحب کو کافر نہ کہنے والے احمد رضا خان خود کافر و مرتد۔ اب احمد رضا خان نے دیوبندیوں کو ارتداد کی وجہ سے زانی ولد الزنا لکھا لہذا اسی اصول سے احمد رضا خان محفل بعد ذالک زنیم زانی حرامی اور مصطفیٰ رضا خان حسامد رضا خان وغیرہما سارے حرام زادے ولد الزنا۔ اسی طرح آج تک احمد رضا خان کے اس کفر کے بعد بھی جو اس کو امام مانے وہ سارے بھی مرتد کافر و ولد الزنا۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا

عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائیگا

مظلوموں کی آہ تمہیں لے ڈوبی

اللہ اکبر کہاں تو وہ دن کہ شاہ صاحب کو کافر کہا جا رہا ہے اور اب کہاں یہ دن کہ معترض نے مضمون شروع کیا تو سب سے پہلے احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیسے تاویلات باطلہ کے انبار۔ رضا خانیو! وہ دن گئے جب تم علمائے دیوبند پر بکواس کرتے اور ہم صرف جواب پر اکتفاء کرتے اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائیے گا۔

بریلوی شیخ الحدیث پیر محمد چشتی اور لزوم والتزام

رضا خانی شیخ الحدیث اور پشاور کے مایہ ناز رضا خانی عالم پیر محمد چشتی نے بھی لزوم والتزام کفر کی یہی تعریف کی جو احمد رضا خان نے کی ان صاحب کی کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہو:

(۱) کیونکہ التزام کفر میں اصل کلام آپ ہی کفر ہوتا ہے جس میں کفر ثابت کرنے کیلئے کسی خارجی دلیل و ملازمت کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ لزوم کفر میں اصل کلام خود کفر نہیں ہوتا بلکہ مفہمی الی الکفر اور منتج بالکفر ہوتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۹۸)

اس تعریف کی رو سے تقویۃ الایمان و صراط مستقیم کی عبارتیں خود کفر نہیں، بلکہ بالکل درست ہیں اور رضا خانیوں کے انچر پنچر لگا کر اسے منتج بالکفر کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(۲) التزام کفر کا محل صرف اور صرف قسم اول ہے جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۲۷)

جبکہ رضا خانی نے کہا کہ التزام کفر یہ ہوتا ہے کہ کفر معلوم ہونے کے بعد تو بہ نہ کرو۔ اس عبارت کی رو سے اگر آج کوئی ضروریات دین کا انکار کر دے مگر اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے تو وہ کافر نہ ہوگا مگر احمد رضا خان اور پیر چشتی کے نزدیک چونکہ التزام کفر کر لیا لہذا کافر ہو گیا اور ان دونوں کی اس تعریف سے التزام کفر کی یہ تعریف کرنے والے کہ کفر معلوم نہ ہو بھی سارے کافر ہو گئے۔

(۳) کسی مدعی ایمان کا ملت اسلام یا اس کے کسی ضروری حصہ کی تکذیب کرنے سے عبارت ہے اس کی تکذیب و انکار یا اس کے قائم مقام یقینی علامت کا اگر بلا واسطہ ارتکاب ہو تو وہ التزام کفر کہلاتا ہے۔ جس کے مطابق کسی شخص کو کافر و مرتد قرار دیکر اسلام سے خارج بتانے کا اور مرتد کے خصوصی احکام اس پر جاری کرنے کیلئے فتویٰ صادر کرنے کا پس منظر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس نے ان اقسام میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہے، اسلام کی ضد یا نقیض پر ڈائریکٹ عمل کیا ہے اور جان بوجھ کر یا انجانے میں نقیض اسلام یا ضد اسلام کو گلے لگا لیا۔ (اصول تکفیر ص ۱۳۱)

معرض نے کہا کہ جب جان لیا کہ کفر ہے پھر تو بہ نہ کی تو التزام کفر ہے مگر یہاں پیر چشتی کہتا ہے کہ جان بوجھ کر یا انجانے میں ہو تب بھی التزام الکفر ثابت ہو جائے گا۔

التزام کفر کی ایک تعریف اور بھی ہے جس کو صریح کفر کہا گیا ہے اس تعریف کی رو سے بھی احمد رضا خان نہیں بچتا لیکن فی الحال کیلئے اتنا کافی ہے وہ تعریف ہم ان شاء اللہ اگلے مضمون میں پیش کریں گے۔

اللہ اکبر!

آج تک رضا خانی علماء دیوبند پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگوں گستاخوں کا دفاع کرتے ہیں انہیں کافر نہیں کہتے انہیں مسلمان جانتے ہیں مگر آج رضا خانیوں کو وہ دن دیکھنا پڑا کہ جس شخص کے بارے میں انہوں نے خود کہا کہ اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کو ایسی ایسی غلیظ ننگی گالیاں دی ہیں جو کسی یہودی عیسائی مشرک نے بھی نہیں دیں ہوں گی۔ ایسے شخص کو کافر نہ قرار دینے کیلئے پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں اور سارا زور اس پر لگا رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کا دامن ان گالیوں سے پاک کر دیا جائے واہ شہید واہ تیرا دشمن ہی تیرا وعدہ معاف گواہ۔

ایک اور سوال

جب بقول تمہارے شاہ نے توبہ کر لی تھی تو آج ان اقوال کو قطعاً و یقیناً شاہ صاحب کی طرف منسوب کر کے ان کو گالیاں دینا کہاں کا انصاف ہے؟ حدیث میں تو ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے نبی کریم ﷺ کی جان کے درپے تھے، تو کیا اب یہ کہنا کھلی ہوئی ڈھٹائی نہ ہوگی کہ عمر فاروق تو وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے جان کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ۔ تو جب توبہ کر لی پھر بھی ان کفریات کو اس کی طرف منسوب کرنا کیا کھلی ہوئی ڈھٹائی نہیں؟

بریلوی اصول

احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے رضا خانی مظلوم بن کر کہتا ہے کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام کی مراد خود سمجھتا ہے اس لئے اس کی تشریح مقبول ہوگی۔ جناب من یہ اصول آپ کے علماء نے بھی لکھا ہے احمد رضا خان کہتا ہے تصنیف را مصنف نیکو کنند بیان (کلیات مکاتیب رضا) اور اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق

قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے۔“

(تنویر الابصار ص ۷)

تمہارے ساتھ ہمارا بنیادی جھگڑا ہی یہی ہے کہ عقیدہ ہمارا ہوتا ہے عبارت ہماری ہوتی ہے مگر اس کی شرح تم کرتے ہو اس کا مطلب تم بیان کرتے ہو اور جو اس مطلب کو نہ مانے وہ بھی کافر۔ لہذا اس اصول کے تحت پہلے تم ہمارے اکابر کے عقائد جو ہمارے اکابر یا ہم خود بیان کریں مان لو اس کے بعد ہم تمہارے متکلم کی مراد پر بھی غور کر لیں گے۔

شرح نبراس

شرح نبراس کی جو عبارت پیش کی وہ صرف اس قدر ہے کہ قد تقرّر فی الشرع ان التزام الکفر کفر لا لزومہ

موصوف نے اس کا کوئی صفحہ نمبر نہیں لکھا کوئی بات نہیں ہم بتا دیتے ہیں یہ عبارت نبراس کے ص ۱۹۹ مطبوعہ نور یہ رضویہ لاہور پر موجود ہے۔ اس عبارت کا مطلب وترجمہ صرف اتنا ہے کہ شریعت میں التزم کفر پر تکفیر ہوتی ہے نہ کہ لزوم کفر پر۔ اب بریکٹوں میں جو حاشیہ نگار معترض نے کی ہے وہ ان کی اپنی پیداوار ہے علامہ فرہاروی اس کے ذمہ دار نہیں۔

کفر تکفیری و کلامی

رضا خانی معترض کہتا ہے کہ ”فقہاء جس کلام کو صریح سمجھیں لازمی نہیں کہ متکلمین اس کلام کو صریح کفر کہیں..... اسماعیل دہلوی جمہور فقہاء کے مذہب پر کافر ہے اور جمہور متکلمین کے مذہب پر مبتدع و بد مذہب ہے۔“

گویا موصوف کے نزدیک جمہور فقہاء کے نزدیک شاہ صاحب معاذ اللہ کافر ہیں مگر احمد رضا خان نے متکلمین کے مذہب کو اختیار کیا اور اس مذہب پر شاہ صاحب کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ پہلی بات: احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ اسمعیلیہ اور اس کے امام نافر جام پر قطعاً یقیناً اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر۔ (الکوئبہ ص ۶۲)

تو جناب جس کے ارتداد پر ”پوری امت کا اجماع ہو“ اور جس شخص پر ”قطعاً یقیناً جزماً“ کفر لازم ہو اس کو محض ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجماع سے منہ موڑتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجماع کرنے والا کیا

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى و
نصله جهنم وسألت مصيرا

کا مصداق نہیں؟ پھر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ احمد رضا خان دوسروں کو غیر مقلد و ہابی کہیں اور خود
اتنے بڑے لامذہب غیر مقلد و ہابی خود پرست کہ جمہور فقہاء کرام و اصحاب فتاویٰ اکابر و اعلام
باجماع جن کو مرتد و کافر جزما قطعاً ٹھہرائیں اور جو تکفیر نہ کریں اس کو کافر کہیں یہ لامذہب غیر مقلد
خفیہ و ہابی عبد الہوی سب کے خلاف اپنی رائے پیش کرے کہ ”میرے نزدیک وہ مناسبت اور
مرضی و مختار ہے جو اجماع کے مخالف جماہیر فقہاء و اصحاب فتویٰ کی جزم کے قطع کے خلاف“۔ یہ تو
کہو تم ہو کون؟ کس کھیت کے بھولے ہو؟ تمہیں پوچھتا کون ہے؟ فتویٰ میں صاحب مذہب امام
صاحب امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے تلامذہ یا دیگر اصحاب فتاویٰ کا فتویٰ نفی کرنا
چاہئے تھا نہ اپنی رائے کیا مقلد فتویٰ اسی طرح دیا کرتے ہیں؟
پیر محمد چشتی لکھتا ہے:

”من جملہ ان میں سے یہ کہ التزام کفر کرنے والے شخص کو کافر کہنا اس کے کفر کا
فتویٰ دینا اس کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرنے کے واجب ہونے پر تمام
اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے جس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں بخلاف لزوم
کفر کے کہ ان احکام کو اس پر لاگو کرنے کا قول چند علماء احناف کے سوا کسی اور
نے نہیں کیا۔“

(اصول تکفیر ص ۴۰)

پس جب شاہ صاحب کی تکفیر پر بقول تمہارے امام کے پوری امت کا اجماع ہے تو یقیناً شاہ
صاحب نے التزام کفر ہی کیا ہو گا ورنہ جواب دو کہ پوری امت چند علماء احناف کے مرجوح قول
پر کیسے متفق ہو گئی؟ نیز لزوم کفر جسے تم کفر فقہی سے بھی تعبیر کر رہے ہو اس میں کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا
تو محض چند علماء احناف سے منقول ہے التزام کفر پر تکفیر کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے اس
میں کسی کا اختلاف نہیں پس اس صورت میں فقہی و کلامی کفر کی تقسیم ہی تمہارے اس اصول کی
روشنی میں باطل ہوئی کیونکہ جس کفر پر تکفیر ہوتی ہے اس پر فقہاء و متکلمین دونوں مجتمع ہیں۔ اور یہ

کفر بقول تمہارے شاہ صاحب میں پایا گیا۔

ثانیاً: مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

شفا شریف ویز از یہ و در روغر و فتاویٰ خیر یہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ ﷺ ومن شک فی عذابہ و

کفرہ کفر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان

اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کاسر

ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (تمہید ایمان ص ۳۸)

پس جب تم بھی مانتے ہو کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں سڑی سڑی گالیاں

دی ہیں تو شاہ صاحب کے کفر پر اجماع ہوا تو فقہاء و متکلمین کی تفریق کا کیا معنی؟ احمد رضا خان

کہتا ہے کہ شاہ صاحب کی تکفیر نہ کرنا ہی صواب ہے گویا تکفیر کرنا خطا ہے اب جو پوری امت کو خطا

پر مانے اجماع کا نہ صرف انکار کرے بلکہ اس اجماع کو خطا پر مانے تو وہ خود کیا ہے؟

ثالثاً: مزید لکھتا ہے:

”لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان

من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی

شرح التحریر یعنی ضروریات اسلام میں سے کسی چیز میں خلاف

کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات

میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن ہمام میں فرمایا۔“ (تمہید

ایمان ص ۲۱ مکتبہ نوریہ رضویہ و کتوریہ مارکیٹ سکھر)

اور یہ بات ما قبل میں ثابت کی جا چکی ہے کہ شاہ صاحب نے بقول رضا خانیوں کے ضروریات

دین کا انکار کیا ہے جو التزام کفر ہے اور احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ جو ضروریات دین کا انکار

کرے اس کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے لہذا تکفیر کلامی و فقہی کی تفریق ہی شاہ صاحب

کے متعلق باطل ہے۔

تکفیر کلامی و تکفیر فقہی کسے کہتے ہیں

آل قارون احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف موصوف لکھتے ہیں:

”ازالة العار بحجج الکرائم من کلاب النار دیکھئے بار اول ص ۱۳۱ کو عظیم آباد میں چھپا اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں سے جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔“

(تمہید ایمان ص ۵۳، ۵۴)

لوحی احمد رضا خان نے خود ”تکفیر کلامی“ کی تعریف کر دی کہ تکفیر کلامی اسے کہتے ہیں کہ جس میں ضروریات دین کا انکار کیا جائے اور ہم ماقبل میں ثابت کر آئیں کہ رضا خانیوں کے نزدیک شاہ صاحب نے معاذ اللہ ضروریات دین کا انکار کیا لہذا شاہ صاحب متکلمین کے نزدیک بھی کافر ہوئے معاذ اللہ اب ان کو کافر نہ کہہ کر احمد رضا خان خود کافر ہو گیا۔ ایک اور جگہ علم کلام کی کتاب کا حوالے سے لکھتے ہیں:

”شرح فقہ اکبر میں ہے:

”فی المواقف لا یکفر اهل القبلة الا فیما فیہ انکار ما علم
مجینہ بالضرورة والجمع علیہ کاستحلال المحرمات
..... یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب
ضروریات دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو
حلال جاننا۔“ (تمہید ایمان ص ۳۸، ۳۹)

شرح مواقف و فقہ اکبر دونوں علم کلام کی کتابیں ہیں اس بھی معلوم ہو گیا کہ متکلمین ”ضروریات دین“ کا انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں اور ماقبل میں واضح کر دیا گیا کہ بقول احمد رضا خان کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ تمام ضروریات دین کا انکار کیا۔ اس پر بھی غور کریں کہ اس حوالے میں ”اجماع امت“ کا انکار کرنے والے کو بھی متکلمین کے نزدیک کافر کہا گیا ہے اور رضا خانیوں کے

نزدیک شاہ صاحب کی تکفیر پر معاذ اللہ پوری امت کا اجماع ہوا ہے اور احمد رضا خان اس اجماع کے منکر ہوئے لہذا اس صورت میں بھی احمد رضا خان پر کفر کلامی لازم ہوا۔

شہید تاجہ پر سلام

رضا خانیو! میں پہلے کہہ چکا ہوں اولیاء اللہ امت پر تمہاری بکو اس اور تکفیر نے ہی تمہیں آج ذلت و رسوائی کے یہ دن دکھائے ہیں تم ایڑی چوٹی کا زور لگا لو خدا کی قسم احمد رضا خان کافر ہے..... کافر ہے..... کافر ہے..... کوئی مائی کا لعل رضا خانی اسے مسلمان حلالی ثابت نہیں کر سکتا، تم جستی تاویل میں کر لو اپنے ہی امام کی رسوائی کا سامان کرو گے

عجیب مشکل میں آیا ہے سینے والا جیب و داماں کا جو یہ ٹانگا تو وہ ادھر اچھوہ ٹانگا تو یہ ادھر ا

مصطفیٰ رضا خان کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف

”اسماعیل دہلوی کے متعلق ایک شبہ کا زالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص و توہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ اشرف علی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمانوں ہوشیار ہوں یہاں خبیثاء کا تخت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی مراد لئے ہوں۔ شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا

کافی ہے کہ ایک قول پر فقہاء تکفیر فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرتے
..... ان خبیثاء کے اقوال بدتر از ابوال (یعنی پیشاب سے بدتر
اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کی بھی گنجائش نہیں البتہ ان کیلئے یہ حکم ہے
کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے

(ملفوظات تحریف شدہ ص ۲۷۱ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب تک قارئین نے خوب اندازہ لگالیا ہوگا کہ مسلمانوں کو دھوکا ہم نہیں بلکہ مصطفیٰ رضا خان اور
اس قبیل کے خبیثاء دیتے آرہے ہیں ہم تو ان کی اس بے ہودہ تاویل اور ذلیل دھوکے کاروان ہی
کے مسلمات سے کر رہے ہیں۔

تجزیہ: مصطفیٰ رضا خان کی اپنے ابا جان کے دفاع میں کی گئی اس تاویل سے معلوم ہوا کہ
متکلمین کے نزدیک اگر کسی قول میں گنجائش ہو تو تکفیر نہیں کی جاتی جبکہ فقہاء کر دیتے ہیں۔ اور
آگے شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا۔ اب آئے پہلے شرح فقہ اکبر کی وہ عبارت ملاحظہ فرماتے ہیں جس
کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں۔

وقد ذکرنا المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و
تسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه كان الاولى
للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال النافي لان الخطاء في
ايقاء الف كافر اهن من الخطاء في افناء مسلم واحد۔
(شرح فقہ الاکبر ص ۲۴۵، ۲۴۶ دار البشائر۔ بیروت)

پوری رضا خانیت سے ایک بار پھر ہمارا وہی سوال
ما قبل میں شریف الحق امجدی کے حوالے سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ احمد رضا خان نے تکفیر اس لئے
نہیں کی کہ ان کلمات میں احمد رضا خان کو اسلامی پہلو نظر آیا۔ یہی بات اب مصطفیٰ رضا خان نے
کی ہے۔ اب ہم پوری دنیاے رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ اسلام کا وہ پہلو جو ان عبارات
میں احمد رضا خان کو نظر آیا بیان کریں، اور جب احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ اگر ۹۹ کفر ہوں ایک
احتمال اسلام کا ہو تو مسلمان ہی کہیں گے عبارت کو اسی اسلامی معنی پر محمول کریں گے (ملخصاً)

تمہید ایمان) تو اپنے اعلیٰ حضرت کی نمک حلائی کرتے ہوئے آج کے نو مولود اس اسلامی پہلو کو لے کر حضرت شاہ صاحب کو مسلمان ماننے کیلئے تیار کیوں نہیں؟

رضا خانیوں کے بقول شاہ صاحب کی عبارات میں تاویل کی گنجائش نہیں
آل قارون احمد رضا خان لکھتا ہے:

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ نہیں (الکوۃ الشہابیہ ص ۳۲ مطبوعہ مراد آباد)

اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و شتم کے لفظ لکھ دئے (ایضاً ص ۳۰)

لیجئے یہاں تو خان صاحب نے بالکل یہ تاویل ہی کی نفی فرمادی یعنی اس کلام میں بجز کھلی گستاخی اور دشنام دہی اور گالی کے کوئی قریب و بعید تاویل ہو ہی نہیں سکتی اس بناء پر یہ کلام صریح متعین ہوا کہ جس کے کفر ہونے میں بقول تمہارے فقہاء و متکلمین دونوں متفق ہیں۔

الطاف سعیدی لکھتا ہے: ”ان میں تاویل کی گنجائش نہیں ملتی وہ صریح کفر ہیں (گستاخ کون ص ۱۲۳)

مصطفیٰ رضا خان کا یہی رونا تھا کہ کلام میں تاویل موجود ہے لیجئے جب صریح کفر ہیں تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں تو متکلمین کے مذہب پر تکفیر لازم تھی جو نہیں کی لہذا اب بریلوی اگر احمد رضا خان کے کفر میں کف لسان یا سکوت بھی کریں تو من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کے زمرے میں آئیں گے۔

صریح اور پیر محمد چشتی

کلام صریح اور تاویل کی گنجائش نہیں ملتی جیسے الفاظ کے بارے میں آپ کا شیخ الحدیث کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”جہاں پر صراحتاً التزام کفر ہو وہ تاویل کا محل ہی نہیں ہوتا اس لئے کلام صریح اپنے معنی و مفہوم پر واضح دلالت کرنے کی وجہ سے قرینہ و دلیل کا محتاج نہیں

ہوتا اور اپنے معنی مدلول کے سوا کسی اور کا احتمال ہی نہیں رکھتا تو پھر محسل تاویل ہونے کا مقصد ہی کیا؟“ (اصول تکفیر ص ۱۳۴)

پیر صاحب صریح کی تعریف لکھنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

”صریح کا یہ مفہوم اور التزام کفر کی مذکورہ قسموں پر بدرجہ اتم منطبق ہونے کی بناء پر ان میں سے کوئی قسم ایسی نہیں کو قابل تاویل ہو محتاج نیت و دلیل ہو یا اپنے مفہوم و مدلول کے سوا کسی اور مفہوم کا احتمال رکھتی ہو کسی کلام کا محل تاویل ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے علم کلام کے علاوہ کتب فتاویٰ میں بھی یہی کچھ لکھا ہوا موجود ہے۔“

(اصول تکفیر ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ صریح کلام، تاویل میں کلام کی کوئی گنجائش نہیں، جیسے الفاظ مستعمل ہی التزام کفر کیلئے ہوتے ہیں۔ پیر چشتی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام میں تاویل کی گنجائش نہیں یا تاویل کا محل ہی نہیں صریح کا یہی مفہوم علم کلام ہی کا ہے اس کے علاوہ فقہاء بھی صریح سے یہی مطلب لیتے ہیں تو اب معلوم ہو کہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں تاویل بعید یا قریب کی کوئی گنجائش نہیں وہ بالکل صریح ہیں متکلمین ہی کے مذہب پر کہا گیا، خاص کر جبکہ احمد رضا خان کا مذہب بقول رضا خانیوں کے تکفیر کے معاملے میں تھا ہی متکلمین کا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متکلمین کے مذہب میں بھی ان عبارتوں میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تھی تکفیر لازم تھی جو نہ کی لہذا احمد رضا خان اپنے ہی فتوؤں سے جہنم واصل ہوا۔

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

”تنقیص شان سید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صاف صریح نا قابل

تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام

ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔“ (تمہید ایمان ص ۴۶)

خلیل رانا سعیدی لکھتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک کوئی تاویل ضعیف جس کی تعبیر اس نے بریکٹ میں تاویل فاسد سے کی موجود ہو تو تکفیر نہیں کرتے حالانکہ تاویل فاسد خود کفر ہے۔ احمد سعید کاظمی رضا خانی لکھتا ہے:

”مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی“۔ (الحق المبین ص ۲۷)

نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صریح دلالت الفاظ جو بے ادبی و گستاخی پر دلالت کریں ان کا عہد اور بلا جبر و اکراہ بارگاہ نبوی میں استعمال باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ یہ الفاظ توہین و تحقیر پر دال ہیں کفر ہے ان میں توجیہ و تاویل کا کوئی جواز نہیں اور اس میں مراد متکلم نہ ہونے والا عذر قابل قبول نہیں ہے“۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۲۵)

پس جب خود مانتے ہو کہ صریح میں سرے سے تاویل کا احتمال ہی نہیں خواہ قریب ہو یا بعید تو یہ کہنا کہ شاہ صاحب کی عبارت میں تاویل بعید کا احتمال ہے نری جہالت و منافقت نہیں۔ پھر جب ہم پوچھتے کہ اچھا چلو تاویل تھی تو کونسی تھی کونسا اسلامی معنی تھا جو ان عبارات میں تھا جس کی وجہ سے احمد رضا خان نے تکفیر نہیں کی تو وہ معنی بھی نہیں بتاتے یہ منافقت آخر کب تک؟ ہو سکتا ہے کہ خلیل رانا سعیدی صاحب اپنا علمی رعب ڈالنے کیلئے الموت الاحمر سے نقل مارتے ہوئے کہیں کہ صریح دو قسم پر ہے ایک صریح متبیین ایک صریح متعین صراط مستقیم میں صریح متبیین تو ہے مگر صریح متعین نہیں تو سعیدی صاحب نے خود یہ کہہ کر:

مصنف نے اپنا مسئلہ بیان کرنے کے بعد پھر اس مسئلہ کی توجیہ بیان کی تو خیال آں (شیخ کا خیال) کے الفاظ بولے جس سے صرف ہمت بسوئے شیخ کے الفاظ کی مراد اس کی اپنی زبان سے بیان ہو گئی کہ ہمت سے یہاں خیال مراد ہے مصنف کی مراد یہاں (ہمت بسوئے شیخ) سے (شیخ کا خیال) نہ کہ کچھ اور۔ داخلی شہادت کے بعد خارجی حوالوں کی نہ ضرورت ہے اور نہ داخلی شہادت و قرینہ کے ہوتے ہوئے زیر بحث مقام کی مراد متعین کر سکتے ہیں۔

لوحی سعیدی نے خود اقرار کر لیا کہ شاہ صاحب کی عبارت صریح متعین ہے انہوں نے اپنے معنی و مطلب جسے ہم کائنات کی وہ بدترین گالی سمجھتے ہیں جسے آج تک کسی پنڈت نے بھی نبی کریم

ﷺ کو نہ دی ہوگی معاذ اللہ خود مراد لئے ہیں۔ لہذا یہ عبارت صریح متعین و متعین دونوں کو شامل ہے۔ لوجی آخری تنکے کا سہارا بھی گیا۔ یہاں بطور الزام ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ تم علما، دیوبند کی جن عبارتوں پر اعتراض کرتے ہو ان کے متعلق وہ چنچ چنچ کر رہ چکے ہیں کہ ہماری مراد یہ نہیں تھا تو یہ صریح متعین والی تاویل علمائے دیوبند کی باری میں کہاں گھاس چرنے چلی جاتی ہے؟

تکفیر فقہی و کلامی کی تعریف حنیف قریشی اینڈ پارٹی کے نزدیک

”در اصل تکفیر دو طرح کی ہے تکفیر فقہی اور تکفیر کلامی بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے فقہاء کرام کفر کے لازم آنے پر قائل پر حکم تکفیر صادر کرتے ہوئے اس کی تکفیر کر دیتے ہیں یہ ”تکفیر فقہی“ کہلاتی ہے اور علم کلام میں لزوم پر تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ التزام پر کی جاتی ہے اس کو ”تکفیر کلامی“ کہتے ہیں اعلیٰ حضرت کا امام ابو ہاشم شاہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہ فرمانا فقہی حوالے سے نہ تھا بلکہ کلامی تھا..... اس لئے کہ متکلمین کے نزدیک لزوم و التزام کا فرق کیا جاتا ہے یعنی متکلمین کے نزدیک لزوم کفر نہیں بلکہ التزام کفر ہے۔“

(گستاخ کون ص ۱۱۹)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ تکفیر فقہی لزوم کفر کو کہتے ہیں اور تکفیر کلامی التزام کفر کو کہتے ہیں اور دونوں پر سیر حاصل گفتگو ہم ماقبل میں کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے مسلمات کی رو سے شاہ صاحب پر لزوم کفر و التزام کفر دونوں ثابت ہے اور احمد رضا خان تکفیر نہ کر کے خود کافر ہو گیا۔

اس تعریف کی رو سے شاہ صاحب کی عبارات کفر نہیں

”حنیف قریشی اینڈ کو“ لکھتے ہیں: متکلمین کے نزدیک لزوم کفر کفر نہیں بلکہ التزام کفر ہے، اور رضا خانی کہتے ہیں کہ احمد رضا خان کے ہاں شاہ صاحب کی عبارات میں لزوم کفر نہ تھا اور رضا خانیوں نے تسلیم کر لیا کہ لزوم کفر متکلمین کے نزدیک کفر نہیں ہوتا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ احمد رضا خان کا مسلک تکفیر کے بارے میں متکلمین کا تھا تو اس سب سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی عبارات میں سے کوئی بھی چیز کفر نہیں کیونکہ لزوم کفر کو متکلمین کفر نہیں کہتے۔ واہ شہید واہ زندہ باد۔

سعیدی صاحب آپ نے تو تیمور رضا خانی سے بھی زیادہ احمد رضا خان کی مٹی پلید کر دی۔

کلامی اور فقہی کفر میں بھلا کیا فرق ہے؟

رضا خانیوں نے کلامی تکفیر کیلئے یہ کلیہ ذکر کیا کہ اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں ایک احتمال اسلام کا تو اسلام کے پہلو کو سامنے رکھ کر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ تو یہی بات تو فقہاء بھی کہتے ہیں چسند حوالے خود احمد رضا خان کی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں:

”بلکہ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا.....

شرح فقہ اکبر میں ہے

وقد ذکر وان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه كان الاولى للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال النافي لان الخطاء في ابقاء الف كافر اهن من الخطاء في افناء مسلم واحد“۔

فتاویٰ خلاصہ و جامع الفصولین ومحیط و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا كانت في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي والقاضي ان يميل الى ذلك الوجه ولا يفتي بكفره تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان لم يكن لا ينفعه حمل المفتي كلامه على وجه لا يوجب التكفير

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانهر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں

ہے۔ تا تا رخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ و غیر یہا میں ہے
 لا یکفر بالمحتمل لان الکفر تہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ
 فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانہایۃ
 بحر المرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام و غیر ہا
 میں ہے
 والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی
 محمل حسن

(تمہید ایمان ص ۴۴ تا ۴۷)

اب جب فقہاء و متکلمین دونوں ہی اس حد درجہ احتیاط پر ہیں ایک بھی کہہ رہا ہے کہ جب تک
 ایک بھی احتمال ہوگا ہم تکفیر نہیں کریں گے دوسرا بھی یہی کہہ رہا ہے تو آخر ان دونوں کے درمیان
 فتوائے تکفیر میں ”اصولی اختلاف“ کس بنیاد پر ہوا؟ احمد رضا خان نے یہ جتنی کتب پیش کی ہیں یہ
 فقہاء کی ہیں یا متکلمین کی؟ پس یہ عبارات جن سے بوضاحت یہ ثابت ہو گیا کہ فقہاء علیہم الرحمۃ
 وہی فرماتے ہیں جو متکلمین فرماتے ہیں۔ پھر بقول تمہارے اختلاف کیا ہے؟ مسلمان کے کلام
 میں جب ادنیٰ سے ادنیٰ اور ضعیف سے ضعیف احتمال بھی فقہاء کے نزدیک حکم کفر کی اجازت نہیں
 دیتا تو اس کے بعد احتیاط کا کون سا مرتبہ ہے جس کو خان صاحب اور ان کے اتباع متکلمین کی
 طرف منسوب کرتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان ان حوالوں کے بعد لکھتا ہے:

”محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے
 اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین
 ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے۔“

(تمہید ایمان ص ۴۶)

لوجی جس احتیاط و تحسین ظن کو متکلمین کا طرہ امتیاز کہا جا رہا تھا وہی احتیاط فقہاء کے ہاں بھی ہے۔
 تو اب بتاؤ تمہاری انہی عبارتوں کے بعد ان دونوں کے مسلک و مذہب میں آخر فرق کیا ہوا؟

احتمال بعید و ضعیف کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں
مولوی ریحان حسین رضا خانی لکھتا ہے:

”ہر چند کے بجائے خود یہ مسئلہ نہایت صحیح و مسلم اور در مختار، شامی، درر،
غرر وغیرہ کتب معتبرہ میں مصرح ہے کہ حتی الامکان مسلمان پر حکم کفر نہ
کیا جائے یہاں تک کہ کفر کفر کے وجوہ اگر متعدد ہوں اور عدم تکفیر کی
صرف ایک ہی وجہ اور وہ بھی روایت ضعیف تب بھی مفتی کو اسی وجہ کی
بنیاد پر عدم تکفیر کرنا چاہئے لیکن یہ اس وقت ہے کہ قائل کا کلام کفر اور
عدم کفر میں محتمل ہو اور مدلول کفر میں صریح اور نص نہ ہو اس وجہ سے کہ
قول صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں

کما فی الشفاء التاویل فی صراح لا یقبل صریح میں تاویل غیر
مقبول ہے

ونسیم الریاض ولا یلتفت لمثله ویعدہ ھذا ناسا صریح الفاظ میں
کسی طرح کی تاویل غیر مقبول ہے

وشرح الشفاء للعلامة القاری هو مردود عند قواعد الشریعة
قانون شرع کے اعتبار سے صریح لفظ میں تاویل مردود ہے۔“
(فتاویٰ مصطفویہ، ص ۶۲۵ برکاتی پہلی شراذ کرچی)

لوجی جب ”احتمال ضعیف و بعید“ جس کو تم متکلمین کے ذمہ لگا کر احمد رضا خان کو بچانا چاہتے ہو
اس کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں لہذا اب تکفیر خواہ فقہاء کے مذہب پر ہو یا متکلمین کے مذہب
پر بہر صورت احمد رضا پر لازم تھی جو نہ کی۔ نیز آگے لیکن استدراک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ
احتمال ضعیف بعید صریح متعین متعین یہ سارے ڈھکوسلے اس وقت کا آمد ہوں گے جب ”صریح“
”نہ ہو جب صریح ہو تو سرے سے تاویل کی کوئی صورت ہی نہیں اور شاہ صاحب کی عبارتیں تم
صریح مان چکے ہو لہذا یہ ساری تاویلات سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں۔“

احمد رضا خان بریلوی کا مذہب تکفیر کے بارے میں فقہاء ہی کا تھا
مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے

”بعد ما حقق ان صاحب البدعة المكفرة اعنى به كل مدع
للاسلام منكر لشيء من ضروريات الدين كافر باليقين وفي
الصلوة خلفه وعليه المناكحة والذبيحة والمجالسة
والمكالمة وسائر المعاملات حكمه حكم المرتدين
كما نص عليه في كتب المذهب كالهداية والغرر وملتقى
الابحار والدر المختار ومجمع الانهر وشرح النقاية
للبرجندي والفتاوى الظهيرية والطريقة المحمدية
والحديقة الندية وفتاوى الهندية وغير هاتون وشروحو
فتاوى

اولا تحقيق كي كه بدعت كفرية والا يعنى هروه شخص كه دعوى اسلام كه
ساتھ ضروريات دين ميں سے كسى چيز كا منكر هو يقينا كافر هے اس كه
پچھے نماز پڑھنے اور اس كه جنازے كي نماز پڑھنے اور اس كه شادي
بياہ اور اس كه ہاتھ كا ذبيحہ كھانے اور اس كه پاس بيٹھنے اور اس سے
بات چيت كرنے اور تمام معاملات ميں اس كا حكم بعينه وهى هے جو
مرتدوں كا حكم هے جيسا كه كتب مذهب مثل هداية وغرر وملتقى الابحر ودر
مختار ومجمع الانهر وشرح نقاية برجندي وفتاوى ظهيرية وطريقة محمدية وحديقة
ندية وفتاوى عالمگیری وغير هاتون وشروح وفتاوى ميں تصریح هے

(حسام الحرمین ص ۷۵)

مزید لکھتا ہے

وبالجملة هو لاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن
الاسلام باجماع المسلمين وقد قال في البزازیة والدرر
والغرر والفتاوى الخيرية ومجمع الانهر والدر المختار و

غیر ہا من معتمدات الاسفار فی مثل ہولاء الکفار من شک
فی کفرہ وعذابہ فقد کفر وقال فی الشفاء الشریف وتکفر من
لم یکفر من دان بغير ملة الاسلام من الملل ووقف فیہم او
شک وقال فی البحر الرائق وغیرہ من حسن کلام اہل
الاهواء وقال معنوی او کلام لمعنی صحیح ان کان ذالک
کفر من القائل کفر المحسن وقال الامام ابن حجر فی
الاعلام فی فصل الکفر المتق علیہ من ائمتنا الاعلام من تلفظ
بلفظ الکفر یکفر وکل من استحسنہ اور ضعی بہ یکفر

خلاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد باجماع امت
اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزاز یہ وردر و غرر اور فتاویٰ خیر یہ
اور مجمع الانہر اور در مختار وغیرہ معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق
میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے اور
شفاء شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس
نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں
توقف کیا یا شک لائے اور بحر رائق وغیرہ میں فرمایا جو بدوینوں کی
بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح
معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا
ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس
فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے
آئمہ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس
کی بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے

(حسام الحرمین ص ۹۰)

مولوی مصطفیٰ رضا خان بریلوی کہتا ہے کہ میرے ابا احمد رضا خان نے حسام الحرمین متکلمین کے
مذہب پر اور الکوکبۃ الشہابیہ فقہاء کے مذہب پر لکھی ہے (الموت الاحمر)۔ اب سوال یہ ہے کہ
احمد رضا خان نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے کیلئے جتنی کتابوں کے حوالے نقل کئے یہ سب

فقہ کی کتابیں ہیں یا علم کلام کی؟ یقیناً فقہ کی پس اگر ان فقہاء کا فتویٰ و مسلک حسام الحرمین میں نقل کیا جائے تو یہ فقہاء اور ان کی کتابیں نہ جانے کونسے انتہا منتر سے متکلمین کی بن جاتی ہیں اور جب انہی فقہاء کے حوالے لکوکبۃ الشہابیہ میں نقل ہوتے ہیں وہ وہاں تکفیر احتیاط کے خلاف ہو جاتی ہے اور یہ حسام الحرمین والے متکلمین وہاں فقیہ بن جاتے ہیں۔ کیا گورکھ دھندا ہے؟ جھوٹ کی بھی حد ہوتی ہے یہ کہنا کہ حسام الحرمین متکلمین کے مذہب پر لکھی گئی تھی اور لکوکبۃ الشہابیہ فقہاء کے مذہب پر باطل محض ہے دونوں کتابیں فقہاء کے مذہب پر ہی لکھی گئی ہیں اور احمد رضا خان کا مسلک بھی تکفیر کے معاملے میں فقہاء ہی کا تھا۔

فضل حق خیر آبادی نے تکفیر کلامی کی تھی

فضل حق خیر آبادی نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو فتویٰ دیا وہ یوں ہے:

”اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہر گز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک کرے و تردید لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر بے دین اور نامسلمان و لعین ہے۔“ (تحقیق الفتویٰ ص ۷۷)

رضا خانی حضرات نے اپنی کتابوں میں یہ بھی جھوٹ بولا کہ فضل حق نے تکفیر فقہی کی تھی اس لئے احمد رضا خان اس کی زد میں نہیں حالانکہ یہ تکفیر فقہی نہیں بلکہ رضا خانی اصول کے مطابق کلامی ہے اس لئے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کیلئے یہی فتویٰ ہے:

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

اور یہی فتویٰ فضل حق اینڈ پارٹی نے شاہ صاحب کے متعلق دیا اب شاہ صاحب کی تکفیر میں کف لسان سکوت توقف کرنے والا اور انہیں مسلمان جاننے والا بھی فضل حق خیر آبادی کے فتوے کی رو سے مرتد زہیم جہنمی ہے۔ ہم نے ماقبل میں بھی یہی کہا تھا کہ چلو فی الحال کیلئے اس بحث کو ایک طرف رکھ لو کہ احمد رضا خان نے تکفیر کیوں نہیں کی اتنا تو مان لو کہ فضل حق اینڈ پارٹی کی رو سے احمد رضا خان کا زہیم ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ فضل حق اینڈ پارٹی نے تکفیر کلامی کی تھی اس پر

دلیل خود انہی کے گھر سے ملاحظہ ہو۔

اسید الحق قادری بدایونی لکھتا ہے:

”دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر عائد کیا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں ”تکفیر کلامی“ کہتے ہیں، ”تکفیر کلامی“ اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک قائل کفر کا التزام نہ کر لے، اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المتکلم، اور احتمال فی التکلم وغیرہ رفع نہ ہو جائیں، اور قائل کے کلام میں تاویل قریب یا تاویل بعید کسی قسم کی تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف ”تکفیر فقہی“ کے لئے محض کفر کا لزوم کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتویٰ والے حکم کفر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تکفیر تکفیر فقہی نہیں بلکہ تکفیر کلامی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری طور پر تکفیر کلامی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد عائد کیا گیا ہے۔“

(خیر آبادیات، ص ۱۳۷ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

لوجی اب تک کی ساری تاویلات کی پٹاری کو اسید الحق نے آگ لگا دی، تیمور رضا خانی اور الطاف حسین ہومیو پیتھی آنکھیں کھول کر دیکھو فضل حق خیر آبادی کے فتوے میں ”احتمال فی المتکلم“ بھی نہیں تھا۔

سنجھل کر چھیڑنا اے طفل دل زلف پریشان کو لپٹ جاتی ہے یہ عشاق سے کالی بلا ہو کر

فضل اللہ چشتی صابری رضا خانی کا جھوٹ

یہ رضا خانی اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

امام فضل حق خیر آبادی چشتی۔۔۔ متوفی ۱۲۷۷ھ نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (مطبوعہ مجمع الاسلامی، مبارک پور، یوپی) اس عبارت کی بنیاد پر سترہ ۷ دیگر علمائے کرام کے ساتھ اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ (تحریفات، ص ۱۳۱، مکتبہ غوثیہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ وہ کلامی تکفیر اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق تھی، لیکن یاد رہے کہ یہ فضل اللہ صابری کا وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت سارے چنوں منوں رضا خانی سرکردہ بارہ زندہ ہو جائیں تب بھی نہیں دے سکتے دوسروں کو جھوٹا کہنے والے سعیدی رضا خانی کذاب کے یہ دوست بھی سعیدی ہی کی طرح کذاب ہے اب یا تو سعیدی اس جھوٹ کا ثبوت دے یا اپنے دوست کو ہماری طرف سے یہ ہدیہ بھیجے

لعنة الله على الكاذبين

فضل اللہ چشتی لکھتا ہے:

”اس کتاب میں موجود تحریفات کی تلاش و جستجو میں محترم خلیل احمد رانا سعیدی کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کام میں میری بڑی مدد و رہنمائی کی“ (تحریفات ص ۴)

قاضی فضل احمد رضا خانی نے تو یہاں تک کہا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر عرب و عجم کی طرف سے اس کی کتاب اور اس پر کفر کے فتوے دئے جا چکے ہیں (ملخصاً انوار آفتاب صداقت جدید ایڈیشن ص ۱۹۶)

سوال یہ ہے کہ بقول رضا خانیوں کے علماء عرب و عجم اگر علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے دیں تو وہ تکفیر کلامی ہو جاتی ہے تو انہی علماء عرب و عجم نے شاہ صاحب پر فتویٰ دیا وہ کلامی کیوں نہ ہوا؟

خلاصہ بحث

پس اب تم ان میں لزوم کفر مانو یا التزام کفر، صریح مانو یا محتمل، صریح متبیین مانو یا متعین، احتمال بعید مانو یا قریب، کفر قفہی مانو یا کلامی بہر صورت احمد رضا خان ان تمام کی زد میں اور تم نے اب تک جتنی تاویلیں کی ان سب نے احمد رضا خان کے جہنمی مرتد ولد الحرام ہونے پر رجسٹری کر دی۔ اب جو ان سب کے بعد بھی احمد رضا خان کو مسلمان مانے تو وہ خود کافر مرتد ہے اس کا نکاح انسان تو کیا کسی جانور سے بھی نہیں ہو سکتا ان کا نکاح آپس میں نکاح نہیں زنا خالص ہے اور اولاد ولد الحرام ہے (یہ تمام فتوے رضا خان نے علمائے دیوبند پر لگائے تھے مگر الحمد للہ ان اولیاء اللہ کا تو کچھ نہ بگڑا اپنا اور اپنے ماننے والوں کا ہی منہ کالا کر کے ان تمام فتووں کی زد میں خود آ گیا)

تاویلات کرنے والے رضا خانی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

”التزام کفر میں مبتلا ہونے والوں کو اپنا خویش، استاد، پیر اور رہنما سمجھ کر ان پر جاری کرنے سے کترانے، توقف کرے یا صحیفہ کائنات پر ثبت ہونے والے اس حکم سے انہیں بچانے کیلئے بے محل تاویلات تلاش کرے ورنہ اس میں اور اہل کتاب کے علماء سوء میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔“ (اصول تکفیر ص ۱۳۳)

”جب کفر سے کم درجہ گناہوں کا یہ عالم ہے تو پھر التزام کفر کرنے والوں کا ساتھ دینے ان کیلئے جواز تلاش کرنے اور ان سے صرف نظر کرنے والوں کا کیا ہی حشر ہوگا جبکہ اسلامی احکام اس حوالہ سے یہ ہیں کہ التزام کفر کرنے والوں کے کفر میں اور ان کے مستحق عذاب ہونے میں توقف اور شک کرنے والا بھی کافر اور مرتد قرار پاتا ہے جسے جملہ فقہاء کرام نے بیک آواز کہا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جس کا مفہوم یہ ہے کہ التزام کفر کرنے والوں کے اس کردار و عمل پر مطلع ہونے اور اسے سمجھنے کے بعد اس کے کفر میں اور اس کے مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا وہ بھی بالیقین کافر ہوگا۔“

(اصول تکفیر ص ۱۴۰)

فضل حق خیر آبادی اینڈ پارٹی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

رضا خانی کہتے ہیں کہ فضل حق خیر آبادی نے ”تکفیر قہمی“ کی تھی اور ”لزوم تکفیر“ پر تکفیر کی تھی اب لزوم تکفیر پر تکفیر کرنے والوں کے بارے میں پیر محمد چشتی کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”لزوم کفر کے مرتکب کو کافر کہنا ناجائز و ظلم ہے۔“ (ملخصاً اصول تکفیر ص ۲۳۹)



(اعتراض نمبر ۲۰): نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے

کئی درجہ بدتر ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے وہی پرانی لکیر پٹی ہے کہ صراط مستقیم میں ایسا ویسا لکھا ہے ہم اس اعتراض کا قدرے تفصیل کے ساتھ جواب آپ کے سامنے رکھیں گے۔ ملاحظہ ہو:

صراط مستقیم کی اصل فارسی عبارت

از وسوسہ زنا خیال مجامعت روز جہ خود بہتر است و صرف ہمت
بسوئے شیخ و امثال آن معظمین گو جناب رسالت مآب ﷺ باشند
بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤخر خود است کہ خیال
آن با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپید بخلاف گاؤخر
کہ نہ آن قدر چسپیدگی می بود بلکہ مہاں و محترمی بود و اس تعظیم و
اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور
بیان تفاوت و مساوی است (صراط مستقیم، ص ۸۶)

ترجمہ: زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے
اور شیخ اور اس کی مثل قابل تعظیم ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب
ﷺ ہوں کی جانب ہمت کا عمل کرنا اپنے سہیل اور گدھے کے
صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ اور قابل
تعظیم ہستیوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی
گہرائیوں میں جا چپکتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے
کہ اسے اس قدر چسپیدگی نہیں ہوتی اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور کم
حیثیت ہوتا ہے اور یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں مقصود اور ملحوظ
ہوتی ہے شرک کی طرف لے جاتی ہے بالجملہ اس جگہ مقصود و مساوی
کے فرق کا بیان ہے۔

فائدہ: صراط مستقیم تصوف کی کتاب ہے لہذا اس میں موجود اصطلاحات و الفاظ کا

مطلب بھی وہی لیا جائے گا جو تصوف میں رائج ہے اگرچہ اس کے لغوی یا کسی اور فن میں اس کا معنی مصطلح کچھ اور بنتا ہو مثلاً ”قبض“ کا معنی تصوف کے فن میں کچھ اور ہے اور فن طب میں کچھ اور ہے، اور مفرد کا معنی نحو میں کچھ اور ہے اور منطق میں کچھ اور ہے۔ دیکھیں ایک نحوی سے آپ کلمہ کی تعریف اور معنی پوچھیں تو وہ کہے گا لفظ وضع لمعنی مفرد مگر یہی عبارت آپ قاری صاحب کے سامنے پڑھیں تو اس کے جواب میں سرزنش کرے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مصنف اپنی کتاب میں بعض اپنی اصطلاحات ذکر کر دیتا ہے جس کا اس کی نظر میں ایک مخصوص مفہوم و مطلب ہوتا ہے لہذا اس صورت میں اس اصطلاح کی وضاحت اور توضیح اسے سے لی جائے گی۔

عبارت کی وضاحت: صراط مستقیم کی اس عبارت میں جس لفظ پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے وہ ”خیال“ نہیں بلکہ ”صرف ہمت“ کا لفظ ہے اور ہمت تصوف کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس لئے اس کی توضیح و تشریح بھی فن تصوف کے اعتبار سے کی جائے گی۔ اب صرف ہمت کی تعریف قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ یوں کرتے ہیں:

”فی اللغة القصد الى وجود الشيء اولا وجوده اعم
من ان يكون الى شريف وخسيس وخصت في العرب
بحيازة المراتب العلية وقد تطلق على الحالة التي
تقضي ذالك القصد او الحيازة

لغت میں کسی شے کے وجود کی طرف اولاً قصد کرنا عام ہے کہ اس شے کا وجود عزت والا ہو یا گھٹیا اور عرف میں خاص کیا جاتا ہے بلند مرتبوں کے حاصل اور جمع کرنے کیلئے اور کبھی بولا جاتا ہے ایسی حالت پر جو تقاضہ کرتی ہے اس قصد اور حاصل کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ ہمت کے عمل میں دو چیزیں ہوتی ہیں ”قصد“ یعنی افادہ فائدہ پہنچنا اور ”استفادہ“ یعنی کوئی فائدہ حاصل کرنا۔ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اس ”ہمت“ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دوام حضور والوں کی قوت واہمہ میں اس کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی خاص کام کے وقوع پر یا کسی فائدے کی بات کے حصول پر ضرر رساں امر کے ازالے پر اپنی قوت واہمہ کی توجہ کو مرکوز کر دیں یا کسی کے دل میں اپنی محبت ڈالنا چاہیں تو جیسا وہ چاہتے ہیں وہی واقع ہو جاتا ہے اسی کا اصطلاحی نام ”ہمت“ ہے۔ (عہدات، ص ۳۲۸)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے شخص پر افاضہ کیا جاوے جس سے اس میں آثار خاصہ پیدا ہو جاویں اور یہ آثار اعراض و مقاصد کے اختلاف کی بناء پر مختلف انواع والوں کے ہوتے ہیں اور اس تائید کو اہل تصوف کی اصطلاح میں تصرف توجہ اور ہمت اور جمع خواطر کہتے ہیں۔“

(امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۲۸)

غرض:

- (۱) ہمت ایک خاص عمل کا نام ہے مطلق توجہ کرنا خیال آنا یا خیال لانے کا نام نہیں۔
- (۲) ہمت کا یہ عمل دو غرضوں سے ہوتا ہے افادہ کیلئے استفادہ کیلئے۔ جب بڑا کسی چھوٹے پر خاص کیفیت کا عکس ڈالتا ہے تو یہ افادہ کی صورت ہے اور جب چھوٹا بڑے پر سے فوائد کے حصول کیلئے یہ کام کرے تو استفادہ کہلائے گا۔

اب صراط مستقیم کی عبارت پر دوبارہ غور فرمائیں:

”ہمت کا عمل کرنا شیخ یا اس کی مثل قابل تعظیم ہستیوں کی جانب خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں“

اب اس عبارت میں ”ہمت“ کا معنی فائدہ پہنچانا کریں (افادہ) جو بڑا چھوٹے کی طرف کرتا ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ مرید اپنی کیفیات کا عکس اپنے شیخ پر ڈالے یقیناً ایسا مرید شیخ کا بے ادب کہلائے گا اور کوئی امتی اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف ایسا عمل کرے تو

بے ایمان کہلائے گا۔ مگر یہی کام گائے گدھے بیل پر کرے تو نہ بے ادب نہ بے ایمان اب جواب دیں پہلی والی صورت بری ہے یا دوسری؟

اگر استفادہ کا معنی مراد لیا جائے جس میں مرید شیخ سے فوائد حاصل کرتا ہے اور اس کیلئے تمام تر توجہ شیخ کی ذات پر مرکوز کر دے گا تو یہ جی بھی ہو گا جب شیخ کی تعظیم اور وہ بھی مقصود کے درجے میں تعظیم ہو تو نماز کے اندر ایسا عمل شرک ہو گا کیونکہ نماز میں مقصودی تعظیم اللہ کیلئے ہے نہ کہ مخلوق کیلئے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ مطلق تعظیم کو برا نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”اس تعظیم و اجلال غیر در نماز ملحوظ و مقصودی شود بشرک کشد“

اب غیر اللہ کی ایسی تعظیم جو نماز میں اللہ کیلئے مقصود و مطلوب تھی وہ شرک ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے بخاری میں اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے سامنے یہود و نصاریٰ کی عبادت گا ہوں کا ذکر ہوا جس میں تصایر تھیں تو آقا علیہ السلام نے فرمایا:

ان اولئک اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا و صورہ فیہ تلک الصور فاولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیامۃ

بے شک ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس مسجد میں اس کی تصاویر بناتے پس وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہوں گے۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”و عللوا بان الصلوۃ فی المقبرۃ والی القبور انما نہی عنہ سد الذریعۃ الشرک فان اصل الشرک و عبادۃ الاوثان کانت من تعظیم القبور و قد ذکر البخاری فی صحیحہ فی تفسیر سورۃ نوح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما معنی ذالک و سند کرہ فیہا بعد ان شاء اللہ

(فتح الباری لابن رجب ج ۳ ص ۱۹۹)

اور (علماء نے) اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ قبرستان کی طرف نماز پڑھنا شرک کے

ذریعے سے روکنے کیلئے منع کیا گیا ہے کیونکہ شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد قبروں کی تعظیم ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے سورہ نوح کی تفسیر میں اس معنی کو ذکر کیا ہے اور ہم عنقریب اس کو ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

الزامی حوالہ جات:

حوالہ نمبر ۱: یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ دونیت فاسدہ نہ ہوں۔ یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ بجائے کعبہ میں نماز میں استقبال قبر کا قصد ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ بنیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کیلئے پڑھتا ہے ایسی نماز بے شک حرام ہے اور بنیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۴۴۰، کلیات مکاتیب رضا، ج ۱، ص ۱۵۱، ۱۵۲)

اس میں خان صاحب نے قبر کی طرف نیت کرنے کو نیت فاسد و حرام کہا اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس میں قبر کا ذکر ہے صاحب قبر کا تو نہیں تو قبر کی تعظیم صاحب قبر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ ایک ہی زمین ہے ایک ہی مٹی کا ڈھیر ہے مگر کافر کی قبر سے استغفار کرتے ہوئے گزرتے ہیں اور اللہ والے کی قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ قبر کی تعظیم صاحب قبر کی وجہ سے ہے اب گویا یہ کہنا کہ نماز میں قبر کی تعظیم کی نیت، نیت فاسدہ ہے یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز میں محترم و محترم شخصیت خواہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہو کی تعظیم کی نیت کرنا نیت فاسد و حرام ہے اب ہے جرات خان صاحب پر فتویٰ لگانے کا؟

دوسرا حوالہ: بریلوی شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتا ہے:

اما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح فی مقبرۃ وقصد به الاستظهار بروحہ او وصول اثر ما من آثار عبادتہ الیہ لا التعظیم لہ التوجہ نحوہ فلا حرج علیہ

(گلستان توحید و رسالت، ج ۱، ص ۲۸۱)

سیالوی صاحب تو صاف لکھ رہے ہیں کہ نماز میں کسی بزرگ ہستی کی قبر یا اس کی آثار کی طرف تعظیم کی نیت کرنا یا تعظیم سے توجہ کرنا بھی شرک ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”تصور سے منع کر دیا جاتا ہے کہ حضور کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے اور نماز کے اندر سرکار کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ اس میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کی توحید میں خلل آئے گا اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا مسئلہ سمجھانے کیلئے یہ الفاظ موجود تھے۔“

(مناظر جھنگ، ص ۱۰۹)

لیجئے اشرف سرگودھوی تو کہتا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنے پر تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اور نبی کریم ﷺ کی تعظیم توحید باری تعالیٰ کے منافی ہے یاد رہے کہ سیالوی نے ”ہی“ کا لفظ استعمال کیا اور اس کے بیٹے نصیر الدین سیالوی کے نزدیک اردو میں ”ہی“ کا لفظ ”حصر“ کیلئے آتا ہے۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد اول، ص ۲۰۶)

تیسرا حوالہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

امام قاضی عیاض مالکی شافعی شرح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ ملا علی قاری حنفی مرقاة المفاتیح میں منسرماتے ہیں کانت اليهود والنصارى يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون فى الصلوة نحوها فقد اتخذوها اوثانا فلذلك لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك امام من اتخذ مسجدا فى جوار صالح وصلى فى مقبرة وقصد الاستظهار بروحه واوصول اثر ما من اثر عبادته اليه لا للتعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج عليه الا ترى ان مرقد اسمعيل عليه السلام فى المسجد الحرام عند الحطيم ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلى لصلاته (يهود

و نصاریٰ اپنے انبیاء کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنا لیا تھا، اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کے عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک پہنچ جائے اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرے۔

علامہ طہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد كانوا يجعلونها قبله يسجدون اليها في الصلوة كالوثن واما من اتخذ مسجدا في جوار صالح او صلى في مقبرة قاصدا به الاستظهار بروحه او صول اثر ما من اثر عبادته اليه لا للتعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج فيه الا يرى ان مرقد اسمعيل في الحجر في المسجد الحرام والصلوة فيه افضل۔

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا یعنی ان کو قبلہ بنا لیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے روبرو ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیا معلوم نہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی شافعی پھر امام محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذ مسجداً في جوار صالح وقصد التبرك بقرب منه لا التعظيم
والا التوجه اليه فلا يدخل في الوعيد المذكور ۔

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں مسجد بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قرب سے
برکت حاصل کرے اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث
مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔

امام علامہ تورنیشی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبوراً انبیائہم مساجد فرماتے
ہیں :

هو مخرج على وجهين احدهما انهم كانوا يسجدون لقبور الانبياء تعظيماً
لهم قصد للعبادة في ذلك وثانيهما انهم كانوا يتحرون الصلوة في
مدافن الانبياء والتوجه الى قبورهم في حالة الصلوة وكلا الطريقين غير
مرضية

(ترجمہ: اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد
عبادت سجدہ کیا کرتے تھے دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی
کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ
ہیں۔)

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳۷۵، ۳۷۶، طبع جدید، ج ۵، ص ۳۵۱ تا ۳۵۳)
ظالمو! حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تو نماز میں اس تعظیم سے منع کر رہے ہیں جو مقصود
کے درجہ میں ہو اور یہ اکابر نماز میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کی طرف توجہ و تعظیم کو شرک اور
لعنت کا مستوجب کہہ رہے ہیں کیا یہ سب بھی وہابی ہیں؟

چوتھا حوالہ: مولانا نقی علی خان جو کہ خان صاحب کے والد ہیں لکھتے ہیں:
اسی طرح دل کو اس کی طرف سے پھیرنا اور غیر کی طرف دیکھنا حقیقت نماز کو باطل کر دیتا
ہے..... جو شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو اور بادشاہ کمال عنایت سے اپنی ہم کلامی
سے مشرف فرمائیے اور وہ عین اس حالت میں کہ بادشاہ سے باتیں کرتا ہے اور حضرت

بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہیں ایک کناس کی طرف دیکھنے لگے یا اس سے کوئی چیز مانگے وہ مردود بارگاہ ہے۔

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۴۰)

ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ بہت بڑا ہے اگر ان معنی کو نہیں جانتا جاہل اور جو جانتا ہے اور اس کا دل خدا کے حضور میں دوسرے کی یا اپنی بڑائی اور بزرگی کی طرف مائل ہے وہ چیز اس کے نزدیک خدا سے بزرگ تر ہے درحقیقت معبود اس نامراد کا وہی ہے جس کی طرف متوجہ ہے۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۴۲)

وہ بزرگ بڑا ہے اس کی طرف خیال بھی اس کی بزرگی و بڑائی اور تعظیم ہی کی وجہ سے جائے گارضا خانی مذہب میں بڑا اور بزرگ سے مراد انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں تو گویا نعتی علی خان کی عبارت کا مقصود یہ ہوا کہ نماز میں انبیاء و اولیاء کی طرف خیال جانا شرک ہے ایسا کرنے والا گویا ان کو اپنا خدا سمجھ رہا ہے معاذ اللہ۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم اور حضرت ﷺ باتیں کرتے جب نماز کا وقت آتا یہ حال ہو جاتا گویا آپ ہمیں اور ہم انہیں نہیں پہچانتے۔ (جواہر البیان، ص ۴۴)

صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب ایک اور انداز میں

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ رسوائے زمانہ لوگوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام اور سب سے نمایاں بہتان یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ”صراط مستقیم“ میں لکھا ہے کہ:

”محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے

کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے

۔ اپنے نیل یا گدھے کے تصور میں ہمت نہ ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔“

احمد رضا خان نے صاحب قارونی کے بعض مریدین اور پیروکار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور

دیہاتوں میں جا کر جکتے ہیں کہ اسمعیل نے لکھا ہے کہ نماز میں نبی ﷺ کا خیال آ جانا گھوڑے گدھے کے خیال آنے سے زیادہ برا ہے۔

محترم قارئین! بھلا سوچئے تو کوئی شخص بقاء کی ہوش و حواس ایسے کافرانہ، ظالمانہ اور احمقانہ جملے لکھ سکتا ہے؟ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ شاہ اسمعیلؒ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں کو خراب اور فاسد قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا کہ وہ نماز تو پڑھے مگر اسے حضور ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔ کون نہیں جانتا کہ نماز کی کو قدم قدم پر حضور ﷺ کا خیال آتا ہے۔ نماز کی وضو کرے گا تو خیال آئے گا، خصوصاً جب وضوء کے وقت ہر عضو کو تین تین بار دھوئے، مسواک کرے گا تو ضرور خیال آئے گا کہ یہ میرے آقا کی سنت ہے، پھر جب وہ مسجد میں داخل ہوگا اور اپنا دایاں پاؤں مسجد میں پہلے داخل کرے گا تو اسے خیال آئے گا کہ حضور ﷺ نے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح دوران نماز بھی اسے بار بار ان کا خیال آئے گا، نماز میں اگر وہ آیات پڑھی گئیں جن میں حضور ﷺ کا نام پاک آیا ہے تو کون ہے کہ ان کا نام تو لے مگر ان کا خیال اسے نہ آئے۔ تشہد میں آخری قعدہ میں ان پر درود پاک پڑھا جاتا ہے جس میں ان کا نام بار بار آتا ہے ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی نماز کو آنحضرت ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔

اب اگر حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا گیا یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نہ اس دور کے مسلمانوں کی نماز صحیح ہے نہ پہلے مسلمانوں کی۔ یہاں تک کہ ابو بکر و عثمان، فاروق و علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ نماز کی کوئی ہو، امام ہو یا مقتدی، صحابی ہو یا غیر صحابی، اسے حضور ﷺ کا خیال آ ہی جاتا ہے بلکہ غضب یہ کہ اگر یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان کے نزدیک خود سید العابدین حضرت امام دو جہاں ﷺ کی نماز بھی درست نہ ہوئی (خاک بدہن ظالم و کاذب و مفتری) اس لئے کہ انہیں بھی دوران نماز اپنا خیال آتا ہوگا۔

تو جو شخص دنیا بھر کے عام مسلمانوں اور خاص اور کامل الایمان مسلمانوں حتیٰ کہ خود سید الانام ﷺ کی نمازوں کو ناقص اور فاسد بتائے اس کی حماقت اور کفر میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ ہم تو ایسے شخص کو بدترین کافر کہیں گے، جو حضرات صحابہ جیسی عظیم ہستیوں اور ستم بالائے ستم یہ کہ

خود سرور کائنات ﷺ کی نمازوں کو ناقص و فاسد کہے گا۔ مگر قارئین محترم آپ کو حیرت ہوگی کہ امن میاں یعنی آل قارون احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر الزام بھی لگاتے ہیں اور پھر احمد رضا خان قارونی افغانی انہیں کافر بھی نہیں کہتے۔ احمد رضا خان صاحب قارونی لکھتے ہیں کہ:

”امام الطائفہ اسماعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔“

(حسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

مزید لکھتے ہیں: ”علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔“

(تمہید مع حسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

اگر اتنا بڑا جرم کرنے والا بھی کافر نہیں تو

ع مجھے بتاؤ تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

قارئین کرام! یقین فرمائیں کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے اور کذب و دجل کے پیکروں نے اسے با خدا انسان کی طرف اپنے مخصوص مفادات کے تحت یہ انتہائی ظالمانہ الزام منسوب کر دیا۔

قارئین محترم! آئے دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا کیا ہے اور موت و قیامت سے غافل ان کے ظالم اور بے حیاء دشمنوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ جس کتاب سے یہ عبارت شاہ صاحب کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ کتاب دراصل ہے کن کی؟ ہم اس عبارت کا مفہوم سہل اور آسان انداز میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں تک اس کی علمی مباحث کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اہل علم اور اہل تصوف و معرفت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عشق و محبت سے بھرپور اس عبارت پر عشق کراٹھے ہیں۔ اہل نظر اس عالمانہ، فقیہانہ، اور عاشقانہ عبارت کو پڑھ کر حضرت شہید کی بالغ نظری اور فراست و فقاہت کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر افسوس کہ ان کے ظالم و نادان دشمن جان بوجھ کر ان کی عبارت کا غلط مطلب بیان کر کے خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور یا بیچاروں کا ذہن نارسا علمی حقائق و باریکیوں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اور ع

چوں ند ید ند حقیقت رہا فسانہ زدند

پہلے عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحب نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو
جناب رسالت آید باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در
صورتِ گگاؤ خیر خود است کہ خیال آن با تعظیم اجلال
بسوایدانے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گگاؤ خرنہ
آن قدر چسپیدگی مے بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و
محقر بود۔“

ترجمہ: (نماز میں صوفیائے کرام کا) اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ حبیبی
بزرگ ہستیوں کی طرف لگا دینا اگرچہ وہ شخصیت جناب رسالت آید (ﷺ) کی
ہی ہو، اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جانے (ڈوب
جانے) سے کئی درجہ برا ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی
کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور سیل اور گدھے کا
خیال، نہ تو اس قدر دل تو لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر و
ذلیل ہوتا ہے۔

یہ ہے اس عبارت کا سلیس اور آسان ترجمہ۔ اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے
آنحضرت ﷺ کے بارے میں معظم، اجلال، تعظیم، اور رسالت آید جیسے شاندار الفاظ استعمال
فرمائے۔ رسول خدا ﷺ کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔ مگر شہیدؒ کے ظالم دشمن
اس عبارت کا مفہوم بہت خوفناک بنا کر بیان کرتے ہیں۔ خصوصاً اس عبارت میں میں موجودہ دو
لفظوں پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اپنی خصلت بد کے مطابق ان کا مطلب و مفہوم لب و لہجہ کے
ذریعہ بدل کر عام مسلمانوں خصوصاً دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سادہ لوح
مسلمان جب ان دلدگان بدعت کا خود ساختہ ترجمہ و مطلب سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور
شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ دو لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے نماز میں

گھوڑے گدھے کے خیال کو بد اور حضور ﷺ کے خیال کو بدتر کہا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کو ہرگز نقصان دہ نہیں سمجھتے وہ تو ”صرف ہمت“ کو نقصان دہ سمجھتے ہیں ”صرف ہمت“ کا ترجمہ یار لوگوں نے ”خیال“ کر دیا۔ حالانکہ اس کا مطلب خیال نہیں۔ اس کا مطلب ہے کامل توجہ، کسی کے دھیان میں خود کو غرق کر دینا۔ کسی ایک ہستی پر دھیان جمالینا۔ سب سے یکسو ہو کر ایک طرف متوجہ ہو جانا۔ غرض اس کا ترجمہ و مطلب خیال آنا نہیں بلکہ خیال میں کھوجانا ہے۔ گویا خیال اور صرف ہمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر اندھے دشمنوں کو یہ فرق نظر نہیں آتا۔

اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہوگا کہ نماز میں نمازی کی کامل توجہ کا حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے جان بوجھ کر اپنی توجہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا نمازی کیلئے درست نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: **اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي** اور میری یاد کی نماز پڑھا کرو۔ نیز ارشاد ہے: **قَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ** اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: **ان تعبد الله كانك تراه** (الحديث) اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال باندھ لو کہ بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اب جبکہ نماز میں خدائے پاک کے سوا کسی اور کی طرف صرف ہمت (صوفیانہ توجہ) کی اجازت نہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحبؒ کسی اور کی طرف صرف ہمت کو نقصان دہ بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف ہمت کسی گھٹیا اور کم تر چیز کی طرف ہوگی تو نقصان کم ہوگا اور اگر اعلیٰ ہستی کی طرف صرف ہمت ہوگی تو زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس عبارت میں نہ تو حضور اکرم ﷺ کی کوئی توہین کی گئی ہے اور نہ کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

ہم ایک مثال عرض کرتے ہیں امید ہے کہ اس مثال سے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

ایک مریض ہے طبیب اسے قیمتی دوا کھلانا چاہتا ہے مگر اس قیمتی دوا کی خاطر خواہ اثرات ظاہر ہونے کیلئے طبیب یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مریض ۱۶ گھنٹے پیسا رکھا جائے۔ مریض کی جان بچانے کی خاطر اس کے لواحقین اور تیمارداروں نے اس کو گھر کے ایک کمرہ میں بند کر دیا اور تمام

اہل خانہ اور آنے جانے والوں سے کہہ دیا کہ مریض کے پاس کوئی بھی پانی یا پینے کی کوئی اور چیز لے کر نہ جائے۔ شدید گرمی کے موسم میں مریض نے جیسے تیسے بارہ گھنٹے گزار لئے۔ بارہ گھنٹے بعد جب مریض کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک شخص گرم اور بد بودار پانی ایک گلاس لئے مریض کے کمرے میں چلا گیا۔ تیمارداروں کو پتہ چلا تو دوڑ کر کمرے میں گئے اور فوراً گلاس انڈیل دیا اور گلاس لانے والے کو ڈانٹا کہ تو نے بڑی نامناسب حرکت کی کہ پیاسے مریض کے پاس پانی لایا۔ گرم اور بد بودار سہی مگر پانی تو ہے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد ایک اور شخص انتہائی ٹھنڈے اور عمدہ شربت کا لبالب بھرا جگ مریض کے کمرے میں لے گیا۔ تیمارداروں اور نگرانی کرنے والوں نے دیکھا تو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے اور جگ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اس سے کہا کہ تم نے تو پہلے والے شخص سے بھی کہیں زیادہ بری حرکت کی وہ گرم اور بد بودار پانی لے کر گیا تھا۔ مگر تم نے تو ظلم کی حد کر دی اس درجہ عمدہ خوش رنگ خوش ذائقہ اور ٹھنڈا شربت ایسے مریض کے پاس لے گئے جو اس وقت بے حد پیاسا ہے۔

اب ذرا اس مثال پر غور فرمائے۔ تیماردار حضرات گرم پانی لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ ”تو نے نامناسب حرکت کی“ اور شربت لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ ”تو نے زیادہ بری حرکت کی“، ”اور ظلم کی انتہاء کر دی“، ”کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے ”شربت کی توہین کر دی“ اور اسے بد بودار پانی سے بھی کم اور حقیر جانا (کیونکہ) بد بودار پانی لے جانے والے کو انہوں نے قدر سخت الفاظ میں تشبیہ نہیں کی جس قدر سخت و شدید الفاظ میں شربت پلانے والے کو ڈانٹا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھے گا۔ معمولی عقل و شعور والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی قطعاً تحقیر نہیں کی اس لئے کہ شربت کو تو وہ خود خوش خوش رنگ، خوش ذائقہ اور ٹھنڈا عمدہ کہہ رہے ہیں جب کہ اس پانی کو گرم اور بد بودار کہہ رہے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب عبارت مذکورہ کی بناء پر یہ بات منسوب کرنا جھوٹ اور فریب دہی کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے۔ دیکھئے جیسے مریض کے تیمارداروں نے شربت کے متعلق ”خوش رنگ، خوش ذائقہ اور عمدہ و

ٹھنڈا“ کے الفاظ استعمال کئے تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں ”اجلال، تعظیم، معظم اور رسالتما“ جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے اور جس طرح تیمارداروں نے پانی کو گرم اور بدبودار کہا تھا اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے بیل گدھے کو حقیر اور بے وقعت فرمایا۔ اب جیسے کسی کا یہ کہنا حماقت اور جہالت ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی توہین و تحقیر اسی طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے، جہالت، اور شرارت ہے کہ شاہ صاحبؒ نے پیغمبر کی توہین کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ مریض کے تیمارداروں نے شربت کی توہین کی اور نہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی۔

رہی یہ بات کہ پھر تیمارداروں نے مریض کے پاس شربت لے جانے والے کو زیادہ سخت الفاظ میں کیوں ڈانٹا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تیماردار جانتے تھے کہ گندے اور غلیظ پانی کے پینے سے مریض کو باز رکھنا مشکل نہیں اول تو اس کا اپنا ضمیر ہی اسے گندہ پانی نہیں پینے دے گا بصورت دیگر گھروالوں کے معمولی سمجھانے بچھانے سے باز رہ جائے گا لیکن خوش رنگ اور ٹھنڈے شربت کے پینے سے اسے روکنا بہت مشکل ہے۔ بس اسی بنا پر گندہ پانی لے جانے والوں کو تیمارداروں نے کم تنبیہ کی اور شربت لے جانے والے کو زیادہ۔ خلاصہ یہ کہ مریض پر معالج اور نمازی پر خدا کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں میں جو چیز جس درجہ دخل انداز ہوگی وہ چیز اسی درجہ میں مضر کہلائے گی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مقدس و معظم ہستیوں کے خیال میں خود کو مستغرق کرنا زیادہ مضر ہے کیونکہ ان ذی شان ہستیوں کا خیال دل کی گہرائیوں میں جا چکنا ہے اور پھر نہیں ہٹتا۔ شاہ صاحبؒ کے احمق اور بے علم مخالفین کے سیاہ قلوب کو چونکہ دنیوی چیزوں کا خیال ہی زیادہ چپکنا ہے۔ اس لئے خدا کے رسول ﷺ کے خیال کا دل میں چپکنے والی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اب حضرت شہیدؒ کی عبارت پر غور فرمائے کہ نماز میں گھوڑے، بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانا برا ہے مگر کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ لگا دینا زیادہ برا ہے، اس کی وجہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے خود ہی بیان فرمادی ہے کہ گدھا گھوڑا حقیر اور بے وزن ہیں ان سے انسان کو خاص دلچسپی نہیں ہوتی (کہ ان کے خیال میں ڈوب جانے کے بعد ڈوبا ہی رہے) لیکن

عظیم الشان ہستیوں کی طرف اگر صرف ہمت ہوگی تو پھر ان عظیم الشان ہستیوں سے توجہ ہٹانا بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ ان محترم ہستیوں کا خیال انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چسکتا ہے۔ گویا حضرت شاہ صاحبؒ گھوڑے گدھے کے خیال کو غلیظ اور گندے پانی جیسا سمجھ رہے ہیں اور بزرگان دین خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے خیال کو شدید پیا سے کیلئے خوش رنگ، خوش ذائقہ عمدہ اور ٹھنڈے شربت جیسا سمجھ رہے ہیں۔ کوئی بتائے کہ اس میں توہین اور گستاخی کیا نام کو بھی ہے؟

مزید وضاحت و تفسیر کی غرض سے ہم ایک واقعہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔ ایک خطیب نے رمضان شریف کے ایک جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے روزہ رمضان سے متعلق یہ مسئلہ بیان کیا کہ: روزے کی حالت میں اگر تم میں سے کوئی شخص میرے منہ کا اُگلا ہو انوالہ کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ اس پر نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپ حضرات میں سے کسی صاحب کے منہ کا اُگلا ہو القمہ اگر میں کھالوں تو میرا بھی روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ لازم نہیں۔ البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کا اُگلا ہو القمہ کھالوں یا آپ میں سے کوئی کھالے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ کھانے والے پر کفارہ (ساٹھ روزے) بھی لازم ہوگا۔ ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے اُگلے ہوئے نوالے کو ابو بکرؓ، فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان علیؓ اور دیگر تمام صحابہ ائمہ امت اولیاء امت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے کوئی کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی ہوگا۔

خطیب سے یہ مسئلہ سن کر سب سامعین حیرت سے اس کا منہ تکتے لگے۔ بعض کے ماتھوں پر شکن نمودار ہوئے وہ اسے حضور ﷺ کی توہین تصور کرنے لگے۔ بعض حاضرین نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی کہ یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ ہمارے اُگلے ہوئے لقمے کے کھانے سے کھانے والے پر صرف ایک روزہ اور نبی ﷺ کا لقمہ کھانے والے پر اسٹھ روزے؟

خطیب بھانپ گیا کہ لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی، چنانچہ خطیب نے کہا کہ جس بات سے تم ناخوش ہو رہے ہو اور ناگواری محسوس کر رہے ہو تشریح کے بعد اسی بات پر جھوم اٹھو گے۔ اور پھر خطیب نے وضاحت کی کہ روزے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ گھٹیا اور بے وقعت اور ایسی

چیز کہ جس سے گھن آئے کھانے سے صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا، مگر اعلیٰ بڑھیا در عمدہ غذا، دوا اور لذت کے طور پر کھانے والی چیز کے کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے، زمزم پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ریختھ چاٹنے سے صرف قضاء لازم آئے گی مگر شہد چاٹنے سے کفارہ بھی۔

اب دیکھئے! چونکہ میرے اگلے ہوئے لقمے سے آپ نفرت کرتے ہیں اور آپ کے اگلے ہوئے نوالے سے مجھے گھن آتی ہے اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا لقمہ کھالیں گے تو صرف قضاء ہوگی کفارہ نہ ہوگا مگر چونکہ حضور ﷺ کے مبارک منہ کے لقمے سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو گھن آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حضور کے منہ کے نوالے کو بہت بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ مسلمان کی نظر میں کائنات میں حضور کے لقمے سے اعلیٰ، مقدس اور محبوب ترین غذا اور کوئی نہیں ایک مسلمان کیلئے حضور کا لقمہ دوا بھی ہے شفاء بھی اور اعلیٰ ترین غذا بھی۔ دور صحابہ تو خیر دور صحابہ تھا آج اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے کروڑوں مسلمان موجود ہیں کہ ان کے سامنے اگر مختلف پلیٹوں میں شہد، کھیر، حلوا، کباب دیگر لذیذ چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف ایک پلیٹ میں ان کے آقا و مولیٰ کے مبارک دہن سے نکلا ہوا لقمہ رکھ دیا جائے تو وہ تمام پلیٹوں کی لذیذ چیزوں کو ٹھکرا کر بڑی بے تابی و بے قراری سے اپنے آقا و مولیٰ کے لقمے پر ٹوٹ پڑیں گے،

زمانہ محو حیرت ہے میری شانِ گدائی پر

کہ میں ہر شے کو ٹھکرا کر تمہاری خاک پا مانگوں

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کا لقمہ معاذ اللہ گھٹیا نہیں اس لئے اس کے کھانے سے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم آئے گا۔ گویا آنحضرت ﷺ کا لقمہ کھالینے پر کفارہ آنا تو بہن کیلئے نہیں بلکہ احترام و اکرام اور اظہارِ شان کیلئے ہے۔ اپنے خطیب کا یہ بیان اور وضاحت سننے کے بعد ان حضرات پر وجد کیسی کیفیت طاری ہوگئی جو وضاحت سے پہلے ماتھوں کر شکن ڈالے ہوئے تھے، جس بیان کو وہ حضور ﷺ کی تو بہن سمجھ رہے تھے بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ بیان تو ان کے آقا و مولیٰ کی تعظیم و توقیر اور ان کے جلال و اکرام کا بیان ہے۔

اس موقع پر خطیب نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے آج کے اس بیان کو سادہ لوح دیہاتی مسلمانوں کے سامنے اس طرح بیان کرے گا کہ ”فلاں مولوی نے کہا کہ میرا لقمہ کھانے سے صرف روزہ ٹوٹتا ہے کفارہ نہیں آئے گا مگر نبی ﷺ کا لقمہ کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے“ تو ظاہر ہے کہ وہ بیچارہ بھڑک اٹھے گا اور کہے گا کہ خدا غارت کرے اس گستاخ مولوی کو، اسی طرح اگر کوئی یہ بات میری والدہ یا والد کو کہے اور اگر انہیں تفصیل کی خبر نہ ہو تو وہ یقیناً خفا ہوں گے اور میری بدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ اگر میرے اس بیان کو کوئی حضرت شاہ صاحبؒ کے ظالم دشمنوں کی طرح اس ظالمانہ انداز سے بیان کرے،

”مسلمانو! مسلمانو! خدا را ان ناپاک ملعون شیطان کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ ﷺ کا لقمہ کھانے سے اکسٹھ روزے رکھنے پڑیں گے اور اس نابکار مولوی اور اس کے متذبیوں کے لقمے کھانے سے صرف ایک روزہ۔ مسلمانو! اللہ انصاف! ریٹھ چاٹنے غلیظ بدبودار گوشت کھانے سے صرف ایک روزہ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے اگلے ہوئے نوالے کے کھانے سے اکسٹھ روزے! مسلمانو! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے۔ حاش اللہ۔“

(حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمانہ عبارت کے خود ساختہ مفہوم کے اول و آخر میں بریلی کے پوپ رضا خان صاحب نے ”الکوکبۃ الشہابیہ“ میں انہی الفاظ میں واویلا کیا ہے) تو ظاہر ہے کہ اس خوفناک اندازِ بیان سے سادہ لوح اور مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر مسلمان ”وہ کچھ کہیں گے کہ خدا کی پناہ“۔

قارئین محترم! خطیب کے بیان کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے اور پھر بتائے کہ خطیب کے بیان میں کوئی ادنیٰ ساشائے بھی توہین رسالت کا پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی اس زیر بحث عبارت کا ہے جس میں گستاخی و توہین کا تو قطعاً اشارہ ہی نہیں۔ حضرت کی عبارت عاشقانہ عالمانہ و فاضلانہ ہے مگر ناہنجار دشمن اسے ظالمانہ و گستاخانہ عبارت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یوں عوام الناس کو بہکا تے اور اپنے دامِ تزویر میں

پھنساتے ہیں اور یہ ظالم خود کو اور اپنے حوریوں کو اہل حق کی دشمنی کے باعث جہنم کے شعلوں کا ایندھن بناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ جیسے روزے کی حالت میں گھٹیا چیز کھانا کم نقصان دہ ہے اور اعلیٰ چیز کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اسی طرح نماز میں گھٹیا چیزوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا کم نقصان دہ اور عظیم ہستیوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ گھوڑا بیل جیسی حضرت شہید انہیں محقر لکھتے ہیں اور ان کے خیال میں منہمک ہونے کو کم نقصان دہ بتاتے ہیں۔ آقا دو عالم ﷺ اعلیٰ ترین و افضل ترین ہستی ہیں جیسی تو حضرت شہید انہیں عظمت والی ذات جلالت والی ہستی اور رسول نہیں رسالت اب لکھتے ہیں اور اسی لئے نماز کے دوران ان کے خیال میں غرق ہو جانے کو نماز کیلئے نقصان دہ باتے ہیں۔ غرض یہ کہ شاہ صاحب کا یہ لکھنا کہ نماز میں حضور ﷺ کے خیال میں خود کو مستغرق کر دینا زیادہ برا ہے یہ آپ کی توہین کیسے نہیں بلکہ ایسا آپ کی بلند و بالا شان اور بے نظیر عظمتوں اور بلند تر درجات کی وجہ سے ہے۔ کوئی دلدادہ بدعت اسے نہ سمجھتا ہو تو اس میں شہید کا کیا قصور ہے؟

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب راہ چہ گناہ

اور اب آخر میں شہید کے عشق و محبت میں نبریز اس جملہ پر ایک بار پھر غور فرمائے

”خیال آن با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد“

یعنی آقائے کائنات ﷺ کے خیال میں اس قدر مٹھاس ہے اتنی زیادہ حلاوت و شیرینی ہے اور اس درجہ کشش ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر چپک کر رہ جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل کی کیفیت خود ہی زیادہ جان سکتا ہے۔ شاہ اسمعیل شہیدؒ نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار اس جملہ میں کر دیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت و کیفیت کو بھی اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے میرے دل کی گہرائیوں میں آنحضرت ﷺ کا خیال اپنی تمام عظمتوں اور انتہائی جلالت شان کے ساتھ جا چپکتا ہے دوسرے مسلمانوں کے قلوب کی گہرائیوں میں بھی اسی طرح چپکتا ہو گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات، ان کے نام اور ان کے ذکر و خیال میں رب العالمین نے کچھ ایسی کشش اور ایسی حلاوت و مٹھاس رکھ دی ہے کہ صحیح العقیدہ انسان ایسی کشش اور مٹھاس دوسری کسی چیز میں نہیں

پاتا۔ حضرت شہید کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اس جملے کا مطلب خان صاحب اور ان کے تابعین کی سمجھ میں نہیں آ رہا وجہ یہ ہے کہ جو دل و دماغ مسلسل غلط کاریوں کے نتیجے میں سلامتی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کیسے کشش دوسری چیزوں میں ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول کے خیال اور ان کی سنت میں نہیں۔

آئے ایک بار پھر یہ شاندار روح پرور اور وجد آفریں جملہ دہرا کر اپنے قلب و روح کی بشارت و انبساط کا سامان کریں:

خیال آں با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد

کتنے مبارک ہیں وہ قدسی صفات لوگ جن کے پاک دلوں کو حضور ﷺ کی یاد اپنا گھر بنالے اور ان کے دل کی گہرائیوں میں آپ ﷺ کا خیال چپک کر رہ جاتا ہے۔

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل المرتبت صحابی حضرت انسؓ سے پوچھتے ہیں کہ دوران نماز جب رخ زیب پر نظر پڑ گئی تھی تو اس وقت عاشقان رسالت ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟ بخاری شریف میں ہے کہ:

”حضور ﷺ کے مرض وصال کے دنوں میں حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کے جب پیر کا دن ہوا اور صحابہ کرام نماز میں صف باندھے ہوئے تھے تو جناب رسالت ﷺ نے حجرہ اقدس کا پردہ کھولا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے تھے چہرہ اقدس گویا قرآن کا ورق تھا پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے ہنسے، فہمنا ان نفتن من الفرح برویۃ النبی ﷺ۔ رسول پاک ﷺ کے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے مارے خوشی کے ہم نے ارادہ کیا ان نفتن کہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں (یعنی نماز کی نیت توڑ دیں)

(بخاری۔ ج: ۱۔ ص: ۹۳)

جیسے چہرہ انور کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرامؓ کا فوراً مسرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا، ایسے ہی صوفیاء کرام اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ان کے خیال و دھیان میں مستغرق ہونے کے بعد فرحت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور نماز کے ختم ہو جانے یا

خراب ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اے حقیقی عشق و محبت کے جذبات و احساسات سے عاری لوگو! اپنے امام اعلیٰ حضرت
، عظیم البرکت مجدد ملت یکے از علامات قیامت کے طریقہ غلیظہ کی پیروی کرتے ہوئے کیا بخاری
شریف کی اس حدیث پاک کے متعلق یہ کہو گے کہ:

”مسلمانو! مسلمانو! خدا را ان۔۔۔۔۔ کلموں پر غور کرو، ہما شما کے دیکھنے سے تو
فتنہ میں پڑنے کا ارادہ نہ کیا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کو دیکھنے سے فتنہ میں
پڑنے کا قصد کیا۔ مسلمانو!۔۔۔ مسلمانو! انصاف! کرو۔ لوگ۔ حضور ﷺ کے
چہرے کو دیکھ کر بدایت پاتے ہیں۔۔۔ انس۔۔۔ کہ ہم نے چہرے کو دیکھنے
کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا ارادہ کیا۔ مسلمانو! اللہ انصاف کیجئے۔۔۔ کیا
ایہ۔۔۔۔۔ کلمہ کسی۔۔۔۔۔ زبان و قلم سے نکل سکتا ہے۔“
ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس حدیث پاک کے بعد حضرت شہیدؒ کی زیر بحث الہامی عبارت کے اس کیفیت زاجلے کا
ترجمہ مزے لے لے کر پڑھئے گا:

”ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ دل کی ہر اینیوں میں جا چکنا ہے“
اے گروہ اہل بدعت! اور اے فریب خوردہ مسلمانو! اپنے دلوں کو بدعت کی آلائش اور اہل حق
کے کینہ و کدورت سے پاک کرو۔ اپنی ان حرکتوں پر خدا سے معافی طلب کرو تا کہ تمہیں مجاہد فی
سبیل اللہ عاشق رسول ﷺ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سمجھ میں آجائے کہ
خدا کے رسول کی ذات، بات میں، ذکر میں زبردست حلاوت و مٹھاس اور بے پناہ کشش موجود
ہے اور ان کی یاد اور ان کا خیال اپنی تمام تر عظمتوں اور رعنائیوں کے ساتھ قلب مومن میں جا
چکنا ہے۔

علمائے دیوبند کے نزدیک نماز میں نبی اکرم ﷺ کا خیال آنا لازمی امر ہے
مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:
”جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے تو

خیال آنا تو ضرور ہوا باقی نماز خالص عبادت اللہ کیلئے ہے غیر اللہ کا خیال بھی
سبیل التعظیم والعبادۃ نہ آنا چاہئے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے کیونکہ خیال پر باز
پرس نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۲۲۴)

معلوم ہوا کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نماز میں فقط خیال رسول ﷺ آنا برا
نہیں جیسا کہ رضا خانی حضرات دھوکا دیتے ہیں بلکہ خود صراط مستقیم میں ایسے خیال کو ”خلعت
فاخرہ“ کہا گیا ہے صراط مستقیم میں صرف اور صرف ہمت کو برا کہا گیا ہے۔

رضا خانیوں کا فراڈ اور بددیانتیاں ملاحظہ ہوں

ہم نے انتہائی شرح و بسط کے ساتھ صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب دے دیا ہے اب اس کے
مقابلے میں رضا خانیوں کا فراڈ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کیسے کیسے جھوٹ بول کر ان لوگوں نے اپنی
آخرت برباد کی:

(۱) مفتی احمد یار: نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں
ڈوب جانے سے بدتر ہے۔

(جاء الحق، ص ۴۲۷)

(۲) نظام الدین ملتانی بریلوی: نبی علیہ السلام کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے اور کجری
کے زنا سے بھی ظلم اور بدتر ہے نعوذ باللہ

(انوار شریعت، ص ۳۲۱)

(۳) کوکب نورانی: نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے
کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔

(۴) شیر محمد جمشیدی نے بھی کوکب نورانی کی یہی خود ساختہ عبارت نقل کیا دیکھو ”فیصلہ کیجئے
ص ۶۲۔“

(۵) حنیف قریشی رضا خانی: نماز میں نبی پاک ﷺ کا خیال گدھے اور بیل کے خیال کے
برابر بھی نہیں بلکہ اس سے بھی برا ہے معاذ اللہ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳)

(۶) غلام مہر علی لکھتا ہے: دیوبندیوں کا امام کہے کہ حضور ﷺ کا صرف خیال لانا ہی

گدھے کے تصور میں سراسر ڈوب جانے سے بھی کئی درجہ بدتر ہے۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۴)

(۷) کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے کئی درجہ بدتر ہے نعوذ باللہ
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۶)

صراط مستقیم کے متعلق ایک اور فراڈ

قارئین کرام ”صراط مستقیم“ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے یہ ملفوظات حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحیؒ نے جمع کئے۔ کتاب کے کل چار ابواب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلا اور چوتھا باب حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جمع کیا جبکہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ نے جمع کیا۔ دوسرا باب ایک مقدمہ اور چار حصوں پر جبکہ ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ رضا خانی بدعتی جو عبارت پیش کرتے ہیں وہ اسی دوسرے باب کی ہے۔ اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ گالیاں دینی تھیں فتوے لگانے تھے تو سب سے پہلے جن کے ملفوظات ہیں یعنی سید احمد شہیدؒ اس کے بعد جس نے جمع کئے یعنی مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ کو دیتے اس کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نمبر آتا مگر اس اختلاف میں ان دو حضرات کا آج تک کوئی رضا خانی نام نہیں لیتا مگر شاہ اسماعیل شہیدؒ سے چونکہ ولی بغض و عناد ہے اس لئے ان ہی کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے۔ حنیف قریشی رضا خانی کہتا ہے کہ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ عبارت کس نے لکھی بس عبارت گستاخانہ ہے تو جواب یہ ہے کہ جب غرض نہیں تو آج تک صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کا نام لے کر ہفتوات کیوں کی جارہی ہیں آخر ان دو حضرات کو چھوڑ کر صرف شاہ صاحب کو نشانہ بنانے کا مقصد کیا ہے؟

صراط مستقیم پر عمومی اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض ۱: تمہارے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خیال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حالانکہ

درود پڑھو گے تو نبی کا خیال آئے گا التحیات پڑھو گے تو نبی کا خیال آئے گا ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نماز میں نبی کریم ﷺ کے چہرے کو دیکھتے اور داڑھی ملنے سے اندازہ لگا لیتے کہ آفت ﷺ قرات کر رہے ہیں۔

جواب: یہ الزام صریح بہتان ہے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے ماقبل میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال تو نماز میں آنا لازمی امر ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگر نماز میں چہرہ مبارک کو دیکھتے تو اس کے ہم منکر نہیں ہم نے کب کہا کہ نماز میں کسی کی طرف التفات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ آپ کے اکابر کے حوالے ہم نے ماقبل میں دے دیے کہ نماز میں کسی بزرگ کی طرف محض توجہ کرنا بھی موجب لعنت ہے۔ جہاں تک صحابہ کرام کا داڑھی مبارک کو دیکھنا ہے تو یہ بھی صرف التفات اور نظر کا جانا ہے اس کے ہم منکر نہیں ہم تو منکر صرف ہمت کے ہیں اور ایسی تعظیم کے ہیں جو نماز سے مقصود ہے ہمت ہے تو کسی ایک بزرگ کا حوالہ پیش کرو کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف ”صرف ہمت“ کرتے۔

صراط مستقیم کے حوالے سے چیلنج

قرآن کی کوئی ایک آیت صاحب قرآن ﷺ کی کوئی ایک حدیث یا ران رسول ﷺ کا کوئی ایک عمل پیش کر دو کہ نماز میں صرف ہمت کرنا جائز ہے۔

اعتراض ۲: صراط مستقیم میں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ گدھے کا ذکر ہے اور یہ تو بین ہے۔

جواب: کسی بات کو سمجھانے کیلئے کسی عظیم شے کے ساتھ حقیر کا ذکر کرنا یہ وہ اسلوب ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں بھی ملتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے: **اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم (سورہ توبہ)**

ٹھہرایا انہوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو مالک (رب) اپنا اللہ کے علاوہ اور مسیح ابن مریم کو۔

اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے عام مولویوں کو ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ ذکر کیا گیا

ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد (مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر)

کہ سب بنی آدم کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ایک قلب کی طرح۔ ملا علی قاری حنفی ”کلھا“ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یشمل الانبیاء والاولیاء والفجرة والكفرة من الاشقیاء (مرقات، ج ۱، ص ۲۵۹)

شامل ہے انبیاء اور اولیاء اور گناہ گار اور بد بخت کافروں کو۔

یہاں بھی مقدس انبیاء و اولیاء کے ساتھ نجس کفار کا ذکر موجود ہے۔ اب ذرا اپنے گھر کا اسلوب بھی دیکھ لو مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”عصائے موسوی سانپ کی شکل ہو کر سب کچھ نگل گیا ہوتا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں۔“

(مراۃ المناجیع، ج ۱، ص ۲۴)

یہاں سانپ کے ساتھ حضور کا ذکر ہے بلکہ اس نے تو سورا اور کتوں کے ساتھ بھی حضور ﷺ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:

”رب کی مرضی یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کروں اور اس کے باقی احبزاء میرے حبیب فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا باقی کتا بلا وغیرہ اس کے حبیب نے۔“ (نور العرفان، ص ۳۲ بقرة آیت ۱۷۲ حاشیہ ۴)

مزید حوالے ملاحظہ کرتے جائیں جس میں معظم ذوات کے ساتھ رذیل اشیاء کا ذکر ہے اور ہے بھی تقابل کی صورت میں:

”سانپ کی پھونک میں زہر نیولے کے پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن خوان کی پھونک میں شفا ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۲۱)

”حضور ﷺ اپنے غلاموں کے ضرور نگران بھی ہیں حافظ بھی، کفار کے نہ نگران ہیں نہ حافظ پالتو کتے کا نگران مالک ہوتا ہے آوارہ کتوں کا نہ کوئی نگران نہ حافظ شکاری جانوروں کی طرح جس کا جی چاہے اسے مار دے مسلمان حضور ﷺ کی

حفاظت میں ہیں۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۳۶)

”اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں شکاری جانوروں

کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۸۳)

قاضی بیضاویؒ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اماں مریم کے بارے میں لکھتے ہیں:

کانایا کلان الطعام ویفتقران الیہ افتقار الحیوانات (تفسیر بیضاوی ص ۱۰۸)

لوحی بیضاوی نے تو غضب ہی ڈھا دیا نہ صرف ”الحیوانات“ کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ جس طرح دیگر حیوانات (حیوانات جنس ہے اور کتا خنزیر گدھا وغیرہم اس کی انواع) کھانے پینے کے محتاج ہیں مائی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی محتاج ہیں۔

اگر رتی برابر غیرت ہے تو ان پر سے اپنے گستاخی کا فتویٰ ہٹا کر دکھاؤ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے ہٹاتے ہو شہید کی کرامت دیکھو کہ آپ کا اپنا پھندا آپ کے اپنے گلے میں ایسے اٹک گیا کہ اب جتنا کھینچو گے اتنا ہی سخت ہوتا جائے گا۔ یہی نتیجہ ہوتا ہے بنا علم کے تحقیق کے میدان میں آنے کا۔ یہ اصول حنیف قریشی نے بھی وضع کیا جہاں سے آپ نے سرقہ کیا۔ ملاحظہ ہو گستاخ کون ص ۵۴۔

اعتراض نمبر ۳: صراط مستقیم شاہ اسمعیل کی تصنیف ہے دیوبندی اس کا انکار کرتے ہیں۔

جواب: دراصل بات یہ ہے کہ بریلوی اور عقل دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ بریلویوں کی سب سے بڑی بیماری بناء الفاسد علی الفاسد ہے یہ لوگ اپنا خود ساختہ مطلب و مفہوم ہمارے ذمہ لگا کر پھر اس کے رد میں دلائل دیتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو ہم نے دیوبندی کی بات کے رد میں بیسیوں دلائل دے دئے۔ حالانکہ ایک دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہوتی۔ یہی حرکت بریلویوں کے اس پورے مضمون میں آپ کو نظر آئے گی۔

دعویٰ تو یہ کہ دیوبندی اس کو شاہ اسمعیل شہید کی تصنیف نہیں مانتے اور دلیل میں جو عبارت پیش کی وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”آخر کیا وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان سے لے کر شوکت سیالوی اور حنیف قریشی تک سب اس

عبارت کو شاہ اسماعیل کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہیں ہمارا تمام بریلویوں سے مطالبہ ہے کہ اس عبارت پر مناظرہ کرنے سے پہلے یا کلام کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب دو ورنہ لکھ کر دو کہ مولوی احمد رضا خان نے جھوٹ بولا، کراچی کے مولوی کو کب نے جھوٹ بولا، حنیف قریشی اور شوکت سیالوی نے جھوٹ بولا، جب تک یہ لکھ کر نہ دو گے مناظرہ میں آگے بات نہ ہوگی (بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل کی طرف نسبت کرنے کے جو دلائل دئے جاتے ہیں ان کا جواب آگے آئے گا)۔ (صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۳۱)

مفتی صاحب اور ہمارا سوال تو ”عبارت“ کے متعلق ہے جبکہ آپ اسے ”کتاب“ پر محمول کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اس عبارت و کتاب کا پس منظر اپنی کتاب کے ص ۲۱ تا ۲۹ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جسے معترض میلاد کے لڈو سمجھ کر ہضم کر گئے۔

بات سیدھی سی ہے (مگر اعتراض کرنے والی عقل الٹی ہے) ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ یہ صراط مستقیم دراصل سید احمد شہید کے ملفوظات ہیں پھر عبارت معترضہ دوسرے باب کی ہے جس کے جامع عبدالحی، رحمہ اللہ ہیں اگر یہ عبارت واقعی اتنی گستاخانہ تھی تو سب سے پہلے سید احمد شہید پھر عبدالحی پر فتویٰ لگنا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کا آج تک اس پورے شیطانی کھیل میں تو نام تک نہیں لیا گیا اور جو مظلوم صرف جامع ہے اسے ہر جگہ بدنام کیا جا رہا ہے۔ دیکھو احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات مصطفیٰ رضا خان نے جمع کیا تو اگر صرف جامع و مرتب ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کوئی مصطفیٰ رضا خان کی طرف کر دے تو ٹھیک ہے مگر اس کے اندر سارے مواد کو احمد رضا خان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بریلویوں نے بھی آج تک اس کا انکار نہیں کیا۔ ہم کہنا چاہ رہے ہیں کہ ملفوظات کے مرتب و جمع کرنے کی حد تک تو اگر کوئی کتاب کی نسبت شاہ اسماعیل شہید کی طرف کرتا ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ اور دیگر کتب میں اسے شاہ صاحب ہی کی تصنیف کہا گیا مگر چونکہ اس کا سارا مواد سید احمد شہید کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس لئے بلا واسطہ اس کے اول مخاطب سید صاحب ہونے چاہئے تھے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد آپ کے بزعم خویش ہمارے خلاف دئے گئے تمام حوالوں کا جواب ہو گیا کہ اس میں سے کوئی بھی حوالہ ہمارے خلاف نہیں۔

مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ عبارت کس نے لکھی (جس نے بھی لکھی عبارت گستاخانہ ہے)
(گستاخ کون ص ۵۵)

جب کوئی غرض نہیں کہ کس نے لکھی تو احمد رضا خان سے لیکر آج تک کے نو مولود معترضین نے اسے قطعی و یقینی طور پر شاہ صاحب ہی کی طرف کیوں منسوب کیا؟ کیوں آج تک ایک بار بھی اس عبارت کو سید احمد و عبدالحی مرحومین کی طرف منسوب کر کے ان پر فتویٰ نہیں لگایا گیا۔ وہ بنیادی سوال ہے جسے کا جواب سارے زندہ مردہ رضا خانی قیامت کی صبح تک نہیں دے سکتے۔

اعتراض ۴: دیوبندیوں ہمارے اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے ہمت کرتے رہے، صرف ہمت کے حقیقی معنی توجہ کرنے کے ہیں۔

جواب: لعنۃ اللہ علی الکاذبین علمائے اہلسنت نے آپ کے ایک ایک الزام کا ایسا منہ توڑ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر میں نہ مانوں کا علاج ہمارے پاس نہیں، صرف ہمت کا معنی صرف توجہ کرنا یہ بھی آپ کا دجل ہے و فریب ہے اس اصطلاح کی مکمل توضیح و تشریح مفتی حماد صاحب کی کتاب کے ص ۳۲ تا ۴۲ پر موجود ہے جس کو آپ نے چھوا تک نہیں اور انشاء اللہ اس مدلل توضیح کا رد تا قیامت آپ کی پوری جماعت کے ناتواں کندھوں پر پڑا رہے گا یقین نہ آئے تو کوشش کر کے دیکھ لیں۔ نیز اگر آپ کو یہ گلہ ہے کہ صرف ہمت کے معنی توجہ کرنے کے ہی ہیں اور اسی سے صراط مستقیم میں منع کیا ہے تو اس توجہ سے منع اشرف سیالوی اور نقی علی خان نے بھی کیا ان پر کیا فتویٰ ہے؟

اعتراض نمبر ۵: عبارت میں صرف ہمت سے مراد ”وسوسہ“ ہے کیونکہ انہی کا ذکر چل رہا ہے۔

جواب: اللہ رے..... اللہ..... شوق تکفیر۔ ایک شخص خود اپنی عبارت میں مخصوص اصطلاح کا استعمال کرتا ہے مگر یہ تکفیری کہتے ہیں کہ نہیں اس لفظ کو اس اصطلاحی معنی پر محمول نہیں کریں گے کیونکہ پھر شوق تکفیر کس طرح پورا ہوگا؟ بلکہ پیچھے وسوسوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے یہاں بھی وسوسہ مراد ہوگا اور لوجی ہم نے ایک مسلمان کو کافر بنا کر وہ عظیم خدمت سرانجام دے دی جس پر

جتنی داد ہمیں ہمارا باواشیطان دے کم ہے۔ اللہ کے بندے یہ کس جگہ لکھا ہوا ہے اگر ایک ہی بحث میں مختلف الفاظ و اصطلاحات بیان کئے جائیں تو ان سب کا ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ کیا اس سے زیادہ کوڑھ مغزی کا مظاہر کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اگر عبارت سے مراد محض ”وسوسہ“ ہوتا تو یہاں بھی وسوسے کا لفظ استعمال کرتے مگر خاص حضور ﷺ اور پیر کے ذکر کے وقت وسوسے کی جگہ صرف ہمت کا لفظ استعمال کرنا ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مراد محض وسوسہ نہیں بلکہ صرف ہمت ہی ہے۔ نہ جانے کیوں آپ کو اسی بحث میں یہ عبارت نظر نہ آئی:

”یہ سمجھنا چاہئے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آ جانا اور ارواحِ مشائخ و فرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ”ہمت“ کو اسی طرف متوجہ کرنا اور نیت میں اسی مدعا کا ملادینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے۔“ (صراطِ مستقیم ص ۹۶)

غور کرو کس قدر وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ محض وسوسہ خیال ارادہ کی بات نہیں بلکہ اپنی پوری ہمت کو اسی طرف متوجہ کرنے پر ساری گفتگو ہو رہی ہے۔ وسوسے کا لفظ نظر آ گیا مگر یہاں موجود ”ہمت“ کا لفظ نظر کیوں نہیں آیا؟ کہ یہ تکفیری مشین گن کی نالی میں پھنس جاتا؟ اگر محض خیالات و وساوس کو برا جانتے تو سید صاحب ہرگز یہ نہ فرماتے:

”اور ارواحِ فرشتوں کا کشف ان فاجرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق باخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہو کرتا ہے۔“ (ایضاً ص ۹۶)

نیز عبارت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے کہ یہاں صرف ہمت سے مراد صرف وسوسہ یا خیال نہیں چنانچہ سید صاحب فرمانا چاہتے ہیں کہ نماز میں مختلف وساوس و خیالات آ سکتے ہیں مگر بعض خیالات بعض سے برے ہو سکتے ہیں دیکھو ہو سکتا ہے کبھی زنا کا وسوسہ آجائے کبھی بیوی سے جماع کا تو بیوی سے جماع کے مقابلے میں زنا کا وسوسہ زیادہ سخت ہے اس پر زیادہ توبہ استغفار کرنی چاہئے۔ پھر آگے مستقل صوفیاء کے ایک طریق کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں شغل برزخ شائع ہے اب ظاہر ہے کہ وہ یہ شغل برزخ محض خیال یا وسوسے کی بنیاد پر تو نہیں کرتے

ہوں گے بلکہ پوری ہمت و توجہ اس طرف گامزن کر دیتے ہیں اس لئے نماز میں شیخ یا حضور ﷺ کی طرف ہمت کا لگا دینا کہ دل سے بالکل چسپاں ہو جائے اور خدا کا تصور ہی نہ رہے وہ استغراقِ جو رب کی جناب میں ہونا چاہئے تھا وہ رکوع و سجود جو رب کی بندگی میں کرنا چاہئے تھا اب نبی کے نقش پا ڈھونڈنے کیلئے کئے جارہے ہیں تو یقیناً یہ ایک برا فعل بلکہ شرک ہے ایسی نماز والے پر رب کی طرف سے پھٹکار ہے البتہ اگر گدھے وغیرہ کی طرف توجہ کو پھیر دیا جائے تو وہ ایک ذلیل و حقیر شے ہے اس کی طرف توجہ جائے گی ہی نہیں اگر چسپلی بھی گئی تو دل سے چسپیدگی کی کوئی صورت نہیں اس لئے گاؤں کی جگہ پیر و مرشد و حضور کی طرف نماز میں صرف ہمت کرنا زیادہ خطرناک ہے۔ عبارت کے اندر خود ”گدھے کی صورت میں مستغرق“ کا لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محض وسوسے کا ذکر نہیں بلکہ ”استغراق“ کی بات ہو رہی ہے۔

بالفرض علی سبیل التفرل وسوسے کا ہی ذکر ہو تو وسوسوں کے مختلف مراتب ہیں انہی میں سے ایک صرف ہمت کو لے لیں اور پھر

اسکی وہی توضیح مراد لیں جو مفتی حماد صاحب یا دیگر علماء دیوبند کرتے ہیں۔

رہی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی عبارت تو اس کو بھی آپ نے سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ڈاکٹر صاحب نے اس اعتراض کا جواب بڑے دلنشین انداز میں ”مطالعہ بریلویت جلد اول ص ۲۸۵ تا ۲۹۳ پر دیا جس کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی مراد بھی محض ”خیال آنا یا لانا نہیں“ بلکہ وہ خیال مراد ہے جو صرف ہمت کے ساتھ ہو چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہمت پھر کر اپنے پیر و مرشد کی طرف توجہ باندھ لے تو اس صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خالصہ اللہ کی عبادت تھی نماز میں خدا سے ہمت پھیر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ پس نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی طرف ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔ وہ مرید اگر نماز کے باہر اپنے پیر و مرشد کی طرف ہمت پھیرتا ہے اور توجہ کرتا ہے تو ممکن ہے اسے شاذ لی طریق پر کچھ رعایت مل جائے لیکن نماز میں اللہ سے

اپنی توجہ ہٹا کر اسے اپنے پیر و مرشد یا کسی ولی و پیغمبر پر لگا دینا عبادت کے مقام تو حید کی سب سے بڑی آفت ہے۔ مومن کی نماز اس طرح ہونی چاہئے کہ پوری نماز میں اس کی توجہ صرف خدا کی طرف رہے۔ پیغمبر کی طرف بھی دھیان ہو تو اللہ کے دربار میں ہو اللہ سے صرف ہمت کر کے نہ ہو خدا سے کسی صورت میں دھیان نہ پھیرا جائے اور نہ کسی اور کی نیت باندھی جائے۔“

(مطالعہ بریلویت ج ۱ ص ۲۸۶)

آپ نے اپنی بنائی ہوئی خود ساختہ عبارت جو مطالعہ بریلویت کے حوالے سے لکھی ہے وہ ہمیں وہاں نہیں ملی البتہ عبارت کے پہلے جز خیال آنے اور خیال لانے میں فرق ہے..... کے بعد علامہ صاحب متصل ہی یہ بھی تو لکھتے ہیں:

”مندرجہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا زیادہ سے زیادہ عبادت کے نور سے محروم کر دیتا ہے لیکن اپنے ارادے اور توجہ سے کسی پیر و مرشد کی طرف توجہ باندھنا یہاں تک کہ اور کسی کی طرف دھیان نہ رہے اور اس بزرگ کی طرف کامل صرف ہمت ہو جائے اور وہ بھی نماز میں تو یہ عمل ایمان سے محروم بھی کر سکتا ہے۔“

(مطالعہ ج ۱ ص ۲۸۸)

اپنے امام احمد رضا کی سنت سینہ پر عمل کرتے ہوئے جب تک آپ لوگ دھوکہ فراڈ نہ کر لیں چین نہیں نہ آتا۔ غرض علامہ صاحب بھی محض خیال کی بات نہیں کر رہے بلکہ خیال کو اس طور پر لانا کہ پوری توجہ اور ہمت اس پر مرکوز ہو جائے کہ کسی اور کا دھیان ہی نہ رہے اس کی بات کر رہے ہیں صراط مستقیم میں بھی خیال سے مراد یہی ہے۔ حیرت ہے ایک دو دفعہ وسوسے کا ذکر آنے پر تو آپ صرف ہمت کو بھی وسوسے پر محمول کر رہے ہیں مگر یہاں بار بار ہمت کی گردان کی وجہ سے خیال کو نہ جانے صرف ہمت پر محمول کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

تو جناب والا محض ان بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھ دینے سے آپ کا علمی روبہم پر پڑنے والا نہیں کیونکہ ان کتابوں کو سمجھنے کی لیاقت ہی سرے سے آپ میں نہیں۔ علامہ صاحب کی اس عبارت کے متعلق مزید وضاحت کیلئے ان کا تحقیقی مقالہ ”نماز کا مقام تو حید“ ملاحظہ فرمائیں جو دارالنعیم لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے جو آگے روایات پیش کی ان سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اشرف سیالوی نے چونکہ توجہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے اس لئے یہ ساری روایات آپ کے عقیدے کے متضاد ہیں اس لئے ہمارے حق میں اور اپنے خلاف دلائل دینے پر شکریہ۔ آپ جیسے ایک دو اور محقق اس جماعت کو مل جائے تو اسے کسی سے دشمنی مول لینے کی ضرورت نہیں۔

نعمانی صاحب و خالد صاحب کی عبارات میں کوئی ٹکراؤ نہیں

ان کی عبارت میں ٹکراؤ آپ کو محض اپنی الٹی عقل کی وجہ سے نظر آ رہا ہے حیرت ہے بنتے ہو محقق اور اردو کتابیں سمجھنے تک کی لیاقت نہیں۔ خیال آنے خیال لانے کو نہ تو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے برا کہا بلکہ خود بخود خیال آنے کو تو وہ خلعت فاخرہ میں شمار کر رہے ہیں نہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے نہ نعمانی صاحب نے۔ ان تینوں کے نزدیک نماز میں وہی خیال برا ہے جو اس طور پر ہو کہ اس طرف پوری توجہ ارادے اور صرف ہمت کو متوجہ کر دیا جائے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف بالکل کوئی دھیان ہی نہ رہے اس امر کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی ہے۔

کیا نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم شرک ہے؟

بالکل وہ تعظیم جو علی وجہ العبادۃ ہو بالکل شرک ہے اس پر آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اگر اتنا ہی تعظیم کا ہیضہ لگا ہوا ہے تو کھل کر کہیں کہ ہم نماز اللہ کیلئے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے پڑھتے ہیں؟ عنوان تو آپ نے باندھا تعظیم شرک ہے اور عنوان کے تحت بحث میں اسی موروثی دجسل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بار بار ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کیا کہ ہم نماز میں نبی کریم ﷺ کے خیال ہی کو شرک کہتے ہیں اگر پوری جماعت رضائیہ میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر یہ احساس ہے کہ میں نے مگر اللہ کو اپنی ان کذب بیانیوں کا حساب دینا ہے تو وہ بتائے ہم نے کہاں لکھا ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال شرک ہے؟ مفتی حماد صاحب نے ارواق سیاہ نہیں کئے بلکہ آپ کو اپنے سیاہ دل کی وجہ سے اس میں سیاہی نظر آ رہی ہے۔

ملائی قاری کی طرف آپ نے یہ عبارت منسوب کی کہ وہ دوران عبادت سجدہ کر کے اس کو تعظیم

سمجھتے، حالانکہ ملا علی قاری کی عربی عبارت کتاب میں موجود ہے ان کا مقصود یہ بیان کرنا نہیں کہ سجدے کو تعظیم سمجھتے بلکہ سجدہ کرتے تعظیم کی وجہ سے نیز ان کی عبارت یہ ہے جو پکار پکار کو آپ کو مشرک کہہ رہی ہے شاید اسی وجہ سے پوری عبارت نقل کرنے کی جرات آپ کو نہ ہوئی:

والمبالغہ فی تعظیم الانبیاء و ذالک هو الشریک

(صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۶۲)

کہئے جناب آپ تو نبی کی تعظیم کو ہی نماز سمجھتے ہیں مگر ملا علی قاری تو فرما رہے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم میں مبالغہ کرنا ہی شرک ہے۔ ہم نے تو صریح حوالہ نہیں حوالہ جات پیش کر دئے اگر آپ میں غیر ت ہے تو ہمارا چیلنج ہے کوئی حدیث ایسی پیش کریں جس میں یہ ہو کہ رکوع و سجود میرے نقش پا ڈھونڈنے کیلئے نماز میں کرنا۔ ہا تو ابرہانکم ان کنتم صادقین۔

قارئین کرام صراط مستقیم کے متعلق احادیث سے یہ مدلل بحث صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۵۲ تا ۷۵ پر موجود ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا کوئی جواب ان مشرکوں کے پاس نہیں سوائے اس کہ وہ جعلی عبارتیں جعلی موقف ہماری طرف منسوب کر کے پھر اس کا رد کرنا شروع کر دیں اور سینہ پھلا کر کہیں دیکھو ہم نے جواب دے دیا۔

اعتراض ۶: غلام حسین نقشبندی اسی عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

گھڑوی صاحب لکھتے ہیں: چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال آئے) اس پر آسمان سے فوراً بجلی گرتی اور وہ بھسم ہو جاتا آندھی آتی اور اس کو کسی گناہ کنویں اور گھڑے میں پھینک دیتی آسمان سے پتھر برسائے جاتے اور اس کا بھیجا نکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر اکھ کا ڈھیر بنا دیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا۔

آگے لکھتے ہیں:

آخر میں اگر تو بہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارات اکابر ص ۹۸)

قارئین کرام! سرفراز صاحب گھڑوی کا یہ تبصرہ صاف بتا رہا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک

حضور ﷺ کا خیال مبارک نماز میں اتنا برا ہے کہ ایسے مغفل نمازی پر اللہ کا عذاب آنا چاہئے (شمشیر حسینی ص ۳۵، ۳۶)

جواب: رضا خانی معترض نے پدیری عادت سے مجبور ہو کر عبارت کو نقل کرنے میں انتہائی رضا خانیت (یعنی فریب و فراڈ) کا مظاہرہ کیا ہے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:

اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص دنیا کی کسی عدالت میں کسی جج اور کسی مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہو اور اس کو بیان دے رہا ہو مگر وہ بجائے اس سے ہم کلام ہونے کے عدالت کے وقت میں جج کی موجودگی میں کسی اور سے کلام کر رہا ہو یا جج کی طرف توجہ کرنے کے بجائے قصد کسی اور طرف دیکھ رہا ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس پر توہین عدالت کا مقدمہ چلے اور اپنے کئے کا خمیازہ بھگتے۔ یہ برائے نام حاکم اس احکم الحاکمین کے مقابلہ میں اور یہ مجازی عدالتیں رب العزت کی سچی عدالت کے مقابلہ کیا وقعت رکھتی ہے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال بطریق صرف ہمت آئے) اس پر آسمان سے فوراً بجلی گرتی اور وہ بھسم ہو جاتا آندھی آتی اور اس کو کسی گناہ کنویں اور گھڑے میں پھینک دیتی آسمان سے پتھر برسائے جاتے اور اس کا بھیجانکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر رکھ کا ڈھیر بنا دیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا مگر پروردگار تو ارحم الراحمین ہے وہ بایں ہمہ اس سے درگزر فرماتا ہے آخر میں اگر تو بہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارات اکابر ص ۹۷، ۹۸)

قارئین کرام! مکمل عبارت آپ نے پڑھ لی اس میں کہیں بھی امام اہلسنت نے یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنے پر عذاب آنا چاہئے وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ نماز میں نمازی بجائے رب کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کرنے کے بجائے اس کی بندگی کی طرف اپنے خیالات کو مذکور رکھنے کے بجائے اللہ کی ذات کو بالکل بھول کر غیر اللہ کی طرف اپنے خیالات کو مرکوز کر لے تو یہ آدمی اس لائق ہے کہ اس پر اللہ کا عذاب آجائے جب عارضی عدالتیں اس گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتی کہ جج کے بجائے آپ اس کے سامنے کسی اور کی طرف مچو گفتگو ہوں تو اللہ کی بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی کس طرح قابل برداشت ہو سکتی ہے؟ ایسی نمازیں

رضا خانیوں ہی کو مبارک مگر چونکہ رضا خانیوں کی نمازیں اسی قسم کی ہوتی ہیں اس لئے ان کو امام اہلسنت کی اس عبارت سے قلبی تکلیف ہونا لازمی امر ہے۔

اعتراض ۷: صفدر صاحب کی نرالی گپ: اور جس کا معنی آپ نے ہمت کو لگا دینا پڑھے ہیں اس کے معنی محض تصور اور خیال آنا کے نہیں ہیں جیسا کہ خان صاحب اور ان کے متوسلین کرتے ہیں بلکہ وہ خیال ہے جس میں قصد اور ارادہ اپنی پوری ہمت لگا دی جائے (عبارت اکابر، ص ۹۸) یعنی دہلوی صاحب نے حضور ﷺ کے جس خیال کو نماز میں گدھے کے خیال سے برا کہا ہے وہ خیال ہے جو ارادۂ قصد ہو۔

(شمشیر حسینی، ص ۳۷، ۳۸)

جواب: پھر وہی دھوکا اور فراڈ صرف خیال، قصد، ارادہ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ عبارت میں صاف طور پر ”ہمت“ کا لفظ موجود ہے جس کی مکمل تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اور رضا خانی اسی کو نہ سمجھتے ہوئے بار بار ”خیال“ کی رٹ لگا کر اپنی جہالتوں اور تعصبات کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مزید تفصیل کیلئے:

صراط مستقیم کی عبارت کی مزید توضیح کیلئے حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ”نماز کا مقام توحید“ اور مفتی حماد صاحب نقشبندی کی کتاب ”صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ“ ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض ۲۱: امام الانبیاء ﷺ اور دیگر تمام انبیاء چہار سے زیادہ ذلیل اور ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے امام مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا (انبیاء و اولیاء) ہو یا چھوٹا (ہم تم) وہ اللہ کی شان کے آگے چہار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۴، طبع دہلی)

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں (تقویۃ الایمان، ص ۵۶)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۲۸، ۲۴، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، ۳۵، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۱۷۸)

جواب: رضا خانیوں نے سنت آباء پر عمل کرتے ہوئے عبارات کو نقل کرنے اور مفہوم کو بیان کرنے میں دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے راقم الحروف اس اعتراض کا تفصیلی جواب ”نور سنت“ شمارہ ۷ میں دے چکا ہے جو اب مفید اضافوں کے ساتھ یہاں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ میرے محترم پہلے آپ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد انشاء اللہ فقیر اپنی معروضات عرض کرے گا:

تقویۃ الایمان کی عبارت

وَ اذْ قَالْ لِقَمَانْ لِبْنِیْہِ وَہُوْ یُعْظِہُ یَا بَنِی لَا تُشْرَکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

(پ ۲۱ سورہ لقمان)

ترجمہ! اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقل مندی دی تھی سو انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیتے تھے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟

اور یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

پہلی گزارش (تحقیق جواب)

بریلویوں کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض محض تعصب کا شاخسانہ ہے اگر یہ لوگ مصنف کے طرز کلام اور تقریر کے رویہ کو غور اور تامل سے اور ساری کتاب کو انصاف کی رو سے

دیکھتے تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔ اللہ رب العزت نے مشرکوں اور کافروں کو غور و تدبر نہ کرنے پر بارہا الزام دیا ہے اَفَلَا يَتَذَبَّرُونَ الْقُرْآنِ اہل علم پر کچھ چھپا نہیں کہ یہ اعتراض بوجس ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعصب، اور ضد کا علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔

ناکس کا صفائش سے مطلب نہ برآئے

جو کور ہو عینک سے اسے کب نظر آئے

مولانا حکیم برکات احمد صاحب (جن کو بریلوی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں) نے کیا خوب کہا کہ:

”اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بناتے ہیں اگر صحیح ہو تو فہو المراد اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چہ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تقویۃ الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان صحیح کرنا چاہئے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ متقدمین علماء کے خلاف ہے اگر تقویۃ الایمان سمجھ میں نہیں آتی تو اس کو نہ دیکھیں۔“

(مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت و علوم: ص ۱۹۰: برکات اکیڈمی

کراچی ۱۹۹۳)

اہل علم پر یہ بات خوب واضح ہے کہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی ضعف اور کمزوری کو بیان کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی بات کو بیان کرنے کیلئے جس پیرایہ کو اختیار کیا ہے وہ ہرگز کسی ولی یا نبی کی توہین پر مبنی نہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے فاسد اعتقاد کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَآلِه٩ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ جن کو خدا نے عقل دی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ معاذ اللہ قابل ہلاکت اور عذاب کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے صرف ایسے معتقدوں کے گمان فاسد کے رد کیلئے ایسی تنبیہ اور

زجر فرمائی ہے کہ وہ لوگ عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور خدائے قہار و جبار کا حکم بجالائیں تو صاحب تقویۃ الایمان نے جاہل عوام کے گمان باطل اور زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں مخلوق یا فلاں ہستی جو چاہیں سو کریں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ مختار کل ہیں خدائی اختیارات کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چہرے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ غور فرمائیں کہ یہاں بیان دو نسبتوں کا ہے ایک تو نسبت مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحب تقویۃ الایمان کا صرف یہی ہے کہ نسبت مخلوق کے مراتب کی خالق کے مراتب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرہ برابر بھی مخلوق کا مرتبہ خالق کے مراتب کے آگے نہیں اس واسطے کہ تمام مخلوق حادث محتاج ہے قدیم پیدا کرنے والے قدرت کامل رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت و مشابہت نہیں لیس کمثلہ شیء اس کی تو شان یہ ہے کہ اذا اراد شینا ان یقول له کن فیکون پس صاحب تقویۃ الایمان کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہرے سے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت بجا اور بالکل درست ہے کیونکہ ہر موجد مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ اس عزیز ذوالنقام کے آگے ہر مخلوق ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز بے سروسامان ہے۔ یہاں ذلت کا لفظ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ اس کی نقیض عزت ہے جس کے معنی قوت اور وہ دائمی قدرتی سوائے اللہ کے کسی کو نہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں ذلت سے منزہ و مبرہ ہوں ولم یکن له ولی من الذل یعنی وہ رب ایسا نہیں کہ اسے کسی ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

پس وہ خالق بے نیاز و غنی ہے اور ہر مخلوق سراسر احتیاج و محتاج ہے اس ذات کے ساتھ اس کی کسی طرح برابری شرکت اور مقابلہ نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے ابد تک عزیز و قوی و مالک المملک قاہر و غالب متدیم ہے وله الکبریاء فی السموت والارض اور حدیث قدسی الکبریاء ردائی والعظمتہ ازاری اس عزیز السلطان کی شان ہے

چنانچہ وہ خود اپنی شان کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کل من فی السموت والارض

الا اتی الرحمن عبدہا اسی آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا، ذلیلا منقادا۔ (تفسیر نسفی ج ۲، ص ۵۴، دار بن کثیر بیروت)
اور صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کر دی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامۃ منہم عزیر و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)
آخر یہ معترضین صاحب جلالین پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں لگاتے جو ان اولوالعزم انبیاء کا نام لیکر لفظ ”ذلیل“ کی نسبت ان کی طرف کر رہے ہیں۔۔۔؟؟؟ ان پر فتوے کیوں نہیں۔۔۔؟؟ کسی نے کیا ہی خوب کہا

ہنر پنچشمعداوت قبیح تر باشد حسد بحاسد طبعے فنیح تر باشد

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو ان پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد تو بین نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واحد القہار ذات کے سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تقویٰ الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے نہ تو کسی ولی کا ذکر کیا نہ نبی کا مگر پھر بھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کر رہے ہیں مگر پھر بھی ولیاء اللہ۔ مگر

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی کل اس کی کیا سزا پاؤ گے

صاحب جلالین قرآن پاک کی آیت ماالمسیح ابن مریم الارسل قد خلست من قبلہ الرسل و امہ صدیقہ کانایا کلان الطعام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کانایا کلان الطعام کفیر ہما من الحيوانات (ص ۱۰۴) غور فرمائیں یہاں تو ایک اولوالعزم نبی اور ان کی پاک باز والدہ کو بسبب احتیاج اور ضعیف ہونے کے جانوروں سے تشبیہ دے دی گئی اور حیوانات کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا گیا اب کوئی بریلوی حضرات کی طرح شرم و حیاء کا کرتہ تین سال کی عمر میں

انھالے اور کہے کہ:

حیوانات میں تو کتا بھی ہے۔۔۔۔

خنزیر بھی ہے۔۔۔۔۔

گدھا بھی ہے۔۔۔۔

الو بھی ہے۔۔۔۔۔

گویا صاحب جلالین نے معاذ اللہ۔۔۔۔۔ اندازہ لگائیں بات کہاں تک پہنچ گئی؟ تو اگر صاحب تقویۃ الایمان نے مخلوق کی کمزوری و عاجزی کو ثابت کرنے کیلئے مطلقاً مخلوق کیلئے پھمار (موچی) کا لفظ استعمال کر دیا تو کسی کو کیا تکلیف۔۔۔؟؟ بتائیں کیا جلالین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کو بسبب احتیاج کے اور اختیار نہ ہونے کے مانسداور جانوروں کی طرح لکھنا کیا ان کی حقارت اور گستاخ کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔۔۔؟؟؟ نعوذ باللہ من سوء الفہم

شیخ سعدی بھی اسی قہار عزیز و جبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ

گر بمشتر خطاب قبر کنند

انبیاء را چہ جائے معذرت است

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ دجال کی نیند کو پیارے آقا ﷺ کی نیند سے تشبیہ دے

دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اقول لقد ثقلت هذه الکاف علی“

(فتاویٰ رضویہ: ج ۱: ص ۱۳۰۔ سنی دارالاشاعت ۱۹۶۷ء)

غور فرمائیں یہاں تو صرف یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کاف سے تشبیہ دینا میرے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے دیوبند کی کتابوں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کر لئے جائیں تو فوراً کفر کے فتوے ہائے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کر دی۔۔۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار و جبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ

میں بیان کرتے ہیں:

”واما معرفت دوم آں بود کہ از صفت وی نخیزد، و لکن از ناباکی و قدر آں خیزد کہ از وی من ترسد، چنانچہ کسی در چنگال افتد و بترسد، نہ از گناہ خویش لیکن از آنکہ صفت شیر می داند کہ طبع وی ہلاک کردن است و آنکہ بہ وی و بہ ضعیفی وی پہنچ پا کس ندارد، و ایں خوف تمام تر و فاضل تر، و ہر کہ صفات حق تعالی بشناخت و جلالت و بزرگی و توانائی و بے باکی وی بدان آنست کہ اگر ہمہ عالم ہلاک کنند و جاوید دوزخ دارد، یک ذرہ از مملکت وی کم نشود و آنچہ آں رارقت و شفقت گویند از حقیقت آں ذات او منزہ است، جائی آں بود کہ بترسد و ایں ترس انبیاء را نیز بود اگرچہ دانستند کہ از معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالی عارف تر بود ترس تر باشد و رسول اللہ (ﷺ) از ایں گفت ”من عارف ترین شام بخدائے و ترسان ترین و برائے ایں گفت انما تخشی اللہ من عبادہ العماء و ہر کہ جائل تر بود ایمان تر بود و وحی آمد بد او (علیہ السلام) کہ یاد او از من چنان ترس کہ از شیر خشمگین ترسی۔

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۱۰۱، ۱۰۲، طبع تہران)

ترجمہ: معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معاصی کے باعث یہ خوف نہ ہو بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بے باکی اور قدرت اس کی معرفت کا سبب بنی ہو، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پنجے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اس کو پنجے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پرواہ نہیں، یہ خوف بہت فضیلت رکھتا ہے، پس جس نے اللہ کی صفت قدرت کو پہچانا اس کی بزرگی قوت او بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رکھے تو اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا نرمی و شفقت بے جا سے اس

کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا ایسا خوف انبیاء کرام کو بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں اور جو اس کے عرفان ذات و صفات سے جس قدر بے بہر اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا۔ حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داود! مجھ سے ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

امام غزالیؒ کی روحانی و علمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہو سکتا ہے جب انہوں نے اللہ کی قدرت کاملہ اور اس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی و کبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیسڑے اور درندے کی مثال دے دی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت داود علیہ السلام کے ناموں کی اس میں تصریح کر دی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے چہار کی مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال کر لیا تو کسی کو کیا تکلیف؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طاقت و قدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے۔ تو پھر آخر یہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں۔۔۔؟؟؟

شاہ صاحب کی عبارت میں ”آگے“ کا لفظ ہے جس کا عام معنی ”مقابلہ“ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ چاند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم کے آگے تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح ”ذلت“ کے لفظ کے متعلق وضاحت کردوں کہ ذلت کے معنی ضعف کمزور
ی قلت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذل ما كان عن القهر۔۔ يقال الذل والقل، والذلة والقلۃ (مفردات القرآن، ص ۱۳۶)
غرض ذلت کے معنی کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں، اور عزت کے
معنی قوت و غلبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر و
انتم اذلة کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الکشاف الاذلة جمع قلة۔۔ انه تعالى قال والله العزة ولرسوله
وللمومنين فلا بد من تفسير هذا الذل بمعنى لا ينافي مدلول هذه الآية، وذلك هو
تفسيره بقلۃ العدد وضعف الحال وقلة السلاح والمال وعدم القدرة على مقاومة
العدو ومعنى الذل الضعف عن المقاومة ونقيضه العز وهو القوة والغلبة۔

(تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۲۸)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس آیت
کی نقیض اور معارضے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت والله العزة ولرسوله وللمومنین کو
پیش کر کے اس کا جواب دیا بریلویوں کے مناظر اعظم عمر اچھروی نے بھی مقیاس حقیقت میں اسی
آیت کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کی نقیض میں پیش کر کے واویلا کیا مگر شاہ صاحب کی
کرامت تو دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمر اچھروی پیدا
بھی نہیں ہوئے تھے۔۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموات کے قوت و غلبہ و عز کے
مقابلے میں بلا ریب ذلیل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف و ناتواں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تو کفار مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کہا
جا رہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے
اختیار کریں تو کفر گستاخی تو بہن کے فتوے۔

تفسیر ابوسعود میں ہے کہ:

اذلۃ جمع ذلیل و انما جمع قلة للایذان باتصفاہم حینئذ یوصفی القلة
والذلۃ اذا كانوا اثلاثمائة وبضعة عشر و كان ضعف حالہم فی الغایۃ (تفسیر ابوسعود
، ج ۱، ص ۴۰۹)۔

پس قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صاحب کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بسبب ضعف و قلت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل و مسرما یا
تو مخلوق اس مالک الملک کی عزت کاملہ و سلطنت قاہرہ کے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں
کر ضعیف و نحیف و ذلیل نہ گئے جائیں اس لئے کہ ذلت و ضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور
فرمان رب اس پر دلیل ہے وہ خود فرما تا خلق الانسان ضعیفا اور یہ شان تو اسی کی ہے ہو
القاہر فوق عبادہ۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور چہار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل
کے معنی کمزور و ضعیف اور بے سروسامان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی
حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور
، ضعیف تو ہوتا ہے بے عزت اور کمینہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بریلوی نادار اور ضعیف کو ہی کمینہ
سمجھتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری توجہ دنیا کے مال و متاع ہی پر ہوتی ہے اسی دنیاوی متاع
کیلئے اپنا ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تلے ہوئے ہیں۔ بے عزت، حقیر
اور رسوا تو وہ ہوتا ہے جو جو بد عمل، بد کردار، بد عقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلط کام کرتا ہو
بے عزت و رسوا ہی ہوتا ہے خواہ ہفت اقلیم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام
کرتا ہو وہ خواہ کتنا کمزور و ضعیف کیوں نہ ہو بے عزت و حقیر نہیں ہوتا کہ ان اکرمکم عند اللہ
اتقاکم۔ غرض عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند
ہو یا نادار اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہوتی ہے جتنا کہ ایک موچی
بادشاہ کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکثر ”بڑا“، ”چھوٹا“ کے لفظ سے دھوکہ
دیتے ہیں کہ بڑے سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد

سعید کاظمی نے الحق المبین میں لکھا) حالانکہ چھوٹا بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں، طاقتور اور کمزور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جاسکتے ہیں، جب کہا جاتا ہے ”بڑا ملک چھوٹے ملک پر حملہ نہ کرے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک پر حملہ نہ کرے، اسی طرح مالدار اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہو سکتا ہے، زیادہ عمر والوں اور کم عمر والوں کو بھی بڑا چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جاسکتے ہیں مگر براہو تعصب کا کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگانی ہے کہ نہیں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ۔ اگر کفر ایسے ہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالاتیرا

اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

(حدائق بخشش: حصہ اول: ص ۴۔ مدینہ پبلشنگ)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء اللہ ہیں اور اس اونچے سے بھی اونچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ معاذ اللہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تشریح کو تسلیم کرے گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اعلیٰ حضرت نے دیگر مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب سے اونچا ہے لہذا انبیاء اس شعر سے خارج ہیں میں نے فوراً کہا کہ اللہ کے بندے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ جگہ انبیاء کی شان و مراتب کو بیان کیا کیا وہ تجھے نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے سامنے

ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ اونٹ کی میٹنگنی ہے۔“ (فوائد الفوائد: ص

۲۲۳۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب)

پشاور کے معروف بریلوی عالم پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذوات قدسیہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) بھی شامل ہیں۔“

(اصول تکفیر: ص ۱۹۷)

جواب دیں کیا اس اصول کے تحت ”ساری خلقت“ کے لفظ میں انبیاء مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء اولیاء اللہ نیک مومنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین پھر باقی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں یہی دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(ملخصاً۔ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۱۱۸ تا ۱۲۱)

غور فرمائیں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتویٰ لگانے پر مزارات کی آمدنی رکھنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل رضا خانی، مرزائی اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب، نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے پیر فقیر تو شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا اپنانا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب ان جیسے ذلیلوں کو دے دیا جائے۔ بریلوی حضرات سیخ پانہ ہوں کیونکہ جب وہ اس عبارت میں انبیاء و اولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشق احمد رضا خان، نعیم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟۔

دوسری گزارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکور بارہ بالہ عبارت میں سنہ تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقاً ایک بات ہے اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض یہاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ اولیاء یا انبیاء کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیوں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں

؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں ان میں سے بعض کی عبارات میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے ”ذلیل“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے ”ذلت“ کے لفظ کا استعمال:
احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعریوں بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔۔۔ کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہنا ان کی توہین نہیں۔۔۔؟؟؟ نصیر الدین گولڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان کے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس محولہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کردی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتویٰ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں۔“

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص ۴۲، مہر یہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گولڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجئے سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتویٰ

داغیے اور جس بے باکی سے آپ کے سحابِ قلم نے مجھ پر وہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں، خدا را ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد شیعوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے۔ (ایضاً، ص ۴۳)

قارئین کرام!!! اور اہل انصاف بریلوی اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے چھپا رکھا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو ذلت کا شکار کیا ہے اور شاہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے بڑے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟؟؟ کیا یہ محض تعصبِ ضد اور ہٹ دھرمی نہیں۔۔۔؟؟؟

رضا خانی تاویل:

بعض ہٹ دھرم رضا خانیوں سے جب اس شعر کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو اپنی اردو دانی کو ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ یہاں شعر میں ”بعد“ نہیں ”بعد“ ہے اس پر نصب کی جگہ ضمہ پڑھا جائے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہم نے پیر نصیر کا حوالہ پیش کر دیا ہے جو خود بھی ہفت زبان شاعر تھا جس نے یہاں بعد نہیں بعد پڑھا ہے۔ اسی طرح خان محمد قادری کی شرح سلام رضا پر اس شعر میں بعد پر فتح لگا کر اعراب واضح کیا گیا ہے (شرح سلام رضا، ص ۲۰۰، مرکز تحقیقات اسلامیہ)

پھر اس شعر کا مطلب بیان کیا یعنی پہلے قلت اور بے سرو سامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غلبہ کا دور دورہ ہو گیا (ایضاً ص ۲۰۲)

یہاں پہلے کے لفظ نے خود وضاحت کر دی کہ شعر میں بعد نہیں بعد مراد ہے۔ اسی طرح مفتی غلام حسن قادری لکھتا ہے:

”ذلت، رسوائی (شرح حدائق بخشش، ص ۱۰۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دین کو جس کے ماننے والے ابتداء میں کم تھے مگر بعد میں اس قدر زیادہ ہو گئے کہ گنتی مشکل ہو گئی اور اس طرح کمزوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت اور طاقت اور غلبہ عطا فرمایا۔ (ایضاً ص ۱۰۱۳)

لیجئے کیا اب بھی کسی کو یہ تاویل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

صاحبزادہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شبیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے کبھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہنے والوں کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی منافقت کیوں۔؟؟ یہ گستاخی کے فتوے صرف اہل حق پر کیوں۔؟؟

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہ کی آیت ان کل من فی السموت والارض اتی الرحمن عبدا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامۃ منہم عزیز و عیسی۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

غور فرمائیں کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کا نام لیکر ان کیلئے ”ذلیل“ کا لفظ استعمال کیا گیا بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر گستاخی ہم نے جلالین سے ثابت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلتے؟؟؟۔۔ کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دعوے۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”ترہقہم ذلۃ نیز ارشاد باری تعالیٰ ان الذین اتخذوا العجل سینا لہم غضب من ربہم و ذلۃ ان آیات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا

ہے۔ جلد از جلد توبہ کریں اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی وکالت کرنے سے باز آجائیں۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۱۱۳)

تو یہی سوال ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں ”ذلیا“ کس معنی میں آیا ہے اگر کہو کہ ولقد نصرکم اللہ بیدروا تم اذلہ میں جس معنی میں آیا ہے وہی یہاں ہیں تو کیا بریلویوں کی نظر سے یہ آیات نہیں گزریں جن کا ذکر سیالوی نے کیا اگر گزریں ہیں تو اب فوراً توبہ کریں اور گستاخوں کی وکالت سے باز آجائیں۔ جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویۃ الایمان کا استثناء بھی پیش کر دیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں ہمت اور لگائیں ایک عد و فتویٰ صاحب جلالین پر، لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک جلسہ صاحب جلالین کی گستاخی پر، لیکن یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی روزی روٹی تو علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کر رہے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ رہے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ماکان جوابکم فہو جوابنا

اسی آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النسفی فرماتے ہیں:

ای خاضعا، ذلیلا منقادا۔ (تفسیر نسفی ج ۲، ص ۵۴، دار بن کثیر بیروت)

اور ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ان آنے والوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا فتویٰ ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفی پر۔۔۔؟؟

سبع سناہل بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کتاب ہے اس کا ترجمہ مفتی خلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ میں تضرعا کا ترجمہ ذلت کا خواری کرتے ہیں۔

(سبع سنابل، ص ۲۵۶ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے ذلیل اور خوار کا لفظ استعمال کر کے برکاتی صاحب کافر گستاخ اور بے ادب ٹھرتے ہیں یا نہیں۔؟؟؟

اور اراق غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج

شکار تیر مذلت ہیں۔“ (اوراق غم، ص ۲، منظور عام سٹیم پریس لاہور)

”حضرت عمر نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں۔“

(رضائے مصطفیٰ: ص ۶: اپریل ۲۰۱۲)

قارئین کرام! تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں نہ تو کسی نبی کی صراحت ہے نہ ولی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کر دیا کہ احمد رضا خان، پیر نصیر، مولوی ابوالحسنات، صاحب جلالین، اسرا قادری، سبع سنابل، تفسیر نسفی میں انبیاء علیہم السلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لیکر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔۔۔ پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویۃ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں۔؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ کہی گئی۔؟؟ اگر یہ عبارتیں گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویۃ الایمان کیوں گستاخ ٹھہرے۔۔۔؟؟ تقویۃ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں

اعتراض اوروں پر اپنی خبر نہیں

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یوسف علیہ السلام لما صبر علی الاخذ بالصمودیۃ والسجن والذل ووافق فعل ربہ عز وجل صحت نجابتہ وصار ملکاً نقل من الذل الی العزۃ
اس کا ترجمہ برہموی عالم کرتا ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام جب گرفتاری اور غلامی اور قید خانہ اور ذلت پر صبر کیا اور اپنے رب عز وجل کے فعل کی نجابت و شرافت صحیح رہی اور بادشاہ بن گئے ذلت سے عزت کی طرف۔“

(فیوض غوث یزدانی ترجمہ فتح الربانی، ص ۳۵۸)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سرور ذلیاں در معرفت جلیل سرور انبیاء است دریں ذکر و فتی از منکر مشاہدہ
کردم ذل حضرت رسالت عالیہ السلام بحضرت خدائے تعالیٰ کہ اور است دانستم
کہ امین است و مناسطق عن الہوی۔

ترجمہ: انتہاء یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے لگا تو اپنے آپ کو ذلیل پاوے گا اور بزرگوں کا بزرگ اللہ ہی ہے اور بندہ ذلیل، ذلیاں اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے سوائے شرکت اسی وجود کے بندہ کا وجود بجز ذلیل ہونے کے نہیں ہے سردار ذیلیوں کا معرفت رب جلیل میں سرور انبیاء کا ہے اس ذکر میں جس وقت میں فکر و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت عالیہ السلام کو مقابلہ حضرت خدائے تعالیٰ کے کہ اس کو سچ جانتا ہوں کہ آپ ﷺ امانت دار ہیں۔

(مکتوب، صد و شست و پنجم)

مکتوبات کی اسنادی حیثیت رضا خانیوں کو بھی مسلم ہے چنانچہ مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد و ہشتاد و دوم مکتوبات قدوسی میں لکھتے ہیں۔“ (انوار ساطعہ، ص ۱۲۵)

اسی طرح حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایمان کے تمام نہ شد تا ہمہ خلق نزدیک او نمچنیں نہ نماید کہ پشک شتر (فوائد الفواد
ص ۶۷ مطبوعہ حسینی دہلی)

ترجمہ: جب تک اس کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گیا ہو گویا
اونٹ کی مینگنی ہے

(فوائد الفواد مترجم، ص ۲۲۳، پنجاب علماء بورڈ)

فوائد الفواد کی استنادی حیثیت

مولوی نعیم الدین لکھتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے کسی نے شامل کی ہے۔ (اطیب البیان
عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ)

جواب: الحاقی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمد کو بے وجہ وجیہ رد کرنا یا سخت جہالت ہے یا
خباثت و رضالت والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ اور بے دلیل دعویٰ الحاقی محض مردود
ورنہ تصانیف آئمہ سے ایمان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے
جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے چلئے تمسک و استناد کا دروازہ ہی
بند ہو گیا۔“

(انہار الانہار، ص ۹، مطبع اہلسنت بریلی، فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۷۶)

اور فوائد الفواد کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی بھی سن لیجئے:

”میر حسن را کتابے است مسمیٰ بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ راجع کردہ در
غایت متانت الفاظ و لطافت معانی آں کتاب در میان خلفاء و مریدان شیخ نظام
الدین دستور است گویند کہ میر خسرو و گفتمے کا شکے تمام تصنیفات من بنام حسن
بودے و این کتاب از من بودے و این سخن ناشی از غایت محبتے است کہ میر
خسرو را نسبت بہ پیر خود بود

(اخبار الانبیاء، ص ۱۰۱)

ترجمہ: میر حسن بن علاسنجریؒ کی ایک کتاب ہے بنام فوائد الفواد اس میں
ملفوظات شیخ کو نہایت متانت الفاظ اور لطافت معانی کے ساتھ جمع کیا ہے یہ

کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین گویا دستور ہے کہتے ہیں کہ میر خسر و کہتے تھے کہ کاش کہ تمام تصنیفات میری بنام حسن بنجری کے ہوتیں اور یہ کتاب میری تصنیف سے ہوتی اور یہ بات غایت درجہ ظاہر کرنے والی ہے اس محبت کو جو میر خسر و کو اپنے پیر کی نسبت تھی۔

شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے برادر عز او ہمہ عز ہا را نعمت ذل کشیدہ است و جلال او ہمہ جلالہا را داغ
ضعفار بر سر نہادہ و کمال او ہمہ کمال ہا را رقم نقصان زدہ ہستی او ہمہ ہا را خط نیستی
کشیدہ و اولو ہیت او ہمہ عالم را لباس بندگی و سرا فلکندگی پوشانیدہ چشم بکشا حسرت
آدم مین و فریاد نوح بشنو و بی کامی خلیل بین و حدیث مصیبت یعقوب شنو چاہ
زنداں یوسف ماہ روی بین و آ رہ بر فرق نہ کریا مگر و تیغ برگردن یحییٰ بین جبگر
سوختہ و دل کباب گشتہ محمد رسول اللہ ﷺ بین و بر خوان کل شیء ہا لک الا وجہ
(مکتوبات صدی، مکتوب، ۳۸، ص ۱۱۹)

اے بھائی اس کی عزتوں نے تمام عزتوں کے وصف کو ذلت میں کھینچ دیا ہے
اور اس کے جلال و عظمت نے تمام بزرگیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا ہے اس
کے کمال نے تمام کمالوں کو نشانہ نقصان کا لگا دیا ہے اس کی ہستی نے تمام
ہستیوں پر نیستی کا خط کھینچ دیا ہے اس کی معبودیت نے تمام جہان کو لباس غامی
اور عاجزی کا پہنا دیا آنکھ کھول اور حسرت آدم علیہ السلام اور فریاد نوح علیہ
السلام کی من اور اچاری اور بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات مصیبت
یعقوب علیہ السلام کی سن وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ہر ایک کا دیکھ اور آ رہ
بانگ برز کریا علیہ السلام کے دیکھ اور تلوار گردن پر یحییٰ کی دیکھ اور کلیجہ جزا ہوا
اور دل بھنا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھ اور پڑھ عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانے
والی ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک۔

قطب عالم حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ عبد ذلیل والرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت و ذل کہ در مقابلہ عالم
ربوبیت ہمہ راست بر طریق عموم انبیاء و اولیاء ہمہ حیران و سرگرداں اند

(مکتوب، صد و پنچواں نمبر)

بے شک وہ بندہ ذلیل ہے اور رب رب بزرگی والا سرگردانی مقام عبودیت میں اور ذلیل ہونا وجود کا علم ربوبیت کے مقابلہ میں سب سچ ہے بطریق عموم کے انبیاء اور اولیاء تمام حیران و پریشان ہیں۔

آخر میں احمد رضا خان صاحب کے والد نقی علی خان صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

امام حجتہ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ علی نبینا الصلوٰۃ والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کرا اور جب میرے رو برو کھڑا ہو تو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو۔

(جواہر البیان، ص ۷۷)

ذرہ ناچیز والی عبارت

کے متعلق رضا خانی یہ دھوکا دیتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں ذرہ کا کوئی مقام تو ہے مگر انبیاء ذرہ ناچیز سے بھی گئے گزرے ہیں ان کا کوئی مقام نہیں انبیاء ذی اللہ۔ حالانکہ یہ صریح دھوکا ہے وہاں تو صاف اللہ تعالیٰ کی عظمت کبرائی اور بڑائی کا ذکر ہو رہا ہے اور رب کی عزت کبرائی، عظمت، بڑائی کے مقابلے میں مخلوق خواہ انبیاء ہی کیوں نہ ہوں ان کی عظمت اور کبرائی ذرہ کے برابر بھی نہیں مخلوق کی عظمت کو خالق کی عظمت سے کیا تعلق؟ بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین بریلوی لکھتا ہے:

”حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو مندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی نہیں۔“

(الکلمۃ العلیا، ص ۳۰)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

واصلہ الاحتقار فان کل شیء فی العالم بالنظر الی عظمۃ اللہ حقیر (الفتوحات، ص ۲۰۰)

اصل اس کا احتقار ہے پس ہر چیز عالم کی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حقیر ہے۔
 انعم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو
 آفتاب سے اور قطرے کو سمندر سے، یہ انداز بیان ان کے نزدیک حضور ﷺ کی توہین نہیں مگر شاہ
 مظلوم جب اللہ کی عظمت کے مقابلے میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو ذرے سے کمتر کہہ دیں تو
 کفر کے فتوے۔ شاہ صاحب کی عبارت میں ذرہ کا لفظ صرف سمجھانے کیلئے ہے یہ مطلب نہیں
 کہ ذرے کی تو حیثیت ہے ان ذوات مقدسہ کی نہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:
 ”میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع
 کیا جائے تو اس کو علم الہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے
 کروڑوں حصہ کو کروڑ سمندر سے۔“ (ملفوظات حصہ اول، ص ۴۳)

تیسری گزارش:

قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی قابل غور و لائق توجہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ
 معاذ اللہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے
 کہ احمد رضا خان نے تقویۃ الایمان لفظ بلفظ پڑھی اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں
 بھی احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔ چنانچہ تمہید ایمان
 میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”علمائے محتاطین انہیں (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و هو
 الجواب وبہ یفتی و علیہ الفتوی و هو المذہب و علیہ الاعتماد و فیہ
 السلامة و فیہ السداد۔“

(تمہید ایمان، ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

اسی طرح الکوکتۃ الشہابیہ جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر
 میں بھی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی
 زبان کو ان کی تکفیر سے روکتے ہیں ملاحظہ ہو: (الکوکتۃ الشہابیہ، ص ۶۰، مطبوعہ لاہور)
 جبکہ دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(تمہید ایمان، ص ۳۶)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اس لئے فقہاء و متکلمین کی تقسیم کرنا باطل ہوا، پس اگر معاذ اللہ صاحب تقویۃ الایمان گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہو گئے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کو مسلمان ماننے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت گستاخانہ ہے تو پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔۔۔ اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقراری کفر سے بچانا ہے تو لامحالہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو بے غبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان دراز کی خود ان باطل پرستوں کے امام وعدہ معاف گواہ بن کر آ گئے اور یہ گواہی دے دی کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل لا الہ الا اللہ ہیں۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا

عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسمعیل شہید کو ان عبارات کا کفر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ التزام کفر سے بچ گئے حالانکہ شفاء شریف میں ہے کہ کسی نے نبی ﷺ کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کافر ہو جائے گا ہرگز جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا اور اس کی سزا قتل ہی ہوگی۔ (شفاء شریف: ج ۲: ص ۱۴۲) ایک تاویل یہ بھی کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارات شاہ صاحب کی نہیں حالانکہ احمد رضا خان نے الکو کتبہ الشہابیہ میں چیخ چیخ کر کہا ہے کہ یہ گستاخیاں شاہ اسمعیل شہید ہی نے کی ہیں۔ احمد رضا خان

صاحب کو بچانے کیلئے لزوم والتزام کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جو گل کھلائے ہیں وہ خود ایک مستقل مضمون کا متقاضی ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو بیان کرنا چاہا تو پھر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

آخری گزارش

مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص و توہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرف علی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوسشیار ہوں یہاں خبیثاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو۔“

(حاشیہ ملفوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ): ص ۱۷۲: مکتبۃ المدینہ)

اس ایڈیشن پر الیاس قادری عطاری صاحب کی تقریظ موجود ہے اور اسے دعوت اسلامی کی مجلس مدینۃ العلمیہ نے شائع کیا ہے جو بریلوی مفتیان و علماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ نگار نے متکلمین کا نام استعمال کر کے خان صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الوقت اس کا رد مقصود نہیں صرف اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ مصطفیٰ رضا خان کہنا چاہ رہے ہیں کہ متکلمین کے ہاں اگر کسی عبارت میں ایسی تاویل ہو سکتی ہے جو کفریہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتویٰ نہیں لگتا ہے تو ہم اسی تاویل کو اختیار کر کے کفر کا فتویٰ نہ دیں گے۔ اب ہم پوری جماعت رضویہ سے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ کونسا صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا؟ اور احمد رضا خان، ان کے بیٹے اور دعوت اسلامی کے ذمہ داران نے اسی صحیح تاویل کو اختیار کر کے فتوائے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اس تاویل کی وضاحت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارات میں کسی بھی

قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خان کے دین و ایمان سے پھر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہے ہیں یا نہیں؟

الحمد للہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود مخالفین کے ہاں بھی اس عبارت میں کفر کا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں پس انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے مستوی قرآن و سنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو محض ان کے مقلد کہلائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ۲۲: حضور ﷺ اور دیگر تمام انبیاء بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے۔

نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ انبیاء اولیاء امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۶۰)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، دیوبندی مذہب، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۱۴، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، دعوت انصاف، ص ۶۸، الحق البین، ص ۷۱)

جواب: یہ اعتراض کچھ عرصہ پہلے پشاور کے ایک بریلوی نے خط کی صورت میں ارسال کیا تھا جس کا جواب راقم نے لکھا تھا وہی جواب یہاں ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا

محترم آپ لکھتے ہیں: ”عبارات اکابر میں سرفراز خان صفدر نے جو تاویل کی ہے وہ غلط ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو بھائی کہا ہے لیکن صحابہ نے نبی کو بھائی نہیں کہا ہے اگر کہا ہے تو حوالہ دیں۔“

تو محترم حوالہ ملاحظہ ہو:

جب نبی اکرم ﷺ نے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام
حضرت صدیقؓ کے پاس بھیجا تو یار غار نے فرمایا: فقال له ابو بکر
انما انا اخوک

(بخاری، ج ۲، ص ۷۶۰، باب تزویج الصغار من الکبار)

حضرت صدیق اکبرؓ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا محبوب میں تو آپ کا بھائی ہوں۔
الحمد للہ قادری صاحب! میں نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب میرے آپ سے صرف دو
سوال ہیں:

- (۱) یہاں اخوک میں کونسی اخوت مراد ہے؟
 - (۲) صدیق اکبرؓ نے جو نبی اکرم ﷺ کو بھائی کہا تو بڑا بھائی سمجھایا چھوٹا یا برابر کا؟
- تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نبی ﷺ کو اپنا بھائی سمجھنا
ایک بار نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو صحابہ کرام
نے متعجب ہو کر فرمایا:

اولسنا اخوانک قال انتم اصحابی (مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۴۱)

کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تو میرے صحابہ ہو

اس حدیث میں محدثین کی تشریح:

امام نووی شافعی، علامہ قاضی عیاضؒ اور علامہ باجیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اس
قول ”انتم اصحابی“ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ آپ کے بھائی نہ تھے بلکہ وہ آپ کے بھائی
بھی تھے اور ایک زائد فضیلت یعنی صحابیت سے بھی مشرف تھے اور بعد میں آنے والے
صرف آپ کے بھائی ہیں صحابہ نہیں جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے انما المؤمنون
اخوة۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

قوله ﷺ بل انتم اصحابی لیس نفیاً لا خوئہم ولکن ذکر

مزیتہم الزائدۃ بالصحبۃ فهو لاء اخوة صحابة والذین لم
یاتوا اخوة لیسوا بصحابة کما قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون
اخوة (شرح مسلم للنووی، ج ۱، ص ۱۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہی بات ملا علی قاری حنفی نے بھی لکھی:

لیس هذا نفیا لاختہم لکن ذکر لہم مزیدۃ بالصحبۃ علی
الاخوة فہم اخوة وصحابۃ واللاحقون اخوة فحسب قال
تعالیٰ انما المؤمنون اخوة

(مرقۃ، ج ۲، ص ۲۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہی بات علامہ قسطلانی نے موطا کی شرح میں بھی لکھی ہے جو اس وقت مدرسہ میں ہے اس
لئے صفحہ و جلد نقل کرنے سے قاصر ہوں البتہ حوالے کا ذمہ دار ہوں۔

اولو العزم انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا
جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو مختلف انبیاء علیہم السلام نے آپ کو ”اخ
بھائی“ کہہ کر آپ کا استقبال کیا:

فاتیت عیسیٰ و یحییٰ فقال مرحبا بک من اخ و نبی

فاتیت علی یوسف فسلمت علیہ فقال مرحبا بک من اخ و نبی

فاتیت علی ادریس فسلمت علیہ فقال مرحبا بک من اخ و نبی

فاتیت علی ہارون فسلمت علیہ فقال مرحبا بک من اخ و نبی

فاتیت علی موسیٰ فسلمت علیہ فقال مرحبا بک من اخ و نبی

(بخاری، ج ۱، ص ۵۵، قدیمی کتب خانہ)

الحمد للہ! میں نے آپ کے مطالبہ پر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو مسترآن و
حدیث، اولو العزم انبیاء اور محدثین سے ثابت کر دیا ہے اب اسے گستاخی کہنا اپنی آخرت
کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

جبریل کا عمر فاروقؓ کو بھائی کہنا

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جبرائیل کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ عمر فاروق تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہذا اخوک عمر بن الخطاب فقلت بلی یا اخی (الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۷۴، دار المعرفۃ بیروت) یا رسول اللہ کیا یہ آپ کے بھائی عمر خطاب نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں وہی ہیں۔

بریلوی علماء کے حوالہ جات :

بھائی کہنے پر رضا خانی کتب کے حوالہ جات

(۱) بریلوی پیر حافظ محمد حسین صاحب مجددی لکھتے ہیں :

اگر ان کی مراد (بڑے بھائی سے) اسلامی برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مومنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں
 “ (العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ، ص: ۷۷) ”

(۲) مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں :

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق بھی پھر مومنین میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی ہیں حضور ﷺ بھی۔ گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابوجہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ یہ کمال قدرت ہے اسکی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص: ۷۴۰)

(۳) بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے :

”علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں
 قیامت کے کہ تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی ہیں۔“

(تبیان القرآن، ج ۷، ص: ۲۳۰، ۲۳۱)

(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”جب آنحضرت ﷺ کے بعض نبی بھائی“۔ (تحقیقات، ص: ۳۱۱)

(۵) ما قبل میں مقیاس حنفیت ص ۲۰۲ کے حوالے سے گزرا کہ نبی ہمارے باپ ہیں جبکہ حدیث میں آیا ہے کہ بڑے بھائی کا درجہ چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسے باپ کا (مشکوٰۃ) تو باپ کہنے سے بھی تو بڑے بھائی کا درجہ ہی ثابت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلے سوال کا جواب: آپ لکھتے ہیں: مفتی صاحب اس عبارت میں اسمائیل و ہلوی (صحیح املاء اسمعیل) نے تاجدار کائنات کو بڑا بھائی کہا ہے خود اللہ نے قرآن میں حضور ﷺ کو ”یا محمد“ یا اٰخا مومنین“ کہہ کر نہیں پکارا بلکہ یا ایہا النبی، یا رسول اللہ وغیرہ القابات سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق کہ ان کو بڑا بھائی کہے۔

جواب: اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ کے علماء نے، محدثین نے، صحابہ نے نبی کریم ﷺ کو بھائی کہا ہے تو یہ سوال پہلے آپ ان کے سامنے رکھیں وہاں سے جو جواب موصول ہو وہ ہمیں بھی مسلم ہے۔ ثانیاً آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں شاہ صاحب نے کہیں بھی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ انہیں ”یا اٰخا مومنین“ کہہ کر پکارو یا معاذ اللہ ہمارے بڑے بھائی کہہ کر یاد کرو۔ وہ تو حدیث کی تشریح میں عقیدے کی ضمن میں ایک بات کر رہے ہیں۔ آپ کے حکیم الامت صاحب ”کان بشرا من البشر“ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں حضرت صدیق یا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورت اس کلمہ کو استعمال فرمایا“۔

(جاء الحق، ص ۱۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تو محترم آپ کا سوال عام محاورے کے متعلق ہے اور عام محاورے میں ہم بھی نبی کریم ﷺ

کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارنے کو ناجائز سمجھتے ہیں ہاں عقیدہ کا بیان اور ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی عقیدے کے بیان میں یہ بات کہی۔ آپ ہم سے تو سوال کرتے ہیں مگر آپ کے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؑ ”ضرورتاً نبی کو بھائی کہہ کر پکار لیتے تھے“ اب میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن تو نبی کو بقول آپ کے یا محمدؐ، یا ایہا النبیؐ، کہہ کر پکارے اور صدیق اکبرؑ نبی کو بھائی کہے تو آپ کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟

لطیفہ: محترم آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کو ”یا محمدؐ“ کہہ کر پکارا جب کہ آپ کے حکیم صاحب لکھتے ہیں:

”حضور ﷺ کو یا محمدؐ..... کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۸۰)

محترم آپ قرآن کو درست سمجھتے ہیں یا اپنے حکیم الامت کے اس قول کو؟

انما المؤمنون اخوة پر معارضہ

آپ لکھتے ہیں: اگر تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور حضور ﷺ بھی مومن ہیں لہذا آپ ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو میں کہوں گا کہ خدا کو بھی بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المومن اور ہر مومن آپس میں بھائی لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی (معاذ اللہ)

جواب: یہ مغالطہ دراصل مفتی احمد یار گجراتی نے جاء الحق، ص ۱۸۷، پر پیش کیا اور مفتی حنیف قریشی نے پنڈی مناظرے میں طالب الرحمن غیر مقلد کو یہی جواب دیا۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال، ”قاضی عیاضؒ“، ”علامہ باجیؒ“، ”علامہ نوویؒ“، ”علامہ قسطلانیؒ“، ”ملا علی قاریؒ“ سے کیا جائے جو ”انما المؤمنون اخوة“ ہی سے تمام صحابہ، قیامت تک آنے والے تمام مومنین اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اخوت ثابت کر رہے ہیں وہ جو جواب دیں ہم بھی مان لیں گے۔

ثانیاً یہ قیاس مع الفارق ہے مخلوق کا حکم کچھ اور ہے خالق کا حکم کچھ اور ہے۔ ایک چیز کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب مفہوم کچھ اور ہوگا اور اسی چیز کی

نسبت جب مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب اور مفہوم کچھ اور ہوگا۔ دیکھیں اللہ بھی سمیع و بصیر ہے اور آپ بھی مگر کیا آپ کا سمع و بصر اللہ کے سمیع و بصیر ہونے جیسا ہے؟ معاذ اللہ۔ تو انما المؤمنون الآیہ کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور جب مومن کے مادے کی نسبت مخلوق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور وہ مطلب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ”امان بخشنے والے“ (کنز الایمان، المحشر آیت ۲۳) کیا ہے۔

ہمارا مطالبہ: انما المؤمنون اخوة عام ہے آپ اس میں نبی کریم ﷺ، انبیاء، اولیاء کو شامل نہیں مانتے بلکہ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں تو آخر آپ کے پاس اس آیت پر تخصیص کیا ہے؟ کوئی قطعی آیت آپ کے پاس ہے جس سے آپ اس آیت کو حناص کر رہے ہیں؟ محض خیالات باطلہ سے تو کسی آیت میں تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

بڑے بھائی سے معارضہ بھی جہالت: آپ کے یہ تمام سوالات ماقبل میں ذکر کردہ مسلمہ اکابر کے خلاف بھی جاتے ہیں۔ بڑے بھائی سے معارضہ جہالت ہے کہ بڑا بھائی نبی نہیں۔ خدا کے بندے یہاں صرف بڑا بھائی نہیں امام الانبیاء ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہم نبی کو معاذ اللہ صرف بھائی نہیں بلکہ امام الانبیاء بھی مانتے ہیں جبکہ آپ کے سوالات صرف بڑے بھائی کے متعلق ہیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا حکم: آپ پوچھتے ہیں: ”اگر یہ بے ادبی ہے تو اسماعیل (صحیح اسماعیل) دہلوی پر کیا فتویٰ لگے گا؟ تو جناب آپ نے خود ہی اپنے دوسرے خط جو علم غیب کے متعلق ہے کی پہلی سطر میں ”اسماعیل دہلوی مرحوم“ لکھا ہوا ہے اگر بقول آپ کے معاذ اللہ یہ سب گستاخیاں کرنے کے بعد بھی اسماعیل دہلوی ”مرحوم“ رہے رب کی رحمت کے سزاوار رہے مسلمان ہیں تو ہم سے کونسا فتویٰ مطلوب ہے؟

الحمد للہ آج مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، ۶ جنوری ۲۰۱۴ء بعد از نماز ظہر آپ کا خط موصول ہوا اور آج ہی کے دن بعد از نماز مغرب ۷:۲۲ پر جواب کی تکمیل سے فراغت ہوئی۔ اللہ پاک تادم مرگ ان اولیاء اللہ کا دفاع کرنا نصیب کرے۔ آمین۔

بھائی کہنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں
مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

”اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کو بھائی یا صحابہ رضوان
اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے نبی ﷺ کو بھائی کہا ہمیں تو اس پر اعتراض
ہے کہ یہ تعلیم دینا کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرو۔“
(گستاخ کون، ص ۹۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”ہمیں اس پر کوئی جھگڑا نہیں کہ نبی ﷺ کسی کو اپنا بھائی کہہ دیں یا کسی
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھائی کہا ہو۔“
(گستاخ کون، ص: ۱۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو ”بھائی“ کہنا کوئی گستاخی یا
بے ادبی نہیں نہ ہی ان کو ایسا کہنے سے کوئی غرض ہے۔ حالانکہ کاشف اقبال رضا خانی نے
اپنی کتاب ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ ص: ۷۵ پر نبی کریم ﷺ کو بھائی کہنے کو
گستاخی کہا تفصیل آگے آرہی ہے۔ اسی طرح غلام حسین نقشبندی رضا خانی لکھتا ہے:
”جب حضرت علی کہ جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی
نہ کہیں تو چودہویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر پلنے والے مولویوں کو کیا
حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟“۔

(شمسیر حسینی، ص: ۲۱، ۲۲)

غلام حسین رضا خانی کا یہ فتویٰ صحابہؓ اور خود اس کے مولوی پر بھی چسپاں ہو رہا ہے
معاذ اللہ۔ گویا ماقبل میں جن اکابر کا ذکر ہوا ہے بشمول مفتی حنیف قریشی کہ انگریز کے
ٹکڑوں پر پلنے والے ہیں۔

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بفرمان خود اور بقانون الہی وازواجہ امھاتھم کہ

بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔“ (مقیاس حنفیت، ص: ۲۰۲)

معلوم ہوا کہ حنیف قریشی سمیت ماقبل میں ذکر کردہ تمام علماء نے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا انکار کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کو بھائی کہہ رہے ہیں۔ نیز اگر رضا خانیوں کو بھائی کہنے پر اعتراض نہیں تو یہ لایعنی سوالات کیوں کرتے ہیں کہ بھائی کو گالی دینے سے تھپڑ مارنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

جہاں تک حنیف قریشی نے یہ اعتراض کیا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا بھی اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنا بڑے بھائی کا معاذ اللہ ہمیں اصل اعتراض اس پر ہے کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرو تو یہ بھی دھوکا و دجل ہے۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے:

”جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“

(المہند علی المہند عربی اردو، ص: ۴۹، سوال نمبر ۷ بحوالہ شمشیر حسینی، ص: ۲۱)

رہی بات شاہ اسمعیل شہیدؒ کی وہ عبارت جس پر ان کو اعتراض ہے کہ اس میں نبی کی تعظیم کو فقط بڑے بھائی جتنی تعظیم کرنے کو کہا ہے تو اس کو بھی ان لوگوں نے ادھور نقل کیا ہے پوری عبارت بمع سیاق و سباق اس طرح ہے:

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء و انبیاء امام و امام زادہ پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی۔“ (تقویۃ الایمان، ص: ۸۵)

اس آخری خط کشیدہ حصے کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرنی چاہئے بلکہ وہ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے خدا کی طرح نہیں بس یہی بات ان مشرکین پاک و ہند کو ہضم نہ ہوئی اور شاہ صاحب پر اتہامات کی بوچھاڑ کر دی۔ جہاں وہ بڑے بھائی کی سی تعظیم کا کہہ رہے ہیں وہاں ”انسان“ کا ذکر ہے یعنی مطلق اور جہاں انبیاء اولیاء کا ذکر آیا تو وہاں تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے کا جملہ ذکر کیا مگر ان رضا خانیوں نے کس طرح خوف خدا سے بے نیاز ہو کر عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ علامہ خرپوتی شارح قصیدہ بردہ لکھتے ہیں:

”اتقن فی الحکم بالمدحۃ حتی لا تجاوز عن الحد الانسانی الی الوصف الصمدانی“۔

(شرح خرپوتی، ص: ۱۳۹، مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعتراض ۲۳: حضور ﷺ کی گنوار جیسی حیثیت۔ نعوذ باللہ

یہ بد بودار عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ تقویۃ الایمان، ص ۵۶۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۶، دیوبند سے بریلی، ص ۱۸، الحق المبین، ص ۷۹، الکوئتہ الشہابیہ، ص ۶۴)

الجواب: یہاں رضا خانیوں نے انتہائی دھوکا، دجل و فریب کا مظاہرہ کیا عنوان تو یہ دیا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کی گنوار جیسی حالت و حیثیت ہے اور جو عبارت لکھی اس میں دور دور تک اس بات کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ گویا یہ ان گستاخوں کے اپنے دل کی سیاہی ہے جسے وہ علماء دیوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ رضا خانی نے جو شاہ صاحب کی عبارت نقل کی اس کے شروع میں ہے:

”اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ“

کے الفاظ ہیں کیا رضا خانیوں کے نزدیک ”گنوار“ بھی معاذ اللہ رسول اللہ اور تمام

مخلوقات میں سب سے افضل ہوتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ الفاظ کہہ کر وہ حضور ﷺ کی ذات کو معاذ اللہ گنوار جیسی حیثیت کیسے دے سکتے ہیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے غلط عنوانات قائم کر کے ان لوگوں کے ہاتھوں پر ریشہ بھی طاری نہیں ہوتا؟ اس عبارت میں ”بے حواس“ کے الفاظ ہیں اس سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے۔

(نور اللغات، ج ۱، ص ۵۸۴)

یعنی حضور ﷺ اس گنوار کی بات سن کر مضطرب اور پریشان ہو گئے۔ پوری عبارت بمع سیاق و سباق ملاحظہ ہو:

”(حدیث کا ترجمہ) مشکوٰۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ جبیرؓ نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا کے پاس ایک گنوار پس کہا کہ سختی میں پڑ گئی جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کہنے اور مر گئے مویشی سو مینہ مانگو اللہ سے ہمارے لئے، کیوں ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہاری پاس پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرا لا ہے اللہ نرا لا ہے اللہ۔ اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں ہونے لگا پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ بے شک تخت اس کا اس کے آسمان پر اسی طرح ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قبر کی طرح اور بے شک وہ چڑچڑ بولتا ہے اس سے جیسا چڑچڑ بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے۔

ف: یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا کہ ایک گنوار نے پیغمبر خدا کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہاری پاس سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف و دہشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی کے پاس اپنا سفارشی ٹھہرائے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کردے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی ہم نے اللہ کے پاس ٹھہرایا سو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے آسمان و

زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑچڑ بولتا ہے۔ سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت؟ وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کسی اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کر بیٹھے سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سارشتہ یا دوستی آشنائی کا سہ علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب دو برس بڑا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی سے یہ بیت کہی ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۷۷ تا ۷۹)

اس سے واضح ہوا کہ یہاں ”بدحواس“ سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے جو اس کے لغوی معنی ہیں اور لغت میں موجود ہیں۔ بریلوی عالم حسن علی رضوی لکھتا ہے:

”مذکورہ بالا لفظ بھی ذو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا۔“ (برق آسمانی، ص ۱۷۷)

بریلوی مفتی احمد یار گجراتی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

”صرف ایک بار نہیں بارہا جادو کیا گیا جس سے آپ کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔“

(نور العرفان، ص ۸۴۸)

اب کسی بریلوی میں غیرت ہے کہ اپنے مفتی پر بھی فتویٰ لگائے جو نبی کو بدحواس کہہ رہا ہے؟

اعتراض ۲۴: انبیاء و اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابو جہل جیسا مشرک ہے۔
نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسمعیل و ہلوی لکھتے ہیں کہ جو کسی (انبیاء و اولیاء) کو اپنا وکیل سفارشی سمجھے اور نذرو
نیاز کرے گا اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھے ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، دیوبند سے بریلی، ص ۴۴، الحق
المبین، ص ۸۴)

اور کوب نورانی اس پر مزید لکھتا ہے:

”نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا مدد کیلئے پکارنے والا
نذرو نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابو جہل شرک میں برابر ہیں (تقویۃ الایمان
ص ۷، ۷۷)۔ (دیوبند سے بریلی، ص ۳۵)

الجواب: رضا خانیوں کے دجل و فریب اور عبارت میں تحریف کے فن کو دیکھتے ہوئے
علماء یہود بھی شرماتا جاتے ہوں گے اگر کسی رضا خانی میں جرات ہے تو مندرجہ بالا عبارت
بعینہا تقویۃ الایمان میں دکھا کر منہ مانگا انعام وصول کر لے۔ پوری عبارت اس طرح ہے
”اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور
کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر بھی بتوں کو
اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کے اس کے مقابل
کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذرو نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل
اور سفارشی سمجھنا بھی انکار کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا اس کو اللہ کا بندہ اور
مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۳، ۱۴)

یہ محض رضا خانیوں کا خبث باطن ہے کہ وہ اس قسم کی عبارات میں انبیاء و اولیاء
کو بزور قلم داخل کر دیتے ہیں اس عبارت میں کہیں بھی انبیاء و اولیاء کا ذکر نہیں حضرت شاہ

صاحب تو انبیاء کو سفارشی سمجھتے ہیں چنانچہ خود لکھتے ہیں:

”انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے۔“ (تقویۃ الایمان، ص ۱۲)

جب وہ اللہ کے اختیار سے انبیاء و اولیاء کی سفارش و شفاعت کے عند اللہ قائل ہیں اس کو تسلیم کر رہے ہیں تو کیا وہ انبیاء کی سفارش کے قائل کو معاذ اللہ ابو جہل جیسا مشرک سمجھ سکتے ہیں؟ بالفرض یہاں انبیاء و اولیاء ہی مراد ہوں تب بھی حضرت شاہ صاحب کی مراد واضح ہے کہ جس طرح پچھلے مشرک اولیاء اللہ کو مشکل کشا حاجت روا اور کار عالم میں مدد بر سمجھ کر ان کی نذر و نیاز کرتے اور ان کو ایسا سفارشی سمجھتے کہ اللہ کو بھی ان کی سفارش رد کرنے کا اختیار نہیں ہوتا آج بھی اگر کوئی انبیاء و اولیاء کو اس قسم کا سفارشی سمجھ کر ان کی نذر و نیاز کرے تو بلاشبہ وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مشرکین مکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولم یکن هؤلاء المشركون یشرکون احدافی خلق
الجواهر و تدبیر الامور العظام ولا یفتنون لاحد قدرة
الممانعة اذا ابرم الله تعالى امرا وانما کان اشراکهم فی امور
خاصة ببعض العباد ویظنون ان سلطانا عظیمامن السلاطین
کما یرسل عبیدہ المخصوصین الی نواحی مملکتہ ویجعلون
مختارین متصرفین فی امور جزئیة الی ان یرسل عنه حکم
صریح فی امر خاص ولا یقوم بشئون الرعیة وامورهم الجزئیة
بنفسه بل یکل الرعیة الی ولاة والحکام ویقبل شفاعتہم فی
حق الدین یخدمونہم ویتوسلون بہم کذا لک... و ان الله
تعالی یقبل شفاعۃ عبادہ وان لم یرض بہا۔

(الفوز الکبیر، ص ۲۳، ۲۲)

ترجمہ مشرکین نہیں شریک ٹھراتے تھے کسی کو کائنات کی چیزوں کے پیدا کرنے میں اور بڑے بڑے معاملات کی تدبیر و انتظام میں اور نہیں ثابت

کرتے تھے کسی کیلئے روکنے اور رد کرنے کی قدرت جب اللہ تعالیٰ قطع فیصلہ فرمادیں کسی کام کا، اور بے شک ان کا شرک ایسے معاملات میں تھا جو بعض بندوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ گمان کرتے تھے کہ بادشاہوں میں سے ایک عظیم الشان بادشاہ جس طرح اپنے مخصوص بندوں کو اپنی سلطنت کے اطراف و جوانب میں بھیجتا ہے اور ان کو جزوی معاملات میں خود مختار و متصرف بنا دیتا ہے اس عظیم الشان بادشاہ کی طرف سے صریح حکم صادر ہونے تک کسی خاص معاملہ میں اور وہ بادشاہ رعیت کے معاملات اور ان کے جزوی کاموں کو خود انجام نہیں دیتا بلکہ رعیت کے معاملات سرداروں اور حاکموں کو سپرد کر دیتا ہے اور ان کی سفارش ان لوگوں کے حق میں قبول کرتا ہے جو ان حکام کی خدمت کرتے ہیں اور ان کو وسیلہ بناتے ہیں..... اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارش قبول کرتا ہے اگرچہ وہ اس شفاعت سے خوش نہ ہو۔

اعتراض ۲۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تقویۃ الایمان، ص ۵۸)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸)

الجواب: قارئین کرام! عنوان لگانے میں اس آدمی نے کتنا دجل سے کام لیا حضرت شاہ صاحبؒ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ کی مشیت و ارادہ سے چلتا ہے اور چل رہا ہے کسی نبی، پیر، فقیر کو اس میں کوئی دخل نہیں مگر عنوان میں اس قید کو اڑا دیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا شاہ شہیدؒ نبی اکرم ﷺ کیلئے ہر قسم کے اختیار کی نفی کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لها وما یمسک فلا مرسل له من بعدہ وهو العزیز الحکیم یا ایہا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم هل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السماء والارض لا الہ الا هو فانی تؤفکون (پارہ ۲۲، سورۃ الزمر)

ترجمہ: اللہ نے جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور اللہ جو کچھ بندے کو دے اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے اے لوگو تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین میں رزق پہنچاتا ہے (جب کوئی نہیں) تو اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں سو تم کہناں پھرے جا رہے ہو۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض وما لہم فیہما من شرک وما لہم فہم من ظہیر (پارہ ۲۲، سورۃ السبا)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کشا) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار۔

صاف اللہ نے اعلان فرمادیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا نظام چلانے والی ذات صرف رب تعالیٰ کی ہے اس میں اس کے سوا کوئی اس کا شریک اس کا مددگار نہیں۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”اول توحید کہ بدانند کہ خدا کیے است بکلیہ صفات کمال موصوف و ہر چہ در عالم رود از نفع و ضرر و خیر و شر و منع و عطا جملہ بحکم و تقدیر اوست و قائمہ آں عدم التفات است بسوائے مخلوقات از ضرر و نفع و وجود و عدم ایشان

(اشعۃ المعانی، ج ۱، ص ۷۵)

ترجمہ: پہلی چیز توحید ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام صفات کمال سے موصوف ہے اور اس پوری کائنات میں نفع و نقصان خیر و شر اور منع و عطا کے حوالے سے جو بھی کچھ رونما ہوتا ہے وہ سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہوتا ہے اس عقیدہ توحید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کی توجہ تمام مخلوق کے نفع و ضرر اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔

(بحوالہ اعانت واستعانت، ص ۳۷۱ از پیر نصیر الدین گولڑوی بریلوی)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یعنی قریب است کہ آدمیاں و جلیان بدآں بندہ ہجوم آوردہ مانند تدہدہ توشوندیکی ازاں بندہ طلب فدرندی کند و دیگر دی طلب روزی و دیگر دی طلب خدمات دنیا و دیگر دی کشف کون و علی هذا القیاس بسبب ایس ہجوم آوردن ہر اوقات اورا منقص و مشوش میکنند و ہم خود در ورطہ شدک و کفہ گرفتار می شوند و می فہمند کہ چون نورالہی نہانہ درونی ایس بندہ بسبب کمال دیکہ و عبادت نزل قدم و گویا ایس بندہ شدک کارخانہ خدائی شدہ اورا وجاہتی و قدرتی نزد حق تعالی پیدا شد کہ ہر چیز ایس بگویہ حق تعالی بعمل آرد چنانچہ در دنیا مسان را خاطر داری میزبان ہمیشہ مدتبہ می باشد و لہذا اہل دنیا متبہس مے باشند کہ بادشاہ امید و حاکم و فوجدار در خانہ ہد کہ مے آیند از وی حل مشکلات و حاجات روانی مے جویند و ہمیس خیال فاسد کہ در حق بندگان خدا با خدا بہم میدسانند در ورطہ پیدہ دستی و گورہ دستی می افتند و دریس حادثہ جنیاں و آدمیاں ہمد و شدیک اند و تدا منصب رسالت تلقین است آگدازیں امد و در حق خود خوف کنی پس بایں ہمد و فدقہ و اشگاف قل انما ادعوا ربی یعنی بگو سوائے ایس نیست کہ من مے خوانم پد و درکار خود را تا طاقت کہہ دل مدابنور تہلی خود مشد فسر و لا اشدک بہ احد پس ہو گز شدیک نیکنم با او ہیچ کس را و چون من با او ہیچ کس را شدیک نکدم و بخواندن پد و درکار خود مشغول شدم پس از دیگران کے روا خواہم داشت کہ مدابخوانند یا

مدا با و شد یک مقدار کنندہ و اگر ایس ہمد و فدقہ از توقع نفع دے جاضدے داشتہ تد
 بخوانند و شد یک مقدار کنند پس صاف قل لا املک لکم ضد اولار شد یعنی
 بگو تحقیق من ہد گز مالک نیستم بدائی شاء ضدای و نہ تدبید مطلب اس را
 چنانچہ بیش از من و کلا و سفدائے جنیاں و ارواح ضالہ بنی آدم اہل دنیا را بطمع
 منفعتی و خوف مضد تہائے و می فدیفتند و خود را نذر آندہ مالک نفع و ضرر نود
 میگردند کہ حالا این وقت گدا و خورد و اگر از حادثہ و مصیبتی بستو پناہ آرند و بخوانند
 کہ از غضب خدا در دامن تو پناہ گید نہ ہست بد کنندہ قل انی لن یحیدنی من
 اللہ احد یعنی بگو تحقیق من خود دریں حالت ام کہ ہد گز پناہ نی توانند و
 اوامد از غضب خدا ہیچ کس ولن احد من و نہ ملتعد یعنی ہد گز نخواہم
 یافت در و جداں خود را ہیچ وقت سوائے خدا ہیچ جانی رجوع و میلان نا
 بسوائے آن رجوع و التہاکنیم (تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۰، ۲۱۱، مکتبہ حقانیہ)

ترجمہ: قریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ (محمد ﷺ) پر ہجوم کر کے ندے کی طرح پتہ نہتہ جم
 جاویں کوئی بندہ اس سے لڑکا مانگتا ہے کوئی روزی مانگتا ہے اور کوئی دوسری دنیا کی طلب مانگتا ہے
 اور کوئی کشف کرنی طلب کرتا ہے علی ہذا القیاس بسبب اس ہجوم کے تمام اوقات میں اس بندہ
 کے خلل ڈالنے اور اس کی خاطر پریشان کرتے ہیں اور خود آپ شرک و کفر میں مبتلا ہوتے ہیں
 اور سمجھتے ہیں کہ نور الہی نے اس بندے کے اندرونی قلب میں بسبب کمال ذکر و عبادت کے
 نزول فرمایا ہے گویا یہ بندہ شریک کار خانہ الہ تعالیٰ کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت و قدرت و
 منزلت درگاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ کہے حق تعالیٰ عمل میں لائے جس طرح دنیا میں مہمان
 داری میزبان کی اسی مرتبہ ہوتی ہے اسی لئے اہل دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ بادشاہ امیر و حاکم و
 فوجدار جسکے گھر میں آتے ہیں اس سے حل مشکلات اور حاجت روائی چاہتے ہیں اور یہی خیال
 فاسد حق میں بندگان اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں کر کے پیر پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے
 ہیں اور اسی امر میں جنات اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو اے محمد ﷺ منصب رسالت تلقین
 ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف جتا دو یعنی کہہ
 دو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تا کہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے
 اپنے نور تجلی سے منور فرمادے یعنی اور ہر گز شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں

نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار کی پکار میں مشغول ہوا تو دوسروں سے کس طرح میں روارکھوں گا کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کو اس کیساتھ شریک مقرر کریں اور یہ دونوں فرقے تجھ کو شریک ٹھہرا کر اپنے نفع و نقصان کی تجھ سے امید رکھ کر تجھے پکاریں تو صاف کہہ دو اور تحقیق میں ہرگز مالک نہیں ہوں تمہارے نقصان کا اور نہ مطلب اس کی تدبیر کا جس طرح وکیل اور سفیر جنات اور گمراہ لوگوں کی روحیں اہل دنیا کو نفع کی لالچ اور نقصان کے خوف سے اپنے گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ کو لوگوں کے نزدیک مالک نفع اور ضرر ظاہر کرتے تھے کہ اب یہ دفتر گاؤ خرد ہوا اور اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت سے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں تو بے لاگ کھلی بات کہہ دو اور تحقیق میں خود ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے سکے گا مجھ کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے غضب سے یعنی اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لئے کسی وقت اللہ کے سوا کوئی رجوع لانے اور مائل ہو جانے کی تاکہ اس کی طرف رجوع اور التجا کروں میں۔

رضا خانیو! آنکھیں کھول کر پڑھو جو بات شاہ اسمعیل شہید فرما رہے ہیں وہی بات کہ کارخانہ قدرت میں نبی کریم ﷺ کو شریک سمجھنا اور ان کو نفع و نقصان کا مالک مشکل کشا حاجت روا سمجھنا گویا خدا کا شریک بنانا ہے اور یہ شرک جلی ہے وہی بات شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی کر رہے ہیں۔ اب جو فتویٰ شاہ صاحب پر لگایا ہمت کرو اور وہی فتویٰ ان کے چاچا محدث پر بھی لگاؤ۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ہیں نرا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض ۲۶: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: مولوی اسمعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان، ص ۸) اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان، ص ۱۴) اور وہ کو ماننا محض خبط ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)۔

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، ۶۹، دیوبندی سے بریلوی، ص ۳۵، الحق المبین، ص ۷۴)

مولوی غلام حسین نقشبندی لکھتا ہے:

اس عقیدے سے انبیاء و ملائکہ اور کتب سماویہ کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

(شمشیر حسینی، ص ۲۴، ۲۵)

یاد رہے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان نے الکوئٹہ الشہابیہ ص ۱۸، ۱۹ پر کیا تھا۔

الجواب: حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر شرم و حیاء کا جامہ اتار دے تو پھر وہ ہر حد تک جاسکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اور ان کے تبعین نے سیاق و سباق سے ہٹ کر جس طرح شاہ صاحب کی کتاب کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں کانٹ چھانٹ کر پیش کی اور اس سے وہ مطلب کشید کیا جو بڑے سے بڑے بے حیاء کو بھی نہ سوجھا ہو گا۔ مگر جن لوگوں نے دین کو پیٹ کے بدلے میں فروخت کر دیا ہو ان سے اس طرح کی حیاء سوز حرکتیں کچھ بعید نہیں۔ ان لوگوں کو اتنی بھی شرم و حیاء نہیں کہ کل کو اگر کسی نے اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لی اور ہمارے دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا تو ہم کیا منہ دکھائیں گے مگر بے حیاء باش ہر چہ خواہی کند

ہم آپ کے سامنے مکمل مضمون پیش کرتے ہیں۔ شاہ اسمعیل شہید باب اول توحید و شرک کے بیان ص ۱۳ پر فرماتے ہیں:

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گا کہ یہی جان کر اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا:

قل من بیدہ ملکوت کل شیء وہو یجبر ولا یجار علیہ ان

کنتم تعلمون سیقولون اللہ قل فانی تسحرون

کہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہو۔

ف: یعنی جب کافروں سے بھی پوچھتے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا

ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

(تقویۃ الایمان)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ شاہ صاحب تو مشرکین عرب کا رد کر رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ جب زمین و آسمان کی کل بادشاہت اس میں تصرف کامل صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں بن سکتا تو اللہ کو چھوڑ کر ان معبودان باطلہ کو مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پوجنا محض خبط اور بے وقوفی ہے۔

بات کیا چل رہی ہے، عبارت نقل کیا ہو رہی ہے، سمجھایا کیا جا رہا ہے، اور ان رضا خانیوں کے اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنیٰ حضرت تک کیا لٹرانسیاں کی حبار ہی ہیں انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں۔ چونکہ شاہ صاحب نے ان مشرکین پاک و ہند کے روحانی آباء و اجداد پر چوٹ کی اس لئے اس کا بدلہ ان رضا خانیوں نے جھوٹ بول کر لیا۔ اب اگلی والی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقال اللہ تعالیٰ وما ارسلک من قبلک من رسول الا نوحی

الیہ انه لا اله الا انا فاعبدون

فرمایا اللہ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کہ کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

ف: یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے سو یہی راہ نجات ہے اس کے

سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۲، ۲۳)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی وہ شرک کی بات کر رہے

ہیں کہ معبود ہونے اور عبادت کے لائق ہونے میں صرف اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ

مانے۔ نہ یہ کہ وہ معاذ اللہ انبیاء، کتب سماویہ، روز آخرت کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ماننے کے بارے میں تو شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

”الہی ہزار ہا شکر تیری ذات پاک کا کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ پر چلایا اور اصل تو حید سکھائی اور اپنے حبیب محمد ﷺ کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نابجوں کی جوان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقے پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی سوائے ہمارے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کی آل و اصحاب پر اور اس کے سب نابجوں پر ہزار ہزار درود و سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ آمین رب العالمین“۔

(تقویۃ الایمان، ص ۶)

جو محمد ﷺ ان کی آل و اصحاب اور ان کے نائب صحابہ تابعین، اولیاء امت، محدثین، فقہاء کے رستے پر چلنے اور مرنے کی دعا مانگ رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ سوائے اللہ کے کسی کو نہ ماننے کی دعوت دے رہا ہے کھلا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ایمان کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

”اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ ج کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے سو ہر آدمی کو چاہئے کہ ایمان کو درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔“

(تقویۃ الایمان، ص ۶)

اب یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے ایمان کے ماننے سے انکار کر دیا تمام ایمانیات کا انکار کر دیا کھلی بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب ذرا سنو شیخ المشائخ محبوب سبحانی پیر جیلانی فرماتے ہیں:

یا غلام لا تکن مع النفس ولا مع الهوی ولا مع الدنیا ولا مع الآخرۃ ولا

تتابع سوی الحق عز و جل

اے غلام تو نفس اور خواہشات نفسانیہ اور دنیا و آخرت کا ساتھی مت بن اور سوائے حق عز و جل کے کسی کی پیروی اور متابعت مت کر۔ (الفتح الربانی، ص ۸۴، فرید بک سٹال) اس کتاب پر تقدیم بریلوی عالم عبدالحکیم شرف قادری کی ہے اور مترجم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”الفتح الربانی کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں پیش نظر ترجمہ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی کا ہے۔“
(الفتح الربانی، ص ۷۲، ۷۳)

اب جواب دو کیا شیخ صاحب نے انبیاء و صحابہ و اولیاء، علماء و فقہاء کی متابعت اور پیروی سے منع کر کے کیا معاذ اللہ کفر اور گستاخی کی ہے یا نہیں؟ یا یہ کفر کے گولے صرف مظلوم شہید کیلئے ہیں؟

اعتراف ۲۷: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کو اپنی قبر و حشر کے حال کا بھی علم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تقویۃ الایمان، ص ۲۹)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، کوکبۃ الشہابیہ، ص ۵۲، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۶، دیوبند سے بریلی، ص ۵۲)

الجواب: اس عبارت میں بھی رضا خانیوں نے تحریف کا مظاہرہ کیا مکمل عبارت اس طرح ہے:

اخرج البخاری عن اسم العلاء قالت قال رسول الله ﷺ والله

لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم

مشکوٰۃ کے باب البقاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا امام العلماء نے کہ کہا پیغمبر خدا نے کہ قسم اللہ کی نہیں جانتا پس حالانکہ میں رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ اور کیا تم سے۔

ف: یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۳۸)

حضرت شہید کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں بلکہ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آخرت میں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں مجمل یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء و اولیاء کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ آخر کی خط کشیدہ عبارت جو حضرت کے مقصود کو واضح کر رہی ہے ان رضا خانیوں نے نقل نہ کی تو عام عوام کو دھوکا دیا جاسکے۔ اب چند اکابر کی عبارات ملاحظہ ہو کہ جو بات شاہ صاحب نے کی وہی بات یہ علماء بھی کر رہے ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر ایں حدیث آنست کہ عاقبت مبہم است و ہمیشہ کسی نسیدانہ کہ آخِ چہ خواہد شد و چہ کار خواہد کرد و ایں در باب انبیاء و رسل خصوصاً در حق سید الدسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم من نفسی ست بدلائل قطعیه کہ دلالت دارند بد حزم و یقین بحسن عاقبت ایشان یا مداد عوام دریافت احوال عاقبت چہ در دنیا و چہ در

آخذت بتفصیل چہ علم باحوال غیب بتفصیل جز
پدور دگار تعالیٰ را نباشد اگر چہ مجہلاً معلوم است کہ
عاقبت انبیاء علیہم السلام بخید است

(اشعۃ الممعات، ج ۷، ص)

ترجمہ: ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا
کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ دربارہ انبیاء اور رسل خصوصاً سید
المرسلین ﷺ کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہے
جزم و یقین کے ساتھ ان کے حسن عاقبت پر یا مراد عوام دریافت احوال
عاقبت کا ہے کیا دنیا اور کیا دین میں بتفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا سب
تفصیل سوائے پروردگار تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اگر چہ مجہلاً معلوم ہے کہ
عاقبت انبیاء بخیر ہے۔

پس اگر شاہ صاحب یہ بات کرنے کی وجہ سے گستاخ ہیں تو معاذ اللہ شیخ عبدالحق
محدث دہلویؒ پر بھی فتویٰ لگاؤ جو وہی بات کر رہے ہیں جو شاہ صاحبؒ نے کہی ہے کہ عاقبت
کا حال تفصیلی طور پر کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ اس کا مجھے علم نہیں ہاں مجہلاً
معلوم ہے کہ عاقبت انشاء اللہ بخیر ہوگی۔ مفتی احمد یار گجراتی بریلوی لکھتا ہے:

بفضلہ تعالیٰ ہر مومن کو خاتمہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی خوف پر
ایمان کی بنیاد قائم ہے وہ ہی اندیشہ یہاں مراد ہے یہ خوف ہر گناہگار بلکہ
ابرار و اخیار کو مرتے دم تک رہتا ہے جبکہ حضرت یوسفؑ علیہم الصلوٰۃ
والسلام دعا فرماتے ہیں تو فنی مسلما و الحقنی با الصالحین تو اور کسی کا کیا ذکر۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۷۳)

اعتراض ۲۸: خدا چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈال۔ نعوذ باللہ
یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی
اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان

(۳۱)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، باطل اپنے آئینہ میں، ص ۶۶، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۷، الحق المبین، ص ۷۴)
ایک رضا خانی تو یہاں تک لکھتا ہے: ”یہ عبارت مرزائیوں کو تقویت دیتی ہے۔“ (شمشیر حسینی، ص ۲۶)

الجواب: کوئی ان مشرکین پاک و ہند اور منکرین قدرت خداوندی سے پوچھے کہ اس میں استغفار پڑھنے اور گستاخی کی کونسی بات پوشیدہ ہے۔ ایسا کر دینا رب تعالیٰ کی قدرت نہیں تو کیا بریلی کے کسی مزار کے چنڈو خان مجاور کی کرامت ہے؟ وہ رب تعالیٰ فعال لما یوید ہے اس کو قدرت ہے کہ جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر ڈالے وہ اگر پہلی بار نبی کریم ﷺ کو پیدا کر سکتا ہے تو اب دوبارہ پیدا کر دینے میں کیا عجز مانع آگیا؟ ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا ایک ہی پیدا کیا اب قیامت تک آپ ﷺ کی طرح کوئی اور پیدا نہ ہوگا

رخ مصطفیٰ وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

بات صرف رب تعالیٰ کی قدرت کی ہو رہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے مگر کرے گا مرزائیوں کو تقویت تو تب ہو جب بالفعل ایسا ہو بھی جائے۔ جو بات شاہ صاحبؒ نے فرمائی ہے وہی بات ان سے پہلے کے اکابر نے بھی فرمائی ہے کیا وہ سب بھی معاذ اللہ منکرین ختم نبوت اور مرزائیوں کے دست راست تھے؟
مفسر قرآن امام رازیؒ لکھتے ہیں:

لَا تَهَاتِدُ عَلَى الْقُدْرَةِ أَنْ يَبْعَثَ فِي
كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا مِثْلَ مُحَمَّدٍ - بِوَاقَعِهِ لَا
حَاجَةَ بِالْحَضَرَةِ إِلَهِيَّةٍ إِلَى مُحَمَّدٍ - بِ
الْبَيِّنَةِ وَقَوْلُهُ لَوْ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَ
تَعَالَى لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فَالِنَّظَرِ إِلَى
الْأَوَّلِ يَحْضُلُ التَّادِيْبُ وَالنَّظَرِ إِلَى
الثَّانِي يَحْضُلُ الْإِعْزَازُ
(نفس کبیر کبیر

یہ آیت دلالت کرتی ہے قدرت رکھنے کے
اس بات پر کہ اللہ بھیجے ہر بستی میں ڈرانے
والا مثل محمد ﷺ کے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ کو
محمد ﷺ کی طرف (اپنے دین پہچانے) کی
احتیاج نہیں ہے اور لفظ ”لو“ کے فرمانے
سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں
کریگا پس بنظر اول سے تادیب نبی ﷺ
حاصل ہے اور بنظر ثانی آپ ﷺ کا اعزاز
ظاہر ہے۔

ج ۲۳، ص ۷۷، فرقان آیہ ۵۱)

اور شیخ کی منیری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آپ کے بھی مدوح شیخ عبدالحق محدث
دہلوی لکھتے ہیں:

”شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ وی از مشاہیر مشائخ ہندوستان
ست چہ احتیاج کہ کس ذکر مناقب او کند اور اتصانیف عالی است از جملہ
تصانیف او مکتوبات مشہورتر و لطیف ترین تصانیف اوست بسیاری از
آداب طریقت و اسرار حقیقت در آنجا اندراج یافته۔“

(اخبار الاخیار، ص ۱۱۷)

یہی شیخ اپنے انہی لطیف و مشہور ترین مکتوبات میں لکھتے ہیں:

”چون در عظمت و عزت بی نیازی او نظر کنی ہمہ موجودات عدم دینی و چون
بسلطان عظمت و قدرت او نگری ہمہ معدومات را موجودات یا بی اگر خواہد
در ہر لحظہ صد ہزار چون محمد ﷺ بیافریند و ہر نفسے از انفس ایشاں مقام
قاب قوسین دہد۔“

(مکتوبات، ص ۱۱۰، مکتوب نمبر ۳۵)

جو اس کی عظمت و عزت پر نظر کرے تمام موجودات کے عدم پر نظر پڑے
اور جو اس کی بادشاہت عظمت و قدرت کا دھیان کرے تمام معدومات کو
موجود پائے اگر چاہے تو ایک آن میں لکھ مانند (جیسے) محمد ﷺ پیدا

فرمادے اور ان میں سے ہر ایک کو قاب قوسین کا مقام عطا فرمادے۔

اگر شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت معاذ اللہ مرزائیت نوازی ہے تو ان سے پہلے رازئیؒ اور منیرؒ یہ گناہ کر چکے ہیں اور دہلویؒ ان کی تائید کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں تو سارا زور خطابت و جوش کتابت صرف شاہ صاحبؒ کے خلاف ہی کیوں؟ لیجئے اب ہم آخر میں آپ ہی کے گھر کے دو ایسے حوالے پیش کر رہے ہیں جس بعد آپؒ کی طبعیت اس معاملے میں بالکل صاف ہو جائے گی بریلوی فقیہ ملت مفتی حلال الدین سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول فتویٰ دیتا ہے:

”بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہو سکتا ہے) اما الاول منسلورود النص ولكن رسول الله وخاتم النبيين واما الثاني فلان خلق النبي بعد نبينا عليه التحية والثناء من المقدورات الالهية وكل مقدور الهى ممكن ليكن سرکار اقدس خاتم النبيين ﷺ کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوة وصف لا يقبل الاشتراك عقلا ولا يكون موصوفه الا واحد وهو نبينا رحمة للعالمين ﷺ اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکار اقدس ﷺ کا نظیر و مثل محال بالذات ہے..... اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکار مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا دو طرح ممکن تھا ایک۔ بطور امکان وقوعی دوسرا بطور امکان ذاتی و ورود آیت کریمہ نے صرف امکان وقوعی ختم کیا امکان ذاتی ختم نہیں ہوا۔“ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۹، ۱۰)

اور نور الحسن شاہ کیلانو الہ لکھتا ہے:

”اس میں کلام نہیں کہ اس خلاق العلیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء و مرسلین ابتداء سے انتہاء تک اور دنیا و مافیہا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے، ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کر سکتے ہیں۔ بہر صورت اس امر پر قادر ہے۔“

(الانسان فی القرآن، ص ۱۷۳، دار التبلیغ آستانہ کیلیا نوالہ شریف بار سوم)

آئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مرزا نیت کو کس نے تقویت دی بریلوی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی تمام صفات (جس میں نبوت و ختم نبوت بھی ہے) میں حضور ﷺ ان کے اندر متجلی تھے معاذ اللہ:

”حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سیدی

عالم ﷺ کے وارث کامل و ناسب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ

مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶)

مرزا قادیانی نے اسی عقیدے کو لیا کہ میرے آنے سے ختم نبوت پر اس لئے فرق نہیں پڑتا کہ میں کوئی نیا نبی تھوڑی ہوں مجھ میں وہی محمد ﷺ جو چودہ سو سال پہلے تھے دوبارہ متجلی ہو کر آگئے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اعتراض ۲۹: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء گاؤں کے چودھری جیسے۔ نعوذ باللہ

یہ سراپا دجل و فریب پر مبنی عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ تقویۃ الایمان، ص ۲۴۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، شمشیر حسینی

ص ۲۹، باطل اپنے آئینہ مسیں، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۲، گستاخ کون

ص ۱۶۷، الحق المبین، ص ۸۱)

الجواب: عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر جو مطلب ان رضا خانیوں نے کشید کیا

ہے یقیناً ان کے مربی شیطان کو بھی نہ سوجھا ہو گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت بمع سیاق و

سباق پیش کرتے ہیں جس کو پڑھنے کے بعد آپ ان رضا خانیوں کی دیانت پر ششدر رہ

جائیں گے:

”اب سننا چاہئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک

و مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے جیسے ظاہر میں بادشاہ

سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کو اس کے سوا کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سردار کہنا کچھ مضا لفقہ نہیں بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہئے۔

(تقویۃ الایمان، ص ۹۰)

کس واضح الفاظ میں حضرت شاہ شہیدؒ فرما رہے ہیں کہ ہمارے سرکارِ دو عالم ﷺ تمام جہاں کے سردار ہیں ان کے برابر رتبہ کسی کا نہیں گویا بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر

کا مصداق ہیں۔ مگر ان رضا خانیوں کا دھوکا ملا حظہ ہوتا ہے کہ دینا چاہئے کہ اہل سنت انبیاء کا مقام صرف گاؤں کے کسی زمیندار جتنا سمجھتے ہیں معاذ اللہ کیا ان عبدالدینار والدراہم کے ہاں گاؤں کا چودھری سارے جہاں کا سردار ہوتا ہے؟ اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبہ والا ہوتا ہے؟ جو عبارت ان ظالموں نے پیش کی اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اللہ کے احکام اس کی وحی و تجلیات کا سب سے پہلا مرکز انبیاء کی ذواتِ قدسیہ ہوتے ہیں اللہ کے فرامین و ارشادات سب سے پہلے انبیاء پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کے توسط سے پوری امت کو ان احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ یہ کام ہوتا ہے شاگردوں کو استاد کے ذریعہ سے، مریدوں کو شیخ کے ذریعہ سے، مقلدین کو مجتہدین کے ذریعہ سے اس اعتبار سے یہ تمامی حضرات اپنے حلقہ ارادت میں سردار ہیں (جو حضرات

شاہ صاحبؒ پر ترک تقلید و تصوف کا الزام لگاتے ہیں وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں (پھر عوامی انداز میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہیں کہ جیسے بادشاہ کا فرمان سب سے پہلے وزیر اعظم پھر اس کے نائبین اس طرح درجہ بدرجہ گاؤں کے چودھری یا زمیندار کو ملتا ہے کہ وہ اس سے اپنی رعایا کو آگاہ کر دیں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کہ اس میں تو ہین و گستاخی کی آخر کوئی بات ہے؟ ان کا ایک رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”اس عبارت میں بھی نبی علیہ السلام کو گاؤں کے زمیندار اور قوم کے

چوہری کے ساتھ اکھڑا کیا ہے۔“ (گستاخ کون، ص ۱۶۷)

اب ہم رضا خانیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کس کس کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔

رسول تو بس وزیر اعظم جیسے۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”جیسے وزیر اعظم کی وزارت تاحد مملکت ہوتی ہے ایسے ہی رسول اعظم کی

رسالت تاحد الوہیت ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۶۵)

تقویۃ الایمان میں ”جیسے“ کا لفظ ہے تو یہاں بھی، وہاں چودھری کا لفظ ہے تو یہاں وزیر اعظم کا اب جواب دو کیا تمہارا مفتی نبی اکرم ﷺ کو پاکستان، اسرائیل، ہندوستان، امریکا کے وزیر اعظم کے برابر سمجھتا ہے؟

رسول و فرشتے تو بس چپڑا سی جیسے ہیں۔ معاذ اللہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ رسولوں، فرشتوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے

جیسے بادشاہ حکام یا چپڑا سیوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۹، ص ۲۰۸)

تقویۃ الایمان میں جیسے، زمیندار و چودھری کا لفظ ہے تو یہاں جیسے اور چپڑا سی کا لفظ موجود ہے تو جواب دو کیا تمہارے نزدیک رسول و فرشتے معاذ اللہ چپڑا سیوں کے برابر ہیں؟

قرآن خواں کی پھونک تو بس نیو لے کی طرح ہے۔ معاذ اللہ

سانپ کی پھونک میں زہر نیو لے کی پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن
خوان کی پھونک میں شفا اور جا دو گرنے کی پھونک میں بیماری۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۲۱)

دین کا کام کرنے والے تو بس دلال ہیں۔ معاذ اللہ

”ایمان کی حفاظت کی بیمہ کمپنی بھی ہے جو اللہ کے فضل سے اس دولت کو منزل مقصود تک پہنچانے
کا ٹھیکہ لیتی ہے اس کمپنی کا ہیڈ اکیوارٹر مدینہ منورہ میں ہے اور اس کی شاخیں بغداد اور اجمیر اور
پیران کلیہ وغیرہ میں کھلی ہوئی ہیں اور اس کی برانچ شاخیں تقریباً ہر جگہ ہیں اور اس کے دلال ہر
جگہ پھر رہے ہیں۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۵۷)

اعتراض ۳۰: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کی تعریف عام بشر سے بھی کم

کرو۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی
سی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔ تقویۃ الایمان، ص ۶۳۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، الحق المبین، ص ۷۷)

الجواب: یہاں بھی رضا خانیوں نے مکمل عبارت پیش نہیں کی حضرت شہید مشکوٰۃ کی

حدیث پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں (صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے)

مشکوٰۃ کے باب المفاخرہ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے
نقل کیا کہ آیا میں بنی نمر کے اہل پیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا
ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے پھر کہا کہ ہم نے
کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو فرمایا کہ خیر اس طرح کا
کلام کہو اس میں بھی تھوڑا کام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کرے

شیطان“۔

ف: یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۹)

حضرت شاہ شہید صاحبؒ نے جو کچھ کہا وہ مذکورہ حدیث ہی کا مفہوم و مطلب ہے نہ معلوم رضا خانیوں کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ بزرگان دین کی ”بشری نہیں“ تو کیا ”خدا کی سی“ تعریف کریں؟

ملا علی قاریؒ ”اوبعض قولکم“ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”قولوا قولکم یعنی قولوا هذا القول او اقل منه ولا تبالغوا فی مدحی بحیث تمدحوننی بشیء یلیق بالخالق ولا یلیق بالمخلوق“۔ (مرقاۃ، ج ۹، ص ۱۲۵)

ہاں اس طرح کی تعریف کرو بلکہ اس سے بھی کم کرو اور میری مدح سرائی میں مبالغہ آرائی مت کرو اس طور پر کہ ایسی چیز سے میری مدح کرو کہ جو اللہ کی شان کے لائق ہو اور مخلوق کی شان کے لائق نہ ہو۔

علامہ خرپوتی کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ انبیاء کی مدح سرائی میں مبالغہ سے بچو اور انہیں حد انسانیت سے نکال کر خدائی کے منصب پر فائز مت کر دینا۔ (شرح خرپوتی، ص ۱۳۹)

پھر رضا خانیوں کا دجل و فریب ملاحظہ ہو کہ عبارت میں ”بزرگ“ کے لفظ ہیں انہوں نے اسے ”انبیاء و اولیاء“ سے بدل دیا۔ نیز ”اختصار“ کا معنی قطعی طور پر ”کمی کرنا“ بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے کیونکہ لغت میں اس کا یہ معنی موجود ہے:

”بہت سے مطلب کو تھوڑے لفظوں میں ظاہر کرنا

گوش سامع کو گراں طول سخن ہے اے اسیر

اختصار اچھا ہے بیتوں کا بڑھانا کیا ضرور“۔ (نور اللغات، ج ۱، ص ۲۹۰)

یعنی فصیح الفاظ کا استعمال کہ الفاظ تو کم سے کم ہوں مگر معنی ان کا بہت وسیع ہو۔
علامہ ابن علی مقبری لکھتے ہیں:

الاختصار: الكلام و حقيقته الاقتصار على تقليل اللفظ دون المعنى

(المصباح الممیر فی غریب شرح الکبیر للرافعی، ج ۱، ص ۱۷۰، المکتبۃ العلمیہ بیروت)
آپ حضرات نے رضا خانی خطیب کو تو سنا ہوگا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات بھلا کون بیان کر سکتا ہے اور کس زبان میں یہ طاقت ہے البتہ ”مختصراً“ کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔ تو کیا رضا خانی اس کا یہ مطلب لیں گے کہ وہ خطیب نبی کریم ﷺ کی شان میں ”کمی“ کر رہا ہے؟ زبان زد عام شعر کا مصرعہ ہے
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو کیا یہاں بھی مختصر کا معنی نبی کی شان میں کمی کرنا لو گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو شاہ صاحب کی عبارت سامنے آتے ہی تمہاری آنکھوں پر شیطینیت کے پردے کیوں آجاتے ہیں؟

حیرت ہے کہ آج ملت بریلویت کو ”بشر“ کے لفظ میں تو ہین محسوس ہوتی ہے مگر پیر مہر علی شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ بشر کا لفظ ہی متصف بصفۃ کمال ہے یعنی دنیا میں جتنے بھی کمالات ہیں ان سب سے ایک بشر کا لفظ ہی متصف ہے اس کے ساتھ کسی دوسرے لقب کی ضرورت ہی نہیں یہ بشر ہی تمام صفات و القابات کیلئے کافی ہے ملاحظہ ہو:

”بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوم و مصداقاً متضمن بکمال ہے۔“ (مکتوبات، ص ۱۵۷)

اعترض ۳۱: حضور ﷺ کسی چیز کے بھی مختار نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“ (تقویۃ

الایمان، ص ۴۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۹، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۱، الکوکبۃ الشہابیۃ، ص ۵۱، باطل اپنے آئینہ میں، ص ۶۸، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، شمشیر حسینی، ص ۲۶، الحق البین، ص ۷۴)

الجواب: اس عبارت کا مطلب سمجھنے کیلئے پہلے یہ سمجھیں کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء، اولیاء اللہ، ملائکہ، بھوت پریت، بتوں کیلئے کس قسم کے تصرفات و اختیارات کی نفی کی گئی ہے۔ تو تصرف کے عقیدے کی چند صورتیں ہیں:

صورت اول: کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو کائنات میں تصرف کی کن فیکون قدرت از خود حاصل ہے اور وہ صرف اپنے ارادہ و مشیت سے بغیر اسباب و آلات کے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور کرتا ہے اسی طرح تصرف کی قدرت اللہ کے ماسوا فلاں ہستی کو بھی از خود یعنی اللہ کی عطا کے بغیر حاصل ہے ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اس درجہ کا شرک ہے جو ابوجہل ابولہب وغیرہ مشرکین میں بھی نہیں تھا وہ بھی اپنے بتوں میں خدائی صفات کو خدا کی عطا سے مانتے۔

دوسری صورت

”کائنات میں تصرف کی قدرت“ کے عقیدے کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی یا پیر یا شہید یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی واقعی یا فرضی یا وہمی ہستی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے پیارے چہیتے اور ایسے مقرب ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ایک درجہ اور دائرہ میں ”کن فیکونی تصرف کی قدرت“ دے دی ہے یعنی اب وہ صرف اپنے ارادہ و حکم سے تصرف کر سکتے ہیں۔ کسی کا کام بنا اور بگاڑ سکتے ہیں، ہماری حاجتیں پوری کر سکتے ہیں اور یہ ان کے اختیار میں ہے۔

یہ بعینہ وہ عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے اور دنیا کی اکثر قوموں میں یہی شرک رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”افوز الکبیر“ کی ایک مختصر عبارت یہاں بھی پڑھ لی جائے۔

شرک آنت کو غیر خدا را صفات مختصر خدا اثبات نمازید مثل تصرف در عالم

بارادہ کہ تعبیر ازاں بکن فیکو فی لے شود۔ (الفوز الکبیر ص ۸)

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ثابت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو ’کن فیکو فی‘ تصرف کہا جاتا ہے۔

آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ مشرکین عرب اپنے معبودوں کیلئے خدا تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا محدود اختیار اور تصرف کی محدود قدرت مانتے تھے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود دائرہ میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، یہی ان کا شرک تھا، بہر حال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے بھی اس طرح کے کن فیکو فی اختیار تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ شرک ہے۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطاء سے مانے۔

ناظرین کرام! یہاں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت اور پڑھ لیں، ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں۔

اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاب و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض و غیر آں بسوئے شان کفر است۔
(ارشاد الطالبین ص ۲۰)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کر دیئے یا کسی کو رزق یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا دور کر دینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہلسنت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کیلئے کائنات میں تصرف کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدہ تصرف کی یہی دوسری صورت ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ نے بھی شرک و کفر قرار دیا ہے۔

تیسری صورت

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کیلئے پہلی یا دوسری صورت اختیاری کن فیکو فی تصرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے بطور معجزہ یا کرامت کے ان کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کر دیتا ہے۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن دراصل وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ پھر بھی چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارے میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں قلب کی پوری توجہ اور الحاج کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرما کے اپنی کن فیکو فی قدرت سے وہ کام کر ہی دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقبول بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے۔ بہر حال تصرف کی دونوں شکلیں برحق ہیں۔

تصرف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک و تعالیٰ نے کم یا بیش سب بندوں کو عطا فرمائی ہے اور وہ ہے خداداد قوت و صلاحیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کے ذریعہ جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے، ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خداداد قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہوتا ہے، ہم اس کے بارے میں مسول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بحث و اختلاف تصرف کی کس صورت میں ہے!

بحث و اختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب و آلات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم سے کن فیکو فی طریقہ ہو۔ ا۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی شان و صفت ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطا نہیں فرمائی۔ ہاں مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مسلمان، اماموں اور پیروں اور شہیدوں کے بارے میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے حاسبی بن کر ان کے مزاروں پر جاتے ہیں اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی منت مانتے ہیں۔ تقویۃ الایمان میں اسی قسم کے تصرف و اختیار کی نفی کی گئی ہے چنانچہ چند عبارات ملاحظہ ہوں:

”سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کیلئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے نلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی..... اور ان کے جینے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جوئے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔“

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

”پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق (مانتے ہیں) اور یہ قدرت و تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان ص ۷۶)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقویۃ الایمان میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاص خطاب کیسے جاہل اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کیسے مشرکانہ خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاہلانہ خیالات کے مطابق نبیوں، ولیوں، پیروں، شہیدوں کو اور مدار بخش، سالار بخش وغیرہ اصلی یا فرضی گزرے ہوئے بزرگوں کو اور بھوتوں، پریوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی منتیں ماننے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے، بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے، ہندو اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور پیروں، شہیدوں اور بھوتوں کے ساتھ وہ سب کچھ کرتے تھے، ان کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالیٰ نے دے دی ہے۔ وہ تین صفحے کے بعد اسی بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لکھتے ہیں۔

”عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں بر لائی، بلائیں نالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیروں و شہیدوں کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس

کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور
اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا ساتھ تصرف ثابت کرنا محض شرک
ہے پھر خواہیوں سمجھے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود، خواہیوں سمجھے کہ
اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“

(تقویۃ ایمان ص ۱۱-۲۱)

ان عبارتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا
ساتصرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔ (ماخوذ از بریلوی فتنہ کانیا روپ)
اب آئے عبارت معترضہ کے سیاق و سباق کی طرف شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وقال الله تعالى يا صاحبي السجن ارباب متفرقون خير ام الله الواحد القهار
ما تعبدون من دونه الا اسماء سميت بها انتم و ابائكم ما انزل الله بهما من
سلطان ان الحكم الا لله امر الا تعبدون الا اياه ذالك الدين القيم ولكن
اکثر الناس لا يعلمون

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اور
قیدیوں سے کہا اے رفیقو! قید خانے کے، کیا کئی مالک جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ ایک
زبردست نہیں مانتے ہو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے
باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو
یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے مت مانو یہی ہے دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے

ف: یعنی اول تو غلام کے حق میں کئی مالک ہونے سے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک
زبردست چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کاروبار اس کے بنادے اور
دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی
لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانا اگانا کسی اور
کے اختیار میں ہے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام

ٹھہرا لیتے ہیں فلا نے کام کے مختار کا نام یہ ہے اور فلا نے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کو کاموں کے وقت پر کار تے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سب محض اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں دخل نہیں سوسب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سوا ایسا شخص کہ جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں۔“ (تقویۃ الایمان، ص ۵۶، ۵۷)

عبارت کا مکمل مضمون صاف بتا رہا ہے کہ اس میں اسی تصرف و اختیار کی نفی ہے جواز قبیل شرک ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تقویض امر دین بہ پیغمبر سخن است تا چہ رسد مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع مفوض پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت و ایلچی گری ست نہ نیابت خداوند شرکت در کار خانہ خدا آنچہ کہ خدائے تعالیٰ حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کنند و بس از طرف خود اختیار ندارند اگر تقویض امر دین بہ پیغمبر می شد اور اعتاب چہر امی شد حالانکہ اورا بموضع بسی مثل اخذ فدیہ از اساری بدو تحریم ماریہ قطبیہ و دان دادن منافقین در تحلف از غزوہ تبوک وغیرہ ذالک عتاب شدید واقع شدہ۔“ (تحفہ اثناء عشریہ، ص ۱۷۰)

پیغمبر کو دین کی باتیں سپرد کر دینے میں کلام ہے پھر کسی دوسرے کی کیا مجال مذہب صحیح اس میں یہ ہے کہ امر تشریعی حوالے پیغمبر کے نہیں ہوتے کیونکہ منصب پیغمبری و منصب رسالت پہنچا دینا نہ نیابت خدا اور نہ شرکت در کار خانہ خدا میں جو کچھ اللہ تعالیٰ حلال و حرام کا حکم فرماتا ہے اس کو رسول پہنچا دیتا ہے اور اس میں رسول اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا اور اگر

حوالے کر دینا امر دین پیغمبر کو ہوتا تو ان کو عتاب کیونکر ہوتا؟ حالانکہ ان کو بہت سارے مواقع میں مثل اخذند یہ اسیران بدر اور تحریم مار یہ قبضیہ اور اجازت دینے منافقین کو تخلف غزوہ تبوک وغیرہ ذالک امور میں عتاب شدید واقع ہوا ہے۔

جو بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرما رہے ہیں وہی بات ان کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے فرمائی، دراصل شاہ شہیدؒ اس عبارت میں شیعہ و رضا خانیوں کے اس عقیدے کا رد کر رہے ہیں جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

”فرقہ اشنیہ اند گویند محمد علی ہر دو الہ اند“۔ (تحفہ، ص ۱۳)

فرقہ اشنیہ کہتے ہیں کہ محمد علی دونوں الہ ہیں۔

اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد علی در خلقت دنیا“۔ (تحفہ، ص ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد علی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

پس شاہ اسماعیل شہیدؒ شیعہ کے اس عقیدے کو سامنے رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ تم نے جو محمد و علی کو الہی صفات سے متصف کر دیا کارخانہ قدرت کا ان کو مالک بنا دیا تو یہ اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں رکھتے۔

اعتراض ۳۲: صرف محمد علی کہنے پر رضا خانیوں کا اعتراض

مولوی غلام مہر علی اسی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کے اسم گرامی کو بغیر کسی خطاب عزت کے اس طرح بولنا کہ محمد و محمد صاحب یہ ہندوؤں اور سکھوں کا طریقہ ہے..... اور اس طرح کہنا حضور کی سخت بے ادبی ہے“۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۸۱)

الجواب:

الزامی حوالہ جات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

(۱) ”فرقہ اشنیہ اند گویند محمد و علی ہر دو الہ اند“۔ (تحفہ، ص ۱۳)

فرقہ اشنیہ کہتے ہیں کہ محمد و علی دونوں الہ ہیں۔

(۲) اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد و علی در خلقت دنیا“۔ (تحفہ، ص ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد و علی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

(۳) مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

”فرقہ شانزدہم ذبابیہ اند و ایشان محمد رابی انکارند و علی را الہ گویند“۔ (تحفہ اثنا عشریہ، ص ۱۳)

سولہواں فرقہ ذبابیہ ہے جو محمد کے نبی ہونے کے انکاری ہیں اور علی کو الہ کہتے ہیں۔

رضا خانیو! جواب دو کیا شاہ صاحب بھی معاذ اللہ ہندو و سکھ اور یہودی تھے

؟ جبکہ رضا خانی کا شرف اقبال کہہ چکا کہ ہم شاہ محدث دہلویؒ کے عقیدے پر ہیں پس ان

سے عبارات میں رضا خانی جو تاویل کریں وہی تقویۃ الایمان کی عبارت میں کر لیں۔

(۴) مولانا کرم دین دبیر صاحب جن کو عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں سے

تسلیم کیا ہے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۲۰۹ تا ۲۱۱، ۶ صفحات پر ان کا تعارف

کروایا ہے ان کی کتاب ”آفتاب ہدایت“ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ کی تصانیف میں آفتاب ہدایت کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل

ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ کئی ایڈیشن فروخت ہو گئے مولانا کو امیر ملت چیرسید

جماعت علی شاہ..... سے والہانہ عقیدت تھی آفتاب ہدایت کا انتساب

حضرت امیر ملت کے نام تھا جو پہلے ایڈیشن میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے

“۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۲۱۳، ۲۱۴)

(۵) یہی کرم دین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

ہارون و مویٹی نے غرضی طور پر“۔ (آفتاب ہدایت، ص ۱۵۴، طبع اول)

یہاں پر بھی کوئی تعظیمی کلمہ نہیں کیا یہ بھی معاذ اللہ ہنود و سکھوں کے طریق پر تھے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ علیہ السلام کی نشانی ”۔۔۔“ تو لکھا ہوا ہے تو بریلوی مذہب میں یہ علامت بھی گستاخی و ناجائز ہے (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۸۰)

(۶) مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہو:

زہے عزت و اعتمائے محمد کہ عرش حق زیر پائے محمد

سراے محمد..... رضائے محمد..... برائے محمد..... لقاے محمد..... دعائے محمد۔

(رضائے مصطفیٰ، ص ۲، جنوری ۲۰۱۰)

ان تمام اشعار میں کہیں بھی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ تعظیمی لقب موجود نہیں فقط نام ”محمد“ اور وہ بھی بدون درود شریف مذکور ہے۔

(۷) بریلوی مولوی سید محمد عارف رضوی کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

روؤں یاد مصطفیٰ میں چوموں نام مصطفیٰ (رضائے مصطفیٰ، ص ۱۰، جنوری ۲۰۱۰)

مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ کوئی تعظیمی لقب موجود نہیں۔ بریلوی نباض قوم ابوداؤد صادق کے اسی رسالے میں ہے:

(۸) ”سلطان الواعظین علامہ ابوالنور محمد بشیر کوٹلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا..... محمد کا جب یوم میلاد آئے تو بدعت کے فتوے انہیں یاد آئے۔“

(رضائے مصطفیٰ، ص ۱۱، مارچ ۲۰۱۱)

رضا خانی سوچ کا مظاہرہ یہاں کیا جائے تو عبارت پر اعتراض یوں ہوگا کہ اپنے مولوی کا نام لکھا تو ”سلطان الواعظین، علامہ، رحمۃ اللہ علیہ“ اور جب امام الانبیاء علیہ السلام کے نام لکھنے کی باری آئی تو صرف ”محمد“.....؟

(۹) ”اس شان محمد پر قربان جہاں ہوگا۔“ (رضائے مصطفیٰ، ص ۳، جون ۲۰۱۱)

(۱۰) بریلوی شاعر اہلسنت پروفیسر محمد اکرم رضا خانی لکھتا ہے:

پیغام زندگی ہے محمد کے شہر میں رحمت سے لو لگی ہے محمد کے شہر میں
نعمت پر اک ملی ہے محمد کے شہر میں خیرات بٹ رہی ہے محمد کے شہر میں

فیضانِ سرمدی ہے محمد کے شہر میں اکمالِ شاعری ہے محمد کے شہر میں
(رضائے مصطفیٰ، ص ۳، مئی ۲۰۱۲)

(۱۱) یہ بھی پڑھو:

”بھلا کیا اور کو دیکھیں محمد ہم کو کافی ہے“۔ (رضائے مصطفیٰ، ص ۵، جون ۲۰۱۲)
ہو سکتا ہے کہ کوئی سطحی اشکال کرے کہ یہ تو اشعار ہیں تو جواباً عرض ہے کہ ایک چیز کو تم نے بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا تو گستاخی تو گستاخی ہے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ نثر میں تو نبی کریم ﷺ کی گستاخی حرام ہے اور اشعار میں وہ گستاخی اور سکھوں و ہندوؤں کا طریق عین ایمان اور دلیل عشق و محبت ہے؟

(۱۲) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”محمد ہی اول و آخر ہے“۔ (ختم النبوة، ص ۸۲)

(۱۳) اور ذرا حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ کا یہ حصہ بھی ملاحظہ ہو:

من کان یعبد محمد فان محمد قد مات

(۱۴) اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی پڑھو:

قال قائل لا بی بکر هذا رسول الله ﷺ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۸۶، مکتبہ رحمانیہ)

اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک کہنے والے نے ابو بکر سے کہا۔ کوئی تعظیمی لقب نہیں۔

(۱۵) جب نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مال غنیمت نہ دیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نے فوراً کھڑے ہو کر نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مالک عن

فلان (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۶۴)

”مالک“ بالکل عام الفاظ ہیں کوئی تعظیمی لقب نہیں اب رضا خانی جواب دیں کہ صحابی

رسول ﷺ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ ”مالک یا رسول الله ﷺ“ جو جواب وہ اس کا

دیں وہی تقویۃ الایمان کے حاشیہ پر لکھ لیں۔

(۱۶) مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

اللہ کی قسم رب محمد بھی ان کی گھات میں ہے“۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱۵، ص ۸۵)

- (۱۷) اے محمد کیا تجھے اس کا غم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، ص ۷۳)
- (۱۸) محمد احمد رضوی خلیفہ مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے: ”بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابو بکر وغیرہ فرشتوں سے افضل ہیں۔“ (تمہید عبدالشکور سالمی، ص ۶۳۔ فرید بک سنال ۱۱ ہور)
- (۱۹) ”اے ابراہیم آپ ہماری سفارش کیجئے۔“ (ایضاً، ص ۶۷، ۷۷)
- (۲۰) ”اے موسیٰ آپ ہماری سفارش کیجئے۔“ (ایضاً، ص ۷۷)
- (۲۱) ”خلفاء اربعہ (ابو بکر، عمر، عثمان، علی) کی خلافت حق اور ثابت ہے۔“ (ایضاً، ص ۶۱)

(۲۲) ”ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سنت سے ثابت ہے کہ شیخین (یعنی ابو بکر و عمر) کو توفیقات دے اور ختنین (دونوں دامادوں یعنی عثمان و علی) سے محبت کرے اور ان ہی سے روایت ہے کہ فرمایا تم ابو بکر و عمر کو فضیلت دو اور عثمان علی سے محبت کرو۔“ (ایضاً، ص ۶۲)

بریکٹ کے الفاظ کتاب میں موجود ہیں اب رضا خانی سوچ کا مظاہرہ کریں کہ امام ابو حنیفہ کے نام کے ساتھ تو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور صحابہ کے نام اس بے ادبی سے؟

(۲۳) ”ابو بکر تمام صحابہ سے افضل ہے۔“ (ایضاً، ص ۶۱)

الحمد للہ سرسری مطالعہ کے بعد چند کتب سے یہ ۲۳ عدد حوالے ہیں جو آپ کے سامنے رکھ دئے گئے ہیں مزید حوالے بھی ہیں مگر ماننے والے کیلئے ایک بھی کافی اور سن ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی نا کافی۔ اب اگر رضا خانیوں میں غیرت شرم و حیاء اور انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو ان علماء پر بھی وہی فتوے لگائیں جو شہید مظلوم پر لگائے۔

تحقیقی جواب

اس کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کی عبارت میں ”محمد و علی“ سے مراد قطعی طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مراد نہیں بلکہ وہ تو مشرکین پاک و ہند کے موبہومہ شخصیات کا رد کر رہے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں ”آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں“، ”اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھرا لیتے ہیں“، ”حالانکہ وہ سب محض اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں“ کے جملے واضح قرینہ ہیں کہ وہ یہاں ایسے محمد و علی کا

ذکر کر رہے ہیں جو مشرکین کے وہمی محمد علی ہیں جنکا حقیقت سے نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود۔ احمد رضا خان نے جو فتاویٰ رضویہ میں خدا کو جی بھر کر گالیاں دی ہیں اس پر عنوان قائم کیا کہ وہابیوں دیوبندیوں کا وہمی خدا پس اگر ایک وہمی و خیالی خدا بنا کر اسے جی بھر کر گالیاں دی جاسکتی ہیں تو یہاں تو صرف محمد علی موہومہ اشخاص کے نام مذکور ہیں نہ کوئی گالی نہ بے ادبی تو رضا خانیوں پر آسمان کیوں پھٹنے لگ جاتا ہے؟

الحمد للہ، اللہ رب العزت نے شاہ شہیدؒ کی برکت سے عبارت کی ایسی توجیہ ذہن میں ڈالی جو ان اوراق کے علاوہ آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ فللہ الحمد علی ذالک۔

لطیفہ: مولانا کرم دین والد مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں:

”اور حال کہ شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ علم ماکان و مایکون ان کو حاصل ہونا اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔“

(آفتاب صداقت، ص ۱۶۱، طبع اول)

یہی بات جب شاہ اسماعیل شہیدؒ کرتے ہیں اور ان امور پر انبیاء و اولیاء کے اختیار کی نفی کرتے ہیں تو فوراً فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے۔

اعتراض ۳۳: زمین کے خزانے نبی ﷺ کے پاس اور تم کہتے ہو کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے: ”نبی نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور تم کہتے ہو محمد علی کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔“ (ملخص دیوبندی مذہب، ص ۱۸۲)

الجواب: جو روایت رضا خانی اس باب میں پیش کرتے ہیں اس کا معنی علماء نے یہ لکھا

ہے:

”المراد منها ما يفتح لامته من بعده من الفتوح وقيل المعادن“۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۱۲۸)

ترجمہ: مراد ان خزانوں سے جو امت کیلئے آپ ﷺ کے بعد فتوحات واقع ہوئیں اور کہا گیا کہ مراد کانیں (معدنیات) ہیں۔

ملا علی قاری حنفیؒ نے بھی یہی لکھا کہ اس سے مراد مختلف شہروں کو فتح کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر آسان کر دیا اور ان مفتوحہ علاقوں میں جو خزانے ملیں ان کے مالک بنے یہ بھی کہا گیا ہے آپ کی امت پر معدنی ذخائر جیسے سونا چاندی وغیرہ کھول دیگا اور وہ اس کے مالک بن جائیں گے۔ (مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۴۲۸)

اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اسباب و وسائل کے درجے میں ہیں کوئی بھی اس کا منکر نہیں اسی طرح رضا خانی ہمارے اکابر کی چند کرامات کو بھی اس موقع پر ذکر کرتے ہیں ماقبل میں ان کی وضاحت ہو چکی ہے کوئی بھی اس کا منکر نہیں چنانچہ شاہ اسمعیل شہیدؒ خود لکھتے ہیں:

”حکیم علی الاطلاق ایشانرا واسطہ در تصرفات کونیہ میگردد اند مثل نزول امطار و نمو اشجار..... و تغلیب احوال و ادوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلابات حالات اغنیاء و مساکین..... و رفع بلاء و ودفع بلاء و امثال ذالک اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقررین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بناتا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا اور درختوں کا نشوونما پانا..... اور حالات کا پلٹنا کھانا بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا دولت مندوں فقراء و مساکین کے احوال کا بدل جانا بلاؤں کا ٹل جانا ان جیسے دوسرے تصرفات۔

آگے شاہ صاحبؒ مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم و ارادہ سے ایسا ہوتا ہے یہ سورج و چاند محض واسطہ اور سبب ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ ہم کو روشنی پہنچاتے ہیں تو مشرکانہ عقیدہ ہے اسی طرح اللہ کے مقبول بندے بھی اللہ کی

رحمت کا واسطہ ہوتے ہیں ان سے جو تصرف عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا فعل و تصرف نہیں ہوتا۔ آگے لکھتے ہیں:

پس انچہ از تغیرات و تقلبات مذکورہ چہ دارا قطار عالم و اطوار بنی آدم حادث میگردد و ہمہ از قدرت کاملہ ایشاں نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکه حق جلا و علا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کاروبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الہی قدرت خود صرف مینمایند و ایں تصرفات گوناگوں و تغیرات بوقلموں در عالم کون بر روئے کارے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است و کفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک شرک مردود است و کافر مطرود۔ بالجملہ نزول تقدیر الہی بنا بر وجاہت کے یادعائے کے از مقبولین امرے دیگر و صدور تصرفات کوئی از ہماں مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است و ثانی محض کفر۔ (منصب امامت، ص ۴۹، ۵۰)

پس تغیرات و حالات میں جو تبدیلیاں (جنکا اوپر ذکر ہوا) اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقررین کی قدرت و طاقت کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دئے ہوں اور وہ بامر الہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں ایسا عقیدہ رکھنا خالص کفر و شرک ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے (کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں) وہ بلاشبہ مشرک و کافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندے کے خاص مقام قرب و وجاہت کی بنیاد پر یا کسی مقبول بندے کی دعا پر تقدیر الہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندے سے عالم کون میں تصرفات کا ہونا اگرچہ بامر عطاء الہی ہو دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے دوسرا عقیدہ خالص کفر۔

ایک سہو کی طرف اشارہ : منصب امامت کا جو ترجمہ حکیم محمد حسین علوی مرحوم نے کیا ہے جو مطبوعہ طیبہ پہلی شرز لاہور اس وقت مارکیٹ میں موجود ہے اس میں اس مقام پر حکیم صاحب نے ترجمہ کو بالکل مسخ کر دیا ہے اور ذاتی و عطائی کی لایعنی تقسیم کردی اللہ پاک اس غلطی پر ان سے درگزر فرمائے۔ آمین۔ لہذا اس ترجمہ سے دھوکا نہ کھائیں۔

اعتراض ۳۴: حضور ﷺ کفار جیسے ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ بے ہودہ اور غلیظ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: مولوی اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جس کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(خط ماحقہ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۲۳۱، طبع کراچی)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۰، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۱)

الجواب : قارئین کرام! آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کفار جیسے ہیں جس سے متبادر صفات، ذات، کمالات میں مماثلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر جو عبارت پیش کی وہ کسی خط کی ہے اصل کتاب کی نہیں جس پر کوئی حتمی یقینی دلیل موجود نہیں کہ یہ خط شاہ شہید کا ہی ہے۔ رضا خانیوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے گھر کا گند دیکھنا چاہئے بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”انما انا بشر مثکم کفار سے خطاب ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۸۳)

اور کفار میں ابو جہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ بھی ہے اب اسی آیت کا جو ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے کیا وہ بھی ملاحظہ ہو

: ”تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“ (کنز الایمان مع حزنائے العرفان، ص ۳۶۴)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ صورت و شباهت میں ان غلیظ کافروں جیسے

ہیں؟ بریلوی مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ”انما انا بشر مثلكم میں تم جیسا بشر ہی ہوں۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۵۵) رضا خانی نے عنوان میں ”جیسے“ کا لفظ لکھا شاہ صاحب کی طرف منسوب خط میں ”جیسے، جیسا“ کے لفظ نہیں مگر مفتی صاحب کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ موجود ہے اب اگر انصاف و دیانت ہے تو اپنے اس مفتی پر بھی فتویٰ کفر لگاؤ۔

اعتراض ۳۵: حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اس کے بعد کاشف اقبال نے اپنے اکابر کی پیروی میں حفظ الایمان کی عبارت کو پیش کر کے اس پر اعتراض کیا ہے تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

توضیح البیان فی حفظ الایمان

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین

بریلوی فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب ”حسام الحرمین“ کے صفحہ ۷۴ پر فرماتے ہیں کہ:

اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سے رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں۔ اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوہائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی براہری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور چنیس و چناں میں۔

{حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۴۷، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۹ء}

الجواب: اس جگہ احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامت کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے اس کا ترکی بہ ترکی جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری ہیں ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

اے رسول آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہئے کہ وہ بات نہیں جو اچھی ہو تحقیق شیطان پھوٹ ڈلواتا ہے ان کے درمیان بے شک شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ (بنی اسرائیل، ۵۳)۔
اس کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں لگتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت اس شخص نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہیں لوں گا غور تو کیجئے کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کجاخان صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہے معاذ اللہ۔ کاش کہ احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنا پڑتی اور قارئین کرام خود فیصلہ فرما لیتے۔

حفظ الایمان دراصل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے:

حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا بلکہ حکیم الامت صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں، اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کیسے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردة والخنازیر کہنا جائز نہیں۔۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطا یا وظائف دئے جاتے ہیں اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ لغت کی عام کتباہوں میں ہے کہ

”رزق الامیر الجند (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو رزق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ خود ہی اپنی نعل مبارکہ کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ کو خالص النعل اور حالب الشاة نہیں کہا جاسکتا بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے قارئین کرام سمجھ گئے ہونگے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز و عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت حکیم الامتؒ کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا جائز ہے یا نہیں اور حضور ﷺ کو جس طرح خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمہ للعالمین وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں اسی طرح لفظ ”عالم الغیب“ سے بھی کیا حضور ﷺ کو یاد کیا جاسکتا ہے؟۔ اور اس مدعا کی دودلیلیں حضرت حکیم الامتؒ نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک شرکاء نہ خیال کا شبہ ہوتا ہے قرآن کریم میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے۔

مگر چونکہ خان صاحب احمد رضا خان کو اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں اور اپنی کتاب

الدولۃ المکیہ میں ایک جگہ اسی بات کو کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے ہم اس کی تصویب و تائید میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جسکے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارہائے کو حاصل ہے۔

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت کیلئے یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور ﷺ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کو کلی غیب کا علم ہے یہ دوسری شق تو اس وجہ سے باطل ہے کہ حضور ﷺ کو کلی غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) اور پہلی شق (یعنی مطلق بعض علم غیب کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولانا پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

حفظ الایمان کی عبارت اور اس کی توضیح:

آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر ”عالم الغیب“ کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامتؒ

اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے آیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کل علم غیب ہے (اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں) یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول یہی ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تخصیص؟ ایسا (بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خان صاحب کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت حکیم الامتؒ کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب نے جو تحریفات کی ہیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیب کا علم تھا نہ کہ حضور ﷺ کا علم اقدس مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لیا اور لکھ مارا کہ ”اس میں تصریح ہے کہ غیب۔۔۔ الخ“

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی

”ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

خان صاحب نے اس آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے صراحتہ معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمر وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ

تھا

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

خان صاحب نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور ﷺ کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد رضا خان کی ساری کاروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ کس طرح خان صاحب نے ان عبارتوں کو بالکل ہضم کر دیا جس سے اس عبارت کا صحیح معنی معلوم ہو سکتا تھا اور صرف شروع کی اور درمیان کی عبارت کو ہضم کر کے آخر کا فقرہ جوڑ دیا اور چپالا کی یہ کی کہ عربی عبارت میں اس کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ الگ الگ عبارتیں ہیں اور بیچ کا حصہ غائب کیا گیا ہے۔ یہ ہے اس مذہب کے بانی کی امانت و دیانت۔

حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا مگر ہم بحث کی مزید توضیح کیلئے اس کے خاص حناص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:

حضرت حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کلی غیب کی وجہ سے اور دوسری یہ کہ بعض کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کلی علم غیب کا نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری اس لئے باطل کہ بعض غیب کی چیزوں کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے حسب زاء کی

تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

(۱) جب تک مبداء کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو۔

(۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

(۳) حضور ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی

ہو جاتی ہے۔

(۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سر دست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمے کو خان صاحب ہی کی تحریرات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ ”آنحضرت ﷺ کو کل غیوب کی علم حاصل نہ تھا۔ اس کا ثبوت خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلومات الہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کیلئے محال ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

اور ہم عطاۓ الہی سے بھی بعض علم ہی ماننا مانتے ہیں نہ کہ جمع

(الدولۃ المکیہ، ص ۲۸، خالص الاعتقاد، ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان ص ۳۴ پر فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الہی کو محیط نہیں۔

اس کے علاوہ مزید بھی کئی عبارات ہیں جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خان صاحب کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا کہ ”مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ اس کا ثبوت بھی خود خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

الدولۃ المملکیہ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت پر اور دوزخ پر اور اللہ تعالیٰ کی ساتوں صفات اصلہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔

خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو حاصل ہے۔

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا:

موصوف اپنے ابا حضور کی ایک پیشگوئی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ چودہ برس کی پیشگوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور ﷺ کے غلامان غلام کے کشف بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے۔

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۴۳، ۱۴۴، مطبوعہ لاہور)۔

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بھی بعض غیوب کا علم ہے

خان صاحب اپنے ملفوظات میں ایک جگہ ایک گدھے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۳۴۲)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ گدھے کو بھی بعض اوقات بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے وہو المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم حاصل ہے

ہر شے مکلف ہے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ

(ملفوظات، ص ۲۱۸، حصہ چہارم)

ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے (ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے) کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سو اس سرکش جن اور انسانوں کے۔ (ایضاً ص ۴۲۰)

خان صاحب کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ

- (۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ باتوں کا علم ضرور ہوتا ہے۔
- (۲) غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔
- (۳) گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔
- (۴) کائنات کی ہر چیز حتیٰ کے نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم

ہوتا ہے۔

اور یہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔ الحمد للہ حسان صاحب نے جن باتوں کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہی مضمون ہم نے احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیا اگر یہ کفر ہے تو احمد رضا خان صاحب اس کفر میں برابر کے شریک ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

یاد رہے کہ حکیم الامت کی پہلی دلیل کہ مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا حرام ہے اور عرف میں اس کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے کہ جسے ذاتی طور پر پر علم غیب حاصل ہو یہ بھی خان صاحب کو مسلم ہے لیکن چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اس لئے اس کی وضاحت ضروری

نہیں سمجھتے ورنہ مطالبہ پر یہ دونوں باتیں بھی انشاء اللہ خان صاحب ہی کی کتابوں سے ثابت کرنے کیلئے تیار ہیں۔

اگرچہ اس عبارت کے متعلق اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر ہم مزید توضیح کیلئے ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں تاکہ بات مزید واضح ہو جائے۔

فرض کیجئے کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں مسکینوں اور محتاجوں کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بدابہت باطل ہے اور اب دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اسی وجہ سے رازق کہا جا رہا ہے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چیزیاں بھی اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہے۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے۔ الخ

غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کہ اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ اس نے مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا اور اس نے ہر انسان اور ہر معمولی مزدور کو اس فیاض بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والی کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا وہ اس سے زیادہ نہیں۔

لفظ ”ایسا“ کی تحقیق

رضا خانی مذہب کے مناظر اکثر مناظروں یا کتابوں میں اس بات کا بھی واویلا کرتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ تشبیہ کیلئے ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ حضور ﷺ کے علم کو چوپایوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے اس لئے کہ لفظ ”ایسا“ اگر ”جیسا“ کے ساتھ ہو تب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی ”ایسا“ جب بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ ”خدا ایسا قادر ہے“ تو کیا

یہاں خدا کی قدرت کو کسی سے تشبیہ دیجارہی ہے۔۔۔؟؟ ہرگز نہیں۔ لغت سے اس کی دلیل مطلوب ہو تو ملاحظہ ہو:

ایسا: اس قدر، اتنا (فقرہ) ایسا مارا کہ ادھ منوا کر دیا۔

(نور اللغات، ج ۱، ص ۴۲۵، از مولوی نور الحسن مرحوم)

ایسا: اس قدر، اتنا، (فقرہ) ایسا کھانا کھایا کہ بد مضمی ہو گئی۔

(فرہنگ آصفیہ، ج ۱، ص ۳۳۳)

اس قسم کا، اس شکل کا، (فقرہ) ایسا قلمدان ہر ایک سے بنا و شوار ہے، آتش:

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا بورکت ہے گل ایسی نہ لذت نہ شراہی

اس قدر۔ برق

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف زمار پر گمان ہے مون شراب کا

(امیر اللغات، ج ۲، ص ۳۰۲، از امیر بنائی مرحوم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لفظ ایسا ہر حال میں ہرگز تشبیہ کیلئے نہیں آتا بلکہ اتنا کے معنی

اس قدر کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔۔۔ جیسا کہ اردو فقرہ اور اشعار میں اس کا استعمال ہوا ہے

تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہوگا کہ اتنا علم غیب یعنی مطلق بعض علم غیب کہ جسے

تم عالم الغیب کے اطلاق کیلئے جائز سمجھتے ہو غیر انبیاء بلکہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہے۔

اور بالفرض اگر عبارت میں ایسا کو تشبیہ کیلئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی

گستاخی لازم نہیں آتی اس لئے کہ ایسا اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور ﷺ کے علم کو تشبیہ دی

جارہی ہوتی جبکہ یہاں مطلق بعض غیوب کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حضور ﷺ کے علم شریف کی

مقدار کا۔

عقائد کی کتابوں سے حفظ الایمان کی عبارت کے مفہوم کا

ثبوت

قارئین کرام بریلوی حضرات پر ہر طرح سے اتمام حجت کیلئے ہم یہاں علامہ جرجانی

کی کتاب کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہی بات کہی گئی جو کہ

حکیم الامت صاحب نے فرمائی اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں:

امام اہلسنت شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

قلنا ما ذکرتم مردود بوجہ اذا لاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقنا
ومنکم ولہذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی
السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ای النبی۔

{ شرح مواقف، موقف سادس، مرصداول، مقصد اول، ج ۳، ص ۱۷۵ }

اور جو کچھ تم نے کہا چند وجوہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے
کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک
بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا ولو کنت۔۔ الخ اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی
میں بھی پائی جاتی ہے)

قارئین کرام یہ عبارت علامہ جرجانی نے فلاسفہ کے عقیدے کے رد میں لکھی غور
فرمائیں فلاسفہ کی جگہ اگر زید کو رکھیں اور سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حضرت حکیم الامت کو
رکھیں اور پھر اس کی روشنی میں ہمیں بتلائیں کہ حفظ الایمان اور اس عبارت کے مفہوم میں کیا فرق
ہے۔۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص حفظ الایمان کے خلاف کب کشائی کرتا ہے تو اس کا علاج
ہمارے پاس نہیں۔۔ اس کو موت ہی سمجھا سکتی ہے ہم تو اس سے عاجز ہیں

سوف تری اذن کشف الغبار اتحت رجلک فرس ام حمار

انصاف۔۔ انصاف۔۔ انصاف

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

قارئین دنیا جہاں کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ اپنی کسی بات کی وضاحت خود کہنے والے
شخص سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا غالب کے اشعار جس طرح مرزا غالب کو سمجھ آئے کوئی دوسرا اس
طرح نہیں سمجھ سکتا اسی اصول کے تحت آئیں ہم مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے
ہیں کہ انھوں نے اس عبارت سے کیا مطلب لیا اور جو مضمون احمد رضا خان نے ان کی طرف

منسوب کیا اس کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بہتان کو علم ہوا تو انھوں نے اس عبارت کے متعلق حضرت والا کو ایک خط بھیجا اور ان سے چند سوال کئے جس کا جواب انھوں نے یہ دیا

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون (یعنی حسام الحرمین میں جو میری طرف منسوب کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا
(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحت یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور دو عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔ {بسط البنان مع حفظ الایمان، ص ۱۰۶}

اس کے بعد خود حضرت حکیم الامت نے اس عبارت کی وضاحت کر دی جس پر ہم نے ماقبل میں تفصیلی گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط البنان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو حفظ الایمان ہی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔

قارئین کرام آخر یہ کونسا اصول ہے کہ ایک شخص خود کہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے ایسا عقیدہ خبیث عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے خارج ہے۔۔۔ اس کے باوجود بھی کہا جائے کہ یہی عقیدہ تو آپ کا ہے۔۔۔ کیا کوئی ہمیں بتائے گا کہ اس وضاحت کے بعد بھی وہ کونسا اصول ہے جس کے تحت تکفیری فتوے سے رجوع نہیں کیا گیا۔۔۔ اگر دنیا میں انصاف و دیانت ختم نہیں ہو گئی تو کوئی ہمیں اس سوال کا جواب ضرور دے۔

حفظ الایمان مولوی احمد رضا خان کے اصولوں کی روشنی میں

قارئین کرام کسی شخص کی تکفیر کیلئے مولوی احمد رضا خان نے جو اصول مقرر کیا ہے اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو حفظ الایمان کی عبارت میں نہ تو کوئی خرابی ہے اور نہ اس عبارت کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔۔۔ چنانچہ خود احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

☆ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم کہ شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ پھر آگے خود اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یعنی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمر اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔۔۔ (۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کو بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔۔۔ (۳) عمرو نجومی ہے (۴) رمال ہے (۵) سامندرک جانتا ہے، ہاتھ دیکھتا ہے (۶) کوئے وغیرہ کی آواز (۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے (۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داسنے یا بائیں نکل جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضاء۔۔۔۔۔

غرض اس طرح کی کل ۲۰ مثالیں دی جو آپ اصل عکسی حوالے میں ملاحظہ فرمائیں گے پھر ۲۱ معنی لیتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۱) عمرو کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ خالص اسلام ہے۔۔۔

تو محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر ہی مراد لیا۔

{تمہید ایمان، ص ۲۳-۲۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹}۔

اللہ اکبر قارئین کرام غور فرمائیں کہ بات بات پر کفر کے فتوے دینے والوں کے قلم سے اللہ رب العزت نے کیسی بات لکھوا دی خود خان صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک شخص کے قول میں بیس کفریات ہیں ایک اسلام ہے ہم اس اسلام پر فتویٰ دیں گے۔۔۔ اب میں اہل انصاف سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامتؒ کی عبارت میں کوئی پہلو کفر کا ہے؟؟؟۔۔۔ اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو کیا خود مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفریہ احتمال کو رد کر کے عین اسلام والی بات نہ کہہ دی۔۔۔؟؟؟ کیا تمہید ایمان کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے؟؟؟۔۔۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔

امکان کذب پر جب احمد رضا خان کی طرف سے عقائد کی کتابوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا جاسکا تو انھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ایک نرالا اصول نکالا کہ ان کتابوں کا اصل مقصد صرف مد مقابل کو خاموش کرنا ہوتا ہے اس طرح کی فلسفیانہ اور الزامی عبارتوں کا مقصد اپنا عقیدہ ظاہر کرنا نہیں ہوتا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو متون کتابوں میں موجود ہو اس لئے بالفرض اگر ان کتابوں میں کوئی ایسی بات ہو جو متون کتابوں کے خلاف ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے لہذا امکان کذب پر یہ عبارات پیش نہ کی جائیں اس لئے کہ یہ تو ان کا اصل عقیدہ ہی نہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو:

☆ جب بد مذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ مکتبوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کیلئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی و نقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے علمائے اہلسنت والجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم کریں یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی۔ اب کہ استدلال بحث و مباحثہ کا پھانک کھلا خواہ اپنے دلائل و جوابات کی جانچ پرکھ کی حاجت ہوئی اذہان مختلف ہوتے ہیں۔ اور بحث و استخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کر دی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف

سے اس کا رد یہ ہو سکتا ہے اس رد و بحث کا اثر فقط اسی دلیل و جواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل و جواب ہی میں تصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے یا خود اس باعث ہی کی نظر نے خطا کی دلیل و جواب صحیح و صواب ہو۔ بہر حال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے۔۔۔۔۔ نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا ہے۔۔۔۔۔

عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کر دیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں۔
{ سجن السبوح، ص ۱۷۳، انوری کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۳ }

قارئین کرام اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ آخر حفظ الایمان بھی تو کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں تھی بلکہ اسی بحث و مباحثہ اور مخالفین کے باطل عقائد کے رد میں چند سوالوں کا جواب ہے۔۔۔ اور احمد رضا خان صاحب نے خود اس میں تصریح کر دی کہ ان کتابوں کو ان حضرات کے اصل عقائد شمار نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ بالفرض اگر حفظ الایمان میں وہی بات کہی گئی ہوتی جو احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کی تب بھی یہ عقیدہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں تھا۔۔۔ بلکہ ان کا اصل عقیدہ وہی ہے جو انھوں نے متون میں بیان کر دیا۔۔۔ بریلوی حضرات احمد رضا خان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ آج وہ جن کتابوں پر اعتراض کر رہے ہیں ان سب کا تعلق اسی قسم کی کتابوں ہی سے تو ہے جس کے متعلق آپ کے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اصل عقیدہ اس میں نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کی کتابوں میں کوئی بھی بات اگر ہو تو وہ بطور عقیدہ ان کی طرف منسوب نہ کی جائے گی۔۔۔۔۔

میں اس موضوع پر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔۔۔ بریلوی حضرات ہرگز اس اعتراض سے رجوع نہیں کر سکتے کہ ان کے پیٹ روزی روٹی کا مسئلہ ہے لیکن اہل انصاف اور خوف خدا رکھنے والوں کیلئے بہت کچھ عرض کر دیا گیا ہے۔

اللہ پاک سمجھنے کی توفیق دے۔

الزامی عبارات:

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ ”ایسا، ایسے“ کے الفاظ تشبیہ و تمثیل کیلئے آتے ہیں حفظ الایمان میں بھی چونکہ ایسا کا لفظ ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے اس میں گستاخی ہے تو اب اس پر ذرا الزامی عبارات دیکھو۔ مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں۔“ (رسائل نعیمیہ، ص ۷۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کو ایسے کے ساتھ الو گدھے کے ناموں سے تشبیہ دی گئی کیا یہ گستاخی نہیں؟

(۲) انبیاء نے اپنے آپ کو ظالم ضال خطاوار وغیرہ فرمایا ہے اگر ہم یہ لفظ ان کی شان میں بولیں تو کافر ہو جائیں ایسے ہی حضور سے فرمایا گیا اپنے کو بشر کہو۔ (نور العرفان، ص ۸۰۲)

یہاں بھی مفتی صاحب نے نبی اکرم ﷺ کی بشریت کو ظالم، ضال سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا؟

(۳) جب لاٹھی سانپ کی شکل میں ہوگی تو کھائے گی پئے گی مگر ہوگی لاٹھی یہ کھانا پینا اس کی اس شکل کا اثر ہوگا ایسے ہی حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں جب بشری لباس میں آئے تو نوری بشر تھے۔ یہ کھانا پینا نکاح وفات اسی بشریت کے احکام ہیں۔ (نور العرفان، ص ۸۰۵)

کیا یہاں بھی حضور ﷺ کی نورانیت کو ”ایسے“ کے لفظ سے تشبیہ دے کر سانپ کے برابر کر دیا؟ (۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”وہاں سب لوگوں نے اللہ رب العزت کے سوال الست برکم کے جواب میں جلی کہا تھا لیکن یہاں کوئی شدا کوئی فرعون کوئی ہامان اور ابولہب بن گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم ارواح و عالم اجساد کا معاملہ مختلف ہے اسی طرح نبی مکرم ﷺ

نہاں ارواح میں ملائکہ و انبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی پھر آپ
نبی کس کے تھے۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، ص ۶۲)

یہاں کیا نبی کریم ﷺ کی تمثیل فرعون، ہامان سے نہیں دی جا رہی ہے اس پر تو بریلوی بھی چلا اٹھے :

آپ نے بڑی دیدہ دلیری سے اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ
کے عالم ارواح میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم اجساد میں تقسیریب
۳۰ سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ حکم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی
بدتر کفار بلکہ کفار کے سرداروں کے کفر سے کر دیا۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، برآں ہر لفظ، ص ۶۳)

(۵) مولانا احمد رضا خان سے سوال ہوا:

ایک عالم نے اپنے وعظ میں کہا اے مسلمانوں آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایک
مثال دیتا ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک
ضعف ہو گیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چہرہ اسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر
خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل و شامن آدمی ہے پیسے کا غنڈ جس پر
معمولی مضمون ہوتا ہے چہرہ اسی ۶،۵ روپے کا ملازم ہوتا ہے مگر حالت یہ ہوتی
ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں لا چاری سے لینا ہی
پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تماش اور روپے کا صرف کرنا کذا و کذا اور اللہ تعالیٰ احکام
الجاکین کہ وہم بھر میں تہہ و بالا کر سکتا ہے اس کا حکم نامہ قرآن پاک و مقدس کہ
جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ
الئے

الجواب: حاشا للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلاً معاذ اللہ تو جین کی بو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱۵، ص ۱۵۰)

اب دیکھیں مولوی واعظ خود کہہ رہا ہے کہ میں ایک مثال دے رہا ہوں اور پھر نبی کریم ﷺ کیلئے

چیر اسی کی مثال دیتا ہے مگر چونکہ بندہ اپنا تھا اس لئے احمد رضا خان صاحب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہیں مثال نہیں نہ اس میں تمثیل نہ تشبیہ۔ حضرت تھانویؒ تو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ میں نے تمثیل و تشبیہ نہیں دی وہاں تو تشبیہ و تمثیل ہو جائے اور یہاں ایک آدمی خود کہے کہ میں مثال دے رہا ہوں مگر یہاں نہ تمثیل ہو نہ تشبیہ یہ وجہ فرق کیوں؟

(۶) مفتی عبد المجید سعیدی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”مصنف تحقیقات نے جو حدیث لایقاس بنا احد سے انحراف کرتے ہوئے سید عالم ﷺ کا نبوت والا معاملہ کافروں، مشرکوں، منافقوں سے ملا کر جس سوئے ادبی کار تکاب کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے حالانکہ نبوت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوت محال ہے تو اسے غیر نبی اور کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک و نفاق سے ملا دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور گندی تشبیہ سے پرہیز کرتے۔“ (سندیلوی کا چیخ منظر ہے، ص ۳۲)

(۷) ”سانپ اور بھینس اگرچہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی روزی کھاتے پیتے ہیں مگر سانپ کے پاس زہر ہے اور بھینس کے پاس دودھ اس لئے آپ سانپ کو مار تے ہیں اور بھینس کی خدمت کرتے ہیں ایسے ہی کفار کے پاس کفر کا زہر ہے اور حضرات انبیاء، اولیاء، علماء کے پاس ایمان کا دودھ ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۳، ص ۳۶۴، سورہ آل عمران، آیت ۳۳)

(۸) پیر کرم شاہ ازہری لکھتا ہے:

”جس طرح انکو من جانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہے اس طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں جن انوار و تجلیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے اسی طرح کا یقین حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی مرحمت ہوتا ہے۔“ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۲، ص ۵۱۹)

اس عبارت میں انبیاء کے یقین کو جانوروں کے یقین سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔

تشبیہ میں مساوات لازم نہیں

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا ہے اس لئے گستاخی ہے ہم خود بریلوی کتب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تمثیل و تشبیہ میں برابری لازم نہیں پس جب یہ قاعدہ ہی درست نہیں تو اعتراض بھی لغو ہوا۔

(۱) ڈاکٹر الطاف حسین اور خلیل رانا لکھتا ہے:

”مشابہت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چہ جائیکہ مشبہ کی برتری کا قول کیا جائے۔“
(افضلیت غوث الاعظم، ص ۸۶)

(۲) مفتی حنیف قریشی آف پنڈی لکھتا ہے:

”تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ و مشبہ بہ کی برابری سمجھنا پر لے درجے کی حماقت و جہالت ہے۔“
(مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳۹)

(۳) مولوی ابوالکلیم صدیق فانی لکھتا ہے:

”مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ محدث حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: انه لا یلزم تشبیہ اشئ بالشیء مساواتہ لہ (المنار المنیف، ص ۶۰ طبع بیروت) یعنی کسی شے کو کسی شے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پر لے درجے کی حماقت (بے وقوفی) ہے۔“

(آئینہ اہلسنت، ص ۳۹۰)

مناظرہ بریلی کے متعلق بدترین جھوٹ

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ اس عبارت پر سردار احمد گرداسپوری ثم لائلپوری (فیصل آباد) نے فاتح رضا خانیت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی اور ایک لاجواب کتاب موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام لکھی

(ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۰)

حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ ہے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے تین دن بریلی کے اندر رضا خانیوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ اس عبارت پر مناظرہ کیا اور بریلویوں کے گھر میں رضا خانیوں کی ایسی دھجیاں اڑائیں کہ تیسرے دن رضا خانیوں نے خود میدان مناظرہ میں اپنی عادت بد کے مطابق شور ڈال کر میدان سے فرار کا راستہ اختیار کیا اس پورے مناظرے کی شاندار روئیداد ”فتح بریلی کا دلکش نظارہ“ کے نام سے شائع ہوئی جو آج بھی ”فتوحات نعمانیہ“ میں شامل ہے اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست، ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی تھی؟۔ جہاں تک بات ہے کتاب ”موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام“ تو اس کا جواب سردار احمد گورداسپوری اور حشمت علی رضوی کی زندگی ہی میں شوال ۱۳۵۶ھ میں مولانا ابوالرضا محمد عطاء اللہ قاسمیؒ نے ”پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت“ کے نام سے دے دیا تھا جو انہی کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا اور اس وقت بھی ”الشہاب الثاقب“ کے آخر میں یہ رسالہ موجود ہے آج تک کسی رضا خانی کو اس کا جواب لکھنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ ہوگی۔

نوٹ: رضا خانی اس موقع پر ہمارے اکابر سے لفظ ”ایسا“ کے متعلق بعض بظاہر تضا دکھاتے ہیں اس کے جواب کیلئے اسی کتاب یعنی ”پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت“ یا متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ”حسام الحرمین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۶: براہین قاطعہ پر اعتراض اور اس کا جواب

بریلوی مذہب کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ پر تنقیص شان سید الانبیاء ﷺ کا ناپاک بہتان

ومنہم الوہابیۃ الشیطانیۃ ہم کالفرقۃ الشیطانیۃ من الدروافض کانوا اتباع شیطان الطاق وهؤلاء اتباع شیطان الأفاق ابلیس العین وہم ایضاً اذئاب ذلک المکذب الکنکروہی فانہ صرح فی کتابہ البراہین القاطعۃ وماہی واللہ الا القاطعۃ لما امر اللہ بہ ان یوصل بان شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهذا نصہ الشنیع بلفظہ الفطیع ص ۴۷ شیطان و ملک الموت کوالخ ان ہذہ السعۃ فی العلم ثبت للشیطان و ملک الموت بالنص وای نص قطعی فی سعۃ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تردہ النصوص جمیعاً ویثبت شر وکتب قبلہ ان ہذا الشرک لیس فیہ حبۃ خردل من ایمان۔“

{ ترجمہ }

چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے، اور وہ را فضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں، وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے، اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں، اور یہ بھی اس تکذیب خدا کرنے والے لگنو ہی کے دم چھے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی، اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کو جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے، ان کے پیرو ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ نمبر ۴۷ پر ہے۔

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ

(ماخوذ: حسام الحرمین صفحہ نمبر ۱۵، ۱۴۔ ۱۳۲۴ھ احمد رضا خاں، مطبع اہلسنت والجماعت جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ بار اول)

خیال رہے صرف خط کشیدہ ڈیڑھ سطر عبارت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی ہے، باقی تمام عبارت جناب احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں اصل واقعہ اور حقیقت:

مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے ”انوار ساطعہ“ نامی ایک کتاب بدعات

نیز لکھتے ہیں:

اب فکر کرنا چاہیے کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جاوے اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ الخ (انوار ساطعہ) تبصرہ:

خیال رہے کہ غیر ضروری الفاظ ترک کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ جملوں کا صرف مفہوم یا مطلب لکھ دیا گیا ہے، مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف ”انوار ساطعہ“ نے صرف ”قیاس“ گمان اور ظن سے کام چلایا ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لاتے ہیں، پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟ عبارت کے آخری جملوں میں خود یہ اقرار کیا ہے یعنی ”تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔“

مولوی عبدالسمیع لفظ ”اس سے بھی زیادہ تر مقامات“ لکھ کر بھی پکے ٹھکے

مسلمان رہے۔

ملاحظہ فرمائیں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی عبارت:

وہ لکھتے ہیں:

”تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم ﷺ کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم

حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ ثابت کرنا شرک ہے، سب کتب شرعیہ ہی میں یہی مستفاد (ثابت) ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: **وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو۔** (انعام: ۵۹) ☆ اور اسی (اللہ) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں اس کے سوا کوئی۔

اور یہ مسئلہ مشہور (کتب فقہ) بحر الرائق، عالم گیر یہ اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ ”اگر نکاح کرے بہ شہادت اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے نبی علیہ السلام کی نسبت، پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے، یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد ”کما وکیف و مساوۃ“ علم الہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ نہیں۔“

(یعنی اس لئے کافر نہیں لکھا کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے علم میں تعداد و کیفیات کے اعتبار سے برابری ہے، بلکہ صرف ایک مجلس نکاح میں حضور علیہ السلام کو گواہ بنانے کی وجہ سے کافر لکھا ہے، کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور غیب جانتے ہیں۔ راقم)

مؤلف (عبد السمیع صاحب) کی تحریر سے یہی مفہوم (ظاہر) ہوتا ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے زمین تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور نبی ﷺ فقط مجلس مولود میں حاضر ہوتے تو کہاں برابری اور شرک ہوا، پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر علم غیب کو وہ شرک نہیں جانتا، حالانکہ تمام کتابوں میں فقط مجلس نکاح کے حضور (حاضری) کو ہی شرک لکھا ہے۔ (الی قولہ) عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل (عکس نمونہ) کسی کو عطا فرماتے ہیں، اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ (الی قولہ) شیطان کو جس قدر وسعت دی (جیسا کہ بریلوی مذہب کے علامہ کاظمی ملتانی لکھتے ہیں ”بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے کرتا ہے۔“ التحیان: ص ۱۵۵) اور ملک الموت اور

چاندو سورج کو جس قدر وضع تک بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں، اور زیادہ ان سے کوئی کام نہیں نکلتا (الی قولہ)

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

مختصر تبصرہ:

خیال رہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں کچھ اپنی عبارت ملا کر عبارت ہوں بنائی۔ یعنی

”ان کے پیرائیں کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور اس کا بڑا قول خود اس کے بد الفاظ میں ص ۷۴ پر ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اگر جناب احمد رضا خان بریلوی مذکورہ عبارت کی صرف آخری چار سطریں لکھ کر لے جاتا تو اس کو لینے کے دینے پڑ جاتے کیونکہ پوری عبارت کی حقیقت صرف ”عمم محیط کا“ سے ظاہر ہو جاتی، جس کا مطلب ہے پوری زمین کی تمام چھوٹی بڑی مخلوقات کا علم چاہے وہ زمین کے اندر ہے چاہے وہ زمین کے باہر ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، نیز جو مختصر عبارت احمد رضا خاں نے لکھی ہے اس کی مختصر حقیقت

مثلاً۔۔۔۔۔۔۔۔ ”شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی“ اس وسعت سے مراد بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جو اوپر علامہ کاظمی صاحب کے حوالہ سے گزری ہے یعنی ”شیطان تمام انسانوں کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔“

”فخر عالم کی وسعتِ عم کی کوئی نصِ قطعی ہے، یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کے

ساتھ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا ہر انسان کے ساتھ ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے۔

میں پوری بریلوی عوام اور بریلوی علماء کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضور علیہ السلام کا

صرف اپنی حیاتِ شریفہ میں اور صرف تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی ہونا ثابت کریں، اگر ثابت نہ کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکو گے بلکہ آپ کا اپنا باطل ہونا ضرور یقینی ہے۔

مذکورہ ذیل عبارات کو سمجھیں:

{ بریلوی جماعت و مذہب کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں }

(۱)

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل
بکم۔

(السجدہ: ۱۱)

آپ فرمائیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ
جو تم پر مقرر ہے

ف ۳: حضرت عزرائیل علیہ السلام جن کے
ذمہ سب کی جان نکالنا ہے یہ تمام کی موت
کے وقت اور موت کی جگہ سے خبردار ہیں
اس لئے کسی کو وقت سے پہلے اور غلط مقام
پر نہیں مارتے (نور العرفان: ص ۶۶۳)

(۲) حتی اذا جاء احدکم

الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون
★ (الانعام: ۶۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی
موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح
قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

(۲)

قال انظرنی الی یوم یبعثون قال
انک من المنظرین قال فیما
اغویتنی لا قعدن لہم صراطک
المستقیم ثم لا ینہم من بین
ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم
وععن شـمائلہم

۔ (اعراف: ۱۷، ۱۸، ۱۹)

بولا (شیطان) مجھے فرصت دے اس
دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (اللہ
نے فرمایا) تجھے مہلت ہے، (شیطان)
بولا قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں
ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی
تاک میں بیٹھوں گا، پھر ضرور میں ان
کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے
اور داہنے اور بائیں سے۔

ف ۳: یعنی باپ کا بدلہ اولاد سے
لوں گا ان کے دلوں میں وسوسے
ڈالوں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا،
نیکی سے روکوں گا، بعض کو کافر و مشرک
بنادوں گا۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲)

(صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی (یعنی اولاد) آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ماخوذ: تفسیر التبیان ص: ۱۵۵، مصنف علامہ کاظمی صاحب) شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ علاج۔۔۔۔۔ جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔

(تفسیر نور العرفان: ص ۲۱۴) (ماخوذ: تفسیر نور العرفان: ص ۲۲۱)

ف: معلوم ہوا کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر جگہ ناظر، کہ اس کے بغیر یہ کام انجام نہیں پاسکتا، ساری دنیا ان کے سامنے ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے ہتھیلی (الی قولہ) جب ان۔۔۔۔۔

فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے۔۔۔۔۔۔۔
تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ
والے سلطان ﷺ، ان کے علوم کا کیا
پوچھنا۔

(تفسیر نور العرفان: ص ۲۱۴)

{ خلاصہ }

$$(1)$$

(१)

(۱) جب ان فرشتوں کے علم کا یہ حال ہے، تو جو تمام خلق سے زیادہ اعلم ہیں مدینہ والے سلطان ﷺ ان کے علوم کا کیا پوچھنا۔ مفتی احمد یار

شیطان بیماری ہے اور نبی ﷺ علاج، جب بیماری کی قوت یہ ہے تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ مفتی احمد یار

{لطیفہ}

زید کہتا ہے کہ مفتی احمد یار خان نے ملک الموت اور شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے یعنی زمین پر جتنے انسان بستے ہیں ملک الموت ان تمام کی موت اور موت کی جگہ سے خبردار ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر۔ اور شیطان کے لئے بھی ایسے ہی ثابت مانا ہے، یعنی شیطان تمام اولاد آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

لیکن اس کے بعد مفتی احمد یار خان نے بغیر کسی ثبوت کے اور ملک الموت اور شیطان کے حال کو دیکھ کر علم محیط زمین کا حضور علیہ السلام کے لئے بھی ثابت مانا ہے، یعنی ہر جگہ حاضر و

ناظر اور تمام انسانوں کے احوال کو جاننا ثابت مانا ہے۔ لہذا مفتی احمد یار خان نے ان قرآنی آیات کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ آپ روئے زمین کے تمام انسانوں کے احوال جانتے ہیں اور شرک اس لئے ہے کہ

فتاویٰ عالم گیر و حاشیہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں وارد ہے کہ۔ جس نے کہا کہ میں نکاح میں فرشتوں اور رسول اور خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ فرشتے اور رسول غیب جانتے ہیں۔ الخ

(ج ۶ ص ۳۲۶، مکتبہ ماجد یہ عید گاہ طوفی ۱۴۰۳ پاکستان)

بکر نے زید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا:

بکر نے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کے لئے علم محیط زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانا ہے اور حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں مانا۔ پس یہی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا حسان کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک مکمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور حاضر و ناظر ہے) سے چند الفاظ حسب منشاء نکال کر ان پر کفر کا من گھڑت فتویٰ حاصل کیا۔

تبصرہ: قارئین!

آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان کے علم کی نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف حاضر و ناظر اور علم غیب کے مسئلہ میں ہے، کیونکہ اکثر بریلوی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام خاص کر اور اولیاء کرام عام طور پر علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی طاقت و قدرت رکھتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم علم غیب اور حاضر و ناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو یکسر جھٹلاتا ہے، اس بنا پر یہ فرقہ غسیر ضروری چیزوں کا سہارا لیتا ہے اور خاص کر شیطان کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال

ہیں، تو تمہارے قانون کے مطابق شیطانی قدرت بڑھ گئی۔

(۳) شیطان نے آدم علیہ السلام سے جو گفتگو کی وہ قوی (طاقتور) وسوسوں کے ذریعہ کی، اس نے زمین سے ہی وسوسے کی زبان میں وہ کچھ کہہ دیا جو کہنا چاہتا تھا، شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنے تصرفات (واختیارات) کی طاقت دی ہے وہ کہیں بھی ہولوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے، اور حضرت عزرائیل ملک الموت فرشتے کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ ایک وقت میں تمام روئے زمین کے کونے کونے میں روح قبض کر سکتا ہے، اور سید الانبیاء محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ تصرفات (اختیارات) کی طاقت دی ہے (ثبوت؟ یہ نہ پوچھو ورنہ کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ راقم) تو اس میں دوسرے کسی کا کیا نقصان ہے، آپ اپنے امتی کی حالت زار کو دیکھیں اس کی حاجت کو پورا کریں وہ کہیں بھی ہو، اس میں نہ کوئی شرک ہے اور نہ ہی عقلاً محال۔

(ماخوذ: تذکرۃ الانبیاء ص ۶۸، ۶۹ مصنف قاضی عبدالرزاق چشتی مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار، راولپنڈی)

(۴) جب چاند و سورج ہر جگہ موجود۔۔۔ اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جائے۔

(انوار ساطعہ مصنف مولوی عبدالسمیع صاحب)

تبصرہ:

حضرات گرامی! یہ ہے وہ گلدستہ انوار جو بریلوی جماعت کا جزو ایمان ہے، انبیاء عیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر قیاس کر کے ثابت کرنا بریلوی جماعت کا خاص مذہب ہے، پس جس کسی نے بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی، اس پر فتویٰ لگ گیا کہ یہ گستاخ رسول ﷺ ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔ (الناچور کو تو ال کو ڈانٹے) یعنی اپنے کرتوت پر شرمانے کی

بجائے تنقید کرنے والے کو آنکھیں دکھانا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب یہ لوگ جھوٹے پڑتے ہیں تو شور شرابہ یہ کرتے ہیں کہ فلاں گستاخ رسول ہے، فلاں گستاخ رسول ہے۔

اب ہم ذیل میں مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری کی متنازعہ عبارت لکھتے ہیں

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔۔۔ الخ۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبارت کے ابتدائی جملے چھوڑ دیے صرف ان کی خبر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ تو سرے سے نقل ہی نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا لکھا ہے۔ مثلاً

شیطان و ملک الموت کو ”یہ“ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ الخ:

اس عبارت میں لفظ ”یہ“ اسم اشارہ قریب ہے، یعنی لفظ ”یہ“ کسی قریبی شے، یا قریبی عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں، یہ مقدمہ دوبارہ قابل تفتیش ہے، ان دونوں عبارتوں میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے، وہ وہی مقدمہ ہوگا جو اوپر ذکر ہوا ہوگا، اگر مقدمہ کا سرے سے وجود ہی نہ ہو تو حج یہ کیسے لکھے گا کہ یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں۔۔۔۔۔ دوسری مثال۔ علم ایک بہت بڑی دولت ہے، یہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اس عبارت میں لفظ ”یہ“ صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ وہ کون سی دولت ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اگر پیچھے سے یہ الفاظ نہ ہوں (یعنی علم بڑی دولت ہے) تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کیا چیز ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی۔۔

امید ہے کہ آپ نے اس تشریح کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا۔

جناب مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کوئی معمولی عالم نہیں تھے کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے یوں نہیں لکھ دیا کہ (معاذ اللہ) شیطان لعین کا علم حضور علیہ السلام کے علم شریف سے زیادہ ہے، یہ حرکت تو جناب احمد رضا خاں نے کی ہے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، جہاں یہ وسعت ثابت ہے وہ کون سی جگہ ہے؟ کیونکہ جناب احمد رضا خاں کی نقل کی ہوئی عبارت میں تو کہیں نہیں، آخر ہے کہاں؟ جب ایک شخص کہہ رہا ہے کہ فلاں چیز نص سے ثابت ہے تو ہمیں پہلے وہ نص تلاش کرنی چاہئے، احمد رضا خاں نے عبارت مکمل کیوں نہ لکھی؟ بددیانتی کیوں کی؟

ایک لطیفہ:

پولیس ایک شخص کو قتل کے شبہ میں گرفتار کرتی ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ یہ قتل میں نے نہیں کیا، بلکہ مجدد صاحب نے کیا ہے، اور اس کا میرے پاس ثبوت بھی ہے اور گواہ بھی ہیں، اب پولیس کا فرض بنتا ہے کہ گواہوں سے تصدیق کرے اور ثبوت بھی دیکھے، نہ کہ پولیس (یعنی ان پڑھ عوام) قتل کے شبہ میں گرفتار کئے ہوئے شخص کے گلے میں پڑ جائے کہ نہیں نہیں یہ قتل تو نے ہی کیا ہے کیونکہ ہمارے اعلیٰ حضرت اور مجدد صاحب کی زبان اور قلم شریف بغیر مرضی خدا تعالیٰ کے نہ ہلتا ہے اور نہ کچھ لکھتا ہے، اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ سچائی بیچاری ایسی ان پڑھ سرکار کے آگے کیا کر سکتی ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے اصول:

اصول نمبر: (۱)

اور رسالہ ”اعلام الاذکیاء“ جس کی تصدیق جناب احمد رضا خاں نے فرمائی تھی،

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء کا زمانہ حج کا تھا۔۔۔۔۔ جناب احمد رضا خاں بریلوی مکہ مکرمہ پہونچے ہی تھے کہ کچھ دنوں بعد جناب شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی رامپوری

مرحوم (جوان دنوں ”والی“ شریف مکہ کے مشیروں میں شمار ہوتے تھے) کے پاس ہندوستان سے ایک محضر نامہ پہنچا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔۔۔۔۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی۔۔۔۔۔ جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ ”اعلام الاذکیاء“ کے اس قول کے متعلق کہ حضور ﷺ کو ہوا الاول والاخر والظاهر والباطن و هو بکل شیء علیم لکھا چند سوالات تھے اور جواب کی چار سطریں نا تمام اٹھالائے مجھے دکھایا اور فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چلتا۔۔۔۔۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔“

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۱۵۷، ۱۵۸ حصہ دوم مطبوعہ کراچی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پہلا سوال اس عبارت سے جو فاضل ابوالذکا سلامت اللہ کے رسالہ ”اعلام الاذکیاء“ مطبوعہ ہند آخر میں واقع ہوئی بلفظ
وصلی اللہ علی من ہوا الاول والاخر والظاهر والباطن و هو بکل شیء علیم۔
اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول آخر ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔ (الحمدید)

جواب: یہ رسالہ مصنف نے میرے پاس تقریظ کے لئے بھیجا تھا۔ (علی قولہ)
مجھے یاد نہیں آتا کہ اصل مسودہ میں کیا تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مؤلف

نے کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس میں لفظ یوں ہے۔

وصلی من هو الاول والاخر والظاهر
والباطن وهو بكل شیء علیم علی
مظهر هو الاول والاخر والظاهر
والباطن وهو بكل شیء علیم۔

درود بھیجے وہ جو اول آخر و ظاہر و باطن
اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو اس
آیت کے مظہر ہیں، وہی اول و آخر
ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے۔

اس میں کسی وہم والے کے وہم کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کچھ تعصب
نہیں کہ مطبع کا تب سے ”مظہر“ کا لفظ من ہو سے بدل گیا ہو۔۔۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ
اصل عبارت اس طرح ہے جیسے چھپی ہے تو میں مجیب (یعنی مولوی سلامت اللہ) کو پہچانتا
ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے
بھائی کا کلام جو تاح قدرت بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

جواب دوم:

یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس من بہ و
کسرون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ پر درود بھیجے
جو اس آیت کریمہ کی نعمت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ الخ
(ماخوذ: الدولۃ المکیۃ، مصنف احمد رضا خاں ص ۱۹۷، ۱۹۱ عربی، اردو، باہتمام دارالعلوم
امجدیہ کراچی)

خلاصہ:

نمبر ۱: تعجب نہیں کہ مطبع کے کاتب سے ”مظہر“ کا لفظ من ہو سے بدل گیا ہو۔
نمبر ۲: اور ہر مسلمانوں پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام تاح قدرت بہتر سے بہتر
معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

نمبر ۳: تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من کو بسکون نون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس من بہ
تشدید و کسرون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔

قارئین!

ہمیں اس موقع پر یہ غرض نہیں ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی پر کیا گزری اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور صحیح لکھا ہے یا غلط؟ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں اور کیا کیا اصول تحریر فرمائے ہیں۔

اصول نمبر ۲:

جناب احمد رضا خاں بریلوی کا اپنے ہی ہم خیال اور خاص قریبی تعلق کے لوگوں سے اذان جمعہ ثانی پر اختلاف ہوا، انہوں نے حرمین شریفین سے فتویٰ منگوا یا جو ان کے خلافت تھا، اب اعلیٰ حضرت صاحب ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جو سوال بھیجیں ایک دوسرے کی تحقیق سے بھیجیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہیں بات پوری پیش کریں، جسے دین مراد نہ ہو حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو صرف ہارجیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ واحد قہار پر ہے، انشاء اللہ العزیز مولا تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا۔۔۔۔۔ اور جن کو دین مقصود ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں اور اپنے سوالات کا عربی میں ترجمہ کر دیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیئے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور یہ حضرات اگر کسی اور سوال کا اضافہ کرنا چاہیں بڑھالیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی اضافہ کرنا ہو ہم کو دیں، یوں اتفاق سے سوالات حرمین شریف کو جائیں اس کے بعد دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اہل ایمان خدا لگتی کہیں کہ یہ جو ہم نے کہا ہے عین انصاف ہے یا نہیں؟ جب ہم اور آپ ایک ہیں تو کیوں پھٹے پھٹے رہیں؟ کیوں دشمن سے ملیں؟ کیوں انہیں ساتھ لیکر چلیں؟ کیوں الگ الگ ہارجیت کا مشورہ کیجئے؟۔ الخ

(ماخوذ: اذان کا حق نما فیصلہ ص ۸ مصنف حامد رضا خاں مطبع اہلسنت جماعت واقع بریلی میں طبع ہوا)

قارئین!

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ذات کے بچاؤ اور حفاظت کے لئے جو مذکورہ اصول تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی پڑھیں اور انہوں نے اپنے مخالفین اور ان کی تحریرات پر جو ظلم کیا ہے یعنی اپنے مخالفین کی تحریرات میں سے اپنی مرضی اور ضرورت کے الفاظ اور جملے اور سطرین نکال کر اور ان کو جوڑ کر ان پر کفر کے جعلی فتوؤں کی جو بھرمار کی ہے ان کو بھی پڑھیں پھر فیصلہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کیسے آدمی ہیں اور وہ مجدد، اعلیٰ حضرت اور امام کہلوانے کے حق دار ہیں؟

{ اب ملاحظہ فرمائیں حضرت سہارنپوری کی عبارت کا خلاصہ }

(۱) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر:

یعنی شیطان و ملک الموت کا وہ حال جو سننے اور دیکھنے سے معلوم ہے اور جس کو مولوی عبدالسمیع صاحب نے اپنے دعویٰ میں پیش کیا جو پیچھے گزر چکا ہے، مثلاً شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چاہے بد ہو یا نیک، پس جہاں انسان ہو گا وہاں شیطان ضرور ہو گا، تو ثابت ہوا کہ شیطان پوری زمین پر موجود، اور اسی طرح ملک الموت (مشرشتہ) جہاں جہاں مخلوق خدا مرے گی وہاں وہاں موت کا فرشتہ موجود، تو اس پر مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں، نمبر ۲ علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ

(۲) علم محیط زمین کا:

اس کو بولتے ہیں جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی زمین کے ہر ذرہ ذرہ کی کیفیت اور اس کی حقیقت و ضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ کہ جس طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان بستے ہیں اور ان کو کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت و قدرت دی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق

ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر تمام مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں۔ تو اسی طرح شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر محض اپنے خیال فاسدہ سے یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زمین کے ہر ٹکڑے اور ہر جگہ پر حاضر و موجود ہیں، اور آپ تمام انسانوں کے حالات اور واقعات اور ان کی ضروریات سے واقف ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا مسترآن کریم اور حالات اور ان واقعات کو جھٹلانا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو تمام انسانوں کے حالات و واقعات و ضروریات کا علم ہے، پھر جس چیز کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان و ظن سے اسے ثابت کرنا شرک ہے، کیونکہ اس علم یا صفت کا خالق دوسرے کو ٹھہرایا، حالانکہ خالق صرف ایک اللہ ہے۔

(۳) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ الخ:

یعنی شیطان و ملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حالات اور واقعات سے ثابت ہے (جیسا کہ اوپر گزرا اور آگے آرہا ہے)

(۴) فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک پیدا کرتا ہے

اب وہی پیچھے والی بات دوبارہ آگئی کہ حضور علیہ السلام کے لئے تمام زمین کا علم ثابت کرنا اور شیطان و ملک الموت کی طرح آپ کو ہر جگہ موجود ماننا (مولوی عبد السمیع صاحب) کس دلیل یا قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے، جبکہ اس کے خلاف مسترآن و حدیث سے ثابت ہے یعنی نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو پوری زمین کا علم ہے۔ الخ (آپ ایک بار جناب احمد رضا خاں صاحب کی عبارت کو پڑھیں اور سمجھیں)

چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

انکے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (ختم شد)

حضرات گرامی!

معلوم ہونا چاہئے کہ اوپر والی عبارت جس پر لکیر لگی ہوئی ہے وہ جناب احمد رضا خاں نے اپنی طرف سے لکھی ہے، باقی عبارت حضرت سہارنپوری کی تمام عبارت کا آخری ٹکڑا ہے۔ ایسی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام ہی کفر کا فتویٰ آسانی سے لگا سکتے تھے، لیکن وہ کتاب کو ضرور دیکھتے، جب کتاب کو دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی۔

شیطان و ملک الموت کی حقیقت قرآن و حدیث سے سمجھیں

نمبر: (۱) شیطان کا حال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال انظرني الى يوم يبعثون۔ قال انك من المنظرين۔ قال فبما اغويتني لا قعدن لهم صراطك المستقيم۔ ثم لا تينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمانهم۔

(الاعراف: ۱۲، ۱۷)

اس (شیطان) نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی، اس نے کہا بسبب اسکے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں انکے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا انکے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (صرف

ترجمہ)

یعنی شیطان نے کہا اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب ان کی روئیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک یہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(قرطبی۔ ماخوذ: ضیاء القرآن ج ۲ ص ۵۴۲)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یک جان ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ مترجم باب النکاح ج ۲ ص ۹۱ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی)

(۳) بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری

ہے۔

(مسلم ج ۷ ص ۶۳۸ مصنف غلام رسول سعیدی)

(۴) مولوی عبدالمسیح صاحب راپوری اسی مذکورہ بحث میں لکھتے ہیں (فقہ کی مشہور کتاب درمختار کے مسائل نماز میں) لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے، بعد اس کے لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(۱) ملک الموت کا حال:

آپ فرما دیجئے تمہیں وفات دیتا ہے
موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل
بکم۔

یہاں تک کہ جب آپ پہنچتی ہے تم میں
سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے
ہیں اسکو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے
اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

(السجدہ: ۱۱)
قال اللہ تعالیٰ: حتی اذا جاء احدکم
الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون ☆
(الانعام: ۶۱)

بریلوی مذہب کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

روح البیان، خازن اور تفسیر کبیر میں زیر آیت حتی اذا جاء احدکم
الموت۔ (الانعام: ۶۱) ہے۔

یعنی ملک الموت کے لئے زمین طشت (یعنی تھال) کی طرح کر دی گئی ہے
، جہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔۔ ملک الموت پر روح قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں
، اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور کئی جگہ میں ہوں۔ (جاء الحق: ص ۱۵۹)
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(اخرج) ابی ابن حاتم و ابو الشیخ عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل
عن نفسین اتفق موتھا فی طرفۃ عین
واحده فی المشرق و آخر بالمغرب
کیف قدر ملک الموت علیھا قال
ما قدرۃ ملک الموت علی اهل
المشارق و المغرب و الظلمات
و الهواء و البحور الا کر جل بین یدیه
مائدة یتناول من أیھا شاء۔

ابن حاتم و ابو الشیخ ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت ابن عباسؓ سے دو آدمیوں
کے متعلق پوچھا گیا جن کی موت ایک
لحہ میں واقع ہوئی تھی، لیکن ایک
مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، تو
ملک الموت ان پر کیسے قادر ہوا، تو
آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کی قدر
ت مشرق و مغرب والوں اور
تاریکیوں اور ہواؤں اور سمندروں
پر ایسی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے
دستر خوان ہو اور وہ اس میں سے جو
چاہے اٹھائے۔

(ماخوذ: الحباک فی اخبار الملأئک
لامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ص ۴۳ مطبع مصر)

تبصرہ:

قارئین! آپ نے قرآن و حدیث سے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ جہاں اور جس جگہ بھی
انسان ہوگا، وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کے
ساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری
رہے گا۔

نیز کیا آپ نے اپنی عمر کے کسی حصہ یا کسی وقت میں یہ بات کہیں سنی یا کہیں
پڑھی کہ فلاں آدمی یا کوئی نبی یا ولی آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت تک یا اپنے وقت
سے لیکر تا قیامت تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا؟ یا حضور علیہ السلام کے بارے میں کسی

حضرات گرامی!

قرآن کریم اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریر و تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت ملنے کے ۲۲ سال بعد تک آپ کو ایسی کوئی قدرت و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں، کیا آپ یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام کی ولادت شریفہ سے چھ یا سات صدیاں پہلے جب یہ واقعات پیش آئے تو اس وقت شیطان ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا؟ اور اگر تھا تو شیطان کو تو چھ سات صدیاں پہلے ان واقعات کا علم ہو گیا اور وہ بھی بغیر وحی کے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان واقعات کا علم وحی سے ہوا اور وہ بھی چھ سات صدیاں گزرنے کے بعد۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لشيءٍ اني فاعل ذلك غَدًا
الا ان يشاء الله۔ (الکہف: ۲۳-۲۴) اور ہر گز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کر دوں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں؛

(شان نزول) مکہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا پھر بتائیں گے (پھر نہیں کل بتاؤں گا۔ غدا کے معنی کل کے ہیں۔) اور انشاء اللہ فرمانا یاد نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی۔

(ترجمہ قرآن کنز الایمان تفسیری حاشیہ نور العرفان ص ۷۲-۷۴)

اور علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ؛

رسول اللہ ﷺ پندرہ دن تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے، اور اہل مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، اور رسول اللہ ﷺ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے۔

(تبیان القرآن ۳۴/۷)

ملک روم میں جزیرہ افسوس کے شہر افسوس کے رہنے والے چھ سات باایمان نوجوان جو

مذہباً نصرانی تھے ۲۴۸ تا ۲۶۱ء میں اپنے زمانہ کے کافر بادشاہ ”وقیانوس“ نام کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے، کہا گیا ہے کہ ان کا کتا بھی ساتھ تھا، وہ سب قدرت الہی کے اس غار میں زمانہ دراز تک سوتے رہے اور سو رہے ہیں، سو جو ذات اس پر قادر ہے کہ اصحاب کہف کو تین سو سال سلا کر پھر ان کو اسی طرح اٹھا دے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے۔۔۔ الخ۔ (تبیان القرآن ص ۵۲ ج ۷)

تبصرہ:

چھ ساتھ ایمان دار نوجوان کافر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے تین صدیاں وہ سوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند سے بیدار کیا، پھر سلا دیا یعنی موت دیدی، مشرکین مکہ نے انہیں کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا، لیکن پندرہ دن تک وحی نہ آئی قریش یا مشرکین مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، آپ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے، جیسا کہ اوپر علامہ سعیدی کے حوالہ سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنی حیات شریفہ میں ایسی کوئی قدرت حاصل نہ تھی جس سے آپ غیب کی باتیں جان لیتے، اگر غیب جاننے کی قدرت ہوتی تو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتیں؟ لیکن جب وہ یعنی اصحاب کہف کا منہر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تو کیا اس وقت شیطان موجود نہیں تھا؟ کیا بادشاہ کے دل میں انہوں نے وسوسہ نہیں ڈالا جس کی وجہ سے وہ بادشاہ ان نوجوانوں کا دشمن ہو گیا؟ پھر جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا تو کیا اس وقت شیطان مشرکین مکہ کے دلوں میں یہ وسوسہ نہیں ڈال رہا تھا کہ تم ایسا کرو؟

جو لوگ بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں کہ شیطان کو یہ قدرت ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہیں، اور شیطان کو فلاں بات کا علم ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہ ہو، وہ ان واقعات اور حالات سے عبرت پکڑیں اور اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ناظر کا عقیدہ جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے؟ قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر یعنی موجود نہیں، لیکن شیطان بغیر بلائے خود اس خفیہ میننگ میں شامل ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِن حَوْلِكَ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ
وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ
لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ
(التوبة: ۱۰۱)۔

اور تمہارے آس پاس بسنے والے
دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ
مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں
نفاق میں، تم انہیں نہیں جانتے، ہم
جانتے ہیں انہیں۔

بریلوی جماعت کے ہم خیال پیر کرم شاہ صاحب الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔
یعنی وہ اتنے ماہر منافق ہیں کہ اپنی بد باطنی (یعنی اندر کی خرابی) اور دلی خباثت کو کسی طرح
ظاہر نہیں ہونے دیتے، کوئی بڑے سے بڑا زیرک (و عقلمند) بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاتا،
اور تو اور آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے
بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ سے ان کی فریب کاریاں پوشیدہ نہیں۔
(ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۴، ۲۵)

نتیجہ:

نمبر (۱) ”لَا تَعْلَمُهُمْ“ (آپ انہیں نہیں جانتے) القرآن نمبر (۲) اور تو اور،
آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں
نہیں پہچان سکتے۔ (پیر کرم شاہ)
بریلوی جماعت کے علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس موقع پر لکھتے ہیں:
حضور سے منافقین کا حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق ہے (یعنی اس وقت تک
آپ منافقین کے حال کو نہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ کو بتا نہیں دیا گیا۔) اور اس کا
علم بعد میں عطا ہوا، (خزائن العرفان: ص ۲۴۲)

قارئین!

حضور علیہ السلام بھی مدینہ میں، اور منافقین بھی مدینہ میں، لیکن ان کے نفاق یعنی ان کی اندرونی خباثت کا علم آپ کو نہیں (جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا) اور کیا شیطان ان کے حالات سے واقف نہیں، اگر کہو کہ نہیں تو ان کے اندر نفاق کی خباثت کا دوسوہ کس نے ڈالا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری ہے۔ (حوالہ اوپر گزر چکا ہے)

بریوی جماعت کے علامہ احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ اپنی یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (ماخوذ: تبیان القرآن تفسیر پ ۱ ص ۱۵۵)

بریوی جماعت کے غزالی زماں علامہ سعید احمد صاحب کاظمی لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نص (دشوت اور دلیل) وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔۔۔ الخ۔

(الحق المبین: ص ۷۳)

سمجھیں، محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو، مطلب اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوری زمین کے ذرہ ذرہ اور پوری مخلوقات کے اندر اور باہر کے تمام حالات کا علم ہے کیونکہ کاظمی صاحب نے فرمادیا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کو پوری زمین کا علم نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: **ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم**۔ (توبہ: ۱۰۱) کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے انہیں۔ کیوں جی یہ آیت قرآن کریم کی نہیں اور مدینہ شہر جس میں خود حضور ﷺ بھی رہتے تھے زمین کا ٹکڑا نہیں؟ آگے چلیں۔۔۔۔

نمبر (۵) بریلوی جماعت کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے، کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو (سفر معراج کے موقعہ پر۔ اقبال) محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے۔۔۔۔۔

(اردو شرح مسلم جلد ۱ ص ۷۶۸)

بریلوی جماعت کے صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب لکھتے ہیں:

مشرکین نے پوچھا اے محمد (ﷺ) اگر تم وہاں گئے ہو تو بتاؤ اس (مسجد اقصیٰ) کی دیواریں کتنی ہیں اور کیسی ہیں۔۔۔۔۔ اس کے مینار کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے دروازے کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ سید الانبیاء (ﷺ) نے فرمایا!

فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِنْهُ قَطُّ کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا، اور یہ پریشانی ہونی ایک لازمی امر تھا، اس لئے کہ نبی کریم (ﷺ) مسجد اقصیٰ میں گئے تو ضرور تھے لیکن وہاں اتنی دیر تو نہیں ٹھہرے تھے کہ اس کی دیواریں اور اس کے مینار اور اس کے دروازے گننے کا وقت ملتا۔۔۔ الخ۔

(ماخوذ: المعراج ص ۲۳۱، ۲۳۲ مصنف سید افتخار الحسن ناشر مکتبہ نوریہ، رضویہ گلبرگ۔ اے فیصل آباد، پاکستان)

تبصرہ: سید احمد سعید کاظمی صاحب کے دعویٰ سے (جو اوپر گزرا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن و حدیث وہ ہے جو کچھ وہ کہہ دیں اور لکھ دیں، آپ دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا، حالانکہ آپ مسجد اقصیٰ میں گئے بھی تھے اور انبیاء کرام کو اس مسجد میں نماز بھی پڑھائی، باوجود دیکھنے کے

شہر مدینہ، وہاں ہر جگہ اور ہر وقت موجود نہیں، حالانکہ اس وقت اس علم اور قدرت کی اہم ضرورت تھی، لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو آپ کی اتنی ضرورت پڑ گئی کہ آپ کو زمین کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرما دیا اور یہ قدرت بھی عطا فرمادی کہ جہاں کچھ لوگ فرقہ بازی کو رواج دینے اور بدعات کو جاری کرنے کے لئے اکٹھے ہوں تو وہاں حاضر ہو جایا کریں۔ العیاذ باللہ۔ واہ رے واہ ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری یعنی ایک طرف تو حضور علیہ السلام کے پیش کئے ہوئے دین کے مقابلہ میں ایک نیا دین گھڑنا، پھر یہ بھی ثابت کرنا کہ حضور علیہ السلام کو (معاذ اللہ) ہماری اتنی ضرورت ہے کہ جب ہم اکٹھے ہوتے ہیں تو فوراً آپ تشریف لاتے ہیں۔ سبحان اللہ

نمبر: (۷) مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری جن کے سبب یہ سارا قصہ چل رہا ہے لکھتے ہیں:

تماشا یہ ہے کہ اسحاب محفل میلاد۔۔۔۔۔ تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجلس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے

(انوار ساطعہ ص ۱۸۱)

خلاصہ یہ کہ؛

ہمارا دعویٰ صرف اتنا ہے کہ نبی ﷺ جہاں جہاں میلاد منائی جا رہی ہے (جیسا کہ کراچی میں آج کل مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں اکٹھے جلوس نکالتے ہیں۔) صرف انہی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور باقی جگہوں کا دعویٰ نہیں کرتے، لیکن اس کے مفتابلہ میں ملک الموت اور شیطان زیادہ تر مقامات یعنی یوں سمجھو کہ پوری زمین پر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرات گرامی!

آپ ٹھنڈے دل سے فیصلہ فرمائیں۔۔۔۔۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اس لئے کافر ٹھہرے کہ وہ ابلیس کا علم نبی ﷺ سے زیادہ بتاتے ہیں۔۔۔۔۔ جبکہ

مولوی عبدالسمیع صاحب صاف صاف فرما رہے ہیں کہ ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فقہائے کرام کا فتویٰ:

(۱) تزوج شہود وقال رسول خداي
در فرشتگان را گواه کردم يكفر لانه
اعتقدان الرسول والملك يعلمون
الغيب۔

جس نے کہا میں نے نکاح میں فرشتوں
اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے
کفر کیا، کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ
فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔
ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے
کہا کہ مشائخ کی رو میں حاضر ہوتی ہیں
وہ کافر ہو جائے گا۔

وعن هذا قال علماءنا من قال ارواح
المشايخ حاضرة يكفر۔ (ماخوذ: حاشیہ
فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۳۲۶ مکتبہ ماجدیہ
عبید گاہ طوٹی روڈ کوئٹہ)

(۲) وفي الخائبة والخلصة
لو تزوج بشهادة ورسوله لا ينعقد
النكاح ويكفر الاعتقاد ان النبي
ﷺ يعلم الغيب۔

یعنی بحوالہ قاضی خاں اور حنلاصۃ
الفتاویٰ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا
کر نکاح کرے تو نکاح منعقد نہ ہوگا
اور ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی اسکے
اس اعتقاد کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ
غیب جانتے ہیں

(ماخوذ: بحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۳
ص ۸۸ مصنف الشیخ ابو حنیفہ ثانی زین
العابدین بن نجیم الدین المصری متوفی
۹۷۰ھ)

حضرات!

آپ نے پڑھ لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے
کہ وہ بغیر کسی خوف اور (عطائی وغیر عطائی چکر کے) ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو
آنحضرت ﷺ (کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور آپ کے لئے صرف ایک نکاح کی جگہ میں علم
غیب ثابت کرتا ہے۔

دوسری طرف پڑھیں مولوی عبدالسمیع صاحب اسی بحث کے شروع میں لکھتے ہیں:

(فقہ حنفی کی مشہور کتاب) درمختار کی مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس (عبارت) کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام اولاد آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ نے بچالیا، بعد اس کے لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے، آپ نے فقہاء کرام کی دونوں عبارتوں کو پڑھا۔ مثلاً

جس نے کہا میں نکاح میں فرشتوں اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔

فقہاء کرام کی انہی عبارتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے یہ لکھا ہے کہ:

نمبر: (۱) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔

نمبر: (۲) فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

نتیجہ: فقہائے کرام کی عبارتوں اور فتوؤں سے بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں اور اس کی جماعت کا فرٹھرتی ہے جبکہ احمد رضا خاں کے فتوے سے مولانا خلیل احمد صاحب اور فقہاء کرام کا فرٹھرتے ہیں۔

اب یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ کون سچا ہے؟

بوارق اللامیہ اور تقدیس الوکیل کے متعلق رضا خانی گپ

رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”منظر اسلام مولانا غلام دستگیر قصوری نے مولوی خلیل احمد تبھٹوی سے اس کی کفری عبارت پر مناظرہ کر کے اس کو عبرتناک شکست دی تھی..... براہین قاطعہ کا مستقل رد

مولانا نذیر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے یوارق الامعہ کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع ہوا تھا فقیر کے پاس موجود ہے۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۱)

یہاں پر بھی جدی پشتی جھوٹ کا اظہار کیا گیا ہے غلام دستگیر قصوری کو اس مناظرے میں عبرتناک شکست ہوئی تھی تفصیل کیلئے تو آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ”تذکرۃ الخلیل“ ملاحظہ فرمائیں جس میں مختصراً اس مناظرے کی روئیداد مذکور ہے۔ سردست اتنا عرض کریں گے کہ جس آدمی کو یہ شخص مناظر اسلام کہہ رہا ہے اس کی جہالت کا اقرار خود رضا خانی اکابر نے بھی کیا ہے تو جیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب قصوری صاحب کا مناظرہ ایک غیر مقلد سے ہونے لگا تو مدد کیلئے پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کو بلایا جب پیر صاحب ان کے پاس پہنچے تو پھر کیا ہوا خود پیر صاحب کی زبانی پڑھیں:

”الغرض حسب وعدہ میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق و تعارف نہ تھا میں نے خلوت میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحثہ میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے۔“

(ملفوظات مہر یہ، ص ۲۹)

لوجی جب خود تسلیم ہے کہ مباحثہ میں فریق مخالف کے سوالات کا کوئی معقول جواب اس کے پاس نہیں اور علمی سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس آدمی نے خاک زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کو شکست دی ہوگی؟ پھر اس مناظرے میں اس آدمی کی حالت اور مناظرے کی حالت خود پیر صاحب نے یوں بیان کی:

”میں نے درایۂ محسوس کیا کہ معاملہ ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے اس لئے

میں نے ڈپٹی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ (ملفوظات، ص ۲۹)

یاد رہے کہ اس مباحثہ میں فریق مخالف ایک نابینا غیر مقلد عالم تھے اور مباحثہ بھی کسی پیچیدہ علمی نکتہ و مسئلہ پر نہ تھا بلکہ حدیث میں ”قریۃ“ کا لفظ دکھانے پر تھا مگر خود پڑھ لیں کہ بریلویوں کا یہ مناظر اسلام کس طرح ایک نابینا عالم کے سامنے چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔ اور پیر صاحب جن کو ثالث بنایا گیا تھا ان کو بیچ میں کودنا پڑا۔ آگے ملاحظہ ہو:

”جب مجلس برخواست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکر یہ ادا کرنے لگے اور اثنائے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے تائید غیبی بنا کر بھیج دیا ورنہ سنہ کام مشکل تھا۔“ (ملفوظات مہرہ، ص ۳۰)

یاد رہے کہ تقدیس الوکیل نامی ایک کتاب کی مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں تعریف کی ہے راقم نے جب اس سلسلے میں مولانا سے رابطہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے بعد میں ہمارے رفیق مناظر اسلام حضرت مفتی محبابد صاحب مدظلہ العالی نے گجرات میں خصوصی طور پر مولانا اللہ وسایا صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل تقدیس الوکیل کے نام سے مولوی قصوری صاحب کی دو کتابیں ہیں میں نے جس کتاب کی تائید کی اس میں مسلک اکابر کے خلاف کوئی بات نہیں البتہ اگر پھر بھی اس میں کوئی بات بالفرض مسلک اکابر کے خلاف ہے تو میں اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بعد میں اس کی تحریر مولانا مفتی مجاہد صاحب حفظہ اللہ کو بطور ریکارڈ بھی دی۔

یاد رہے کہ قصوری صاحب کے رسائل شائع ہو چکے ہیں جس میں تقدیس الوکیل کے نام سے واقعہ دور سالے موجود ہیں۔ دونوں حضرات اس وقت الحمد للہ بقید حیات ہیں کوئی بھی صاحب جا کر ان سے تصدیق کر سکتا ہے۔

جہاں تک مولوی نذیر احمد راپوری صاحب مرحوم کی بات تو ان کی بوارق الامامہ الحمد للہ اس راقم کے پاس بھی موجود ہے اور اس کتاب میں موصوف دارالعلوم

دیوبند اور اس کے بانی حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے مدرسہ کی تعمیر فرمائی اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی۔“

(بوارق اللامیہ، ص ۲۴ مطبوعہ ممبئی)

کیوں جناب آپ تو دارالعلوم دیوبند کو معاذ اللہ اسلام دشمن مدرسہ اور حجۃ الاسلام کو گستاخ کہتے ہیں یہ تو انہیں مرحوم اور اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلانے والا کہہ رہے ہیں اب رد آپ کا کیا یا ہمارا؟ ان کا یہ نظریہ تسلیم کیوں نہیں؟ الحمد للہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح دو تین اردو کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں جس بنیاد پر کھڑے ہیں پتھر سے زیادہ مضبوط ہے ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔

اعتراض ۷۳: تحذیر الناس پر اعتراض

اس کے بعد رضا خانی نے تحذیر الناس پر وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے اس کا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

تحذیر الناس کا پس منظر تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ”تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس“ دراصل مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء جو اثر ابن عباس کی تصحیح و توضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔ جس میں اس اثر کے متعلق پوچھا گیا تھا کہ اس سے بظاہر ختم نبوت کا انکار لازم آرہا ہے لہذا اس کی کوئی ایسی تاویل کر دی جائے جس سے اس حدیث کا انکار بھی لازم نہ آیا اور معنی بھی درست ہو جائے۔ اس اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح سات زمین و سات آسمان ہیں اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے ان ساتوں زمینوں میں ایسے نبی ہیں جیسے تمہارے انبیاء مثلاً تمہارے آدم علیہ السلام جیسے تمہارے نوح جیسے وغیرہ اور جس طرح تمہارا نبی ﷺ ہیں اسی طرح ان ساتوں زمین میں بھی نبی ﷺ کی طرح ہیں۔ یعنی جس طرح ہر زمین کا اول نبی ہے اسی طرح آخری نبی بھی ہے۔ اب اشکال یہ ہوا کہ جب ہر زمین

میں ایک نبی ہے حتیٰ کہ ہمارے نبی ﷺ جیسا بھی نبی ہے تو ان میں آخری نبی کونسا ہے ہماری یعنی پہلی زمین والا یا دوسری الی آخر الارض؟ حالانکہ قرآن میں تو ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ حضرت نے کہا کہ روایت کا انکار نہ کرو یہ تو شیعہ کا طریق ہے کہ وہ صحابی کے قول کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت نے اس سوال کے جواب میں ”تخذیر الناس“ کے نام سے ایک جواب لکھا۔ یار لوگوں نے جس طرح اپنی غلطی بے مائیگی، ضد و تعصب کی وجہ سے اس مایہ ناز تصنیف پر لایعنی اعتراضات کئے اسی طرح اس صحیح حدیث کا انکار بھی کیا۔ اس لئے اول تو رافضی اس اثر کی صحت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ راقم کا یہ مضمون ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند ستمبر ۲۰۱۵ کے شمارے میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

تصحیح اثر ابن عباس

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الشَّافِعِيُّ ثَنَا عَبْدُ بْنُ غَدَّامٍ النَّخَعِيُّ أُنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ "عَنْ عَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي الصُّخْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمُوتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق: ۱۲) قَالَ سَبْعَ أَرْضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ "كُنْيَتُكُمْ وَآدَمُ كَادَمٌ وَنُوحٌ" كَنُوحٌ وَأَبْرَاهِيمُ كَأَبْرَاهِيمَ وَعِيسَى كَعِيسَى

(ہذا حدیث صحیح الاسناد قال فی التلخیص صحیح، المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۵۳۵، رقم الحدیث ۳۸۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق کی آیت اللہ الذی خلق سبع سموت والایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصر بھی وارد ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِيُّ ثَنَا ابْنُ أَبِي هَرِيمٍ ثَنَا الْحُسَيْنُ ثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي أَيَّاسٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الصُّحْحَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ سَبْعَ سَمُوتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ قَالَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَحْوُ ابْنِ هَرِيمٍ هَذَا حَدِيثٌ "صَحِيحٌ" عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخْرُجْ جَاهُ قَالَ فِي التَّلْخِيصِ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ

(المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۳۸۲۳)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ذہبی بھی ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَالْحَاكِمُ صَحَّحَهُ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَفِي كِتَابِ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ

(الدر المنثور، ج ۶، ص ۲۳۸، دار المعرفة، بیروت)

امام بیہقی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

صحيح

(كتاب الآسماء والصفات، ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۹، رقم الحدیث ۸۳۲، ۸۳۱)

یہ روایت صحیح ہے

علامہ زرقانی سے سوال ہوا کہ کیا سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں اور کیا ان میں مخلوقات بھی ہیں؟

تو فرمایا جی ہاں اور ابن حجر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مختصر و مطو لا منقول ہے اور پھر امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح نقل کی

ہے۔

(اجوبة للأسئلة، السؤال الخامس والسادس والاربعون)

اسی طرح قاضی بدرالدین شبلی الحنفی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کہ کیا کبھی جنات مسیں بھی رسول مبعوث ہوئے امام شحاک کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثر ابن عباس کو استدلال پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جسکو امام حاکم نے عمرو بن مرہ عن ابی الطفحی کے طریق سے نقل کیا ہے اور میرے استاذ امام ذہبیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث على شرط البخاري ومسلم ورجالہ ائمة

(آکام المرجان فی احکام الجنان، ص ۶۲، ۶۳، مکتبۃ القرآن بمصر)

یہ حدیث علی شرط البخاری و المسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں۔ اسی طرح یہ روایت تصحیح کے ساتھ علامہ فتاحی شوکانی غفر مقلد نے ”فتح القدر“ ج ۵، ص ۲۹۵، دار بن کثیر، ”عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ“ نے ”عمدة القاری“ ج ۱۵، ص ۱۱۱، دار الاحیاء التراث، علامہ عجیلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کشف الخفاء، رستم الحدیث ۳۱۶“، علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فیض القدر شرح الحب مع الصغیر، ج ۱۲، ص ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت“ پر بھی نقل کی ہے۔

جبکہ رضا خانیوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر ”روح البیان“ میں علامہ حقی نے اسے اپنے موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور ”آکام المرجان“ والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا۔

(روح البیان، ج ۳، ص ۱۰۵، دار الفکر بیروت)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”اتحاف المحررة“ ج ۸، ص ۶۵، رقم الحدیث ۸۹۲۲، اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۵۶، ۱۵۷، دار الطیبہ، ریاض“ میں ”تصحیح“ کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام مفسرین و محدثین نے اس حدیث کو بمع تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں ”ومن فی الارض مثلہن“ کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کر دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر یہی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت

جاننے کے بعد اس کا انکار کر بیٹھو گے۔

قال ابن جریر حدثنا عمرو بن علی حدثنا وكيع حدثنا الاعمش عن ابراهيم بن مهاجر عن مجاهد عن ابن عباس في قوله (سبع سموت ومن الارض مثلهن) قال لو حدثتكم بتفسيرها لكفرتم وكفرتم تكذيبكم بها

وحدثنا ابن حميد حدثنا يعقوب بن عبد الله بن سعد القمي الاشعري عن جعفر بن ابی المغيرة الخزاعي عن سعيد بن جبیر قال قال رجل لابن عباس (الله الذي خلق سبع سموت ومن الارض مثلهن) فقال ابن عباس ما يؤمنك ان اخبرتك بها فتكفر (تفسير ابن كثير، ج ۸، ص ۱۵۶، دار الطيبة رياض، تفسير المراغي، ج ۲۸، ص ۱۵۱، مصطفى البابي مصر)

خلاصہ بحث

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اتنے بڑے بڑے آئمہ اس حدیث کی تصحیح کر رہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری والمسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے آئمہ ہیں تو کوئی اس کو اپنے استدلال میں پیش کر رہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کر کے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کر رہا ہے تو اب ایسی صحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کر دیا جائے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ہمیں سمجھ نہیں آتا یا شیخ نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا؟ اللہ پاک جزائے خیر دے قاسم العلوم والخیرات حجتہ اللہ فی الارض حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اس حدیث کا ایسا دلنشین مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ”تخذیر الناس“ کا مطالعہ کریں۔

بریلوی شیخ الحدیث اور اثر ابن عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پروفیسر منیب الرحمن صاحب کے مدرسے کا شیخ الحدیث ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پائے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ”تبیان القرآن“ کے متعلق مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

”میں اہلسنت و جماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما العالی نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

(تفہیم المسائل، ج ۳، ص ۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

معلوم ہوا کہ تبیان القرآن رضا خانیوں کے ہاں مسلم و متفق علیہ دستاویز ہے۔ اور علامہ سعیدی کے متعلق یہی موصوف نام نہاد مفتی اعظم لکھتے ہیں:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہم کی تفسیر تبیان القرآن اور شرح صحیح مسلم سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں اور براہ راست بھی ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ان کا وجود اہلسنت و جماعت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔“

(تفہیم المسائل، ج ۳، ص ۱۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

تو بریلویوں کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ اپنی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتا ہے:

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابو الفحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے من الارض مثلہن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہاری طرح نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم۔ رقم الحدیث ۱۸۹۱۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام مقتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے (تفسیر مقاتل بن حیان، ج ۳، ص ۷۵)

نیز امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو الفحی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض

مثلہن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدم کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوح کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔ امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا حافظ ذہبی نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک، ج ۲، ص ۴۹۳، طبع قدیم، المستدرک، رقم الحدیث ۳۸۲۲، المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک سند ہے از عطاء بن السائب از ابی الضحیٰ از ابن عباس ہے اور دوسری سند از عمرو بن مرہ از ابی الضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباس سے صحیح ہے اور راوی مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ اطوا الضحیٰ کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب الاسماء والصفات، ص ۳۹۰، ۳۸۹، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک حضرت ابن عباس تک متصل ہے اور دوسری سند ابو الضحیٰ پر موقوف ہے الخ (زاد المسیر، ج ۸، ص ۳۰۰، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اثرا بن عباس کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن التین نے کہا یہ قول قرآن و سنت سے مردود ہے میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر نے از ابو الضحیٰ از ابن عباس ومن الارض مثلہن (الطلاق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

ہر زمین میں حضرت ابراہیم کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی سند صحیح ہے

اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں اور تمہارے نوح کی طرح نوح ہیں اور تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تمہارے عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔ امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مرہ کے ساتھ شاذ ہے اور امام ابن ابی حاتم نے از مجاہد از ابن عباس روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم کفر کرو گے اور تمہارا کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔ اہل بیعت یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مرفوع روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان اکہتر یا بہتر سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۴۳۴، ۴۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیاء اندلسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔ (روح المعانی، ج ۲۸، ص ۲۱۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

(بحوالہ تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۲ تا ۹۴ فرید بک سٹال لاہور الطبع الخامس جنوری ۲۰۱۱)

اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

{اعتراض نمبر ۱}: اس حدیث کی تصحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی تصحیح میں متساہل ہیں اس لئے اس کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

{جواب}: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکم متفرد نہیں بلکہ امام بیہقی و امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی تصحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

{اعتراض نمبر ۲}: ذہبی نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں بون بعید ہے۔
 {جواب}: ہم نے ما قبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبی سے ”صحیح علی شرط البخاری والمسلم“ کے الفاظ نقل کئے ہیں البتہ ”آکام المرجان“ والے نے ذہبی کے حوالے سے ”حسن“ کا غلط نقل کیا ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے متقدمین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن کو صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکم کا تو عام صنیع ہی یہی ہے کہ وہ صحیح پر حسن کا اطلاق کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

(تدریب الراوی شرح تقریب النووی، ص ۱۳۸: قدیمی کتب خانہ - کراچی)
 پس جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو اس اعتبار سے لا منافاة بین تصحیح الحاکم والبیہقی وتحسین الذہبی فافہم۔

{اعتراض نمبر ۳}: آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء بن السائب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ”شریک“ ہیں اور عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔

{جواب}: امام نووی نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ بسبب ان کے تتبع کے ہے۔ جو کہ درست نہیں اس لئے کہ شعبہ وسفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء ابن السائب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حافظ بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبہ وسفیان کے علاوہ: زبیر، زائدہ، حماد بن زید، ایوب اور ان کے علاوہ بھی کئی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۸۴: دار الفکر - بیروت)

اور ابن مزی نے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیم قبل الاختلاط نقل کرنے والوں میں سے ”شریک“ بھی ہیں۔

(تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۸۶)

ابوعوانہ کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے

روایت کی ہے۔

(الجرح والتعديل، ج ۱۳، ص ۷۱)

پھر اس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہبی و بیہقی نے اس کو صحیح کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

{اعتراض نمبر ۴}: اس کی سند میں واقدی کذاب ہے۔

{جواب}: ہم نے مکمل سند پیش کر دی ہے اس میں واقدی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

{اعتراض نمبر ۵}: یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل بدعت کا نزاع مغالطہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو ”مقبول“ ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو ”مردود“ ہے۔ شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس فرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سیوطی اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ثقہ کی اوثق کی مخالفت (۲) مطلقاً ثقہ کا فرد (۳) مطلقاً راوی کا فرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔

اسی طرح امام نووی جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظ و ضابط کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو عادل ضابط حافظ ہو اور محض فرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفسر در راوی کی وجہ سے ہو اور اوثق کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شذوذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے نزدیک نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ خطابی نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ: جس کی سند متصل ہو اور راوی عادل ہوں۔

خلاصہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی الفحی خود ثقہ ہے اور اپنے سے اوثق کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس تفرد کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں؟

حوالہ جات کی عبارات

قَالَ الْعِرَاقِيُّ: وَأَمَّا السَّلَامَةُ مِنَ الشُّذُوذِ وَالْعِلَّةُ فَقَالَ ابْنُ دَقِيقٍ الْعَيْدِيُّ الْاِقْتِرَاحُ أَنَّ اصْحَابَ الْحَدِيثِ زَادُوا ذَلِكَ فِي حَدِّ الصَّحِيحِ قَالَ فِيهِ نَظَرٌ عَلَى مُقْتَضَى نَظَرِ الْفُقَهَاءِ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْعِلَلِ الَّتِي يَعْلَلُ بِهَا الْمُحَدِّثُونَ لَا تَجْرِي عَلَى أَصُولِ الْفُقَهَاءِ قَالَ الْعِرَاقِيُّ وَالْجَوَابُ أَنَّ مَنْ يَصْنِفُ فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ انَّمَا يَذْكُرُ الْحَدَّ عِنْدَ أَهْلِهِ لَا عِنْدَ غَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ آخَرٍ وَكَوْنُ الْفُقَهَاءِ وَالْأَصُولِيِّينَ لَا يَشْتَرِطُونَ فِي الصَّحِيحِ هَذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ لَا يَفْسِدُ الْحَدَّ عِنْدَ مَنْ يَشْتَرِطُهُمَا وَلِذَا قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ بَعْدَ الْحَدِّ فَهَذَا هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يَحْكُمُ لَهُ بِالصَّحَّةِ بِإِخْلَافِ بَيْنِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَقَدْ يَخْتَلِفُونَ فِي صَحَّةِ بَعْضِ الْإِحَادِيثِ لِاخْتِلَافِهِمْ فِي وَجُودِ هَذِهِ الْأَوْصَافِ فِيهِ أَوْ لِاخْتِلَافِهِمْ فِي أَشْرَاطِ بَعْضِهَا كَمَا فِي الْمُرْسَلِ

(تدريب الراوى، ص ۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) لم يصح بمراذه من الشذوذ هنا، وقد ذكر في نوعه ثلاثة اقوال احدها مخالفة الثقة لارجح منه والثاني تفرد الثقة مطلقا والثالث تفرد الراوى مطلقا وردا لآخرين فالظاهر انه اراد هنا الاول

(تدریب الراوی، ص ۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) قال النووی وان لم یخالف الراوی فان کان عدلاً حافظاً موثقاً بضبطه کان تفرده صحیحاً وان لم یوثق بضبطه ولم یبعد عن درجۃ الضابط کان حسناً وان بعد کان شاذاً منکر امر دودا والحاصل ان الشاذ المر دود هو الفرد المخالف والفرد الذی لیس فی رواۃ من الثقة والضبط ما یجبر بہ تفرده

(تدریب الراوی، ص ۲۰۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) قال الشیخ المحقق وبعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذو صحیح غیر شاذ فالشذو ذبہذ المعنی ایضاً لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یدکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات (مقدمة مشکوٰۃ، ص ۷۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

امام نانوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حجۃ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیر الناس پر یا رلوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب میں مولانا نے تحذیر الناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے راقم نے ماقبل میں نقل کیا ملاحظہ ہو:

”اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالۃ فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ مارواه الثقة مخالف لما رواہ الناس قال ابن الصلاح فیہ تفصیل فما خالف مفردہ واحفظ منہ واضبط فشاذو مردود وان لم یخالف وهو عدل ضابط فصحیح وان رواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجۃ الضابط فحسن وان بعد فمنکر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ کی مخالف روایات ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضعیف چنانچہ

شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوی فی رسالۃ اصول الحدیث التي طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوۃ المطبوعۃ بعض الناس بعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذو صحیح غیر شاذ فالشذو ذ بهذا المعنی ایضاً لا ینافی الصحة کالغرابة والذی یدکر فی مقام الطعن هو مخالف للثقات۔ انتهى

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جو قاصر صحت ہے بمعنی مخالفت ثقات ہے چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:

هو ما اتصل بسندہ بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ و علة و معنی بالمتصل ما لم یکن مقطوعاً بای وجه کان وبالعدل من لم یکن مستوراً بالعدالة ولا مجروحاً وبالضابط من یكون حافظاً متیقظاً بالشذوذ و ما یرویه الثقة مخالفاً لما یرویه الناس و بالعلة ما فیہ اسباب خفیة غامضة قاذحة

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہوگا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث بایں معنی شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔

(تخذیر الناس، ص ۲۴، کتب خانہ رحیمیہ۔ دیوبند، ص ۸۳، ادارہ تحقیقات اہل سنت۔ لاہور)

اندازہ لگائیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی عبارت پیش کی وہ:

علم اصول الحدیث لسید الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ، ص: ۶۰، دار ابن حزم۔ بیروت پر موجود ہے۔

دوسری عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے جسکا حوالہ گزر چکا ہے۔

جبکہ تیسری عبارت جرجانی ہی کی علم اصول الحدیث، ص: ۲۸ پر موجود ہے۔

علامہ سخاوی نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ

ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال السخاوی: والمحدثون يسمونه شاذاً لانهم فسروا الشذوذ المشتراط نفیه هنا بمخالفة الراوی فی روايته من هو ارجح منه عند تعسر الجمع بين الروایتین۔

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، ج ۱، ص ۲۶، مکتبۃ دار المنہاج۔ الریاض، الطبعة الاولى ۱۴۲۶ھ)

{اعتراض نمبر ۶}: سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادحہ ہو۔

{جواب}: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہو سکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ”صحیح الاسناد“ کہے تو یہ اس کے متنا و سند صحیح ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علت قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقی نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غَيْرَ أَنَّ الْمُصَنِّفَ الْمُعْتَمِدَ فِيهِمْ إِذَا اقْتَصَرَ عَلَى قَوْلِهِ: أَنَّهُ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ عِلَّةً لَمْ يَقْدَحْ فِيهِ فَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْحُكْمُ بِأَنَّهُ صَحِيحٌ فِي نَفْسِهِ لِأَنَّ عَدَمَ الْعِلَّةِ وَالْقَادِحِ هُوَ الْأَضَلُّ۔

(الرفع والتكمیل، ص ۸۲، ۸۳، المرصد الرابع، مکتبۃ ابن تیمیہ، مقدمة ابن صلاح، ص ۲۳۔ فتح المغیث، ج ۱، ص ۸۸، المکتبۃ السلفیة)

وقال العراقي: وكذا لك ان اقتصر على قوله حسن الاسناد ولم يعقبه بضعف فهو ايضا محكوم له بالحسن۔

(شرح التبصرة والتذكرة، ص ۵۶)

{اعتراض نمبر ۷}: ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔

{جواب}: اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مدرک بالقیاس نہ ہو تو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ أَبَاهُ رِزْقَةً لَمْ يَكُنْ يَأْخُذُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَأَنَّ الصَّحَابَةَ الَّذِينَ يَكُونُ كَذَلِكَ إِذَا أُخْبِرَ بِمَا لَا مَجَالَ لِلرَّأْيِ فِيهِ يَكُونُ لِلْحَدِيثِ حُكْمُ الرَّفْعِ
(فتح الباری، ج ۶، ص ۳۵۳، دار المعرفۃ۔ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا ہو اور اس کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہے قریب قریب یہی بات (فتح المغیث، ج ۱، ص ۱۲۸، شرح التبصرۃ، ج ۱، ص ۷۱) پر بھی موجود ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ اہل کتاب سے لینے کے سخت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

يَا مُشْرِكِي الْمُسْلِمِينَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمْ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى حَبِيبِكُمْ أَحَدُثَ أَخْبَارَ بِاللَّهِ مُحْضًا لَمْ يَشُبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ بَدَّلُوا مِنْ كُتُبِ اللَّهِ وَغَيَّرُوا فَكُتِبُوا بِأَيْدِهِمُ الْكُتُبُ قَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيْشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا
(بخاری)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے پوچھ سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو ایسی کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک ﷺ پر اتارا جو صرف اللہ تعالیٰ کی باتیں بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بات بھی بتلا دی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر دیا تھا۔ الخ

اور اثر مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے اور مدرک بالقیاس بھی نہیں لہذا یہ حکم مرفوع ہے اور کسی قول بلال دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ الحمد للہ راقم الحروف نے انتہائی مختصر انداز میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

دے دے ہیں اگر کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاء اللہ۔ یا رزندہ صحبت باقی نوٹ: یہ تمام اعتراضات ”سہ ماہی سواد اعظم دہلی، ص ۱۱ تا ۱۵، ج ۲ ش ۳“ سے لئے گئے ہیں۔

اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضا خانی فتویٰ

ما قبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے آئمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے اس کو روایت کیا ظاہر وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضا خانی فتوے ملاحظہ ہوں:

(۱) تبسم شاہ بخاری آف انک لکھتے ہیں:

”اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے۔“

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۴۱)

بریلوی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان (مولوی نقی علی خان والد احمد رضا خان بریلوی۔ از ناقل) کی رائے میں اثر ابن عباس کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھرتے تھے۔“

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۵۱، تنظیم اہلسنت کراچی)

غلام نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۲)

خلاصہ کلام یہ کہ معاذ اللہ ما قبل میں ذکر کردہ یہ تمام آئمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو الزام صرف امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں؟۔

بریلویوں سے ہمارا مطالبہ

جب یہ اثر درست ہے تو اب اس کا کوئی ایسا معنی بیان کرو کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم نہ آتا ہو اور ہاں اس کیلئے تحذیر الناس کو ہرگز ہاتھ مت لگانا۔

نوٹ: اس اثر پر مزید تحقیق اور رضا خانیوں کے تمام اعتراضات کے تشفی بخش جوابات کیلئے بندے کی کتاب "ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما" کا مطالعہ کریں۔

(حسام الحرمین میں پیش کی جانے والی عبارات کا جائزہ)

قارئین کرام اس باب میں ہم تحذیر الناس پر اعتراض کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب حسام الحرمین میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اخر النبیین انہ لا فضل فیہ اصلاً عنہ اهل الفہم۔

(حسام الحرمین: مکتبہ نبویہ گنجش بخش روڈ لاہور اکتوبر ۱۹۷۵ء)

ترجمہ: قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدیم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

چیلنج

ہم دنیا میں موجود ہر ایک چھوٹے بڑے بریلوی کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں ذرا بھی ایمان و انصاف کا مادہ ہے تو تحذیر الناس کی یہ خود ساختہ عبارت جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اسی ترتیب کے ساتھ تحذیر الناس کے کسی ایک صفحے پر دکھادیں۔

قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب علمائے اہلسنت کی تکفیر کے شوق میں اس قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ نہ انہیں موت کا خوف آیا نہ یوم آخرت میں حساب و کتاب کا خیال آیا انگریز کے چند سکوں کی خاطر اپنے انصاف و دیانت کے موتیوں کو یوں بیچا کہ تحذیر الناس کی ص ۱۴ سے عبارت کا ایک ٹکڑا اسکے بعد ص ۲۸ سے ایک ٹکڑا اور آخر میں ص ۳ سے ایک ٹکڑا اٹھا کر انہیں آپس میں یوں جوڑ دیا کہ یہ مسلسل ایک عبارت معلوم ہوتی ہے اور یوں ایک کفری مضمون تیار کر لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہلی عبارت ص ۱۴ کی یوں لکھی۔
بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:
غرض اختتام اگر باین معنی تجویر کیا جائے جو میں نے غرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا۔۔۔۔۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ص ۲۸ کی عبارت یوں لکھی:
بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

”ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس پیچیدہ ان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نہی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔“

تحدیر الناس کے ص ۱۴ کی عبارت کے ۳ جز ہیں:

- (۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا
- (۲) تو آپ کو خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا
- (۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جز ۱۱ اور تیسرا حصہ جز ۲ پر معطوف ہے مولوی احمد رضا خان صاحب شرط جز ۲ کو ہضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا۔

ص ۲۸ کی عبارت کے چار جز ہیں:

- (۱) ہاں اگر خاتمیت ۔۔۔ الی عرض کیا
- (۲) تو پھر سوائے ۔۔۔ الی نہیں کہہ سکتے۔
- (۳) بلکہ اس صورت میں الی ثابت ہو جائیگی۔
- (۴) بلکہ اگر بالفرض ۔۔۔ الی اخرہ۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جز ۱۱ اور چوتھا حصہ جز ۲ پر معطوف ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرط کو بھی غائب کر دیا جز ۱ کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی ہضم کر لیا۔

اہل علم حضرات اس بات کو خوب جانتے ہو گئے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزاء کو

حذف کر دیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے۔

(قطبی ص ۶۸ شرح ابن عقیل ج ۱ ص ۱۶ التصریح علی التوضیح ج ۱ ص ۲۶)

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے.....؟
مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص ۳ کی عبارت کے ترجمہ بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت ”مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ ہے
اس عبارت میں فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی نفی کی گئی مگر
خان صاحب نے اس عربی ترجمہ اس طرح کیا

مع انه لا فضل فيه اصلاً عند اهل الفہم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل بھی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل لسان پر مخفی نہیں۔ بالذات کی نفی کا مفہوم بالعرض کا اثبات ہے اور مفہوم تصانیف کا معتبر ہوتا ہے (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۶۴۴) پھر تحذیر الناس کی عبارت میں ”مگر“ کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ ”مع“ کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائے کہ مگر کا ترجمہ مع کس عربی لغت میں ہے؟
اتنی صریح خیانتوں اور بددیانتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان نے یہ اعتراضات یا یہ فتوے عشق رسالت کی بناء پر دئے۔۔؟ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی احمد رضا خان صاحب کی طرح اس بے حیائی اور بے شرمی پر اتر آئے تو سو سو کفر خود احمد رضا خان کی کتباؤں سے نکالے جاسکتے ہیں۔ مثلاً چند مثالیں ملاحظہ ہو۔

کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس لئے کہ اس نے اپنی شان میں کہا

نص قطعی قرآن ہے لولا محمد ما خلقتک

(جزاء اللہ عدوہ)

حالانکہ نہ تو یہ نص قطعی قرآن ہے نہ احمد رضا خان کی شان ہے۔ اسی طرح کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس نے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا اور اپنی کتاب میں یہ غلیظ عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ

يعقوب عليه السلام خاتم الانبياء

(جزاء اللہ عدوہ)

پہلی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں ایک ص ۷ سے لیا گیا دوسرا ص ۸ سے جبکہ دوسری عبارت ص ۱۰ کی ہے اور بیچ میں سے صرف ایک لفظ ”و“ کو ہٹا دیا گیا ہے۔ بلکہ عبارت تو بہت دور اگر صرف اعراب تبدیل کر دیئے جائیں تو احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے کفر ثابت کیا جاسکتا ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

فیاتون عیسیٰ فیقولون اشفع لنا الی ربک فلیقیض بنینا فیقول انی

لست هنا کم انی اتخذت الہا من دون اللہ۔

(جزاء اللہ عدوہ ص ۱۴)

یہاں ”اتخذت“ کو مجہول کی جگہ معروف پڑھ لیں اور پھر دیکھیں کہ کتنا بڑا کفر بنتا ہے۔ وہ بریلوی جو کہتے ہیں کہ عبارات آگے پیچھے یا ناقص نقل کر دینے سے کیا ہو گیا اس میں اعتراض والی کیا بات ہے۔ یقیناً ان لوگوں کی آنکھیں اب کھل گئی ہوں گی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں ایسی خیانت اور دھوکہ دہی کرنے والے شخص پر بریلوی تین حرف بھیجتے مگر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ بجائے شرم و حیا کے الٹا ایسی بددیانتیوں کو عین اسلام ثابت کیا جاتا ہے۔ ایسی حرکتیں کرنے والوں کو اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ کا لقب دیا جاتا ہے ایسی صریح بددیانتیوں پر مشتمل کتاب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

کتاب لاریب فیہ

مگر پھر یہ کہہ کر دل کو تسلی دے دیتے ہیں کہ کیا مسلمان کذاب کو نبی ماننے والے اسی دنیا کے باسی نہ تھے؟ کیا مرزا قادیانی جیسے شخص کو نبی ماننے والے آج بھی دنیا میں موجود نہیں ہیں؟۔

معروف بریلوی عالم دین مفتی عبدالمجید سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”گھگھڑوی صاحب جو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الو سیدھا

کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیانی والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو

پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شائد اس پہلے

حصہ کا جز ہے۔

(مصباح سنت، ج ۱، ص ۳۳: قادر یہ پبلشرز کراچی)

یہی بات ہم بریلویوں کو کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے کفریہ مضمون تیار نہ کر سکے تو اپنا الوسیدھا کرنے کیسے عبارات کو آگے پیچھے جوڑ کر اور قطع و برید کر کے عوام کو دھوکا دیا جب حدیث کا آخری ٹکڑا پہلے کے ساتھ ملا دینے سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے تو تو عبارات کو آگے پیچھے کر کے ترجمہ غلط نقل کر کے کہیں کی عبارت کہیں جوڑ کر عوام کو دھوکا کیوں نہیں دیا جاسکتا اور اس ”کرتب“ کا نام دھوکہ کیوں نہیں؟

تحدیر الناس کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کی وضاحت

تمہید:

قارئین کرام پہلے بطور تمہید اس بات پر غور کریں کہ رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لئے آئینہ کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہو آخر نبوت کا یہ سلسلہ کہیں ختم بھی تو کرنا ہے اس لئے آپ کو آخری نبی کہا گیا اور اس آخری نبی کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں۔

(۳) آپ ﷺ کا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا اس لئے آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ ہو سکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپ کو آخری نبی بنایا گیا۔

(۴) عم الہی میں مقدر تھا کہ آپ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دین کے آخر تک وفادار رہیں گے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر تک حق پر قائم رہے گا اس کیسے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علت العلل نہیں بنیادی وجہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کی

ایسی ہونی چاہئے جس میں آنحضرت ﷺ کی اپنی شان کا بیان ہو جب ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھا گیا تو آپ کی شان لازمی طور پر اس میں ملحوظ ہونی چاہئے۔ ان وجوہات میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں امت کے فتنوں سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول ﷺ کی شان کا بیان ہے لیکن ان کمالات کا دائرہ جس مرکز کے گرد کھچ رہا ہے اس کی اپنی ذاتی شان کہیں اس میں مذکور نہیں یہ وجوہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی شان خاتمیت کے آثار ہیں ان کے پیچھے علت العلل وہ درکار ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہو۔ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ”تخذیر الناس“ میں اسی علت العلل کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

”بالمجملہ رسول ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔“

مطلب یہ کہ رسول خدا (روحی و قلبی فسادہ ﷺ) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ دوسرے خاتمیت ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کے واسطے سے۔ جس طرح (بلا تشبیہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کمالات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطے سے منور فرمایا اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالات نبوت آنحضرت ﷺ کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات با آنکہ

حقیقتہ نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وَلَهَذَا كُلُّهُ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں مثلاً تہہ خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی ہے اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن فرمایا، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت سے مستفاد ہیں لیکن آنحضرت ﷺ پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت سے مستفاد ہے (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ سے خاتم زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱: ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی کے متعدد افرامراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

۲: دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی

خاتمیت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقتی ہوگی۔

۳: تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کیلئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیات کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد ”تحذیر الناس“ کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دونوں عین بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ** میں بیک وقت ”رجس“ سے دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں جس قدر نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب:

اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے جوڑ کر کفر کا مضمون بنالیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۲ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تحذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

۱: غرض اختتام اگر بایں معنی تجویر کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا

خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق ہے یعنی اختتام بایں معنی تجویز کیا کس معنی میں؟ اس معنی میں کہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ہے کسی سے مستفاد نہیں دیکر انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کے واسطے سے ہے تو اگر بالفرض محال آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس صورت میں بھی اس کی نبوت آپ ہی کے فیض اور واسطے سے ہوگی مگر چونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“ کو حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرے کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں حستم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

”ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان کے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدّرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کاروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت ﷺ کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف ”تخذیر الناس“ کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کاروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳۱ ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے مطلب کی توضیح:

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا آخر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھیجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوے کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جوق در جوق مریض اس کے دار الشفاء میں داخل ہو کر کر شفا یاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں ”خاتم الاطباء“ کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یوں سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری طبیب ہے مگر اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کو طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ ان سب نے طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی ایک خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے

طبیعیوں کا استاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کر نیلے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تکلیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

بالکل اسی طرح بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کفر کے مریضوں کی شفاء کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور آخر میں نبی کریم ﷺ جن کے واسطے سے ان تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد اور مربی تھے آخر میں بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا بایں معنی کہ آپ ﷺ زمانے کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں اور کمالات کے اعتبار سے بھی آخر کہ تمام انبیاء کی نبوت کا فیض آپ پر آ کر ختم ہو جاتا ہے جسے ہم نے خاتم ذاتی سے تعبیر کیا تو اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۲ و ۲۸ کے فقرہوں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس اسی سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

”بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول

اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ نقد یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا عوام کا خیال نہیں کہہ رہے بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت سے خاتم زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۸ و ۹ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور ﷺ کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

موصوف اپنے رسالہ ”جزاء اللہ عدوہ“ کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا۔۔۔۔۔ کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک۔۔۔۔۔ اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر۔۔۔۔۔ جن یا حیوان، بلکہ تمام ما سوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کُلّی۔۔۔۔۔ کے صباے کرم سے کھلی اور کھلتی اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بیٹی اور ہستی ہے اور۔۔۔۔۔ یہ سراسر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں ﷺ یہ خود۔۔۔۔۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابوالقاسم اللہ یعطی وانا قسم“ رواہ۔۔۔۔۔

صحیح و اقرہ الناقدون۔“

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری۔۔۔۔ کو ملی ہے وہ آنحضرت ﷺ ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی۔۔۔۔ ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ ہی کے واسطہ سے ملی ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام۔۔۔۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

کسی کو ختم نبوت کا منکر کب کھا جائے گا؟ کوکب نورانی کا اصول:

مولوی کوکب نورانی اوکاڑوی احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کے متعلق ایک الزام پر لکھتے ہیں کہ:

”جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ ”قادر“ کہلاتے ہیں اس لئے وہ شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی کہہ رہے ہیں۔ یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بہتان طرازی کی سزا انشاء اللہ ضرور پائیں گے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی۔۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب ”جزاء اللہ عدوہ بابا ختم النبوة میں تحریر فرمایا۔۔۔“

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ کتاب کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”اعلیٰ حضرت بریلوی۔۔۔۔ کے خود اپنے قلم سے ختم نبوت کے موضوع پر پوری کتاب اور واضح فتوے کے باوجود جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔۔ پر بہتان لگانا بلاشبہ دیوبندیوں وہابیوں کے بدباطن اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔“

(سفید و سیاہ ص ۱۶۳-۱۶۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۲۰۰۱)

دیکھئے احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کا اعتراض کیا گیا تو نورانی صاحب فوراً چیخ پڑے کہ فلاں فلاں کتاب میں احمد رضا خان صاحب نے ختم نبوت کا واشگاف انداز میں اعلان فرمایا اس سے اصول معلوم ہوا کہ کوئی اگر واضح طور پر اپنا عقیدہ بیان کر دے ختم نبوت کے متعلق تو اسکی دوسری مجمل عبارات سے انکار ختم نبوت سمجھنا بریلویوں کے نزدیک بد باطنی اور کذاب ہونے کی نشانی ہے۔

اب آئیے اسی اصول پر تخذیر الناس کو پر کھتے ہیں اور بریلویوں کو انہی کی زبان میں جواب دیتے ہیں کہ

مولانا نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت کا الزام بہتان ہے جسکی سزا یہ بریلوی قیامت کے روز انشاء اللہ ضرور پائیں گے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا یہ بے ہودہ الزام لگانے والے ذرا کھلی آنکھوں سے ختم نبوت کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں: حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

(۱) خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔

(مناظرہ عجیبہ ص ۵۶ مکتبہ قاسم العلوم ۱۹۷۸)

(۲) معنی حقیقی خاتم تو میرے نزدیک بھی وہی ”آخر“ ہے۔

(مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۲)

(۳) اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تاویل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبہ ص ۱۳۴)

(۴) حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

”ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور اس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے کیونکہ اور دینوں کی

میعادیں ختم ہو گئیں۔ اب اسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت اور غضب خداوندی سے نجات اس وقت رسول ﷺ ہی کی اتباع میں منحصر ہے۔“

(مباحثہ شا جہانپور: ص ۳۲، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

ظالمو! آنکھیں کھول کر اس عبارت کو پڑھو اگر معاذ اللہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کے مدعی ہوتے تو اس کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے یا نبی کریم ﷺ کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے؟ حضرت نے کس صراحت کے ساتھ یہاں نبی کریم ﷺ کے دین کو آخری دین اور آپ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا۔

(۵) ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کیلئے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہئے ورنہ اس دین کو لیکر آنا بیکار ہے۔“

(انتصار الاسلام: ص ۵۸، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

بریلوی شیخ الحدیث کی زبانی حضرت نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت

موجودہ دور کے معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔۔۔ ہاں یہ مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجتماعی عقیدہ ہے۔

(تبیان القرآن: ج ۱۲ ص ۹۵، فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۱)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم ہے۔ (ص ۹۵-۹۶)

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قلم سے ختم نبوت پر اس قدر واضح عبارات جس

کو بریلوی بھی تسلیم کریں کہ باوجود بریلوی رضا خانیوں کا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانا کہ وہ ختم نبوت زمانی کے منکر تھے بلاشبہ بریلوی رضا خانیوں کے بدباطنی اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

انہیں کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری بات ان کی
 انہیں کی محفل اجاڑ رہا ہوں چراغ میرا رات ان کی
 قارئین کرام! خدا ارادہ پر ہاتھ رکھ کر بتائے ایک شخص اتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہا
 ہو کہ میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو ایمانیات میں سے تصور کرتا ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے
 کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد کسی اور مدعی نبوت کو تسلیم کرے وہ کافر ہے مگر اس کے بعد بھی کیا یہ
 کھلی ہوئی ہٹ دھرمی اور کھلا ہوا تعصب نہیں کہ اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت نانوتوی رحمۃ
 اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جائے کہ نہیں وہ تو ختم نبوت کے منکر تھے معاذ اللہ۔
 مولوی احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

”جائز ہے کہ جبکہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باز
 ن الہی والمذہبات امر اسے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرا نہیں مل
 سکتا اور اللہ عز وجل کے دئے بغیر کوئی ایک حبہ بھی نہیں دے سکتا ایک حرف نہیں
 سن سکتا پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے
 خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے۔“

(احکام شریعت: حصہ اول، ص ۳۴۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

غور فرمائیں جب بات اپنے شرکیہ عقائد پر بات آئی تو فوراً کیسے چیخ پڑے کہ ہم جو
 کہتے ہیں اس پر یقین کرو خواہ مخواہ میں بدگمانی نہ کرو کہ یہ حرام ہے مگر کوئی حضرت جی سے پوچھے
 کہ علمائے دیوبند پر جھوٹے الزامات لگاتے وقت یہ اصول کہاں چلا جاتا ہے؟

اور ذرا بریلوی حکیم الامت کی اس عبارت کو بھی غور سے پڑھیں؛
 ”مسلمان بھائی پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اگر اس کے کام یا کلام میں اچھا پہلو نکل
 سکتا ہو تو اسے خواہ مخواہ برے پہلو پر محمول نہ کرو، اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ

اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجود وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ دیتے ہیں۔

(نور العرفان: ص ۸۵۴۔ نعیمی کتب خانہ)

مفتی صاحب وہابیوں کو تو عبرت پکڑنی چاہئے مگر آپ لوگوں کو عبرت نہیں پکڑنی چاہئے کہ جنہیں کسی کو کافر بنانے کا اتنا شوق ہے کہ اگر اس کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کفر نہیں نکلتا تو آگے پیچھے مختلف عبارتوں کے ٹکڑے جوڑ توڑ کر اسے کافر بنادو اور وہ بیچارہ چیختا رہے کہ یہ کیا ظلم ہے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے مگر تم بدگمانی کرتے رہو کہ نہیں تمہارا عقیدہ یہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں عقیدہ تمہارا مگر من مانی تشریح کرنے کا حق ہمارا۔!!!

کہئے مفتی صاحب کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ کیا یہی دیانت کے اصول ہیں؟ کیا اسی دورخی پر آپ کو افتاء کا منصب سونپا گیا تھا؟

اصول تکفیر

قارئین کرام کہنا علمائے اہل اسلام کا کسی کے بارے میں تکفیر کا حکم کرنے میں حد درجہ احتیاط اور کہنا بریلویوں کی یہ تھوک تکفیر؟ ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ میری عبارت کا یہ مطلب نہیں جو تم لے رہے ہو اس کو تو میں خود بھی کفر کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی انتہاء کے نہیں تم جھوٹ بول رہے مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ ہم نے انگریز سے اس کا بدل لے لیا اور ہم نے اب یہ ڈالر ہر حال میں حلال کرنے ہیں۔

مشہور حنفی بزرگ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الذی مبتدی ای القول الذی یجب ان یقال هو الاحتراز عن التکفیر
فی اہل التاویل وان کان تاویلہم خطاء فی فہم التاویل فان رماء
المصلین الموحدين القائمين المزين القادنین للكتاب التابعین
للسنة فی جميع الابواب خطر بفتحتین ای ذو خطر و یجوز ان یکون
بفتح بکسر و الخطاء فی ترک الف کافر اھون فی الخطاء سفک

محجمۃ من مسلم وفی نسمة من دم مسلم واحد ولذا قال علمائنا اذا
وجدت سعة وتسعون وجهات تشير الی تکفیر مسلم ووجه واحد الی
ابقائه علی اسلامی فینبغی للمفتی والقاضی ان یعملا بذالک الوجه
وهو استفاد من قوله علیه السلام ادرأ الحدود عن المسلمین
استطعت فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلو نیلہ فان الامام لان
یخطی فی العفو خیر له من ان یخطی فی العقوبة رواہ الترمذی وغیرہ
والحاکم وصححوہ (شرح الشفاء: ج ۲ ص ۷۳۵)

مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں جس بات کا حکم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ
اہل تاویل کو اگرچہ اپنی تاویل میں خطا پر ہوں کافر کہنے سے احتراز کرنا
چاہئے اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے والے
اور روزہ رکھنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے
اور تمام ابواب میں اتباع سنت کرنے والے مسلمانوں کو کافر اور مباح الدم
قرار دینے میں بڑا خطرہ ہے حالانکہ ہزاروں کافروں کے بارے میں خطا کرنا
ایک مسلمان کے بارے میں خطا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اسی وجہ سے
ہمارے علماء نے فرمایا ہے اگر مسلم کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور
ایک وجہ اس کے اسلام پر باقی رہنے کی طرف مشیر ہو تو مفتی اور قاضی پر ضروری
ہے کہ اس ایک ہی وجہ پر عمل کریں یعنی اس کو کافر قرار نہ دیں مسلمان کہیں۔

ہمارے علماء نے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں کس قدر احتیاط فرمائی ہے اس کیلئے صرف ایک
مثال ملاحظہ فرمائیں:

درمختار باب المرتدین میں معروضات ابو اسعود سے ایک سوال نقل کیا ہے:

ان طالب ذکر عندہ حدیث نبوی فقال اکل حدیث النبی ﷺ صدق
یعمل بها فاجاب بانہ یکفر

ایک طالب علم کے سامنے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی گئی اس نے کہا کہ
کیا یہ سب احادیث نبی ﷺ کی سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے؟ مفتی نے اس
طالب علم پر حکم کفر دے دیا۔

علامہ طحاوی جلد نمبر ۲ ص ۸۲ پر مفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

قوله فاجاب بانه يكفر فيه ان الكلام هذا القائل محملا حسنا بان يكون مراده انه لا يعمل الا بالصحيح منها والحسن في اثبات الاحكام ولا يعمل فيه بالضعيف۔

ترجمہ یعنی اس طالب علم کے کلام پر مفتی کا فتویٰ کفر مسلم نہیں اس لئے کہ کلام کا اچھا محمل ہو سکتا ہے بایں طور کہ اس کی مراد یہ ہو کہ اثبات احکام میں حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے حدیث ضعیف پر نہیں۔

آگے فرماتے ہیں ان یكون مراده انما نسخ منها لا يعمل به ای وهذا الحديث الذي سمعه اما ضعيف لا يثبت حكمه واما منسوخ یعنی کہ حدیث منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اب آگے فرماتے ہیں یعنی یہ حدیث جو اس نے سنی ضعیف ہے یا منسوخ۔

پھر فرماتے ہیں ”وبارادته ذالك او باحتمالها لا يحكم عليه بالكفر“ اس طالب کی جب یہ مراد ہو اور اس مراد کا احتمال بھی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اور مجدد ملت دہم ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

في المسألة المذكورة تصريح بانه يقبل من صاحبها التأويل

(منح الروض الازھر فی شرح فقہ الاکبر: ص ۴۶، دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۹۸)

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی۔

جب حضرت نانوتوی صراحت کے ساتھ تحذیر الناس کا مطلب خود بیان کر رہے ہیں اور جس عقیدے کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اسے وہ کفر کہہ رہے ہیں تو ان سب کے باوجود ان کو معاذ اللہ قطعی کافر کہنا کیا ان سب اکابر احناف کے اصول و قواعد سے کھلی بغاوت نہیں؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود احمد رضا خان بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے

ہیں کہ:

”فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا معلوم شائد اس نے

یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔“

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین: ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

یہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ۹۹ پہلو ہو اور ایک پہلو اسلام کا اور اس نے کوئی تصریح نہ کی ہو تو ہم اسلام والے پہلو کو ہی مراد لیں گے تو پھر یہ کس قدر تعصب ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں معاذ اللہ اور جو معنی بریلوی اس سے لیتے ہیں اسے خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کفر کہہ رہے ہیں اور اس عبارت کا صحیح مطلب و مفہوم بھی واضح کر رہے ہیں تو اس سب کے باوجود انہیں کافر کہنا آخر کیوں؟

ایک اور انداز:

بریلویوں کے موجودہ نام نہاد مناظر اسلام مولوی حنیف قریشی صاحب نے ایک کتاب لکھی آزر کون۔؟ اس میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علاوہ ازیں ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے اور قرآن مجید کی آیت **وَتَقْلِبْکَ فِی السَّاجِدِیْنَ** سے بھی تعارض لازم آئے گا۔“

(آزر کون تھا؟ ص ۵۵ اسلامک بک کارپوریشن)

اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے مولوی امتیاز حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ایک بے لگام بے ادب مفتری نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پر سر عام طعن کرتے ہوئے کافر و مشرک آزر کو خلاف حقیقت بدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔“

(آزر کون تھا؟ ص ۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہے وہ:

- ۱۔ ان روایات کا منکر ہے جن میں نبی علیہ السلام کے نسب کی طہارت کا ذکر ہے۔
- ۲۔ قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرنے والا ہے۔
- ۳۔ بے لگام ہے۔
- ۴۔ بے ادب ہے۔
- ۵۔ مفتری ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے نسب پر سرعام طعن کرنے والا ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۵۷ پر ہے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں۔ تو اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مفتی حنیف قریشی صاحب ان پانچوں فتوؤں کا ہار بنا کر علامہ سیوطی کے گلے میں ڈالتے مگر چونکہ اس طرح کرنے پر روٹیوں کی جگہ جوتیاں ملتیں اس لئے کہنے لگے۔

”معارض صاحب نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کیلئے جلالین کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتا دیا کہ امام سیوطی آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں تو ایک ہی شخص کیلئے دو قول ہو لقبہ واسمہ تارخ وان ازعم ابراہیم کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال تو اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے لہذا معترض کا استدلال باطل ہوا۔ (ص ۵۷)

تو جناب اگر بقول آپ کہ اگر ایک گستاخ رسول کو اذاجاء الاحتمال کے اصول کے تحت چھوٹ دیجا سکتی ہے تو دوسروں کیلئے یہ اصول کیوں نہیں؟؟ یعنی آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت نانوتوی نے ختم زمانی کا اقرار کیا ہے پر تحذیر الناس میں انکار تو دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال لہذا اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یاد رہے کہ یہ صرف الزامی جواب ہے۔

ایک اور انداز

بریلوی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اپنے اپنے عقیدے کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے۔“

(تنویر الابصار: ص ۷: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اللہ اکبر! قارئین کرام! دیکھا اللہ نے کس طرح حق بات بریلوی مصنف کے مسلم سے نکلوادی حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے ہمارا اختلاف ہی یہی ہے کہ وہ ہمارے عقائد کی تشریح اپنے من مانے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اور پھر وہ عقائد جنہیں ہم بھی کفر کہتے ہیں ہماری طرف زبردستی منسوب کر کے کہتے ہیں کہ تم لا کھ بار کہو کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے ہم نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک تمہارا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہذا اس سے توبہ کرو۔

ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو کافر جانتے ہیں یہی ہمارا عقیدہ جسے ہم نے بدلائل ثابت بھی کر دیا ہے لہذا اب بریلوی حضرات کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہیں کہ نہیں معاذ اللہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت کے منکر ہو۔

تخذیر الناس کی تائید میں حوالہ جات

(۱) عارف باللہ حضرت مولانا رومیؒ آج سے کئی سو سال پہلے خاتم النبیین کا یہ مطلب بیان کر چکے ہیں جو حضرت نانوتوی نے بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

بہر ایں خاتم شد ست او کہ بجود
مثل او نی بود و نی خواہند بود
چونکہ در صنعت بردا دوست
نی تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی مولانا روم، دفتر ششم: ص ۱۰ طبع نولکشور پریس، و، ص ۱۸، ۱۹ محمود المطالع کانپور ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ: اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ فیض رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئینہ آپ کے مثل ہوئے جب کوئی استاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کاریگری اسی پر ختم ہے۔

یعنی آپ کے خاتم اسی لئے ہوئے کہ فیض رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئینہ آپ کا مثل ہوئے یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے۔

بتائے خاتم کے اس معنی میں جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بیان کئے، اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ معنی میں کیا فرق ہے؟

(۲) اسی طرح علامہ خفاجی اپنی کتاب ”شرح نسیم الریاض“ میں فرماتے ہیں:

انی عبد اللہ و خاتم النبیین و خاتم بکسر التاء و فتحها اخرهم و من بہ کمالهم۔

(شرح نسیم الریاض: ج ۳ ص ۳۱۔ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: خاتم تا کے کسرے اور فتح کے ساتھ بمعنی نبیوں کے آخر اور وہ ذات جس پر تمام نبیوں کا کمال ختم ہو گیا۔

یعنی ”خاتم“ کو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں ایک تو تا کے کسرے کے ساتھ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جو تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں مگر اسی خاتم سے ایک اور معنی بھی مفہوم ہوتا ہے جب آپ اس کو بفتح التاء پڑھیں تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے تو آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر ایک معنی یہ بھی ہے کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں ان تمام کے کمالات آپ پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔

(۳) حکیم ترمذی لکھتے ہیں:

”فاتوا محمد الفہو خاتم النبیین ومعناہ عندنا ان النبوة تمت باجمعا لمحمد ﷺ فجعل

قلبه لکمال النبوة وعاء علیہ ثم ختم“۔ (ختم الاولیاء، ص ۳۱)

(۴) شیخ عبدالکریم جیلی متوفی ۱۰۵۵ھ لکھتے ہیں:

”فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمة ولا ہدی ولا علما ولا سرا ولا وقد نبہ علیہ و اشار الیہ قدر ما یلیق بالنبیین لذلك السر اما تصریحاً و اما تلویحاً و اما اشارۃ و اما کنایۃ و اما استعارۃ و اما محکماً و اما مفسراً و اما موقلاً و اما متشابہاً الی غیر ذلک من انواع

الکمال البیان۔ فلم یبق لغيره مدخل فاستقل بالامر وختم النبوة لانه ما ترک شيئا يحتاج اليه الا وقد جاء به، فلا يجد الذي ياتي بعده من الكمل شيئا مما ينبغي انه ينبه عليه الا وقد فعل ﷺ ذلك فيتبعه هذا الكامل كما نبه عليه ويصير تابعاً فانقطع حكم النبوة التشريع بعده، وكان محمد ﷺ خاتم النبيين لانه جاء بالكمال ولم يجيء واحد بذاك

(الانسان الكامل في معرفته الاواخر والاوائل، ص ۱۱۹، ۱۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۵) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

”خاتم المرسلين ذكر العلماء في حكمه كونه خاتم النبيين والمرسلين اوجها منها ان يكون الختم بالرحمة وارا د الله ان لا يطول مكث امته تحت الارض اكراماله“۔

(شرح مواهب اللدنيہ، ج ۴، ص ۱۸۵، ۱۸۶، فی ذکر اسما، دار الكتب العلمية بيروت)

(۶) امام محمد بن يوسف صالحی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

”الخاتم بفتحها ذكرها ونقل ذلك عن ضبط ثعلب وكذا في المهمات لابن عساكر قال: واما الخاتم بالفتح فعمناه انه احسن الانبياء خلقا وخلقوا لانه ﷺ جمال الانبياء ﷺ كالخاتم الذي يتجمل به“۔

(سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، ج ۱، ص ۵۵۸ مطبوعہ قاہرہ)

(۷) نقی علی خان والد احمد رضا خان لکھتا ہے:

”اور آخر النبیین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور جو اس لفظ کو بموجب قرأت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین بفتح تا پڑھیں تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے“۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۲۶۳)

(۸) بریلوی مفتی اعظم افغانستان لکھتا ہے:

”یعنی جو بھی رتبہ عالم امکان میں تھا آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا اور ہر وہ نعمت جو خداوند تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے مقدر کر رکھی تھی آپ ﷺ پر تمام و کامل کر دی گئی اس لئے آپ کو خاتم النبیین بنایا“۔

(عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ، ص ۳۹)

اس عبارت میں بھی آپ ﷺ کو رتبہ اعتبار سے خاتم النبیین مانا گیا اس کتاب پر شاہ تراب الحق قادری اور پروفیسر مسعود احمد کی تقریظ ثبت ہیں۔

(۹) پیر محمد حسین شاہ علی پوری ابن پیر جماعت علی شاہ لکھتا ہے:

”آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسنہ اور احسناق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تشریف لاکر پورا کیا ہے۔“

(افضل الرسل ﷺ، ص ۱۳۳، انجمن خدام الصوفیہ دسکھ)

اس عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو صرف زمانی کے بجائے کمالات کے اعتبار سے مانا گیا ہے۔

بریلوی علماء کے فتاویٰ جات

تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

”قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہو گئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا جملہ آئمہ کرام مفسرین و محدثین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے اور اسی پر تو اتر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔“ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۳)

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

”حضور اقدس ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کر لے تو وہ کافر ہے۔“

(مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۶۸)
ما قبل میں جن علماء نے خاتم کا معنی آخری نبی کے علاوہ دیگر بھی کئے وہ ان فتاویٰ کی روشنی میں
معاذ اللہ سب کے سب کافر ٹھہرے بلکہ احمد سعید کاظمی تو برملا اعتراف کرتا ہے:
”ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم النبیین کی بے شمار ایسی تو جیہات نکلتی ہیں جو اس
کے مدلول قطعی معنی متواتر کی موید اور اس کی موافق ہوں کیونکہ قرآن مجید کا
ایک ایک حرف مطالب لاتعداد و لاطحسی کا حامل ہے۔“

(مقالات کاظمی، ج ۳، ص ۳۷۷)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اپنے مناظر غلام دستگیر قصوری کے حوالے سے لکھتا ہے:
”مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی
خاتمیت اضافی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں
کے اعتبار سے ہے اور نبی ﷺ کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے
انبیاء کے اعتبار سے ہے۔“ (تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۴)
بریلوی مولوی نے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کی تخصیص اسی زمین سے کر کے اپنے ہی مولوی کے
فتوے کی رو سے کفر کا ارتکاب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین کرام تحذیر الناس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ جس
طرح خاتم النبیین کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اسی طرح اسی خاتم
النبیین سے ایک معنی یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کے جتنے کمالات ہیں ان سب کے بھی
آپ ﷺ خاتم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اصل الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں آپ ہی کے فیض سے تمام
انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ہی کی ذات وہ بابرکت ذات ہے کہ جس کے وسیلے سے تمام
انبیاء علیہم السلام نور نبوت سے مستفیض ہوئے۔

حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا وہ کوئی جدید موقف
نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علماء و اکابر امت مختلف انداز میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں ختم
نبوت کا ایک معنی ”ختم مرتبی“ بھی ہے اس پر ہم علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ رومی رحمۃ اللہ

عالیہ و دیگر اکابر کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں۔ یہاں اس موقع پر اب ہم نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر نہ صرف اکابر امت بلکہ خود بریلوی اکابر کی بھی چند عبارات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا۔“ (مدارج النبوة: ج ۱ ص ۱۱۵)

(۲) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فالنبي ﷺ هو نبي الانبياء۔۔۔ فنبوته ورسالته اعم واعظم واكمل۔“ (الجاوی المشتاوی ج ۲ ص ۳۲۵)

سو نبی کریم ﷺ وہ نبی الانبیاء ہیں۔۔۔ آپ کی نبوت و رسالت زیادہ عام اور عظیم الشان و مکمل ہے۔

(۳) ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما هو ﷺ فنخو طب بيا ايها النبي و بيا ايها الرسول لكونه به موصوفا بجميع اوصاف المرسلين وفي قوله تعالى ولكن رسول الله وخاتم النبيين ايما الى ما ورد في بعض احاديث الاسراء جعلتك اول النبيين خلقا و اخرهم بعثا رواه البزاز من حديث ابي هريرة قال الامام فخر الدين الرازي بالحق ان محمدا ﷺ قبل الرسالة ما كان على شرع نبى من الانبياء و هو المختار عند المحققين من الحنفية لانه لم يكن امة نبى قط لكنه كان في مقام النبوة قبل الرسالة و كان يعمل بما هو الحق الذي ظهر عليه في مقام النبوة بالوحي الخفى والكشوف الصادقة من الشريعة ابراهيم وغيرها كذا نقله في شرح عمدة النسفي۔ وفيه دلالة على ان نبوته لم يكن منحصره فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولادته متصف بنبوت بل يدل حديث كنت نبيا و ادم بين الروح والجسد على انه موصوف بوصف النبوة في عالم الرواح قبل خلق الاشباح وهذا وصف خاص له لانه محمول على خلقه للنبوة واستعداده للرسالة كما يفهم من كلام الامام حجة الاسلام فانه

حینئذ لا یتتمیز عن غیرہ حتی یصلح ان یکون ممدحاً بهذا النعت بین الانام۔

(شرح فقہ الاکبر: ص ۱۳۴، ۱۳۵۔ دار الفرائس بیروت)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول کے ساتھ کیونکہ آپ تمام پیغمبروں کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اشارہ ہے اس کی طرف جو وارد ہوا معراج کی بعض احادیث میں کہ میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور بھیجنے میں سب سے آخری بنایا رواہ البزار عن ابی ہریرۃ۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے محققین حنفیہ کے نزدیک بھی یہ مختار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امتی نہ تھے لیکن آپ رسالت سے پہلے نبوت کے مقام پر تھے اور عمل کرتے تھے اس حق پر جو آپ پر ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وحی خفی اور کشف صادقہ کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام یا ان کی علاوہ کی شریعت سے اسی طرح قونوی نے شرح عمدہ میں نقل کیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں منحصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ ﷺ اپنی پیدائش کے دن سے ہی وصف نبوت سے موصوف ہیں بلکہ حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے حدیث کا یہ معنی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالت کیلئے تیار کیا ہوا تھا جیسا کہ سمجھا گیا ہے امام حجت الاسلام کے کلام سے۔ اس لئے کہ اس وقت آپ دوسروں سے ممتاز نہ ہوئے حتیٰ کے درست ہو کہ مخلوق کے درمیان اس وصف کے ساتھ آپ ہی کی تعریف کی جائے۔

(۴) علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام تقی المملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ”التعظیم والمنۃ فی تو منن بہ ولتصر نہ“ لکھا اور اس میں آیت مذکور سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور ﷺ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔

(نجدی الیقین: ۱۲۳ از احمد رضا خان صاحب)

بریلوی اکابر کے چند حوالے

(۵) مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ منصب نبوت میں اصل تھے گویا پیغمبروں کو آپ سے وہ نسبت تھی جو صوبوں کو وزیروں اور بادشاہوں سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم خلیفہ کا اصل کے سامنے باقی نہیں رہتا۔ آب و آمد و تمیم برحسانست دیکھو۔ قرآن نے توریت و انجیل کو منسوخ قرار دیا پیغمبر اس آفتاب ہدایت سے نسبت ستاروں کی رکھتے ہیں کہ اس سے نور حاصل کر کے اوروں کو راہ بتاتے ہیں اور اس کی غیبت میں لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں جس وقت آفتاب نکلتا ہے تمام عالم میں صرف اسی کا حکم جاری ہوتا ہے کسی کا دخل نہیں رہتا۔“

(انوار جمال مصطفیٰ: ص ۲۴۹)

عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی نقی علی کہتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کی روشنی اس کی ذاتی روشنی ہوتی کسی سے مستفاد نہیں اور ستاروں کی روشنی آفتاب سے مستفاد ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ آفتاب ہدایت ہیں کہ آپ وصف نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں مگر تمام انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے حاصل ہوئی۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے مولوی نقی علی خان نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا بریلوی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مانو تووی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی کہا باقی انبیاء کی نبوت کو عارضی جس کا جواب آگے آ رہا ہے لیکن اگر ہم بھی بریلوی حضرات کی طرح جہالت پر اتر آئیں تو ہم بھی یہاں کہہ سکتے ہیں کہ مولوی نقی علی خان صاحب نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا اور ”اصل“ کے مقابلے میں ”نقل“ آتی ہے تو گویا حضور ﷺ کی نبوت تو ”اصلی“ ہوئی اور باقی انبیاء کی نبوت ”نقلی“ معاذ اللہ۔ اسی طرح بعض بریلوی حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ”ذاتی“ اور ”عارضی“ کی تقسیم کر کے مانو تووی صاحب نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے مگر مولوی نقی علی خان کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہہ

رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو دیگر انبیاء سے ہی نسبت ہے جو بادشاہ کو وزیروں اور گورنروں سے ہوتی ہے کیا یہ ایک دوسرے پر فضیلت نہیں؟ کیا ہمارے بریلوی صاحبان یہاں پر بھی کچھ کہنا مناسب سمجھیں گے؟

(۶) بانی بریلویت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔“

(تجلی الیقین: ص ۲۳)

(۷) مولوی امجد علی اعظم گڑھی لکھتا ہے:

”حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا۔“

(بہار شریعت: حصہ اول، ص ۱۸ شیخ غلام علی اینڈ سنز)

(۸) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا تو نور تھا۔ تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پل نے، درخت نے، کسی عمارت نے، اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرا دیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا، روانی میں کمی ہو گئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا

من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جاں شدم

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگر

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سراجا منیر یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور ﷺ ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی ہیں فرعون یا مانی نمرودی ہزار ہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر مگر سمندر نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس

میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

(شان حبیب الرحمن: ص ۳۶، ۳۷، از ہر بک ڈپو آرام باغ کراچی)

قارئین کرام! اس عبارت کو غور سے پڑھیں مفتی صاحب نے تحذیر الناس ہی کے مضمون کو آسان انداز میں بیان کر دیا تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پھر حضرت نانوتوی نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کمی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور اس وقت سورج کی روشنی میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ روشنی ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے؟ ان کو برا کس لئے کہا جائے؟

مولوی محمد اسماعیل نقشبندی کو اس بات سے بڑی تکلیف ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کیلئے آفتاب اور باقی انبیاء کیلئے ستاروں کی مثال کیوں دی اور کیوں نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی کہا اس طرح تو نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جا رہی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

(عظمت حبیب کبریا اور عبارات کفریہ۔ مصدقہ مولوی حسن علی رضوی)

آفتاب و ستاروں کی وہی مثالیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے سرتے کر کے آپ کے اکابر نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کی اسی طرح اگر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذاتی نبوت“ کی اصطلاح استعمال فرمائی تو یہاں اسے ”اصلی نبوت“ سے تعبیر کر دیا گیا (ولا مشاحۃ فی الاصطلاحات) تو کیا مولوی اسماعیل صاحب یہاں اپنے اکابر پر بھی اسی طرح برسیں

گے؟ کس قدر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے کہ ایک طرف تو علمائے دیوبند کو یہ الزام دیا جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو دیگر انبیاء پر کیوں فضیلت دے رہے ہو؟ ایسا کرنے سے تو خود نبی کریم ﷺ سے منع کیا ہے۔ یعنی ہر حال میں ہم نے تم پر کفر و گستاخی کے فتوے لگانے ہیں کیونکہ ہمارے پیٹ کا دھندہ ہی اسی میں ہے ہمارے اعلیٰ حضرت بریلی میں جو کفر ساز مشین گن نصب کر کے گنتے تھے اس کی گن گھرج کو کسی طرح ہم نے خاموش نہیں ہونے دینا تا کہ انگریز سرکار لڑا اور حکومت کرو کہ اصول کے تحت ہم سے راضی ہو اور یوں اس مہنگائی کے دور میں ہم معاش کی فکر سے آزاد ہوں۔

اسی طرح بریلوی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی تو لکھا ہے کہ آخر النبیین کا ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ درجے میں سب سے آخر تھے آپ ﷺ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں ان کے خیال میں آخر کا لفظ ”اولیت مرتبی“ کے معنی میں ہے اور ”آخر النبیین“ کے معنی ”اول النبیین“ کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ ”خاتم“ ”خاتمیت مرتبی“ کا بیان ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

نماز قصی میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۰)

یعنی حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد قصی میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی یہ آپ ﷺ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد قصی کی اس نماز میں یہ راز پہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اول النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔ آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہاء مراد لی جائے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں اب بریلوی ہی بتائیں کیا مولوی احمد رضا خان صاحب نے خاتم النبیین کے متعارف معنی چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کیا؟ اگر مولوی احمد رضا خان اس حرکت پر مجرم نہیں تو کیا مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیا انگریز کو خوش کرنے کیلئے مجرم گردانا جا رہا ہے؟

مندرجہ بالا عبارات پر بریلوی فتوے
تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے۔“
(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۱۹۷)

اور غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”دوسرے انبیاء وصف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں حضور ﷺ بالذات متصف ہیں لہذا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۸)

ان حضرات نے نبوت کی ذاتی و عرضی تقسیم کو کفر و انکار ختم نبوت قرار دیا اس کا تفصیلی جواب تو آگے آ رہا ہے مگر یہاں بریلوی اکابر نے نبی اکرم ﷺ کیلئے اصل الانبیاء یعنی اصل کا لفظ استعمال کیا اور غلام مہر علی لکھتا ہے:

”یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۵۹۵)

گویا ذات و اصل ایک ہی چیز ہیں اب جن جن علماء نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اصل کی طرف تقسیم کی وہ سب ذاتی نبوت کے قائل ہو کر مندرجہ بالا علماء بریلویہ کے فتوے کی رو سے کافر و ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”یقیناً حضور ذاتی و زمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں اور حضور کی ختم نبوت ذاتی پر سینکڑوں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

جب نبی اکرم ﷺ کی ذاتی نبوت پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں تو بریلوی جواب دیں کہ وہ سینکڑوں دلائل ماننے والے معاذ اللہ کافر ہیں یا ان دلائل کو ماننے پر ختم نبوت کا انکار لازم کرنے والے

کافر ہیں؟

کاظمی صاحب کا شکوہ اور اس کا جواب

بریلوی رازی وغزالی لکھتا ہے:

”ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کیلئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔“

(مقالات کاظمی، ص ۵۱، ج ۱)

یہ حوالہ ان حضرات کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام نانوتویؒ نے تاخر زمانی یعنی آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے کے قائل تھے ہاں گلا یہ کہ تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتایا تو یہ بھی کاظمی صاحب کی سینہ زوری ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے لیکن ہم یہاں حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں بریلوی حضرات ذرا اس پر بھی کوئی فتویٰ لگائیں:

”فان الذی عمی عن خبر هذا، یظن ان خاتم النبیین تاویلہ انہ آخرہم
مبعثا فای منقبۃ فی هذا؟ وای علم فی هذا تاویل البطلۃ والجهلة۔“

(ختم الاولیاء، ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر حضرت نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا تو یہاں حکیم ترمذیؒ فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے آخری ماننا اس میں بھلا حضور کی کونسی تعریف ہے یہ معنی تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔ اب ہے کسی میں جرات فتویٰ لگانے کی؟

بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی آجائے

رضا خانی حضرات اس عبارات پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے دو مایہ ناز اعتراض ہیں جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

اعتراض: ۱: بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ یہاں بالفرض کا لفظ ہے لہذا عبارت ٹھیک ہے

ان سے چند استفسار کئے جاتے ہیں امید ہے وہ جواب دیں گے اگر کوئی کہے بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو کیا اس کی بینائی میں فرق نہیں آئے گا؟ اگر کوئی کہے بالفرض کوئی مسلمان اللہ کے الہ ہونے کے بعد کسی اور کو الہ مانے تو اس کے عقیدہ توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا اگر مسئلہ بالا عبارت ٹھیک ہیں تو تحذیر الناس کی عبارت بھی ٹھیک ہے۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۱، ص ۲۰۲)

جواب: مندرجہ بالا عبارات و سوال بالکل ٹھیک ہیں لہذا اب تحذیر الناس کو بھی ٹھیک مانو اس لئے کہ ان میں صرف فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف فرض کر لینے سے کہ فرض کر لو کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو واقعہ اس کی بینائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ تو صرف فرض کرنا ہے فرق تو تب آئے گا جب حقیقت بھی اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔ دیکھو مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

”ٹھیک ہے یہ شرط یہ ہے جس کیلئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱)

تو کیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آگیا؟ ایک بریلوی مجھے کہنے لگا کہ فرض کر لو کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں نے کہا کہ بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے فرض کر لیا اب بھی وہ میری بیوی ہے تو کہتا ہے کہ پھر دونہ جب فرق نہیں آئے گا میں نے کہا بے وقوف جب دے دوں گا تو فرض تھوڑی رہے گا وہ تو حقیقت ہو جائے گا۔ ان بیوقوفوں کو ابھی تک قضیہ فرضیہ اور قضیہ حقیقیہ میں فرق معلوم نہ ہو سکا اور اسی کا گلہ قمر الدین سیالوی صاحب نے بھی کیا کہ ہمارے لوگوں سے یہی غلطی یہاں ہوئی۔

اعتراض ۲: نا تو تو ی صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد

اگر بالفرض کوئی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ جب مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہئے کیونکہ مقدم تالی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۲، ص ۷۳۴)

اور تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

جیسے تھوڑی دیر کینے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے یعنی لو کان فیہما الہۃ تو نظام کائنات برباد ہو جائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً باطل ہے اس طرح فرض کرنے سے تو کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بجائے خود کفر ہے..... لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے لو کان فیہما الہۃ الا اللہ لفساد یعنی نہ اور خدا تھے نہ زمین و آسمان برباد ہوئے اب نانو تووی صاحب کا جملہ دیکھئے ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“ یہ دو جملے اوپر بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ بنتا ہی نہیں اگر بالفرض (یعنی لو) بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا نفی ثانی کی بناء پر نفی اول نہیں دیکھئے اگر یوں لکھے: ”نہ کوئی نبی آیا، نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا“ اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی مگر پرستان تحذیر الناس کہتے ہیں کہ نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا اس طرح نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت کا کلیہ فٹ نہیں بیٹھتا لہذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے ہمیں دے حبار ہے ہیں۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۷۱، ۲۷۲)

جواب: یہ بھی ان دونوں حضرات کی جہالت ہے اس لئے کہ ہم ماقبل میں بریلوی اکابر کے حوالے ہی سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مگر یہ جاہل یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں فرق آئے گا

مولانا نانوتویؒ کی تو عبارت ہی غلط ہے ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں:

لوعاش ابراہیم و صار انبیاء کذا لوصار عمر نبیالکنا من اتباعہ علیہ السلام (موضوعات کبریٰ، ص ۱۹۲)

اگر آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے۔

ان حضرات کے اصول کے مطابق یہ عبارت غلط بلکہ کفر ہے کیونکہ ملا علی قاری یہی کہہ رہے ہیں کہ ان حضرات کے آنے سے بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ آپ ہی کے تابع اور آپ ﷺ کی نبوت کے واسطے سے ہوتے جو حضرات حضرت نانوتویؒ کی عبارت کو غلط کہہ رہے ہیں وہ ملا علی قاریؒ کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ صادر کریں۔

پھر آپ کا یہ کہنا بھی سراسر سینہ زوری ہے کہ اگر نبی آجائے تو آپ ﷺ کی نبوت پر فرق پڑے گا مگر نانوتوی صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ حضرت نانوتویؒ یہاں سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں جو فرق آنے یا نہ آنے کا سوال ہو وہ تو یہ قضیہ فرضیہ ”ختم نبوت رتبی“ کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ اس صورت میں بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی ”میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ اس نئے نبی کی نبوت بھی آپ ہی اسے مستفاد ہوگی۔ فافہم۔

بریلویوں کے دادا امام مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اس آیت یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل

اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر آپ کا زمانہ پاتے آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق

اور تائید آپ کی کرتے۔“ (سرور القلوب؛ ص ۲۲۶ شبیر برادرز)

اب بتائے جب اور پیغمبر آپ کے زمانہ پاتے تو کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں منسرق آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہو گا کہ آپ ختم نبوت میں اصل اصول ٹھہرے آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح و جسد کا علاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑے گا پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت ذاتی

بھی ساتھ قائم ہو گئی اب ایمان کیلئے ختم نبوت ذاتی اور زمانی دونوں کا تسلیم کرنا لازم ہوا۔ مولوی نقی علی خان صاحب نے اگر کے لفظ کے ساتھ قضیہ شرطیہ بیان کیا جس کیلئے تحقیق ضروری نہیں یہی بات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

مگر ان تمام حضرات کی عبارات کو چھوڑ کر صرف حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لگانا اگر مولوی احمد رضا خان کے ایصال ثواب کیلئے نہیں تو کیا انگریزوں کے کھاتے میں ڈالنے کیلئے تھا؟

نیز اگر یہ حضرات اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے تو ان کے علم میں ہوتا کہ قضیہ شرطیہ کبھی اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے جب مقدم کاذب ہوتا لی صادق ہو اس کی مثال یوں دیتے ہیں ان کاں زید حمار اکان حیوانا (قطبی، ص ۱۱۳) اگر زید حمار ہو تو حیوان ہو۔ زید ایک انسان ہے اس کا حمار ہونا جھوٹ ہے لیکن بصورت حمار ہونے کے اس کا جائد از ہونا لازم ہے اگرچہ جائد اروہ پہلے سے ہے۔ اسی طرح سمجھو آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے یہ جھوٹ ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی لیکن بالفرض آ بھی جائے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ پس جس طرح قطبی کی مثال میں مقدم کاذب تالی صادق اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہے۔ مگر ان جہلاء کے نزدیک تو خیر سے ان جملوں کی معنوی ساخت ہی غلط ہے۔

نیز جس کو آپ قاعدہ کلیہ کہہ رہے ہیں علماء نحو و بلاغت نے اس کے قاعدہ کلیہ ہونے پر سخت تنقید کی ہے (دیکھو عقود الجمان مع الشرح، ص ۱۳۱، ۱۳۲، حاشیۃ الخضر علی شرح ابن عقیل، ج ۲، ص ۱۲۷، ۱۲۸) ملا جامی حرف لو کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس سے کسی چیز کے اسمتر ار و دوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے پھر مثال دیتے ہیں لو اھانسی، لا کر متہ اگر وہ میری تو ہیں کرتا تو میں اس کی عزت کرنا۔ جب دوسرے کی طرف سے تو ہیں کے باوجود ادھر سے عزت ہے تو ادھر سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہوگی (شرح جامی، ص ۳۹۷) اسی طرح سمجھو کہ اگر بالفرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی آپ کیلئے خاتمیت رتبی پائی جاتی اور جب آپ کیلئے خاتمیت زمانی ثابت ہے تو دلالتہ النص کے طور پر خاتمیت رتبی بدرجہ اولیٰ پائی گئی۔

علامہ ابن ہمشام نے معنی اللیب عن کتاب الاعاریب، ص ۷۲ تا ۷۳ پر لو کے معنی پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کی تصریح کی ہے کہ لو شرط اور جواب دونوں کے امتناع کیلئے آتا ہے مگر کہیں یہ قاعدہ باطل ٹھراتا ہے پھر اس پر کئی مثالیں دی ہیں ہم صرف ایک آیت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ (الانعام ۱۱۱)

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں (کنز الایمان)

اس آیت کا معنی تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دئے جاتے تو یہ تب بھی ایمان نہ لاتے الا یہ کہ اللہ چاہے۔ اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو دلالت النص کے طور پر بدرجہ اولی ایمان نہ لائے مگر تبسم شاہ کے قاعدے کے مطابق اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ان کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کا قاعدہ کلیہ تو یہ تھا:

”لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا“

نبی فرض کرنا

نانو تو ی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو جبکہ حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہے آپ کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا کفر اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا کہ بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا تب ضرور نبی ﷺ کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے۔

جواب:

اگر یہ کفر ہے تو مظلوم نانو تو ی ہی اس کفر میں معاذ اللہ تنہا نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر فرضاً دریں امت پیغمبر مبعوث نہ شد موافق فقہ حنفی عمل میگرد۔
اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

(مکتوبات مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی مکتوب ۲۸۲، جلد دوم ص ۵۳۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی)

(۲) فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدان جہاد میں اگر کوئی پیغمبر کسی مسلمان کی اوٹ میں آجائے تو مسلمان کیا کرے آپ نے فرمایا یسئل ذالک النبی، یہ مسئلہ اس نبی سے پوچھ لیا جائے۔

(الاشباہ والظائر ص ۲۷۳)

(۳) احمد یار گجراتی صاحب کہتے ہیں کہ:

اگر قادیانی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوتا۔

(نور العرفان ص ۱۶۶ سورۃ انعام آیت ۸۴)

اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا فرق ہے؟ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اگر مرزا نبی ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا حالانکہ آپ کے اصول کے تحت یہ سراسر کفر ہے اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج اگر کسی نے اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کر دیا تو معاذ اللہ اس کا نبی ہونا درست ہو جائے گا؟ حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو تب بھی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اگر محض فرض کر لینے سے امکان نبوت اور انکار نبوت لازم آرہا ہے تو فتویٰ صرف حضرت نانوتویؒ پر کیوں ہے۔؟؟ ان حضرات پر بھی تو کچھ لب کشائی فرمائیں۔

نمن تنہادر مینحانمستم

جنید و شبلی و عطار ہمست

(۴) بریلوی فقیہ ملت لکھتا ہے:

”بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۹)

(۵) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرعی پر صحیح و جائز اطلاق ہے۔“
(عرفان شریعت، ص ۸۴)

ان عبارات میں ”اگر“ کا لفظ ہے جو عربی ”لو“ کے معنی کیلئے آتا ہے اور لو فرض کیلئے آتا ہے۔
(سبحان السبوح، ص ۱۳۹)

(۶) مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”پھر اگر عبدالحی صاحب کی اگر یہ بات مان لی جائے جیسا کہ وہابی باور کراتے ہیں تو پھر ان کی کتابوں میں یہ تو بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی پاک کے بعد غیر تشریفی نبی آ سکتا ہے صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ص ۳۶۱، ج ۱)

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کو بریلوی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں چنانچہ عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

”دیوبندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالم دین حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کثرت تصانیف کی بناء پر اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایں خیال است و محال است وجنوں۔“

(تنبیہات، ص ۱۲۴)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی نبی کو فرض کرنا بھی کفر ہے۔“
(مقیاس حنفیت، ص ۲۱۰)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

”اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور

تخذیر الناس کی عبارات کی توضیح پر اعتراضات کا جائزہ
یہ اعتراضات زیادہ تر عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ سے لئے گئے ہیں

اعتراض نمبر ۱:

خاتم النبیین کے معنی سب میں آخری نبی ہونے کو جو تفاسیر و احادیث اور
اجماع امت سے قطعی اور متواتر طور پر ثابت ہو چکے ہیں انہیں عوام اور جاہلوں کا خیال بتانا انہیں
یعنی حضور علیہ السلام صحابہ کرام آئمہ دین کو کوتاہ فہم ٹھہرانا تمام امت کو عوام اور نا فہم قرار دینا۔ یہ
سب کفر ہے۔

جواب:

یہ اعتراض سراسر جاہلانہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے اس آیت کے معنی آحسنری نبی
ہونے کو عوام اور کوتاہ فہم کا عقیدہ برگز نہیں کہا اس لئے کہ اس آیت کے معنی آخری نبی ہونا تو خود
حضرت نانوتویؒ کو بھی مسلم ہے انہوں نے اس آیت کے معنی کو صرف آخری نبی ہونے میں منحصر
کرنے کو عوام کا خیال بتایا۔

یعنی اس کے ظاہر معنی تو یہی ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ پر نبوت ختم
ہے مگر راسخین فی العلم کے ہاں اس آیت سے نہ صرف حضور ﷺ کا ختم نبوت زمانی ہونا ثابت
ہو رہا ہے بلکہ ختم نبوت مرتبی کا بھی اثبات ہو رہا ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں
(فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۴۰۱)

اسی طرح مولوی احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ:

”اغنم عینک ان جعلتک اخر الانبیاء کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا ہے کہ میں نے
تمہیں سب سے پہچلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں اے رب میرے۔ ارشاد فرمایا
میں نے انہیں اس لئے سب سے پہچھی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے
سامنے رسوا کروں۔“

(ملفوظات، حصہ سوم۔ ص ۳۱۲)

حضور ﷺ کو اس کا افسوس نہ ہونا اپنی جگہ مسلم لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور ٹپکتی ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے خیال میں کہ حضور ﷺ اپنے آخری نبی ہونا پر چنداں خوش بھی نہ تھے، اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف اس امت کا اعزاز تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت کوئی نہ تھی۔ العیاذ باللہ۔ کہنے بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی کسی قسم کا فتویٰ لگانے کی جرات کریں گے؟

اعتراض نمبر ۲:

معنی متواتر قطعی جو ثابت بالحدیث واجماع ہیں کچھ فضیلت نہ ماننا (یہ بھی

کفر ہے۔۔)

جواب:

یہ بھی آپ کا دجل و فریب ہے اور یہی دجل و فریب احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین کیا۔ حضرت نانوتویؒ نے تارخ زمانی میں بالذات افضلیت ہونے کا انکار کیا ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کا انکار کیا ہے۔ بالذات فضیلت اور مطلقاً فضیلت میں زمین آسمان کا فرق ہے جیسا کہ اہل لسان پر مخفی نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے

اگر تارخ زمانی یعنی صرف بعد میں آنا ہی فضیلت کا باعث تو حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے افضل مانیں.....؟ مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حضرت نانوتویؒ بھی کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا یقیناً فضیلت کا باعث ہے لیکن فضیلت کا باعث صرف اسی ایک وصف کو سمجھنا اور فضیلت کو اسی میں منحصر کرنا یہ درست نہیں۔

اعتراض نمبر ۳:

اعلیٰ حضرت نے تحذیر الناس کی جو عبارات نقل کی ہے ان میں سے ہر ایک مستقل کفر ہے لہذا عبارات کو آگے پیچھے نقل کر کے بددیانتی کا الزام لگانا درست نہیں۔

جواب:

اگر ہر عبارت کو معاذ اللہ مستقل کفر جانا جائے تو احمد رضا خان صاحب نے تحذیر

الناس کی ایک عبارت یہ نقل کی کہ:

”بلکہ بالغرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۷۰ مکتبہ المدینہ)

یہ کٹرا تذییر الناس ص ۶۵ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اہلسنت سے لیا گیا ہے۔ اگر اس عبارت کو بھی معاذ اللہ مستقل کفر مانا جائے تو خود احمد رضا خان کافر ہو جاتا ہے کہ وہ خود ملفوظات میں کہتا ہے

عرض: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں۔

ارشاد: جمہور کا مذہب یہی اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے۔ اور الیاس علیہ السلام بر (خشکی) میں ہیں پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۸۰، فرید بک سال، غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

غور فرمائیں جب یہ چار نبی زندہ ہیں اب تک تو لامحالہ نبی علیہ السلام کے زمانے (ظاہری حیات) میں بھی زندہ ہو گئے تو حضرت نانوتوی کا یہ ہنا کہ بالغرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی ہے۔

اگر معاذ اللہ کفر ہے تو احمد رضا خان نے ان سے بھی بڑھ کر کفر کیا کہ حضرت نانوتوی تو قضیہ فرضیہ مان رہے ہیں اور وہ بھی ایک نبی کیلئے اور رضا خان صاحب قضیہ حقیقیہ مان رہے ہیں وہ بھی چار انبیاء کیلئے۔

اعتراض نمبر ۴:

خاتم النبیین کا یہ معنی کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض نبی ہیں کس حدیث میں ہے اور کونسی تفسیر میں ہے۔

جواب:

لگتا ہے سیالوی صاحب آپ کو اب تک ذاتی اور عرضی کا معنی ہی معلوم نہیں اور اسے

اردو والا ذاتی اور عرضی سمجھ رہے ہیں تو سنئے
ملا مبین شرح سلم العلوم میں فرماتے ہیں۔

الذاتی فی اللغة ما كان منسوباً الى الذات فی الاصطلاح هو مالیس

لعارض۔ (ص ۱۱۲)

ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔

تو جناب اس تعریف کی بناء پر حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں کا معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ جب سے نبوت کی شان سے آرسہ ہیں آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں پھر نبوت ملی ہو۔

جیسا کہ حدیث ہے کہ کنت نبیاً وادم بین الماء والجسد

اور شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

الخامس ان یکون دائم الثبوت للموضوع وما لا یدوم هو

العرضی۔ السادس ان یحصل لموضوعه بلا واسطۃ و فی مقابلته العرضی۔

(مطالع الانوار فی الحکمۃ والمنطق للقاظمی سراج: ص ۶۵ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ)

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے چھٹا معنی یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کیلئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور ہمیشہ تک ثابت رہے گی اور چونکہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے اور چھٹے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلا واسطہ ہے اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔

بتائیے قرآن کی کوئی آیت اور کوئی حدیث اس کے معارض ہے۔؟؟

چلیں ہم اسے آپ کے والد صاحب اشرف سیالوی صاحب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں وہ لکھتے

ہیں۔

تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمۃ للعالمین کی بدولت اور آپ کے طفیل ہیں
(کوثر الخیرات ص ۹۹)

یہ الگ بات ہے کہ آپ کے والد صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے اور آپ کا اور اشرف
سیالوی کا اب جدید عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پہلے سے نبی نہ تھے بلکہ ۴۰ سال کی عمر میں
آپ کو نبوت دی گئی۔

پس جب یہ ثابت ہوا کہ نبوت باعرض کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے نبی ہیں اور آپ کو
نبوت بلا واسطہ ملی اور باقی انبیاء کی نبوت باعرض ہے کہ ان کو نبوت آپ کے واسطے اور آپ کے
بعد ملی تو اب نبوت بالذات اور نبوت باعرض کی قرآن وحدیث سے ایک ایک دلیل بھی ملاحظہ
فرمائیں تاکہ آپ کا مطالبہ پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا
مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ

یہ آیت اس بات کا واضح بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرتبہ نبوت پر
فائز کیا اور دوسرے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر بالفرض وہ بھی آپ کے زمانے میں ہوں تو آپ
ﷺ کی پیروی کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہیں۔

آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

امام علامہ تقی المملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں
ایک نفیس رسالہ ”التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ ولتنصرن“ لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے
ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین
اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد و کنت نبیا و آدم بن
الروح والجسد اپنے معنی حقیقی پر ہے، اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانے میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور

کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور و نشور ہوگا جب حضور کے زیر لوا آدم و من سوا کافر سل و انبیاء ہو گئے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔۔۔ محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔۔۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی سب تابع و طفیل۔

(تجلی الیقین ۲۲/۲۳/۲۴، پروگریسو بکس لاہور)

الحمد للہ سیالوی صاحب ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب ذرا ہماری گزارش بھی سن لیں۔

آپ نے کہا کہ حضرت نانوتویؒ نے یہ معنی کس حدیث کس تفسیر میں ہے۔ اسی طرح اپنی کتاب کے ص ۲۰۱ پر لکھتے ہیں کہ:

”جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ کافر ہے۔“

دوسری طرف احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

اقول توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے باز آنا جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کر کے اسے راضی کرنا اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عز و جل کا ہر گنہگار حضور سید عالم ﷺ کا گنہگار ہے قال اللہ تعالیٰ من يطع الرسول فقد اطاع اللہ و یلزمہ عکس النقیض من لم يطع اللہ لم يطع الرسول وهو معنی قولنا من عصی اللہ فقہ عصی الرسول اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ و رسول کو راضی کرو قال اللہ تعالیٰ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔۔۔

یہ نفیس فوائد کہ استطراد ازبان پر آگئے قابل حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے۔

(جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوة ص ۴۸، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۱۹۹۸)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو توبہ کا مطلب اور ان آیات میں نے جو نکتہ بیان کیا ہے وہ میرے اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ یہ فوائد یا نکات یا تفسیر جو بھی آپ کہہ لیں کسی حدیث یا تفسیر میں ہے؟

اگر ہیں تو احمد رضا خان صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونا لازم آرہا ہے، اگر نہیں تو آپ کے فتوے کی رو سے کافر، کہئے کیا جواب ہے؟ میرے خیال میں کافر کہنے سے کاذب تسلیم کر لینا زیادہ آسان رہے گا۔

آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران: ۹۲)

شب برات کا حصہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اس سے مستنبط ہے۔
(نور العرفان ص ۴۱، نعیمی کتب خانہ)

کہئے جناب اس آیت کی تفسیر میں ”شب برات کا حلوہ“ کس مسلم بین الغریقتین مفسر نے کیا ہے؟

آنجناب تو بزرگ خورشید مناظر اعظم صاحب اور اشرف العلماء کے فرزند ہیں کئی تفاسیروں کا مطالعہ کر چکے ہونگے ورنہ اپنا فتویٰ تو آپ کو یاد ہی ہوگا۔

اعتراض نمبر ۵:

اگر ایک آدمی نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر قرار دے لیکن آیت کریمہ اقموا الصلوٰۃ کا معنی تبدیل کرتے ہوئے اس کا معنی ورزش کرنا قرار دے تو کیا وہ کافر نہیں ہو جائے گا تو جو حکم اس کا ہوگا وہی حکم نانوتوی صاحب کا ہوگا۔

جواب:

آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق بلکہ جہالت ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی خاتم النبیین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ وہی معنی بیان کئے جو قرآن و سنت سے ثابت اور جس پر اجماع امت ہے اگر انہوں نے خاتم زمانی کے ساتھ خاتم مرتبی کو بیان کر دیا تو دونوں میں کوئی منافات نہیں بلکہ خاتم زمانی خاتم مرتبی کو لازم ہے۔

دیکھیں سورۃ بقرۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل

میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا قاتل کیلئے بچھڑا ذبح کیا گیا۔ مگر دوسری طرف صوفیاء کا گروہ اس واقعہ کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ بقرہ سے مراد نفس ہے چنانچہ خود احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

ہر قوم بچھڑے کی پجاری ہے جو چیز رب سے غافل کرے وہی بچھڑا ہے۔۔ الخ

(تفسیر نعیمی ص ۳۴۱)

اب بتائیے کیا احمد یار گجراتی بقرہ کی یہ تفسیر کر کے تفسیر ماثورہ کے منکر ہو گئے۔۔؟؟

اسکی ایک اور مثال سمجھئے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں قرآن پاک کو شفاء کہا ہے ایک عالم کہتا ہے کہ اگر اس کو شفاء جسمانی و روحانی دونوں سے مطلق رکھائے تب تو دونوں صحتوں کی شفاء مراد ہوگی۔ لیکن اگر ایک ہی مراد ہو تو قرآن کریم کے شایان شان شفاء روحانی ہے۔ تو ظاہر ہے کوئی احق بھی اس سے یہ نہیں سمجھے گا کہ اس نے قرآن کی شفاء جسمانی کی تائیسیر سے انکار کر دیا۔ مگر براہوتعصب کا کہ سیالوی صاحب اور ان کی جماعت کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔ شاید سیالوی صاحب کے نزدیک کچھ لکھ دینے کا نام ہی جواب ہوتا ہے۔

سیالوی صاحب کے ان لچر اعتراضات کو دیکھ کر یقین آ گیا کہ سیالوی صاحب بریلی جانے والے کام کر رہے ہیں۔

(بریلی جانے کا کام کیا: مقولہ بریلی میں چند سال پیشتر بہت بڑا پاگل خانہ تھا۔۔۔۔۔ اس شخص کی نسبت کہتے ہیں جو پاگلوں کی کوئی حرکت یا خلاف عقل کوئی کام کرے۔ نور اللغات ص ۶۲۱ ج ۱)

اعتراض نمبر ۶:

نانوتوی صاحب نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی بالذات مانا باقی انبیاء کی نبوت کو باعرض اس سے تو باقی انبیاء کی نبوت کا انکار ہو جائیگا اس لئے کہ جو کسی وصف سے باعرض موصوف ہو اس کے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے۔ جیسے جالس فی السفینۃ کو بھی متحرک کہا جاتا ہے کشتی وصف متحرک کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور جو اس میں سوار ہے وہ مجازاً متصف تو اس سے اسکی نفی کرنا بھی جائز ہے۔

جواب:

ہم نے اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں بالذات اور باعرض کی وضاحت قدرے تفصیل سے کر دی ہے اس کو دوبارہ پڑھ لیں۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی نبوت اور رسالت حق ہے پر جناب رسول علیہ السلام کے درجہ کا کوئی نہیں آپؐ کی نبوت بالذات یعنی اولاً اور باقی انبیاء کی نبوت آپ کے فیض اور واسطے سے ہے۔

معرض صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ واسطہ فی العروض میں وصف کی نفی بالذات کی ہوتی ہے نہ کہ وصف باعرض کی جالس فی السفینہ سے حرکت کی نفی نہیں بلکہ بالذات حرکت کی نفی ہے اور جالس فی السفینہ متحرک باعرض ہوتا ہے اس سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ لہذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے باعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے ثابت ہی کب ہے۔ فافہم۔

اعتراض نمبر ۷:

نانوتوی صاحب نے لکھا کہ آپ ﷺ کو نبوت قدیم عطا فرمائی اور دیگر انبیاء کو نبوت حادث عطا فرمائی۔ جب آپ خود حادث ہیں تو نبوت جو صفت ہے آپ کو وہ کیسے قدیم ثابت ہوگی۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۰)

جواب:

خدا آپ کو عبارت سمجھنے کی توفیق دے حضرت مولانا نانوتویؒ کی عبارت میں قدم و حدوث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور یہاں پر ”قدم“ ”مقدم“ کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں:

”علاوہ بریں حدیث کنت نبیاً وادم بین الماء والطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود۔۔۔ ذنوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جابہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جاعرضی اور فرق قدم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام

اختصاص میں یوں نہ فرماتے۔“ (تحدیر الناس ص ۵۰)

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی“ (تحدیر

الناس ص ۴۳)

یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا یہ دائمی نورانی ہے حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا موصوف بالنبوۃ فرمایا حضرت لکھتے ہیں کہ:

”آپ موصوف بالوصف نبوۃ بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف

نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض

نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے

ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔“ (تحدیر الناس ص ۴۴)

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی لفظ قدم سے مراد کیا تھی آپ اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرما رہے تھے ازلی کے مضمون میں نہیں۔ اگر بریلویوں کے نزدیک اس قسم کے لچر اعتراضات کا نام ”کفر“ تو ایک عدد کفر کا فتویٰ ”محکمہ آثار قدیمہ“ پر بھی لگا دیں کیا بریلوی یہاں ”قدیمہ“ کا معنی ”ازلی“ کریں گے؟

بریلویوں کے اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے نورنبیک اور کنت نبیا کا مصداق حقیقت

محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ ہونا بیان فرمایا ہے جس سے قدم نبوت واضح ہوتا

ہے۔“ (کوثر الخیرات ص ۹۶)

امید کرتا ہوں کہ جو فتویٰ بریلویوں نے حضرت حجۃ الاسلام کیلئے تجویز کیا تھا وہی اشرف سیالوی صاحب پر بھی لگائیں گے ورنہ بروز قیامت اس نا انصافی پر خدا کو کیا جواب دیں گے؟ علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ”قدم“ کے ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ:

هو کون الشیء غیر محتاج الی الغیر۔“

(التعریفات: ص ۱۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

کہ کسی شے کا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا۔

تو یہاں بھی حضور ﷺ کے وصف نبوت کے قدیم ہونے سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں ہیں،

اعتراض نمبر ۸:

سیالوی صاحب بالفرض والی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:
ان کے نزدیک اگر نیا نبی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہو گئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہو گئی کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۱، رد شهاب ثاقب ۲۳۳)

جواب:

اس اعتراض کا جواب ایک مثال کے ذریعہ سمجھیں
آفتاب کا طلوع ملزوم ہے اور دن کا ہونا اسکو لازم ہے۔ اگر ہم دن کے وقت کسی دوسرے آفتاب کا وجود فرض کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ چونکہ یہ دوسرا اسی کا نائب اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اس لئے آفتاب کی خاتمیت مرتبی قائم ہے۔ تو اس منسرخ سے آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا نقصان پہنچے گا؟
کیا آپ کے خیال میں رات ہو جائیگی؟ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا پھر جب ملزوم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔

اعتراض نمبر ۹:

نانو تو ی صاحب نے ختم زمانی کا مقام مدح میں ہونے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں جبکہ خود حضور نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔ (ملخصاً ص ۱۹۱ عبارات اکابر)

جواب:

یہ اعتراض بھی بالکل جاہلانہ ہے۔ حضرت نے ختم نبوت زمانی کی فضیلت مطلقہ کا ہرگز انکار نہیں کیا جیسا کہ بریلوی سمجھ رہے ہیں ہم بار بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اگر وہ اسکے منکر ہوتے تو تحذیر الناس میں جگہ جگہ نبی علیہ السلام کیسے اس کا اثبات کیوں کرتے؟

بلکہ حضرت نانوتویؒ خاتم النبیین کو خاتم زمانی کے معنی ہی میں منحصر کر دینے اور بالذات اسی کو مقام مدح اور مقام فضیلت ماننے کے منکر ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے: قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔

پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ باعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ صحیح ہوگا ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور ﷺ کی نہایت اعلیٰ صفت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

نانوتوی صاحب نے کہا کہ موصوف باعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس طرح تو آپ ﷺ کے بعد کسی کو ایمان اور صاحب علم نہیں ہونا چاہئے کہ تحذیر الناس میں ہے کہ آپ ﷺ ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں باقی باعرض۔
ملخصاً (عبارات اکابر ص ۱۹۹)

جواب:

یہاں پر بھی آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ موصوف باعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف باعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہاء ہو جائے۔

مثال:

کائنات موجود ہیں کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سنتا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی فانی ہے جب یہ فانی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں وجود ذاتی نہ ہوا بلکہ وجود عرضی ہوا تو کائنات وجود کے ساتھ بالعرض ہے اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا ہے جس کا وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے چونکہ اس کا وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بے کار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

تو اب سمجھیں کہ نبی ﷺ ایمان سے موصوف بالذات ہیں یعنی آپ علیہ السلام سب سے اول ایمان سے متصف ہیں اور باقی آپ کے واسطے آپ کے فیض سے متصف ہیں سو باقی افراد کا ایمان بالعرض ہوا اور آپ کا بالذات جس طرح کہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ :

اور بالفرض یہی معنی ہو جو آپ لے رہے ہیں تب بھی ہمارے مخالف نہیں کہ نبی علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر فائز تھے یقیناً آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا نہ ہو سکے گا۔

اعتراض نمبر ۱۱:

مفتی شفیع صاحب نے ہدیۃ المہدیین میں لکھا کہ اس آیت سے آپ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے جو اسکے علاوہ کوئی اور معنی نہیں۔ مولانا اور یس صاحب نے مسک الختام میں یہی کہا۔ اور یہی کچھ آپ کے بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

جواب:

حضرت مفتی شفیع صاحب یا حضرت مولانا اور یس صاحب یا ہمارے دیگر اکابر کی ان عبارات میں ”حصر حقیقی“ نہیں بلکہ ”اضافی“ ہے ان حضرات کی یہ کتابیں مرزائیوں کی رد میں ہیں مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ان کتابوں میں ان کی ملحدانہ تاویلات اور تخصیصات کا رد کیا گیا ہے ان عبارت میں مسیح حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدة ہے۔ اس کی نظیر ہم خود احمد رضا خان صاحب سے پیش کر دیتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب جزاء اللہ عدوہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ”علامہ حقی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے اس پر ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے عین رکن ہیں (۱) ندامت گزشتہ معصیت پر (۲) ترک فی الحال (۳) اور آئندہ اس گناہ سے بار رہنے کا پختہ ارادہ۔

فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

المقصود الحصر بالنسبہ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر

یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کیلئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کیلئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حقی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کو توبہ کی قبولیت کیلئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس امور شاقہ کی ضرورت نہیں۔ (جز آء اللہ عدوہ ص ۲۵، ۲۶)

پس جس طرح حقی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقہ قرار دیا ہے اسی طرح مفتی شفیع صاحب یا مولانا اور یس صاحب یا صاحب روح المعانی کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تاویلات الملاحدہ ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

تمام امت کا حصر پر اجماع ہے کہ آیت خاتم النبیین سے صرف اور صرف تاخر زمانی مراد ہے بس۔

جواب:

ہرگز نہیں یہ سراسر سینہ زوری ہے آپ قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف اور صرف ”ختم زمانی“ ثابت ہے بس اور کچھ نہیں۔ اگر کہیں حصر ہے تو وہ حصر اضافی ہے نہ حصر حقیقی۔ اور حصر پر اجماع ہو بھی کیسے سکتا ہے جب خود آقا کریم ﷺ کا ارشاد پاک

ہے کہ:

لکل آية ظهر و بطن و لكل حرف حد و لكل حدم مطلع

علامہ سیوطی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ظهر سے مراد وہ معانی ہیں جو ظاہر کے اعتبار سے اہل علم کیلئے کھول دئے گئے ہیں اور بطن سے مراد وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جس ہر اللہ تعالیٰ صرف ارباب حقائق کو آگاہ کرتا ہے ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

ان ظهرها ما ظهرها من معانيها لاهل العلم بالظاهر و بطنها ما تضمنته من الاسرار التي اطلع الله عليها ارباب الحقائق۔ (الاتقان في علوم القرآن
ج ۲، ص ۳۶۶، ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ)

اور آگے اس حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں کہ:

لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوها

(الاتقان في علوم القرآن: ج ۲، ص ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ)

آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کیسے متعدد توجیہات نہ نکال لے۔
کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے مطابق ان حقائق و دقائق کو کھول لیا جن پر اللہ نے ان کو مطلع فرمادیا تھا؟ اور آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

قال البعض العلماء لكل آية ستون الف فهم

(الدولة المكية: ص ۹۸، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض علماء نے فرمایا ہر آیت کیلئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں

وعن بعض الاولياء من بيت ابی فضل وجدنا تحت كل حرف من القرآن اربعمائة
الف لك من المعاني و كل حرف منه له معان في موضع غير المعاني التي له في موضع
اخر۔ (الدولة المكية: ص ۱۰۰، مکتبہ رضویہ آرام باغ)

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معانی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معانی ہیں وہ ان معانی کے سوا ہیں جو دوسرے

مقام میں ہیں۔

کہئے جب بقول آپ کے اعلیٰ حضرت کے ہر آیت سے ساٹھ ہزار مغایم نکل سکتے ہیں اور قرآن کے ہر حرف سے چالیس کروڑ معانی نکل سکتے ہیں تو ”خاتم النبیین“ کیلئے صرف ایک معانی پر حصر کے اجماع کا دعویٰ کیا دروغ گوئی نہیں؟ کیا اجماع صرف اس لئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا اس سے نبی کریم ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جو آپ کو تسلیم نہیں؟

عتراض نمبر ۱۳: آپ نے کہا کہ نانوتوی صاحب نے جو بات کی وہ اس سے پہلے بھی علماء لکھ چکے ہیں حالانکہ نانوتوی صاحب خود اس کے منکر ہیں ان کا تو دعویٰ ہے کہ یہ مفہوم پہلی بار انہی کے ذہن میں آیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

”اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔“
اس سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کئے وہ ان کے خود ساختہ ہیں۔

جواب:

معرض صاحب کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ نے ہر حال میں اپنی بات منوانی ہے چاہے اس کیلئے عبارت میں قطع و برید ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس لئے کہ ملاں آں باشد کہ چپ نشود

معرض صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں آپ نے سخت بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں سرے سے حنا تم النبیین کے معنی کا ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اثر ابن عباس کی جو تاویل بعض علماء یا صوفیاء نے کی وہ درست معلوم نہیں ہوتی صحیح شرح وہی ہے جو میں نے لکھی (مگر یہ قطعیات میں سے نہیں اس لئے اس کے ماننے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کرتا) لیکن اس سے ان اکابر کی تحقیر ہرگز لازم نہیں آتی ہم آپ کے سامنے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں تاکہ عوام پر آپ کا دجل و فریب خوب

واضح ہو جائے:

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء علیہم السلام اراضی ماتحت سے مہلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی نفسہ یہ اپنا وطیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز ہے، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟

بغلط بردہف زند تیرے

گاہ باشد کہ کود کہ نادان

(تخذیر الناس: ص ۸۵، ۸۶: ادارہ تحقیقات اہل سنت)

اعتراض نمبر ۱۴:

مولانا نانوتوی نے تحذیر الناس لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھول لیا قادیانی تحذیر الناس کی عبارات کو لیکر مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال کرتے ہیں قادیانیوں کو نبوت کا دروازہ تم نے دکھایا۔ ۱۹۷۳ء میں مرزا ناصر نے پارلیمنٹ میں یہی تحذیر الناس پیش کی تھی اس وقت مولانا نورانی نے کہا تھا کہ ہم تمہاری طرح تحذیر الناس کے مصنف کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

جواب:

اگر مرزائیوں کا تحذیر الناس سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی وجہ سے صاحب تحذیر مطعون ٹھہرائے جاسکتے ہیں اور مرزائیوں کے اس استدلال سے معاذ اللہ یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے العیاذ باللہ تو خدا کے بندے متادیانی تو حضرت نانوتویؒ سے بھی پہلے کے جید اکابرین امت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان

کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔۔؟

مولوی عمر اچھروی صاحب نے ”مقیاس النبوة“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں ایک عنوان ہے

ادلہ مرزائیہ کے اجرائے نبوت کے جوابات (مقیاس النبوة ص ۷۴ ۷۵ ج ۲)
اس عنوان کے تحت قریباً ۱۰ آیات سے مرزائی استدلال پیش کر کے انکا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دیجئے آپ کے اصول کے تحت تو قرآن سے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ ص ۵۶۳ پر یہ عنوان ہے:

بحث امکان نبوت از روئے احادیث کے جوابات

کہئے یہاں پر بھی آپ کا یہ اصول فٹ ہوگا۔؟

ص ۶۴۶ پر مرزائی نے مولانا روم کے اشعار پیش کئے۔ ص ۶۴۷ پر تفسیر قادری کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۴۸ پر بہار الانوار کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۷۶ پر یہ عنوان ہے۔ جوابات دلائل امکان نبوت از اقوال بزرگان مرزائی نے پہلا حوالہ فتوحات مکیہ کا دیا دوسرا حوالہ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی کا دیا۔ تیسرا حوالہ ملا علی قاری کا دیا، چوتھا حوالہ شاہ ولی اللہ کا دیا چھٹا حوالہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیا۔ اسکے کچھ صفحات بعد فتاویٰ حدیثیہ کا حوالہ دیا۔
کہئے کیا یہ سب حضرات بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ معاذ اللہ کیونکہ مرزائی تو ان اکابر سے بھی استدلال کر رہے ہیں۔

مولوی عمر اچھروی صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ جب مسررائی نے مولانا نانوتوی کی عبارت پیش کی تو جواب دیا

باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں

(مقیاس النبوة ص ۶۴۶)

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

قارئین کرام حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھولا نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا ہے علم الہی میں پہلے سے معلوم تھا کہ مرزا

غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ اس مغالطے کو پہلے سے زائل فرمادیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوت کا یہ معنی بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ ﷺ کی نبوت کی مہر ہوگی۔ گویا وہ ختم نبوت مرتبی کو تومان رہا تھا مگر ختم نبوت زمانی کو اس کا متوازی سمجھتے ہوئے اس کا انکار کر رہا تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اپنی اس تصنیف میں ثابت کیا کہ ختم نبوت مرتبی سے تو کسی کو انکار نہیں وہ تو آپ کیلئے ثابت ہے مگر اس سے ختم نبوت زمانی کے منافی قرار دینا جہالت ہے بلکہ یہ دونوں متوازی مفہوم ہیں۔ مرتبی کو زمانی لازم ہے۔ غرض یوں حضرت نانوتویؒ نے مرزائی دجل و فریب کا ہمیشہ کینے سد باب کر دیا۔

باقی یہ کہنا کہ پارلیمنٹ میں مرزائیوں نے تحذیر الناس پیش کی تھی اور اس پر فتویٰ لگا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بغیر کسی مستند ثبوت کے بول دیا جاتا ہے اور افسوس اس پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات بنا کسی ثبوت کا مطالبہ کرنے مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں اور آکر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ پارلیمنٹ کی یہ ساری کاروائی،

”تاریخی قومی دستاویز“

کے نام سے شائع ہو چکی ہے جس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں۔ اس رپورٹ کو سرکاری طور پر بھی شائع کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ پارلیمنٹ میں یہ اعزاز اسی نانوتویؒ کے روحانی فرزند مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملا جس کو پوری پاکستان قومی نے اپنا متفقہ نمائندہ سمجھتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر مسلمانوں کی نمائندگی کا اعزاز بخشا اور یہ مفتی محمود اسی نانوتویؒ کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے قادیانی محضر نامے کے جواب میں پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے محضر نامہ پڑھا جسے بعد میں ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور یہ بھی اسی نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے روحانی فرزندوں کا اعزاز ہے کہ اس موقف کو لکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی

عثمانی مدظلہ العالی اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی تھے۔

پھر ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی تو نورانی میاں کیا کر رہے تھے؟ کیوں پارلیمنٹ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی معاذ اللہ کافر مانا جائے اور اس کتاب پر پابندی لگائی جائے؟ یہ کونسا انصاف ہے کہ بقول تمہارے جس کتاب سے مرزا قادیانی نے نبوت کا سبق سیکھا اس پر تو کوئی پابندی نہ ہو اس کے مصنف کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہ ہو اس کو ماننے والوں سے تو تم ”محضر نامے“ پڑھو اور مرزائیوں پر کفر کے فتوے کا مطالبہ ہو۔۔۔؟ فی اللعجب!

اگر بریلویوں میں غیرت ایمانی ہے تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اس جھوٹ کا کوئی ثبوت کسی غیر مستند حوالے سے ثابت کرے ورنہ

لعنة الله على الكاذبين

اور ہم یہاں بریلویوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ملک میں آئین کی شق موجود ہے قانون میں ۲۹۵C موجود ہے تم کیوں عدالتوں کا دروازہ نہیں کھٹکتا تے؟ کیوں اس کتاب پر مقدمہ نہیں کرتے؟ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

اعتراض ۱۵: مولانا نانوتوی نے حضور ﷺ کے حسب و نسب سکونت و رنگ شکل و قد کو ان کی فضیلت میں شمار نہیں کیا حالانکہ ان کی فضیلت خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

جواب: حضرت نانوتویؒ مطلقاً ان کے فضائل سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصود ہے کہ کسی فضیلت کے حصول کیلئے یہ چیزیں شرط نہیں۔ میاں شیر محمد شرقپوری فرماتے ہیں:

”مجھے تمام نبیوں کے حلیے دکھائے گئے بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور بال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر جہش میں نبی ہوئے ہوتے تو ان کے حلیے اس طرح کے ہوں گے۔“ (خزینہ معرفت، ص ۳۲۶)

مولوی عبدالاحد قادری لکھتا ہے:

”رنگت کا سیاہ ہونا نبوت کے منافی بھی نہیں کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت

لقمان علیہ السلام میں نبوت اور رنگ سیاہ ہونا دونوں باتیں جمع تھیں۔
(رسائل میلاد مصطفیٰ ﷺ، ص ۱۳۱)

مولوی فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

”کفر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی یہ نبی کے والدین کیسے شرط نہیں جیسا کہ
آزر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ۔“۔ (المعتقد
المستند، ص ۱۸۲)

تحدیر الناس پر مزید تفصیل دیکھنے حجتہ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی ”مناظرہ عجیبہ“ اور ”تنویر
النبر اس“ اور محقق اسلام علامہ ابوالیوب قادری صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ”دفاع ختم نبوت
اور صاحب تحدیر الناس“ مطبوعہ دارالنعیم لاہور کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۸: خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ نعوذ باللہ
اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

”ہر زمین میں اس زمین کا خاتم ہے۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۱) جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ
بادشاہ ہے مگر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہی ہے پر ہمارے
خاتم النبیین کا تابع۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۲) اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم
النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں
کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۲، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴)

الجواب: یہاں پر بھی مکمل عبارات پیش نہیں کی گئیں مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہے پر
ہمارے رسول مقبول ﷺ ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے
جو بادشاہ ہفت اقلیم کو خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس
اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آخسر
بادشاہ وہی ہوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم

ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجود یکہ بادشاہ ہے پھر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی ہی سمجھی جاتی ہے جتنی بادشاہ ان اقلیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول ﷺ کی عظمت و عزت اپنی اس رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقلیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنی خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔“

(تخذیر الناس، ص ۳۱، ۳۲)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ شروع کی ڈیڑھ سطر اور آگے کی مثال جو حضرتؑ کے موقف کو بالکل واضح کر رہی تھی جان بوجھ کر اس خائن نے پیش نہیں کی حضرت کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ ساتوں زمیوں نے اعتبار سے ہے جس میں آپ کی چھ گنا بڑھ کر فضیلت ہے باقی زمینوں میں تو خاتم ہیں پر وہ اپنی زمینوں کے اعتبار سے خاتم ہیں لہذا نبی کریم ﷺ کی صفت خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمینوں کے اعتبار سے ہے اس میں کوئی فرق نہ پڑا اور نہ اس صفت خاصہ میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہے۔ لیکن چونکہ رضا خانی اس فضیلت کے منکر ہیں اس لئے اسکا نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس پر ایک گھناؤنا عنوان بھی قائم کر دیا۔

اپنے مولوی کا عقیدہ پڑھ غلام قصور دستگیر جو آپ کے اکابر میں سے ہے وہ صرف اس زمین کے اعتبار سے حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتا تھا باقی زمیوں کے اپنے اپنے خاتم مانتا تھا۔ معاذ اللہ (ملخصاً تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۴)

اب جواب دو جو اعتراض علمائے دیوبند پر کر رہے تھے وہ عقیدہ تو اپنے گھر میں موجود ہے۔
نوٹ: اثر ابن عباس کے متعلق مزید وضاحت راقم کی کتاب ”زالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس“ میں پڑھیں۔

اعتراض ۳۹: خاتم النبیین کا معنی آخر نبی سمجھنے والا جاہل ہے۔ نعوذ باللہ
اس عنوان کے تحت جو عبارت دی گئی کہ عوام کا خیال بتایا اس کا تفصیلی جواب کاظمی کے شکوہ اور
اعتراضات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ آج کل کے رضا خانیوں نے اس عبارت میں یوں
تحریف کر دی:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بے ایمانی ہے۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ، اکبر بک سیلز، ص ۵۳، مکتبہ غوثیہ، ص ۷۰)
استغفر اللہ لعنت ان بے ایمانوں پر جنہوں نے ”بایں معنی“ کو محض کفر ثابت کرنے کیلئے ”بے
ایمانی“ کر دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ ناشرکی غلطی ہے تو انکے اپنے گھر کا اصول دیکھ لو:
”کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پریس میں ہوتی
دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی کیا کاتبوں کا
باہم مشورہ ہو گیا تھا۔“

(دیوبندیوں سے ۱۱ جواب سوالات، ص ۳۲۸)

اعتراض ۴۰: انبیاء سے امتی عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ
اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز
ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں
(تحدیر الناس، ص ۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹، الحق المبین
ص ۸۰، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴)

الجواب: اس سلسلے میں امام نانوتوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں اولاً:

(۱) الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی

اور بناء برمدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہیداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی۔ انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل، اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائے۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر وقت عمل اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت۔ بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں، وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو بہر حال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تحدیر الناس، ص ۵۴)

(۲) ”خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ اور ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی بجز شرف علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں بوجہ عبادت و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے کہ تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے معجزات علمیہ معجزات علمیہ سے کہیں زیادہ ہوں گے۔“ (حجۃ الاسلام، ص ۲۸)

(۳) ”مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا دس گنا اجر کسی کا سات سو گنا کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل زمین و آسمان کا منسرق ہے کیوں کہ اصحاب اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہوگا اتنا ان میں۔“

(آب حیات ص ۱۸۲)

اب سمجھیں بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت باطنی اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچی ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا مت کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ میں سے کسی کے مد (چودہ چھٹا نک) کو نہیں پہنچ سکتا (متفق علیہ)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص وللہیت اور قلبی کیفیت جس سے اس کا وزن بڑھتا ہے حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی امت میں کسی کو حاصل نہیں۔ جب امتی اور امتی کے اعمال کے درمیان یہ فرق ہے تو انبیاء اور پھر امام الانبیاء کے اعمال کے میں کس قدر تفاوت ہوگا جس کا اندازہ سوائے خالق جل مجدہ اور کسی کو نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بظاہر کوئی امتی عمل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر یا اس سے بڑھ جائے۔ مثلاً:

(۱) فرض نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے باقاعدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں تو بظاہر یہ امتی حضور ﷺ سے اس عمل میں بڑھ گئے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی ساری نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہو سکتی ہیں؟

(۲) جمعہ کی نماز صحیح قول کے مطابق یکم ہجری کو فرض ہوئی اس حساب سے آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس سال جمعہ کی نماز پڑھی حالانکہ اس دور میں بھی ایک دوئیس لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اگر دیگر نمازیں نہیں تو جمعہ کی نمازیں پچاس پچاس سال سے پڑھی ہوں گی۔

(۲) روزے دو ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف نو سال رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں پڑھیں مگر اب بھی کئی مسلمان مل جائیں گے جو پچاس سالوں سے اس مبارک عمل کو سرانجام دے رہے ہیں غرض اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

الزامی حوالہ جات:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ان النبی ﷺ کا مغمومہ لاجل امتہ فقال اللہ تعالیٰ یا محمد لا تغتم فانی لا اخرج امتک من الدنیا حتی اعطیہم درجات الانبیاء“ (غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۲۳، قدیمی کتب خانہ)

نبی ﷺ اپنی امت کی وجہ سے پریشان تھے اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی امت کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ انہیں انبیاء کے درجات پر فائز نہ کر دوں۔

(۲) فلو کان لكل آدمی او جنی عمل اثین و سبعین نبیا لواقعوها (غنیۃ الطالبین، ج ۱، ص ۳۱۱)

پس اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال ۷۲ نبیوں کے برابر ہوں تو بھی قیامت کے ہولناک منظر سے دو چار ہوگا۔

(۳) مولوی ابوالحسنات قادری لکھتا ہے:

”داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کیا کوئی تیری مخلوق میں مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک کے متعلق وحی فرمائی۔“

(تفسیر الحسنات، ج ۵، ص ۴۴۵)

(۶) مفتی احمد یار لکھتا ہے:

”اگر نبوت اعمال پر ملتی تو شیطان کو ملنا چاہئے تھی۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۷۶)

معاذ اللہ یعنی شیطان انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے اگر اعمال پر نبوت ملنی ہوتی تو شیطان بریلویوں کا نبی ہوتا۔

اعتراض: مولانا نانوتوی کی عبارت میں ”ہی“ کا لفظ ہے جو حصر کیلئے ہے۔

جواب: آیت نمبر ۴: یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اَنْمَّا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يَذْرَئُكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا

(سورۃ الاحزاب، آیت ۶۳، پارہ ۲۲)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)

یہاں پر بھی ”ہی“ کا لفظ موجود ہے کیا یہاں بھی حصر مانو گے؟

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”یہی تو اصل مقصد تھا کہ دیوبندیوں کو حضور انور ﷺ سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کر ہی دیا گیا کہ دیوبندی علم و عمل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں پھر نبوت کیا رہی؟“۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

اب ذرا بریلوی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

”حضرت علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم الاتیوقف علیہا نبوتہ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

مفسر شہیر امام رازیؒ لکھتے ہیں

يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ غَيْرُ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ فِي عُلُومٍ لَا تَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا نُبُوَّتُهُ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین غیشا پوری متوفی ۸۵۰ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۵ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۴۴۷، الباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اب بریلوی غیرت کریں اور ان پر بھی فتویٰ لگائیں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کونیوں سے اعمال و عمل میں بڑھاد یا تو اب نبوت کہاں رہی؟۔

اعتراض ۴۱: نبی پاک ﷺ کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات بالذات ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: جیسے رسول اللہ ﷺ بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا۔ (آب حیات، ص ۱۹۵، طبع ملتان)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، ۷۴، الحق المبین، ص ۷۳، دیوبند سے بریلی، ص ۳۵)

الجواب: یہ اعتراض سب سے پہلے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی نے الحق المبین میں کیا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔ کاظمی نے یہ اعتراض صرف امام نانوتویؒ پر ہی نہیں کیا بلکہ بغض رسول ﷺ کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ پر کیا ہے وہ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف ج ۲، ص ۷۹ اور ترمذی، ج ۲، ص ۵۰ پر روایت موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے والدین کا تیس سال تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ عورت تھا اور گوشت پوست بھی بہت تھوڑا سا اوپر تھا اور بہت کم نفع والا تھا اس کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ”تنام عیناہ ولا ینام قلبہ“ اب یہ الفاظ تو خود نبی کریم ﷺ نے دجال کیلئے بولے ہیں تو کیا اس کا فتویٰ نبی کریم ﷺ پر نہیں لگ رہا؟ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں:

”خواب می کند و چشمان او خواب نمی کند دل او بجہت کثرت وساوس و توالی افکار فاسدہ کہ اللقاء

میکند آنرا شیطان۔

(اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۷۲۳)

یعنی دجال کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل جاگتا ہے اس وجہ سے کہ شیطان کی طرف سے اس کے دل میں وساوس اور غلط قسم کے افکار ڈالے جاتے ہیں۔
ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال القاضي رحمه الله اى لا ينقطع افكاره الفاسدة عنه عند النوم لكثرة وساوسه وتخیلاته وتواتر ما يلقي الشيطان اليه كما لم يكن ينام قلب النبي ﷺ من افكاره الصالحة بسبب ما تواتر عليه من الوحي والالهام (مرقاۃ، ج ۹، ص ۴۳۴)

یعنی قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ دجال کی نیند کے وقت میں غلط قسم کے افکار منقطع نہیں ہوتے کیونکہ شیطان پے در پے لگاتا اس کی طرف کثرت سے وساوس اور اپنے خیالات ڈالتا رہتا ہے جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا قلب مبارک نہیں سوتا کیونکہ وحی اور الہام کے ذریعہ مسلسل آپ ﷺ کی طرف افکار صحیحہ آتے رہتے ہیں۔
علامہ محمد بن طاہر پٹنی لکھتے ہیں:

لا ينام قلبه في حق النبي ﷺ وفي حق الدجال (مجمع بحار الانوار، ج ۴، ص ۸۲۸)

یعنی یہ بات کہ دل نہ سوئے نیند میں یہ نبی پاک ﷺ اور دجال دونوں کے حق میں ہے۔
اب جواب دیں کاظمی صاحب اور ان کی پیروی کرنے والے علم سے کورے رضا حسانی مناظرین کہ کیا ملا علی قاری اور طاہر فتنی بھی گستاخان رسول ﷺ ہیں؟
ملا علی قاری حنفی بریلوی فتوے کی زد میں

مولوی احمد رضا خان ملا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:
لقد ثقلت هذه الكاف على يه جيسه مجھ پر گراں گزر رہا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۱۰۳، جدید، ج ۱، ص ۷۷۶)

تمہارا اپنا امام کہہ رہا ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو نبی کریم ﷺ کی نیند کو دجال کی نیند سے تشبیہ دی یہ مجھ پر گراں گزری اب غیرت ہے تو ملا علی قاریؒ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا یہ گستاخی کے فتوے صرف اکابر دیوبند کیلئے بچا کر رکھے ہیں؟

ملا علی قاریؒ کی عبارت کا ترجمہ بھی اپنی کتاب سے پڑھ لو:

”مولانا علی قاری لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی سونے کے وقت بھی اس کے فاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے وسوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا جیسے نبی ﷺ کا قلب ان کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ ان پر مسلسل وحی اور الہام ہوتا رہتا۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۵۷۶، رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

اعتراض ۴۲: انبیاء کرام معصوم نہیں۔ نعوذ باللہ
یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: بالجملة علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔ (تصفیۃ العقائد، ص ۲۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۴، دیوبندی مذہب ۲۰۱، دیوبند سے بریلی، ص ۳۴، الحق المبین، ص ۷۹)

الجواب: دراصل تصفیۃ العقائد ان ۱۵ سوالوں کے جوابوں کا مجموعہ ہے جو سرسید احمد خان نے حضرت امام نانوتویؒ کی طرف بھیجے تھے جس میں انہوں نے عقائد کے متعلق اپنے بعض اشکالات پیش کئے تھے انہی میں سے ایک اشکال یہ تھا کہ:

”تمام افعال و اقوال رسول خدا ﷺ کے سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی

طرف کرنی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے۔ مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت کے معنی سمجھیں ہیں یعنی ایسا قول یا فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بے جا تھا مگر مصلحت وقت کا لحاظ کر کے اس کو کہہ دیا۔“

(تصفیۃ العقائد، ص ۷)

سر سید صاحب کے اس اشکال کا جواب حضرت نانوتویؒ نے کئی صفحات پر دیا جس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں:

جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) تعریضات :- یعنی اشارہ کنایہ تو یہ وغیرہ یہ سب ظاہر یا صورت کے اعتبار سے تو جھوٹ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں۔

(۲) کذب صریح :- یعنی صریحاً جھوٹ بولنا۔ مگر اس میں بھی تفصیل ہے اگر نقصان سے خالی ہو اور اس میں نفع بھی ہو تو یہ بھی من وجہ حسنات میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جھوٹا نہیں جو آدمی میں صلح کرانے کی غرض سے کچھ کلام کراتا ہے۔ البتہ اگر کسی کو فریب، دھوکا یا نقصان یا بے فائدہ کیلئے بولا جائے تو حرام ہے۔ اگر بعض جگہ تعریضات سے مسئلہ حل ہو جائے تو وہاں کذب صریح جائز نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کذب صریح سے تو بالکل پاک ہیں بلکہ وہ تو اپنے حق میں تعریضات کو بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن شفاعت سے اس لئے پہلو تہی کریں گے کہ دنیا میں کچھ باتیں مجھ سے بطور تور یہ صادر ہوئی ہیں اس لئے آج شفاعت سے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ امام نے گفتگو کی ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تصفیۃ العقائد، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ غرض حضرت امامؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ تعریضات بھی صورت کذب معلوم ہوتے ہیں نیز کذب صریح بھی بعض اوقات حسنات میں داخل ہوتا ہے اس لئے اسے (تعریضات کو) انبیاء کے حق میں کفر جاننا اور علی العموم کذب کو منافی نبوت سمجھنا درست نہیں۔ لیکن یہ گفتگو بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی حد تک ہے نبی کریم ﷺ کے متعلق وہ صاف صریح الفاظ میں فرماتے ہیں جسے یہ رضا حسانی

بددیانت نقل نہیں کرتے کہ:

”پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم (چونکہ ایک قسم تعریض بھی ہے۔ از ناقل) سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب ہی سے محفوظ رہے ہوں۔“

(تصفیۃ العقائد، ص ۲۹)

اب آئے کہ جھوٹ جسے حضرت نانوتویؒ نے کذب کہا علی العموم منافی نبوت نہیں اس پر خود اکابر بریلویہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(۱) مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے ظاہری صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے تئیں ہمیشہ خطاوار سمجھ کر استغفار میں مشغول رہتے تھے۔“ (تفسیر مظہر القرآن، ج ۲، ص ۹۷۵)

(۲) غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے معاریض کافی ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے۔۔۔۔۔ آگے لکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔ آگے لکھتا ہے:

اس حدیث میں جھوٹ سے مراد ظاہری جھوٹ اور حقیقت میں معاریض مراد ہیں۔“

(تبیان القرآن، ج ۷، ص ۶۰۵)

پس حضرت امام نانوتویؒ نے جو فرمایا کہ کذب علی العموم منافی نبوت نہیں اس کا مقصد بھی

یہی ہے کہ چونکہ جھوٹ میں تو یہ، معاریض وغیرہ بھی شامل ہیں جن کا صدور انبیاء سے ہوا ہے اس لئے یہ بات منافی نبوت نہیں لیجئے انبیاء کیلئے جھوٹ یعنی کذب کا ثبوت تو خود رضا خانیوں کے گھر سے پیش کر دیا گیا ہے امید ہے کہ کچھ فتاویٰ یہاں بھی لگیں گے۔ آئے خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایک جلیل القدر نبی کیلئے ”کذب“ کا لفظ دکھا دیتے ہیں:

”لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ ﷺ قَطُّ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثَنَيْنِ فِي ذَاتِ اللَّهِ“۔
(مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

ہو سکتا ہے کہ کوئی اشکال کرے کہ جب مقصود ”تعریضات“ ہیں تو تعریض کو کذب میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعریضات و تو یہ پر بھی کذب کا اطلاق کرنا درست ہے۔
(شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

اعتراض ۴۳: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء کرام سے یہ رضا خانی مزید لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۷۸)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۴)

الجواب: حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ہے۔“
اب اس جاہل کو کون بتائے کہ ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی گناہ میں شمار ہی نہیں ہوتے مولوی ابوالخیر زبیر حیدر آبادی علامہ آلوسی حنفیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:
”اس آیت مبارک میں ذنب کی نسبت جو آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس ذنب یعنی (گناہ) سے ترک اولیٰ مراد ہے۔“

(مغفرت ذنب، ص ۱۶)

اپنے گھر کی خبر لو مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر

نہ نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطا صادر

ہو سکتے ہیں۔“ (جاء الحق، ص ۴۳۴)

گویا نسیانا خطا، گناہ کبیرہ جیسے زنا، چوری، شراب خوری معاذ اللہ انبیاء سے ہو سکتے ہیں

۔ یہ ہے تمہارا مذہب اور الزام دوسروں پر۔ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں:

واما الصغائر فيجوز عمدا عند الجمهور... ويجوز سهوا بالاتفاق (شرح

العقائد النسفية، ص ۱۷۱)

جمہور کے نزدیک عمدا انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں۔ اور سہوا صغیرہ کے صدور میں

تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

جس جاہل کو درس نظامی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتاب لکھ رہا ہے اور

دوسروں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔ شرم۔

اعتراف ۴۴: انبیاء کو واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہو سکتی ہے

آگے لکھتا ہے: دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ: یہ ایک واقعہ کی تحقیقی

غلطی ہے جو علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے۔ (بوادر النواور

ص ۱۹۷، امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۷۰، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۱۰۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۴، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: رضا خانی نے اس عبارت میں ”رضا خانیت“ دکھائی ہے پوری عبارت

ملاحظہ ہو:

”یہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم و فضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع

ہو سکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الہی میں کچھ فرق نہیں آتا اتم اعلم

باموردنیا کم خود حدیث میں ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم

اللہ وجہ کا باوجود صدور حکم نبوی ﷺ درباب اجراء وحد زنا خود احادیث صحیحہ میں آیا ہے
 ”۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۷۷، بوادر النواذر، ص ۱۹۷، ۱۹۸)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت تھانویؒ نے جو بات کہی کہ کسی واقعہ کی تحقیق کے متعلق غلطی ہو سکتی ہے اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ حضرت حکیم الامتؒ نے آگے خود اپنی اس بات پر دلائل بھی دئے اور تین احادیث بطور دلیل نقل کی کیا رضا خانی ان احادیث کو گستاخی پر محمول کریں گے؟ کتنا کھلا دجل و فریب ہے کہ دعویٰ تو ذکر کر دیا مگر اس کی دلیل ذکر نہ کی اور جھٹ سے گستاخی کا فتویٰ بھی لگا دیا۔ توف ہے ایسی دیانت پر۔

اعتراض ۴۵: رحمۃ للعالمین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ نعوذ باللہ
مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں
ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۱۸) اس مولوی رشیدہ (اصل کتاب میں یونہی لکھا ہوا ہے اگر
اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کو ”رضیہ خاتم“ لکھ دیں تو ان کو ناراض نہ ہونا چاہئے
۔ ازناقل) احمد گنگوہی نے اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو رحمۃ للعالمین قرار دیا۔
(اضافات الیومیہ، ص ۱۶۱، ج ۱، اشرف السوانح، ج ۳، ص ۱۵۵)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۴، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، الحق المبین، ص ۶۵)

الجواب: چونکہ یہ اعتراض بھی رضا خانیوں کا ایک مایہ ناز اعتراض ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ مزید فتاویٰ جات بھی ہم نقل کر دیتے ہیں تاکہ آگے بریلوی اکابر کے حوالہ جات آئیں تو ٹھوک کے یہ فتوے ان کی قبور پر جا کر لگیں۔ مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”نبی پاک ﷺ کو اللہ پاک نے تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اب اور کون سے عالمین ہیں جن کے یہ بھی رحمت بن سکتے ہیں جیسا کہ رب العالمین کہنے کے بعد تمام عالمین میں کسی دوسرے رب کی ضرورت نہیں اگر کوئی مانے تو اس نے شرک فی التوحید کیا ہے ایسے ہی رحمۃ للعالمین کے

اقرار کے بعد کوئی عالمین کی رحمت نہیں کہا سکتا اور اگر کوئی تسلیم کرے تو شرک فی الرسالت ہوگا۔ (مقیاس حقیقت، ص ۱۹۹، ۱۹۸)
اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور رفعت شان کو گھٹا کر حضور پاک ﷺ کے ایک عظیم و جلیل صفت پر ڈاکہ مارنا مقصود ہوتا۔“ (محاسبہ دیوبندیت، ج ۱، ص ۱۹۸)

ظفر الدین بہاری لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کی اس صفت رحمۃ للعالمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا انا نددوانا الیہ راجعون پھر سید العالمین کیوں کر مان سکتے ہیں۔“ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲، ص ۲)

مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی فتاویٰ رشیدیہ اور اشرف السوانح کی ان عبارات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”گویا رشید احمد گنگوہی نے مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو سیہ جسارت صرف گنگوہی کی فتوے سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برا بیچنے کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر رشید احمد گنگوہی معصنف اشرف السوانح اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا دیوبندیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔“ (باطل اپنے آئینہ میں، ص ۱۷)

الجواب: یہ اہل بدعت کا طریق ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاویٰ حیات ہیں۔ یہ بات حضرت گنگوہیؒ پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین ماننے سے انکار کیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۹ پر

سائل نے پوچھا تھا کہ ”رحمۃ للعالمین ہونا آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں“۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ ”لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء و علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو حبا ئز ہے۔ یعنی دوسرے لوگ بھی رحمت ہو سکتے ہیں گو سب سے اعلیٰ درجہ میں یہ صفت حبیب رب العالمین ﷺ میں ہے“۔ اس جواب کی مزید تشریح سمجھئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہاں والوں کیلئے صرف رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صرف آپ ہی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟۔ اس کو سمجھئے۔ کسی شے کو کسی شے کے ساتھ خاص کرنے کو علم معانی کی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں۔

چنانچہ مختصر المعانی میں قصر کی تعریف یوں ہے ”تخصیص شے بشیء بطریق مخصوص“ (ص ۱۸۲)۔ پھر اس قصر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے قصر صفت علی الموصوف اور دوسری قسم ہے قصر موصوف علی الصفت۔

قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں صفت کو بند کرنا موصوف میں۔ ”ہو ان لا یتجاوز تلك الصفة عن ذلك الموصوف الى آخر لكن يجوز ان يكون لذلك الموصوف صفات اخر“ قصر صفت علی الموصوف سے مراد ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف میں تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کیلئے دوسری صفات ہو سکتی ہیں۔

مثلاً عربی میں کہا جائے کہ ما قائم الا زید (نہیں ہے کھڑا ہوا مگر زید) یعنی صرف زید ہی کھڑا ہوا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں کھڑے ہونے کی صفت کو زید میں بند کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا جائے کہ لا فارس الا بکر (نہیں ہے کوئی گھڑ سوار مگر بکر) یعنی صرف بکر ہی گھڑ سوار ہے کوئی دوسرا نہیں)۔

دوسری قسم ہوتی ہے قصر موصوف علی الصفت ”ہو ان لا یتجاوز الموصوف من تلك الصفة

الی صفة اخرى لكن يجوز ان تكون تلك الصفة لموصوف آخر“ قصر موصوف علی الصفة یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفت میں تجاوز نہ کرے لیکن وہ صفت دوسرے موصوف کے لئے ہونا جائز ہو۔ مثلاً مازید الا قائم (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا یعنی زید صرف کھڑا ہی ہے بیٹھا ہوا نہیں۔ اسی طرح ما بکر الافارس (نہیں بکر مگر گھڑ سوار یعنی بکر صرف گھڑ سوار ہی ہے۔ آسان لفظوں میں اگر کوئی ماں کہے کہ صرف میرا بیٹا حسین ہے تو اس کو کہتے ہیں قصر صفت علی الموصوف اور اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا صرف حسین ہی ہے تو اس کو قصر موصوف علی الصفت کہتے ہیں اس قسم میں یہ صفت دوسروں میں بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں اگر کہا جائے ما محمد ﷺ الا رسول توحیح ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں۔ یعنی محمد ﷺ رسول ہی ہیں خدا نہیں۔ (قصر موصوف علی الصفة) اور کہا جائے لا خاتم الا محمد ﷺ تو ترجمہ ہوگا (نہیں ہے کوئی خاتم مگر محمد ﷺ یعنی صرف آپ ہی خاتم ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور خاتم النبیین نہیں)۔ (قصر صفت علی الموصوف) اب دیکھیں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر رحمة للعالمین یعنی آپ ﷺ کی شان صرف رحمت ہی رحمت ہے سارے جہاں والوں کے لیے۔ یہ نہیں فرمایا (نہیں ہے کوئی رحمة للعالمین مگر آپ ﷺ)۔ یوں کہیے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی الصفة ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ ”قصر موصوف علی الصفة“ میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہو سکتی ہے۔

یہی بات حضرت گنگوہیؒ نے بیان کی ہے مگر ادباً کہا کہ دوسروں کو براہ راست حمۃ للعالمین نہ کہا جائے بلکہ تاویلاً بولا جائے۔ چنانچہ مفتی غلام سرور قادری بریلوی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں (اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے سراسر مہربانی ہی بنا کر بھیجا)۔

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراسر رحمت بنا کر) اب ہم قرآن وحدیث اور اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمة للعالمین مختلف لوگوں کے لئے بولا گیا ہے۔ خود اللہ جل شانہ نے قرآن کو رحمة للمؤمنین کہا ہے ارشاد ربانی ہے ”ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین“ مؤمنین صرف اس عالم میں ہی نہیں بلکہ

عالم جنات میں بھی مومن ہیں تو قرآن ہر عالم میں بسنے والے مومنوں کیلئے رحمت ہے یوں کہیے کہ بواسطہ مؤمنین قرآن بھی رحمت ہے ہر عالم کیلئے یعنی رحمۃ للعالمین۔ (سورۃ بنی اسرائیل) بخاری شریف میں ایک روایت میں طاعون کو رحمۃ للمؤمنین کہا گیا ہے۔ (بخاری جلد ۲) اسی طرح شیخ سعدی نے بوستان میں حاکم وقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

توئی سایہ لطف حق بر زمین
پیہر صفت رحمۃ للعالمین

(بوستان ص ۱۱۵، فاروقی کتب خانہ ملتان)

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات رحمت عالمیند کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایشانرا برائے ہدایت خلق مبعوث ساختہ است۔ (دفتر سوم مکتوب ۱۷) انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات رحمت للعالمین ہوتے ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ راحت القلوب میں صالحین کی صحبت کے بارے میں حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”صحبة الصالحین نور ورحمة للعالمین“ دیکھئے یہاں پر صالحین کی صحبت کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے

مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

جملہ دانیان ہمیں گفتہ ہمیں

ہست دانا رحمتہ للعالمین

(تمام مجتہدوں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہاں کیلئے رحمت ہے) (مثنوی دفتر اول ص ۱۰۵) ایک اور جگہ اپنے خلیفہ حسام الدین کی تعریف میں شعر لکھتے ہوئے اس کو سورج سے تشبیہ دیتے ہیں پھر مزید آگے لکھتے ہیں

فتا کہ نورش کامل آید در زمین

تاجراں را رحمتہ للعالمین

یہاں تک کہ اس (سورج) کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے تاجروں کیلئے رحمۃ للعالمین بن کر۔

(مثنوی دفتر چہارم ص ۱۹)

حضرت شاہ ابوالمعالی اپنی کتاب تحفۃ القادر یہ میں پیران پیر کی تعریف میں یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

شاہ گیلانی تراحق در وجود

رحمۃ للعالمین آوردہ است

شاہ گیلانی آپ کو حق تعالیٰ رحمۃ للعالمین کے وجود میں لایا ہے۔ (تحفۃ قادر یہ ص ۴۹ اردو) اسی طرح علامہ ابن حزم نے احکام کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے۔

(الاحکام فی اصول القرآن ص ۳۵۰ جز ۱)

احکام لامدی میں بھی احکامات کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے: فان الاحکام مما جاء بها الرسول فكانت رحمة للعالمین (الاحکام لامدی ص ۳۵۸، جز ۳، الاصل الخامس فی القیاس، الفصل الثامن، دارالاصمعی الریاض)

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت امیر حسن علی سنجر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ اپنی کتاب ”فوائد الفوائد“ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں تو مقدمے میں ان کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں:

خواجہ راستین المقلب بہ رحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع۔ الخ {ہشت بہشت ص ۶۸۹، فوائد الفوائد، مجلس ۱}

ہم پوچھنا چاہتے ہیں بریلوی مفتیان کرام سے کہ ان جیسے اولیاء اور محبوبان خدا کے بارے میں ان کا کیا فتویٰ ہے کیا یہ بھی معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ ہیں۔؟؟ جواب دیجئے اب خاموشی کس بات کی۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر رحمۃ للعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔ اب بریلوی حضرات کے بزرگوں کے حوالے دیکھئے (بشکر یہ مولانا ابوالیوب صاحب)

۱۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوبؒ اور خواجہ محمد سرہندیؒ کے متعلق کہا ”یہ

مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ للعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے۔ (سیرۃ امیر ملت ص ۶۰۹)

۲۔ محمد یار گڑھی بریلوی اپنے دیوان محمد میں اپنے پیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ

برائے چشم پینا از مدینہ بر سر ملتان

بہ شکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

دیکھنے والی آنکھوں کیلئے مدینہ سے خود رحمۃ للعالمین صدر دیں کی شکل میں ملتان آیا ہوا ہے۔

(دیوان محمدی ص ۲۲)

۳۔ یہی یار گڑھی والا اپنے بارے میں لکھتا ہے:

فردم از اغیار و یار ہر کسم

زانکہ ہستم رحمۃ للعالمین

(دیوان محمدی ص ۱۵۵)

یعنی میں غیروں سے علیحدہ بھی رہتا ہوں اور ہر شخص کا یار بھی ہوں کیونکہ میں خود رحمۃ

للعالمین ہوں (العیاذ باللہ)

۴۔ غلام جہانیاں صاحب ہفت اقطاب میں خواجہ نظام الحق محمد بن احمد بخاری کو رحمۃ

للعالمین لکھتے ہیں ”الہی بحرمتہ شیخ المشائخ سلطان العاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الہی حضرت

خواجہ نظام الحق والدین محمد بن احمد بخاری“ (ہفت اقطاب ص ۷۰)

۵۔ ابوالعلائی اپنے پیر کے پیر کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں ”آپ کا دوسرا

کام رحمۃ للعالمین امت کے لئے پیغام عام بذریعہ پیری مریدی“۔ (چراغ ابوالعلائی ص ۱۳۱)

۶۔ مفتی غلام سرور قادری بریلوی صاحب نے اپنے ترجمۃ القرآن (عمدۃ البیان) کے

مقدمے میں علامہ اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب اس شعر سے

متفق ہیں۔

نوع انسان را پیام آخریں

حاصل اور رحمۃ للعالمین

انسانوں کیلئے قرآن آخری پیغام ہے اس کے حامل رحمۃ للعالمین۔ (ص مقدمہ عمدۃ البیان)

۷۔ ہم اپنی اس گفتگو کے اختتام پر بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی نقی علی کی کتاب انوار جمال مصطفیٰ یعنی الکلام الاوضح سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ علماء اپنے شاگردوں کے حق میں خصوصاً عوام زمانہ کے حق میں عموماً رحمت ہیں کہ تعلیم و تدریس، وعظ و تذکیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہیں مشغول رہتے ہیں اور پیغمبر اپنی قوم کیلئے رحمت ہیں۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۲۱۴)

یہی بات حضرت گنگوہیؒ لکھ رہے ہیں کہ (دیگر اولیاء و انبیاء و علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں)۔ حضرت گنگوہیؒ اور نقی علی کی عبارت میں کم و بیش ایک ہی بات کہی گئی ہے پھر حضرت گنگوہیؒ پر فتویٰ لگانا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے نہ کہ موجب رحمت للعالمین۔

ان سب حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ سب سے اعلیٰ درجہ میں رحمۃ للعالمین ہی جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا اور دیگر انبیاء یا اولیاء اپنے اپنے درجہ میں رحمت ہیں۔ بریلویوں کا یہ اعتراض فقط جہالت و ضد پر مبنی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو حق پہنچانے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق دیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

آخر میں ہم مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی سے اسی کی زبان میں سوال کریں گے:

”گویا شیخ سعدی، مجدد الف ثانی، علامہ اقبال اور مندرجہ بالا بریلوی اکابر نے معاذ اللہ مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جسات صرف ان علماء کی عبارات سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برا بیختہ کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر شیخ سعدی، مجدد الف ثانی و دیگر (معاذ اللہ) اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا رضا خانیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔“

اعتراض ۴۶: بشریت میں مماثلت کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ”نفس بشریت میں مماثل آپ ﷺ کے جملہ بنی آدم ہیں۔“ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵)

الجواب: کوئی اس جاہل عنید سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ نفس بشریت میں مماثلت تو خود قرآن سے ثابت ہے قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثکم تو کیا قرآن معاذ اللہ تو بین نبوت کر رہا ہے؟ بریلوی شیخ الحدیث اور امام المناظرین اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”اے کفار! تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے۔“ (تحقیقات، ص ۹۱)

تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے اب لگاؤ فتویٰ۔ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ بریلوی مولوی سعید احمد نقشبندی کرتا ہے :

”عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔“ (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ج ۳، ص ۶۸)

اعتراض ۴۷: حضور ﷺ کو بھائی کہنا نص کے موافق ہے۔ نعوذ باللہ

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ”اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ ﷺ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔“ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔ تو گویا اب ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے تمام دیوبندی

عوام اور ان کے اکابر ابو جہل فرعون نمرود وغیرہ کے بھائی ہیں یہ کہنا نص کے خلاف نہیں۔
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

الجواب: بریوی حکیم الامت مفتی احمد یار گنجپوری لکھتا ہے:

”حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد مومن بھی ہے کافر بھی ہے مشرک بھی منافق بھی، پھر مومنوں میں اویا، بھی ہیں انبیاء بھی حضور محمد مصطفیٰ بھی (ﷺ) گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیں کہ اسی میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابو جہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ (ﷺ) یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۰۶)

استغفر اللہ! یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، محمد مصطفیٰ (ﷺ)، فرعون، ابو جہل، مومن، منافق، کافر سب ایک پھل کے درخت ہیں اور اسی نسبت و رشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تو رضا خانیوں ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی، ابو جہل، فرعون، نمرود، غتہ، شیبہ، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور اس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ جواب دو رضا خانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟

اعتراض ۴۸: نبی پاک (ﷺ) مرکز مٹھی میں ملنے والے ہیں۔ نعوذ باللہ

مولوی اسماعیل دہلوی نے رسول اللہ (ﷺ) کی طرف منسوب کیا کہ گویا آپ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ میں بھی ایک دن مرکز مٹھی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان، ص ۶۱) ہے کوئی دیوبندی مولوی کسی حدیث میں یہ جملہ دکھانے کیلئے تیار۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۲۹)

الجواب: تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا جاتا کہ اس میں لکھا ہے کہ نبی مٹھی میں مل جاتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا جسم صحیح سلامت نہیں رہتا۔ جواب دینے سے پہلے من سب

معلوم ہوتا ہے کہ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھی جائے اور پھر انشاء اللہ اس پر تبصرہ کیا جائے گا: (حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے)

مشکوٰۃ کے باب عشرت النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس ابن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سودیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ میں گیا تھا حیرہ میں سودیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا مجھکو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔

(ف): یعنی جب میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوا سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی کچھے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۹۹، مطبوعہ کلکتہ،)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تشریح و تفصیل ہے اور ان معنی خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں سجدہ صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو اور نہ وہ مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہو۔

افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے ”مٹی میں ملنے والا ہوں“ کے جملے سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کیلئے بولا جاتا ہے۔

چنانچہ جامع اللغات، ج ۲، ص ۵۶۵ میں ملنا کے معنی دفن ہونا اور منیر اللغات ص ۹۰

میں ہے خاک میں ملنا یعنی دفن ہونا، ہیں۔ نور اللغات میں ہے کہ مٹی میں ملنا یعنی دفن ہونا اور پھر اس معنی کے صحیح ہونے پر شعر سے استدلال کرتے ہیں

میں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا قضاء نے اور مٹی میں ملادیا (شاد)

{نور اللغات، ج ۴، ص ۱۱۸۹}

یہاں ”مٹی میں ملادیا“ کے معنی ”مٹی میں دفن ہونا“ ہیں۔ اسی طرح اردو کی مبسوط ترین لغت ”اردو لغت تاریخی اصول پر“ میں ”مٹی میں مل جانا“ کے معنی ”مٹی میں دفن ہو جانا“ کے لئے گئے ہیں اور پھر عبارت نقل کی گئی کہ:

جب پانی رخصت ہو جاتا ہے تو باقی صرف مٹی رہ جاتی ہے جسے قبرستان میں چھوڑ آتے ہیں کہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے۔

{قصے تیرے افسانے ہیں، ص ۳۱۱}

یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے ”مٹی میں دفن ہو جانا“ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اسی طرح ”مٹی میں ملنا“ کو محاورہ کہہ کر اس کے معنی ”میت کو مٹی دینا“ کے لکھے ہیں، میت کی تجہیز و تکفین ہونا لکھے ہیں۔ آگے اس معنی کے مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

دنیا میں اعتبار ہے کیا حال و جاہ کا مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے شاہ کو

(دیوان سیر، ج ۲، ص ۳۴۲)

یہاں ”مٹی ملی ہے“ میت کو مٹی دئے جانے کے معنی میں ہے۔۔ اسی طرح ایک معنی دفن کرنے کے لکھے ہیں اور اس معنی کی مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

نسیم اعداء سے شکوہ کیا ہمیں یاروں نے مٹی میں ملادیا

(نسیم دہلوی، ص ۸۷)

{اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱، ص ۲۰۷}

الحمد للہ ہم نے اردو لغات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ”مٹی میں ملنا“ کے معنی ”دفن ہونے“ کے ہیں اور اردو زبان میں اس محاورے کا استعمال ”نثر“ اور ”اشعار“ دونوں میں ملتا ہے اور اردو لغت کے بلغاء نے اس کو استعمال کیا ہے۔۔ لہذا اس عبارت پر اعتراض کرنا محض

جہالت اور تعصب ہے۔

بریلویوں کا عقیدہ کہ نبی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں (معاذ اللہ)
بریلوی حضرات دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں۔ چنانچہ
بریلوی مولوی ابوالحسنات قادری حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:
حدیث میں ہے کہ ”چار ہزار کیڑے“ آپ کے جسد مبارک میں پیدا
ہو گئے اور وہ ”اعضاء مبارک کو کھاتے“۔ {اوراق غم، ص ۷۳}۔

یہ بات تو درست ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے ایک آزمائش
آئی تھی مگر یہ بات بریلوی حضرات کے ذمہ ہے کہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ
حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مبارک کو ”چار ہزار کیڑے“ کھاتے تھے۔ حیرت ہے کہ
حدیث میں تو ہے کہ **ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء** کہ اللہ نے زمین پر
حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس اللہ
نے کیڑوں کیلئے یہ بات حلال کر دی تھی معاذ اللہ۔ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا
اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی۔؟؟

سیدنا حسینؑ کی شان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:
”گلاب کی پتیاں (حضرت امام حسینؑ کے رخسار۔ راقم) خاک میں مل گئیں“۔ (حیات صدر
الافاضل، ص ۱۱۸)

مولوی ابوالحسنات قادری نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:
”تیرمہات نے انہیں فنا کر دیا“۔ (اوراق غم، ص ۱۲۸، ۱۲۹)
اعتراض ۴۹: حضور ﷺ پر بہتان۔ نعوذ باللہ
مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور اقدس ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ ارشاد کے طور پر
منسوب کیا کہ مجھ کو بھائی کہو“۔ (فتاوی رشیدیہ، ص ۱۹۸)۔ ہے کوئی دیوبندی یہ قول مرقوم
کتب حدیث سے دکھانے کیلئے تیار۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵، ۷۶)

الجواب: حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”نفس بشریوں نے میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بشریت ازکی واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیات ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کے قدر ہے اس کلمہ پر نا فہموں نے غل مچا دیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو ا فضل واکمل خود لکھتے ہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۷۰)

اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو متداول فتاویٰ ہے اس میں اکثر فتاویٰ حضرت گنگوہیؒ کے آخری دور کے ہیں جس وقت آپ کی ظاہری بصارت زائل ہو چکی تھی اور جواب املاء کروا کر لکھواتے تھے اس لئے اول تو احتمال ہے کہ املاء میں غلطی ہو گئی ہو یا کتابت کی غلطی ہو اور اصل عبارت یوں ہو:

”جیسا کہ خود احادیث میں نبی کریم ﷺ کیلئے بھائی کا لفظ آیا ہے“

یا

”جیسا کہ خود احادیث میں آپ ﷺ نے خود کو سچا بہ کا بھائی کہا“

وغیرہ جمل جو کہ سابقہ روایات کے مطابق ہوں۔ بالفرض ایسا نہ ہو تب یہ حضرت کے تسامح پر محمول ہوگا۔ اور رفع عن امتی الخطاء والنسیان کے تحت قابل مواخذہ نہیں۔ اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی بھی خبر لے لو:

”داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق ملعون ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔“

(ادکام شریعت، ص ۱۸۹)

ہے کوئی رضا خانی جو قرآن کریم میں داڑھی منڈانے والے پر لعنت اور حدیث رسول ﷺ میں اس پر قتل کے ارادہ کے الفاظ دکھا دے؟ کیا یہ قرآن و حدیث پر صریح بہتان نہیں؟

اعتراض ۵۰: حضور ﷺ نے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ نعوذ باللہ

اس کے بعد بلغۃ الخیر ان کا حوالہ دیا جس کے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵۱: حضور ﷺ بہر و پیا تھے۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عنایت علی شاہ لکھتے ہیں کہ

بشر نور رب العلی بن کر آیا نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے زمانہ میں بہر و پیا بن کر آیا

(باغ جنت، ص ۳۲۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶)

الجواب: رضا خانی نے اشعار نقل کرنے میں انتہائی دھوکا دہی اور فراڈ کا مظاہرہ کیا حضرت حافظ سید عنایت اللہ صاحب یہاں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کر رہے بلکہ عام انسانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ مکمل اشعار اس طرح ہیں:

بشر نور رب العلی بن کر آیا نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
کہیں انبیاء بن کے شکلیں دکھائیں کہیں صورت اولیاء بن کے آیا
کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ کبھی یوسف مہ لقاب بن کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بہت روپ بدلے زمانہ میں بہر و پیا بن کے آیا
بنے انبیاء اولیاء سب براقی جب دولہا حبیب خدا بن کے آیا

(باغ جنت، ص ۳۷۲)

شروع کے دو اشعار اس ظالم نے پیش نہیں کئے جس سے سارا مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اشعار رضا خانی نے پیش کئے ان میں بھی کہیں نبی کریم ﷺ کا نام یا تصریح نہیں بات صاف ہے کہ اللہ نے جب بشر کو بنایا تو اسی بشر میں اس کی صفات جمال انوار و کمالات کا اظہار

مختلف انداز میں ہوتا رہا کہیں تو اسی بشر و انسان کو ولی بنایا گیا کہیں اسی جنس بشر میں انبیاء کا ظہور ہوا کہیں اسی میں موسیٰ کہیں عیسیٰ کہیں یوسف علیہم السلام آئے پھر آگے بہر و پیا کے الفاظ بھی اسی بشر کیلئے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے مگر اس ظالم نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور یہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معاذ اللہ بہر و پیا ہیں اسی عقیدے کی بنیاد پر یہاں بھی بہر و پیا سے نبی کریم ﷺ سمجھے۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے پوتے غلام معین الدین شاہ گولڑوی لکھتے ہیں:

بشر شان رب العلی بن کے آیا وہ کیا تھا کیا ہے وہ کیا بن کے آیا
بشر کہنے والوں کو دھوکا ہوا مجسم وہ نور خدا بن کے آیا
کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے وہی اک حقیقت نما بن کے آیا
ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر زمانے میں بہر و پیا بن کے آیا

(اسرار المشائق، ص ۲۷)

بلکہ اس ظالم نے تو اللہ تعالیٰ کو بھی ”بہر و پیا“ کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

وجوب و امکان کے پردہ میں چھپ کر دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت
اگر ذات مطلق تنزل نہ کرتی تو پھر آپ فرمائیں کیا ہوتی صورت
یہ کارگری کس بہر و پیا کی خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت
اگر کوئی چشم بصیرت سے دیکھے اسی رنگ کثرت میں پہاں ہے وحدت

(اسرار المشائق، ص ۲۱)

اب ہے کسی رضا خانی نام نہاد عاشق میں یہ جرأت کہ اس کتاب والے کو اس کی تائید کرنے والوں اسے چھاپنے والوں کو جہنم واصل کرے؟

یہ لوگ نہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کو بہر و پیا کہتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو ”تماشہ“ کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے چنانچہ پیر یا محمد گڑھی والا لکھتا ہے:

محمد مصطفیٰ محشر میں طہ بن کے نکلیں گے اٹھا کر میم کا پردہ ہویدہ بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے (دیوان محمدی، ص ۲۱۵)

اعتراض ۵۲: حضور ﷺ کا میلاد منانا ہندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر۔ نعوذ باللہ

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں: ”پس یہ روز اعادہ ولادت کا تو مشل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مشل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ ﷺ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔“ (براہین قاطعہ، ص ۱۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

الجواب: اس اعتراض کا جواب خود عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دے دیا تھا ملاحظہ ہو:

”یہ بھی مبتدعین و جالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب تر اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے بس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے کی گئی جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۴۱ پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات بات فرمادیں آپ کی مراد اس سے کوسوں دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت حال پکاراٹھے گی کہ جس نے اس مضمون کو آپ کی طرف منسوب کیا وہ جھوٹا مفتری ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت کی روح پر فتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گذشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا تو یہ شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے معبود یعنی کنہیا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقت ولادت کے

وقت کیا جاتا اور یار و افض اہل ہند کی مشابہت کرتا ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے تابعین شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض بھی ساری ان باتوں کی نقل اتارتے ہیں جو قولاً وفعلاً عاشورا کے دن میدان کربلا میں ان حضرات کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نعرے بناتے، کفنا تے اور قبور کھود کر دفناتے ہیں۔ جنگ و قتال کے جھنڈے چڑھاتے، کپڑوں کو خون میں رنگتے اور ان پر نوچے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت کی اصل عربی یہ ہے:

”قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تشریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی بے وقوفی ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ اپنے معبود کنہیا کی اصل ولادت کی پوری نقل اتارتے ہیں یا رافضیوں کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت اہل بیت کی قولاً وفعلاً تصویر کھینچتے ہیں پس معاذ اللہ بدعتیوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی نقل بن گیا اور یہ حرکت بے شک و شبہ ملامت کے قابل اور حرمت اور فسق ہے بلکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرض مزخرفات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے۔ (المہند علی المفسد، ص ۶۹، ۷۰)

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا اول تو یہ عبارت مولانا سہارنپوریؒ کی نہیں مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے اور اس فتوے پر سرخی بھی قائم ہے جو اس اندھے کو نظر نہ آئی ثانیاً حضرت گنگوہیؒ نے معاذ اللہ کہیں بھی نفس ذکر ولادت کو کرشن کنہیا کے جنم دن سے بدتر نہیں کہا معاذ اللہ بلکہ اس دن کی جانے والی رضا خانی خرافات کو ان سے تشبیہ دی کہ جس طرح

وہ ہر سال کرشن کنہیا کا دوبارہ جنم مان کر اس کے ساتھ اصل ولادت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ بدعتی بھی اسی طرح میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی روح کی آمد کا عقیدہ گڑھ کر پھر اس کے ساتھ بالکل اصل پیدائش والا معاملہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں اور اس میں کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں بلکہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ رضا خانی میلاد کے دن جو خرافات کرتے ہیں وہ عیسائیوں، رافضیوں، مجوسیوں کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ خود حضرت کی جو عبارت اس نے دی ”بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے“ اس میں یہ ”لوگ“ کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ نفس ولادت کو برا نہیں کہہ رہے ہیں رضا خانی لوگوں کی خرافات کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں کوئی رضا خانی عید کے دن میلے تماشے اور خرافات شروع کر دے اور کوئی اللہ کا بندہ کہہ دے کہ یہ ہر سال عید کے دن میلے تماشے کرنا یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے بلکہ یہ لوگ ان خرافات میں ہندوؤں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ یہ آدمی عید کے دن کو ہندوؤں کے میلوں سے بدتر کہہ رہا ہے؟ خدا تم لوگوں کو عقل دے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

”یہ کہ نئی نئی مثالوں کو ایک خاص چیز جاننا اور اسی قسم کا وہی کمزور عقل والوں پر غلبہ کرنا یہاں تک کہ دریا کے پانی چراغ کے شعلے اور فوارہ کے پانی کو اکثر اشخاص ایک پانی اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں اور اکثر شیعہ ایسی عادات میں اس خیال میں منہمک ہیں مثلاً عاشورا کا دن جو ہر سال آتا ہے اس کو جناب حسینؑ کی شہادت کا دن خیال کرتے ہیں اور نوحہ و ماتم نالہ و شیون گرو یہ وزاری سینہ کوبی و بیقرار بالکل ان عورتوں کی طرح شروع کر دیتے ہیں جو ہر سال اپنے مرد پر کرتی ہیں حالانکہ عقل جانتی ہے اور مانتی ہے کہ زمانہ سیال ہے اور غیر قار ہے اس کے اجزاء کو ہر گز قرار نہیں اور جو معدوم ہو گیا اس کا لوٹنا محال ہے جناب حسینؑ کی شہادت اس دن ہوئی تھی جسکو بارہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اس دن کو آج کے دن سے کیا اتحاد اور کونسی مناسبت ہے عبد الفطر اور عید الاضحیٰ کو اس پر اس لئے قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں سرور و شادمانی کے اسباب ہر سال تازہ اور نئے ہوتے ہیں

یعنی رمضان کے روزوں کی ادائیگی اور خانہ کعبہ کے حج کی ادائیگی جو نئی نعمت کا شکر یہ ہیں جو سال بسال نیا سرور اور نئی فرحت پیدا کرتے ہیں اسی لئے شرعی عیدیں اس وہم فاسد پر مقرر نہیں ہوئیں بلکہ اکثر عقلا نے بھی نور روز اور مہر جان اور اس قسم کے دنوں کو عید منایا ہے کہ ہر سال آسمان تغیرات کے سبب نئی نئی فرحت لاتے ہیں اور نئے نئے احکام کا سبب بنتے ہیں بابا شجاع الدین کی عید عید غدیر سب اسی خیال فاسد پر مبنی ہیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ایوم اکملت لکم دینکم کا دن یا نزول وحی کا پہلا دن اور شب معراج کو شرعاً عید کیوں نہیں کہا گیا اسی طرح کسی نبی کے یوم تولد یا یوم وفات کے دن کو عید قرار نہیں دیا اور صوم یوم عاشوراً کیوں منسوخ فرمایا جسکو آنحضرت ﷺ نے سال اول میں یہود کی موافقت میں ادا فرمایا ان سب میں یہی راز کار فرما ہے کہ وہم کو اسمیں مداخلت کا موقع نہ ملے۔“

(تحفہ اثناء عشریہ، ص ۶۶۶ باب ۱۱ پہلی فصل نوع ۱۵)

جناب جی شاہ عبدالعزیزؒ بھی اس یوم ولادت جو عقل کے خلاف اور شیعوں کی پیروی کہہ رہے ہیں ان پر بھی کوئی فتویٰ لگے گا؟

اعترض ۵۳: دیوبندی مولوی بانی اسلام ﷺ کے ثانی ہیں۔ نعوذ باللہ اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر دیا ہے مرثیہ گنگوہی کے تمام اشعار پر اعتراضات کے جوابات کیلئے آگے مستقل کلام آرہا ہے۔

اعترض ۵۴: حضور ﷺ کا روضہ مبارک حرام بنا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مفتی دیوبند عزیز الرحمن کا فتویٰ ملاحظہ ہو: ”سوال..... اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔ جواب..... قبور (انبیاء و اولیاء) پر گنبد اور فرش پختہ ناجائز اور حرام ہے بنانے والے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۹۲، طبع

کراچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۸)

الجواب: رضا خانی نے سوال پورا نقل نہ کیا اگر یہ پورا نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی پوری عبارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو:

”سوال: ایک قبیح سنت فوت ہوا اس کے مریدین و معتقدین نے اس کی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف کچی قبر رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زمانہ مقابر اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔“

الجواب: قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا جائز و حرام ہے بنانے والا جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے نہی رسول اللہ ﷺ عن تجسیص القبور۔“

(عزیز التاوی المعروف بفنوی دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۱۱۷، طبع کراچی)

قارئین کرام سوال کا اصل حصہ جس کا جواب دیا گیا تھا ان رضا خانیوں نے انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا تھا سوال میں تو ایک پیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق استفسار تھا جس کا شریعت کے مطابق حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا۔ مگر اس بددیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکت میں (انبیاء و اولیاء) کا اصافہ کر دیا شرم شرم شرم۔ یاد رہے کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھا ہوا ہے مگر دیوبندی مذہب میں غلام مہر عسلی

رضا خانی نے ”غایہ السلام“ لکھ کر تحریف کا مظاہرہ کیا پھر اس مولوی نے اندھے مقلد بن کر اتنا بھی گنوار نہ کیا کہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیتے دیوبندی مذہب کی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے وہی تحریف شدہ عبارت اپنی کتاب میں نقل کر دی۔

رہی بات گنبد خضراء کے تحفظ کی تو علماء دیوبند نے ہر دور میں اس کا تحفظ کیا چنانچہ ۱۹۲۴ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک بن عبدالعزیز آل سعود نے قسبور پر قبوں کو گرا دیا ہے اور اب وہ نبی کریم ﷺ کا گنبد بھی گرا نا چاہتا ہے (جو کہ ایک جھوٹی افواہ تھی) تو ہندوستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی قیادت میں علماء کا ایک وفد سلطان کے پاس گیا اور آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز تقریر کی سلطان کے کاموں کی تعریف کی اور اسے اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی علامہ عثمانی کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر سلطان مبہوت رہ گیا اور یہ کہا کہ:

”میں آپ کا بہت ممنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رفعت اور علمی بلندی ہے لہذا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا ان تفصیل کا بہتر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور ان ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں۔“ (معارک الحرمین، ص ۶)

دوسری طرف رضا خانیوں کی گنبد خضراء سے دشمنی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ہر سال میلاد پر یہ لوگ گنبد خضراء کے ماڈل بناتے ہیں مگر آپ ۱۳ ربیع الاول کو اپنے علاقے کی مین شاہراہوں کا جا کر نظارہ کریں کہ وہ گنبد ٹوٹے ہوئے سڑکوں پر آپ کو بکھرے ملیں گے معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا گنبد گرا نا تمہارا مذہبی شعار ہے ہمارا نہیں۔

اعتراض ۵۵: حضور ﷺ کو طاغوت کہہ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ اس کے بعد بلغۃ الحیر ان کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵۶: دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں۔ نعوذ باللہ مطلب یہ کہ بعض صفات مسیحی ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔ (اضافات الیومیہ

ج ۱۰، ص ۷۱ (۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹)

الجواب: رضا خانی نے یہاں بھی رضا خانیت کا مظاہرہ کیا اور مکمل ملفوظ پیش نہیں کیا ملا حظہ ہو:

”فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ عامی کو ذکر کی تو تعلیم کرے مگر شغل کی تعلیم نہ کرے کیونکہ شغل سے بعض مرتبہ کشف ہونے لگتا ہے اور کشف کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کو ضروری علم ہوتا نہیں جیسا کہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے اپنا کشف بیان کیا تھا کہ مجھ کو یہ مکشوف ہوا ہے کہ میں اور جناب رسول مقبول ﷺ مساوی درجہ میں ہیں حالانکہ یہ ممتنع شرعی ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی کے برابر ہو جائے اس لئے اس نے اپنا یہ کشف مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں مثلاً مخلوقیت میں کہ حضور بھی مخلوق ہیں اور ہم بھی مخلوق ہیں اور من جمیع الوجوہ مساوات مراد نہیں مگر یہ مفصل کشف میں مجمل ظاہر ہوا۔ پھر مولانا نے اس کی ایک مثال دی وہ یہ کہ جیسے ایک خوشنویس نے ایک جیم لکھا اور اس جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا تو جیسے یہ جیم اس خوشنویس کا لکھا ہوا ہے اسی طرح یہ نقطہ بھی اسی کا لگایا ہوا ہے تو اس خوشنویس کی طرف یہ دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے کہ جیم متبوع ہے اور نقطہ تابع ہے اسی طرح حضور کو اور اپنے آپ کو ایک درجہ میں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور میں اور اس شخص میں کچھ فرق نہیں مگر ایک عامی شخص یہاں ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا۔“

(ملفوظات، ج ۱۰، ص ۳۴۵، ۳۴۶، ملفوظ نمبر ۲۵۴)

اللہ اکبر قربان جاؤں ان اکابر کے علوم پر واقعی ان جیسے رضا خانی عامی یہاں غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کا ملفوظ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں۔ رضا خانی نے یہ الزام لگایا تھا کہ دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں معاذ اللہ مگر

اپنے دیکھا کہ خود ملفوظ میں دو دفعہ برابری کی تردید موجود ہے صرف ایک کشف کی تاویل ہے اس میں بھی بعض صفات میں برابری کا کہا گیا وہ بھی وہ صفات جس پر فضیلت کا دار و مدار نہیں۔ اپنے گھر کا گند دیکھو تمہارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور ﷺ کی صفات میں برابر ہے معاذ اللہ چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنا یا تا کہ دوا بیماری سے کمزور نہ ہو۔“

(نور العرفان، ص ۱۸۴، الاعراف، آیت ۲۷)

معاذ اللہ دوا کمزور نہ ہو یعنی حضور کی صفت حاضر و ناظر قوت و طاقت میں شیطان کی صفت حاضر و ناظر کے برابر ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب تو شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام صفات میں حضور ﷺ کے برابر مانتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

”حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متجلی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶، سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اور مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں اتر اتو:

”دفن کے وقت ان کی قبر میں اتر ابا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۵، مطبوعہ بریلی طبع اول)

لیجئے حضور ﷺ کی قبر کی خوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے۔

اعتراض ۵: حضور ﷺ سے لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ
دنوی فنون کے اندر ہو سکتا ہے کہ غیر نبی سے اعلم ہو جائے فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی

سے اُعلم ہو جائے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۶۰)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸)

الجواب: کوئی عقل کے اس کورے سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے آئے آپ ہی کے گھر سے ثبوت حاضر ہے: بریلوی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

”خضر علیہ السلام نبی ہوں یہ غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم الاتقوف علیہا نبوت (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

یَجُوزُ أَنْ يَكُونَ غَيْرُ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ فِي عُلُومٍ لَا تَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا نُبُوَّتُهُ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۵۰ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۵ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۴۴۷، الباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فاما ما تعلق منها بامر الدنيا فلا يشترط في حق الانبياء العصمة من عدم المعرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم فيه اذ هم مهم متعلقة بالآخرة وانبائهم وامر الشريعة وقوانينها وامور الدنيا تضادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون۔ (الثناء، ج ۲، ص ۷۳)

بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہے سوان میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تر ہمت اور توجہ آخرت اور اس کے خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اعتراض ۵۸: حضور ﷺ کے گنبد روضہ اطہر گرا نا واجب ہے۔ نعوذ باللہ یہ بدبودار عنوان قائم کر کے محرف رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ: ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا بہت سی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بد نما اور بے ادبی و بد تہذیبی ہوتی ہے۔“ (اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۸۹)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: اس ملفوظ کو نقل کرنے میں جس بددیانتی بے حیائی اور ڈھیٹ پن و بے شرمی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس کو جان کر علماء یہود تو کیا ان رضا خانیوں کا پیرا بلیس بھی جان کر شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے گا ملاحظہ ہو مکمل ملفوظ:

”پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے گنبد شریف کے متعلق بھی ایک سوال اٹھا تھا، جب ابن سعود نے مزارات کو ڈھانا شروع کیا تو لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ اس نے حضور کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کا بھی عزم کیا ہے اس کی کہیں ابن سعود کو خبر لگی تو اس نے بہت اہتمام کے ساتھ اس خبر

کے بالکل غلط ہونے کا اعلان کیا مگر پھر بھی اس وقت اس کا بہت چرچا ہوا چنانچہ ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شبید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں متحیر ہوا یا اللہ کیا جواب دوں کیونکہ اس کے سوچنے سے بھی ذہن ابا، (انکار) کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کے گنبد شریف کو شبید کر دینے کے متعلق فتویٰ دیا جائے یہ تو کسی صورت میں ذوقا گوارا ہی نہیں تھا لیکن اس حدیث کے ہوتے ہوئے تحیر ضرور تھا کہ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی فوراً سمجھ میں آیا کہ اس حدیث میں صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے قبر فی البناء کی تو ممانعت نہیں اور حضور ﷺ کی قبر شریف ابتداء ہی سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کے اندر ہے جو قبر شریف سے پہلے ہی کا بنا ہوا ہے قبر کے بعد تو اس پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی لہذا اس حدیث کا حضور ﷺ کے گنبد شریف سے کوئی تعلق نہیں نہ وہ اس ممانعت میں داخل ہے۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو لکھا کہ میں آپ کے سوال کا جواب تو دیتا ہوں لیکن میرا قلم کا نپتا ہے آئندہ اس کا تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بد نما اور بے ادبی و بد تہذیبی ہوتی ہے۔ (ملفوظات، ج ۹، ص ۳۰۹، ۳۱۰، ملفوظ نمبر ۲۴۹)

اعتراض ۵۹: حضور ﷺ کو کافر سے بھی تھوڑا علم ہے کہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ غلیظ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی ضیل احمد ایٹھوی نے حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ، ص ۵۵) تو گویا کہ

دیوبندی مذہب میں حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے نعوذ باللہ مگر دیوبندی دھرم میں کافر کو دیوار کے پیچھے کا علم ہے تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۱۰، ص ۲۳۸) جو روایت مولوی خلیل احمد نے شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے اس کو شیخ موصوف صحیح نہ شد فرماتے ہیں (مدارج النبوة، ج ۱، ص ۷)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں مدارج النبوة کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ مطلقاً شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا لہذا اب اگر شیخ کی کسی کتاب سے اس روایت کا ثبوت مل جائے تو ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

”بدان کہ ایں دیدن آنحضرت ﷺ از بس ویش بطریق خرق عادت بود بوحی یا الہام و گاہ گاہ بود ندانم و مؤد آن است آنچہ در خبر آمد ما ست چوں ناقد آنحضرت گم شد دور نیافت کہ کجارت منافقان گفتند کہ محمدی گوید کہ خبر آسمان می رسانم و نمی داخذ کہ کما قما و کجا است پس فرمود آنحضرت واللہ من نمی دانم مگر آنچہ بدانانند مرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار کمن وے در جائے چنیں و چنان است و مہار دے در شاخ درخت بند شد است و نیز فرمودہ کہ ”من بشرم نمی دانم کہ در پس این دیوار چیست یعنی بے نایدن حق سبحانہ۔“

(اشعۃ اللمعات: ج ۱، ص ۳۶۵، مکتبہ نوریہ رضویہ)

ترجمہ: جان لے کہ دیکھنا آنحضرت ﷺ کا آگے سے اور پیچھے سے بطور خرق

عادت تھا وحی اور الہام سے کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی ناقہ مبارکہ گم ہو گئی تھی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ناقہ کہاں ہے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ میں نہیں جانتا مگر وہ کہ پروردگار مجھ کو بتلا دے اب میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ فلاں جگہ اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور ایک یہ بھی کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے بتلائے حق سبحانہ و تعالیٰ۔“

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا گریبان پکڑا جائے جہاں تک رضا خانی نے یہ لکھا کہ شیخ نے ”صحیح نہ شد“ فرمایا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ رضا خانی مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔“

(جاء الحق، ص ۴۰۷)

بریلوی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو اس اعتراض سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو احمد رضا خان کے ملفوظات میں منقول ہے کہ:

”ایک دفعہ جبرئیل کل حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار ہے کافی انتظار کے بعد جب باہر جا کر دیکھا تو جبرئیل باہر تشریف فرما ہیں الخ۔۔۔“

(ملخصا ملفوظات ص ۳۵۴)

فاضل بریلی کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ”دیوار کے پیچھے کون ہے“ ورنہ انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ چار پائی کے نیچے کیا ہے تو رضا خانیوں کو چاہئے کہ ہم پر کبواس کرنے سے پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھاڑو پھیریں۔ اب کفر کا فتویٰ احمد رضا خان پر جاگا اور یہی اہل بدعت کی علامت ان کے بڑوں

نے لکھی ہے۔

اور غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

”اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے۔“

(شرح مسلم: ج ۵: ص ۵۶۲، فرید بک سنال جنوری ۲۰۰۲)

لیجئے بقول آپ کے شارح مسلم کہ نبی کریم ﷺ کو تو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا تو جب دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننا گستاخی ہے تو وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں؟ جواب دور رضا خانیو!!!

اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کرنا جس میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زکوٰۃ کا ایک مسئلہ نبی کریم ﷺ سے پوچھنے گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہو گئی اور بلال کو مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ تاکید کی کہ ”ولا تخبرہ من نحن“ اور انہیں یہ مت بتلائے گا کہ ہم کون ہیں۔“

(مشکوٰۃ: ج ۱: ص ۱۷۲)

اب دیکھیں حضرت زینبؓ دروازے کے باہر سے بلالؓ کو کہہ رہی ہیں کہ ان کو بتلانا مت معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ بنا رب کے بتلائے نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں ورنہ حضرت بلالؓ ضرور یہ کہتے کہ میں کیسے نہ بتلاؤں اور انہیں نہ بتلانے کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ساری دنیا کو مثل تپھلی کے دیکھ رہے ہیں رضا خانی بتاتیرا صحابہ پر کیا فتویٰ ہے؟۔

پھر معارضہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا ملفوظ پیش کرنا بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر بالفرض کسی ولی سے کوئی کرامت یا کسی فاسق و فاجر سے کوئی استدراج ظاہر ہو جائے اور بعینہ اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہو تو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی نہ ہی وہ صاحب کرامت و استدراج اس نبی سے بڑھ جاتا ہے یہ نرالا اور

جاہلانہ اصول صرف بریلویوں کے ہاں ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے اب ہم اس اصول کے خلاف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق سے میں چند معتبر کرامات اولیاء ذکر کر رہا ہوں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ظاہر نہیں ہوئیں لیکن اس کے باوجود کسی بھی محدث اور امام نے ان پر یہ جاہلانہ اعتراض نہیں کیا جو رضا خانی کو سوچا۔

دیکھیں حضرت مریم ولیہ ہیں نبی نہیں ہیں، ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں لیکن ان کے یہاں لڑکی بھی نہیں ہوئی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطا فرمایا۔

جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اٹھائے لے جاتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ ہجرت کے سفر میں حضور ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا دے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن بلقیس کا تخت منٹوں میں حاضر ہونا سلیمان علیہ السلام کے صحابی کی کرامت ہے۔

مشہور سید التابیین ابو مسلم خولانی جو یمن سے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے آرہے تھے تاکہ صحابیت کا مقام حاصل ہو مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وہ آکر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور یہ وہ تابعی ہیں جنہیں اسود العنسی کذاب نے آگ میں ڈالا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں محفوظ رکھا۔

اس عظیم شخصیت کی ایک کرامت یہ ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج گھر پر آنا نہیں ہے تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی درہم و پیسہ وغیرہ ہے؟ تو اہلیہ نے کہاں ہاں ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کو دیئے تو حضرت خولانی بازار گئے تو وہاں پر ایک سائل مانگنے والا ملا اور اس نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے پیسے مانگے اور بڑا اصرار کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دیں تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پیسے

اس کو دئے اور آٹے کی تھیلی کو برادہ اور مٹی سے بھر کر سیدھے گھر آئے اور گھر کے دروازے سے جلدی اندر چھینک دیا اور کہیں چلے گئے جب رات کو آئے تو گھر والی نے روٹی سامنے رکھی تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی تو انہوں نے جواب دیا کہ روٹی اسی آٹے کی ہے جو آپ تھیلی میں بھر کر گھر پر لائے تھے تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ اس کرامت کو دیکھ کر رونے لگے۔

اس واقعہ کو علامہ ذہبیؒ اور امام نوویؒ جیسی شخصیات نے لکھا ہے، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

”وعن عطاء الخراسانی ان امرأة الى مسلم قالت ليس لنا دقيق فقال هل عندك شيء قالت درهم بعنابه غز لا قال ابغنيه وهاتني الحراب فدخل السوق فاتاه سائل فالج فاعطاه الدرهم وملاء الجراب نشارة مع التراب فاتى وقلبه مرعوب منها وذهب ففتحته فاذا به دقيق حواری فعبجنت وخبزت فلما جاء ليلا وضعت فقال من اين هذا قالت من الدقيق فاكل وبكى“ (سير اعلام النبلاء ج ۵ ص ۶۳، للذہبی و بستان العارفين للإمام النووی ص ۳۶۱)

حضرت عثمانؓ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں: علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ قرأ القرآن كله في ركعة (سير اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۳۵)

امام صاحب ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ کر ختم کر لیتے تھے۔

اسی قسم کی کرامت تو حضرت عثمانؓ سے بھی منقول ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

كان عثمان بن عفان يقرأ القرآن في ركعة واحدة (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۶)
دیکھئے حضرت عثمانؓ اور امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے اور بعینہ یہی بات حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم پورا معجزے کے طور پر پڑھ لیا ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ حضور ﷺ کے لیے اس قسم کا معجزہ ظاہر فرماتے۔

ایک اور واقعہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا ہے، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا کہ جاؤ مقام حرہ پر آگ لگی ہوئی ہے اس آگ کو ہٹا دو چنانچہ تمیم داری رضی اللہ عنہ وہاں جا کر اس آگ کو دھکے دیتے رہے، بالآخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے لگے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: فجعل تمیم یحوشہا بیدہ حتی دخلت الشعب ودخل تمیم خلفها (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۳) دیکھئے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ والی کرامت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی کرامت اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ والی کرامت اور اسی طرح امام اعظم والی کرامت بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور معجزہ کے ثابت نہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ان تمام حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری حاصل ہوگی؟ (العیاذ باللہ) ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ کشف مجاہدات سے جادو گروں اور نصاریٰ کو بھی ہو سکتا ہے (مقدمہ ابن خلدون)

اسی طرح کیا حضرت بی بی مریم حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل تھیں؟
کیا حضرت بی بی مریم کو حضرت صدیقہؓ پر برتری حاصل ہے؟
کیا حضرت آصف بن برخیا جو امتی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر برتری حاصل تھی؟

اور اسی طرح کیا حضرت سلیمان علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے؟
اگر کم درجے والے کے ہاتھ پر کوئی کرامت ظاہر ہو تو کیا اس کو بڑے درجے والے پر برتری حاصل ہو جاتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

اتمام حجت کیلئے ہم انہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر دیتے ہیں مولوی عبد السمیع راپوری لکھتے ہیں:

”اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا

حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔“ (انوار ساطعہ، ص ۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اب جواب دو تمہارا مولوی کہتا ہے کہ شیطان تو نبی اکرم ﷺ سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے اب کیا یہ شیطان کو نبی اکرم ﷺ سے بڑھانا نہیں؟ معاذ اللہ۔

اعتراض ۶۰: حضور ﷺ اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ نعوذ باللہ

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: ”سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کا بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔“ (تقویۃ الایمان، ص ۲۸) مولوی غلام اللہ خان پنڈی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو نہ نفع نہ نقصان کی طاقت اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔“ (جواہر القرآن، ص ۷۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹)

الجواب: رضا خانی نے اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر اس بار بھی عبارت پوری نقل نہیں کی ملاحظہ ہو:

”وقال الله تعالى قل لا املك لنفسي نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء ان انا الا نذير بشير لقوم يومنون۔“

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف میں کہ میں نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوٹی مجھ کو کوئی برائی میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔
ف: یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں

اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اسی لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کر دیں تاکہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جائے سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا۔“

(تقویۃ الایمان، ص ۳۴، ۳۵، دارالاشاعت)

دیکھا قارئین کرام! کتنا بڑا فریب کیا اس آدمی نے عبارت کے شروع میں جو نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی اسے سارا غائب کر دیا کیونکہ ان گستاخانِ رسول ﷺ کو بھلا نبی کے فضائل و مناقب کب برداشت ہو سکتے ہیں پھر دوسرا فریب یہ دیا کہ شاہ صاحب یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کی پیش کردہ آیت کا مطلب و مفہوم بیان کر رہے ہیں فتویٰ لگانا ہے تو معاذ اللہ قرآن پر لگاؤ۔ مولانا احمد رضا خان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو ہوں ہونا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں جو بات شاہ صاحب نے کی وہی احمد رضا خان صاحب کر رہے ہیں تو اب لگاؤ فتویٰ۔

اعتراض ۶۱: حضور ﷺ تہذیب اخلاق سے بے خبر تھے۔ نعوذ باللہ

مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبدالشکور لکھتے ہیں کہ: ”اخلاق محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ (ﷺ) قطعاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو

کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی۔“ (سیرت نبوی، ص ۴۴، طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۲)

الجواب: قارئین کرام! یہاں بھی کتاب کی اصل عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کر کے جس ”رضا خانیت“ یعنی دجل، مکر، دھوکا، فراڈ کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھ کر شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا نظر آئے گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”آپ کی اخلاقی حالت: قبل نبوت کے رسول ﷺ کی وہی حالت تھی جو تمام اہل مکہ کی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی فطرت نظامت و ذکاوت سے ان قبائح سے مجتنب رہتے تھے جن کی قباحت کا ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہو سکتی تھی مثل شرک، شرب خمر، وکذب و دیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن وادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہے مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت براری وغیرہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ما کنت بدعا من الرسل (نہیں ہیں آپ نرالے رسولوں میں) سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا (یہی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں میں سے) معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک و تمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے جیسا کہ آئینہ بیان ہو گا لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ووجدک ضالا

فہدی (اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے) (آپ کو) ما کنت تدری مالکک والایمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (باللہ کیا چیز ہے) ما کنت تعلمہا ولا قومک (نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم) (کے لوگ) اخلاقی محاسن کی تین حسزہیں تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن ان تینوں سے آپ قطعاً و اصلاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کرا گا ہی ہو سکتی تھی۔

(سیرۃ الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع مختصر سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ص ۴۱ تا ۴۲، المکتبۃ العربیہ اردو بازار لاہور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنا بڑا دجل و فریب کیا امام اہلسنت تو یہ فرما رہے ہیں کہ عقلی محاسن تو بوجہ آپ کی نظافت لطافت بوجہ اتم آپ ﷺ میں موجود تھیں اور وہ اخلاقی گراوٹ جسے عقل ممنوع سمجھتی ہیں آپ ﷺ اس سے بالکل پاک و صاف تھے ان کا شائبہ بھی آپ ﷺ کے کردار میں نہیں ملتا۔ ہاں جن افعال و اعمال کو شریعت نے آکر محاسن میں شمار کیا ان سے آپ ﷺ ابتداء بالکل ناواقف تھے اس لئے کہ جب آپ ﷺ کو شریعت، کتاب اللہ اور ایمان کی حقیقت و تفصیل کا حال معلوم نہ تھا جو ان اخلاق کا مبداء ہے تو اسلامی تہذیب و اخلاق کا علم کیونکر ہوگا؟ مگر رضا خانیوں کے انصاف و دیانت پر صد حیف ہے جو یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا ہر طرح کے اخلاق سے نبی کریم ﷺ کو بے خبر مان رہے ہیں۔

اعتراض ۶۲: حضور ﷺ کو میدان کی شکست۔ نعوذ باللہ

ویوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو کہ ہم نے میدان جنگ میں بڑی شکست کھائی شکست کھانا کوئی بری عادت نہیں حضرت محمد ﷺ جیسی ہستی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت جن جیسا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ان کی احد کی لڑائی میں شکست ہوئی میدان کی شکست انبیاء نے اٹھائی ہمارے نبی ﷺ نے اٹھائی ہے۔

(حیرت انگیز کارگزاریاں، ص ۱۴۱، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب: بریلوی صدر الافاضل خلیفہ مولانا احمد رضا خان مولانا نعیم الدین مسراد آبادی لکھتے ہیں:

”بدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔“ (خزائن العرفان، ص ۷۷)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”جنگ بدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کی تیاری بھی کر گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے۔“

(تبیان القرآن، ج ۲، ص ۳۳۵)

شکست کا اعتراف تو یہ حضرات بھی کر رہے ہیں اب ان پر کیا فتویٰ ہے؟

اعتراض ۶۳: حضور ﷺ پر غیر نبی کی برتری۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو:

”ایک دم آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں پسینہ پونچھا کہا خولہ بشارت ہو فیصلہ تیرے حق میں اللہ نے کر دیا اپنے نبی کے خلاف نبی کے فتوے کے خلاف۔“ (بیانات جمیل، ج ۲، ص ۸۱) وہ عورتیں کہاں گئیں جن کے روزے کی وجہ سے اللہ نے نبی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا۔“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۲۴۲، طبع گوجرانوالہ) ”اے اللہ تیرا نبی تو سنتا تو سن۔“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)۔ اول الذکر دو عبارات میں حضور اکرم ﷺ پر صحابیات کی برتری بیان کی جا رہی ہے تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب : ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بیانات جمیل، خطبات جمیل کے نام سے جسنی کتب ہیں ہمارے لئے حجت نہیں نہ یہ کتب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی کی ہیں یہ کتب ”امالی“ کی قبیل سے ہیں جنکے بارے میں خود بریلوی کہتے ہیں کہ خطاء کمی و بیشی کی گنجائش موجود ہے چنانچہ خود رضا خانی خطبات جمیل کی عبارت لکھتا ہے: ”اے اللہ تیرا نبی تو سنتا تو سن“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)

حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے: ”اے اللہ تیرا نبی تو سنتا نہیں تو سن“ پس جب یہاں کتاب سے نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے تو اصل کیسٹ اور بیان میں سے کیوں نہیں؟ باقی جس واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے وہ درست ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف اگر کوئی فیصلہ رب کی طرف سے آگیا تو اسے توہین پر محمول کرنا بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے کیا رضا خانیوں نے اساری بدر کی تفصیل نہیں پڑھی جس میں نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف عمر فاروقؓ کا فیصلہ رب کی طرف سے پسند کیا گیا۔

باقی خطباء کی عادت ہوتی ہے کہ عوام کو سمجھانے کیلئے تکلموا الناس بقدر عقولہم کے تحت ایسی باتیں کر دیتے ہیں جو اصل واقعہ میں مذکور نہیں ہوتی ہیں انہیں گستاخی پر محمول کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ (الایہ کہ وہ واقعہ گستاخی ہو) چنانچہ مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اپنے مولوی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کی تقریر ”جلالی نکتہ“ کے عنوان سے لکھتا ہے:

”صاحبزادہ افتخار الحسن نے مینار پاکستان میں ختم نبوت کا نعرہ نس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مرزا طاہر کے مباہلہ چیلنج کے جواب میں بلائی جس میں ہر فرقہ کے جید علماء شریک تھے حضرت سیدنا طاہر عسائو الدین علیہ الرحمۃ کی صدارت تھی پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ صاحبزادہ غضنفر علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ، مولانا سعید احمد مہر دی اور اہل سنت کے دیگر کئی علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ

نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنے بھیجا تو وہ تعمیل ارشاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا تھپڑ رسید کیا اور آنکھ نکال دی حضرت عزرائیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا جان لے آیا ایس؟ عرض کیا میں اپنی جان بچا کے آیاں تو کہنا ایس حسان لے آیاں ایس ارسلتنی الی رجل لا یزید الموت (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا فرمایا اچھا میں آنکھ صحیح کر دیتا ہوں پھر جاؤ عرض کیا تو بھاویں کریا نہ کر میں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں ماردا اے پھر بیان کیا عزرائیل کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے کسی سے اجازت لیتا ہے کسی سے تھپڑ کھاتا ہے اور کسے نوں ٹیٹوں نہیں نکلتی دیندا۔ (تقریری نکات، ص ۳۹۹)

اتنے بڑے علماء کی موجودگی میں کتنا بڑا جھوٹ بولا اس آدمی نے خدا اور اس کے ایک فرشتے پر اور اس کا یہ جملہ:

”تو بھاویں کریا نہ کر میں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں ماردا اے“

کس قدر گستاخانہ انداز بیان اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کھلانا فرمان ثابت کر رہا ہے معاذ اللہ جو حاشیہ اس کے جواب میں رضا خانی چڑھائیں وہی خطبات و بیانات جمیل پر چڑھادیں۔ ماکان جوابکم فہو جوابنا۔

اعترض ۶۴: انبیاء کرام سے جادوگر زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ پس بسیار چیز است کہ ظہور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمردن مشود حالانکہ امثال ہماں افعال بلکہ اقوی در کمال ازاں از باب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے بھی قوی و اکمل صاحبان سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰۲، منصب امامت، ص ۳۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا

انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۳)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں موروثی دجل کا مظاہرہ کیا پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”سوال: کرامت کیا ہے؟ جواب: خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہووے جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جاوے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے۔
سوال: کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب: اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب) کہ اجل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریفہ وان کان کبر علیک اعراضکم الخ (فارسی عبارت چھوڑ کر ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔ راقم) خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کیلئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے ممتنع ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت ممتنع نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب و سامان کے فراہم ہونے پر پس جو شخص کہ سامان و ذرائع رکھتا ہے اسی سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا منجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کاتب کیلئے لکھنا خرق عادت نہیں ہے اور اس شخص کیلئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھنا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت و دعا سے مار دینا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اس قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب و ذرائع کے فقدان کج وجہ سے خلاف عادت ہو پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اکمل

صاحبان سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرین واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ فن سحر و طلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس خرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بناء پر ماندہ کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفیس اشیاء قسم میوہ و شیرینی شیطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۴۵، ۱۴۶)

اعترض ۶۵: تاویل سے حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر نہیں۔ نعوذ باللہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است..... و اگر باتاویلے تو جیسے گوید کافر نہ شود (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۹۳ طبع کراچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۴)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است پس اگر کسے نبی ایں الفاظ در شان پاک حضرت سرور کائنات ﷺ اہانت و استخفاف و تحریہ و استہزاء گوید کافر نہ شود و بچنیں بے باکی و بے ہودگی در بار گاہ ایزد لایزال استج کفریات و اشنع الحاد است پس اگر قائل ایں الفاظ بلا تاویلے و تو جیسے ایں الفاظ گوید کافر نہ شود و مستوجب عقوبت و مواخذہ است و اگر بتاویلے و تو جیسے گوید کافر نہ شود لیکن منع کردہ شود کہ دریں ایہام کفر الحاد است یکفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او تسخر باسم من اسماء عالمگیری ج ۲، ص ۸۸۰ و قال فيما يتعلق بالانبياء يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم ايضا

ص ۸۸۴۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۹۸، طبع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی شان میں اہانت و گستاخی کرنا کفر ہے پس اگر کسی نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان پاک میں اہانت، استخفافا، تحریہ، استہزاء کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح بارگاہ الہی میں بے ہودہ و بے باکانہ کلمات کہنا قبیح ترین کفریات و شنیع ترین الحاد میں سے ہے پس اگر یہ الفاظ کہنے والے نے بلا تاویل و توجیہ کے کہے تو کافر ہو گیا اور سزا و مواخذہ کا سزاوار ہے البتہ اگر تاویل یا توجیہ سے کہا تو کافر نہ ہوگا البتہ ان الفاظ سے اس کو منع کیا جائے گا کہ موہم کفر و الحاد ہے تکفیر کی جائے گی ایسے شخص کی جو اللہ کو موصوف کرتا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا حکیم الامتؒ تو صاف فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی ہاں اگر ایسے الفاظ ہوں کہ جن کا صحیح معنی بھی نکلتا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا پھر بھی جائز نہ ہوگا۔ یہ اصول علماء احناف کا متفق علیہ ہے تفصیل کیلئے علامہ شامیؒ کا رسالہ ”تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام“ پڑھو۔ بلکہ ہمارے آئمہ کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ تو بہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا اور اس کی تو بہ قبول کی جائے گی (رسائل شامی، ۳۲۴)۔ اتمام حجت کیلئے رضا خانی گھر کے دو حوالے ملاحظہ ہو ماقبل میں رضا خانی نے دعویٰ کیا کہ شاہ اسمعیل شہیدؒ نے معاذ اللہ گستاخی کی اب انہی کے بارے میں بریلوی مولوی شریف الحق رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ..... جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت..... کے علم میں آئے تو بمصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلیٰ حضرت..... کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت..... نے کف لسان فرمایا۔“ (تحقیقات، ص ۲۰۷)

بریلوی مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

”اسمعیل دہلوی سے متعلق ایک شبہ کازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص و توہین شان رسالت کفر ہے تو اسمعیل دہلوی نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ اشرف علی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیل ایسا نہ ہو مگر مسلمان ہو شیار ہوں یہاں خبیثاء کا سخت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسمعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہلسنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لئے ہوں۔“ (ملفوظات المحضر ص ۱۷۲، حصہ اول، مکتبۃ المدینہ)

اب اگر رضا خانیوں کے اندر شرم و حیاء غیرت نام کی کوئی چیز ہے تو اپنے ان دونوں مولویوں کو بھی گستاخان رسول ﷺ کی لسٹ میں شامل کریں۔

اعتراض ۶۶: مثل انبیاء ہونے کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”دیوبندی مذہب کی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کنتم خیر امتہ اخر جت للناس تا مرون بالمعروف و تنہون عن المنکر کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔“ (ملفوظات شاہ محمد الیاس، ص ۵۴، طبع کراچی)

الجواب: رضا خانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرم جائے اصل عبارت اس طرح ہے:

”..... کی تفسیر خواب میں القاء ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔“

(ملفوظات، ص ۶۴)

اس میں صاف ”امت مسلمہ“ کے الفاظ موجود تھے مگر ان رضا خانیوں نے ان کو نقل نہ کیا

باقی اس کا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ پچھلے زمانے میں امت کو اللہ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء علیہم السلام کی تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری تھی اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو نبیوں کے اس کام کی ذمہ داری اس امت مسلمہ پر لگادی گئی ہے کہ جس کام کیلئے پہلے امتوں میں انبیاء کو مبعوث کیا جاتا تھا اب اس کام کیلئے اس امت کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے جہاں یہ عقیدہ موجود ہے کہ اہل سنت یعنی رضا خانیوں کیلئے نبی معاذ اللہ احمد رضا خان ہے ملاحظہ ہو عبارت:

”ولاہل السنۃ من اللہ احمد رضا“۔ (خالص الاعتقاد مع روح القطار، ص ۶۲)
مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا نقی علی خان لکھتے ہیں:

”پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی امت کے عالموں کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح اکثر انبیاء بنی اسرائیل خلق کو اتباع تواریت کی طرف ہدایت اور شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ترویج میں کوشش کرتے اسی طرح علماء اس امت کے قرآن کی طرف ہدایت اور شریعت محمدی کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں اسی جگہ سے کہتے ہیں الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں مانند پیغمبر کے ہے اپنی امت میں“۔
(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۴)

کیوں جی ہاضمہ صحیح ہوا؟ مولانا الیاس صاحب کے ملفوظ میں مثل کا لفظ ہے اگر یہ گستاخی ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل کہا اور نقی علی خان صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے ہمت کرو فتویٰ لگاؤ۔

خواجہ محمد احسان مجددی حضرت شیخ احمد سرہندی کے والد لے حوالے سے لکھتے ہیں:

”پھر حضرت مخدوم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے امت کی طرف سے اپنے آپ کو کس طرح فارغ کر لیا حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب تک تو ہم مع صحابہ کے امت کی طرف متوجہ تھے ہزار سال کے عرصہ

میں جس قدر اولیاء پیدا ہوئے ان میں سے کسی کو بھی ساری امت کے کارخانے کو برداشت کی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کے حوالے کرتے اور بارگاہ حقیقی میں جلوت گزریں ہوتے اب یہ فرزند ایسا ہوا ہے کہ اب ہم ساری امت کا دنیاوی اور اخروی کارخانہ اس کے اور اس کے فرزندوں کے سپرد کر کے فراغ دلی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں خلوت اختیار کریں گے۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ہر پیغمبر اولو العزم ہزار سال تک خلقت کی طرف متوجہ رہتا ہے بعد ازاں جب اور پیغمبر آ جاتا ہے تو پھر پہلا پیغمبر بارگاہ خداوندی میں خلوت گزریں ہوتا ہے اس امت کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک ہزار سال تک امت کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اور بعد ازاں کوئی ایسا پیغمبر اولو العزم ہوتا جو آپ کا قائم مقام ہوتا کیونکہ گزشتہ زمانے میں انبیاء کرام کی بعثت اور ہدایت کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ بعد نبی پہلے نبی کے دین کی ترجمانی کرتا ہے اور اسے مضبوط بناتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس واسطے اس امت میں علمائے امت کو بنی اسرائیل انبیاء کا سامر تہہ دیا گیا ہے تاکہ دین محمدی ﷺ کی خدمت کریں اور تقویت دیں۔“

(الروضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۱۱۷، ۱۱۸، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس کتاب کو ترتیب دینے والے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر جہان رضا ہیں۔ کوئی فتویٰ؟

امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ کامل اولیاء کے دلوں میں مثل انبیاء بغیر کسی کے تعظم کے حقائق و معارف کا ظہور ہوتا ہے:

والی کامل تنبعث من نفسه حقائق الامور بدون التعليم كما قال تعالى
يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسه نار نور على نور وذاك مثل الانبياء
عليهم السلام۔

(احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۵۰، بیان تفاوت النفوس فی العقل، دار الشعب القاہرہ)

اور علامہ ابن سیرینؒ لکھتے ہیں: فان صار فی المنام رسولا او داعیا الی اللہ تعالیٰ فان اجابہ احد او قبل منه دعواه فان منزلة رفیعة (تعطیر الانام، ج ۲، ص ۳۶۰) اگر خواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا ہے تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کر لی تو بڑا بلند مرتبہ پائے گا۔ امام مالک ابو مطیع بنی کے متعلق کہتے ہیں ابو مطیع قام مقام الانبیاء ابو مطیع انبیاء کے قائم مقام ہیں (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۲۰) اب لگاؤ فتویٰ الحمد للہ اس خواب کی تعبیر سچی ہوئی اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پوری دنیا اس سے واقف ہے۔

اعتراض ۶۷: انبیاء کرام پر برتری کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ

رضا خانی لکھتا ہے: تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب مزید کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کسی کام لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس، ص ۱۰۷، طبع کراچی)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱)

الجواب: اس کا جواب کچھ سال پہلے ایک سیفی مولوی کو دیا تھا ملا حظہ ہو۔ سیفی بریلوی نے اولاً تو عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ثانیاً عبارت کا جو مفہوم و مطلب بیان کیا وہ بھی ان کا خود ساختہ ہے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تبلیغ والوں نے اتنی تبلیغ کی یا اتنی دین کی خدمت کی کہ معاذ اللہ انبیاء بھی نہیں کر سکتے نہ اس کا مقصود اس عبارت سے اس بات کا بیان کرنا ہے۔ اولاً ان کی پوری عبارت ملا حظہ ہو:

”در حقیقت جو کچھ بھی کام کرنے والے ہیں وہ باری تعالیٰ ہیں نہ انبیاء بغیر اس کی مشیت کے کچھ کر سکتے ہیں اگرچہ ہزار کوشش کریں، اور نہ اولیاء اور نہ بڑی سے بڑی قوت والے غرض بغیر اللہ کی مشیت کے کوئی بھی دنیا بھر میں کچھ نہیں کر سکتا اور حق تعالیٰ میں سب قدرت ہے کہ چھوٹے چھوٹے اہل سبیل پرندوں کو ہاتھیوں پر فتح دلوا دی تو جبکہ حق تعالیٰ ہی کام کرتے ہیں اور قوت و زور کو کچھ دخل

نہیں ہے تو اگرچہ تم کتنے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس، ص ۱۰۷، از ابوالحسن ندوی، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات نظام الدین دہلی)

پہلی بات کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ شرطیہ ہے (حرف اگر برائے شرط):

”تو اگرچہ تم کتنے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے“

بریلوی اصل کے مطابق یہ گستاخی اس وقت ہوتی جب اس کا امکان پایا جاتا حالانکہ یہاں شیخ الیاس صاحب صرف بطور فرض کے بات کر رہے ہیں کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے متعلق احمد رضا خان کہتا ہے:

”یہ شرطیہ ہے جس کیلئے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے
 قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اِلَيْهِ مَحْبُوْبٌ تَمَّ فَرْمَادُوْكَ اِذَا رَحِمْنِ
 کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱، فرید بک سنال لاہور)

حضرت شیخ کی عبارت میں شرط میں ”اگر“ ہے مولوی احمد رضا خان نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں بھی ”اگر“ موجود ہے حضرت شیخ کے جملہ میں جو جزاء ہے اس میں ”تو برائے حسبِ زرا“ موجود ہے مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں جزا میں ”تو“ موجود ہے۔ تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی کیونکہ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا معاذ اللہ بچہ ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ

اس کو پوچھتے۔ یہ تو کھلا ہوا شرک ہے۔ اگر مولوی صاحب جواب دے کہ بھائی یہ بطور فرض و محال کے ہے، تو شیخ کی بات بھی بطور فرض و محال ہے۔ چونکہ جملہ میں کوئی گستاخی نہ تھی اس لئے مولوی کو عبارت نقل کرنے سے پہلے یہ جھوٹ بولنا پڑا کہ انبیاء پر برتری کا دعویٰ کر دیا معاذ اللہ۔ حضرت شیخ کی بات کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی مشیت و ارادہ و حکم پر موقوف ہے اگر اللہ کی مشیت و ارادہ نہ ہو تو انبیاء جیسے اولوالعزم بھی وہ کام نہیں کر سکتے اور اگر اس کا ارادہ و مشیت ہو تو کمزور سے کمزور آدمی سے بھی جو کام لینا چاہیں لے لیں۔ آخر اس میں کوئی برائی یا گستاخی ہے؟ ثابت تو کرو۔

اب ذرا ایک نظر گھر پر بھی ڈالیں آپ کے مناظر اعظم جس کو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اس سے سوال ہوا:

”سوال نمبر ۱: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لیے دوبارہ اتریں گے

حضرت محمد ﷺ میں آئیں گے پس افضل کون ہے؟

جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی ناکامیاب ہو امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لیے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔

(انوار شریعت، ج ۲، ص ۵۵)

معاذ اللہ تمہارے پیروں فقیروں کو تو کسی چیز کا خوف نہ ہو وہ تو کھل کر حق بات کر دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معاذ اللہ یہودیوں کے خوف سے کار تبلیغ جو ان کی ذمہ داری تھی سرانجام نہ دی۔ بتائیے گستاخی یہ ہوتی ہے یا وہ جو تم نے پیش کی؟

آگے چل میرا آپ سے سوال ہے یقیناً آپ نے اپنے بیانات میں یہ کہا ہو گا کہ ہمارے اکابر بڑے ”مرد مجاہد“ تھے انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ مگر دوسری طرف آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے:

”جو انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے۔“ (نور العرفان)

ص ۶۵۴، یعنی کتب خانہ گجرات)۔

اب میرا سوال ہے کہ تم اگر انگریز کے مقابلے میں مارے جاؤ (یاد رہے کہ یہ صرف رضا حسانی کے اقوال کو سامنے رکھ کر سوال کر رہا ہوں ورنہ راقم کے نزدیک بریلوی فرقہ انگریز کا ایجنٹ ہے انہیں کبھی انگریز تو کیا کسی کافر کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنے کی توفیق نہ ہوئی) تو مرد مجاہد، جہاد کرنے والے مگر انبیاء علیہم السلام مجاہد نہیں ہیں تو جہاد کا جو کام اللہ تعالیٰ نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جواب دیں گستاخی ہوئی یا نہیں؟

اعتراض ۶۸: بانی تبلیغی جماعت کے جنازے پر و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے آگے اس نے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت اور سوانح مولانا یوسف اور اشرف السوانح کا حوالہ دیا۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، ۸۲)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”اس کے بعد غسل شروع ہوا علماء و فقہاء نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور تمام سنن و مستحبات کا التزام کیا گیا مساجد (اعضاء سجود) پر خوشبو لگانے لگے تو حاجی عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ پیشانی پر اچھی طرح خوشبو لگاؤ یہ گھنٹوں سجدے میں نگی رہتی تھی شہر میں عام اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہو گئی تھی تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہو گیا وہ مجمع جس کو مولانا کبھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تعزیت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی مولانا ظفر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور نصائح فرمائے۔“ (حضرت مولانا محمد

الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت، ص ۱۷۳)

مطلب بالکل واضح ہے کہ غم و اندوہناک کی اس گھڑی میں وما محمد الا رسول الآیۃ کے مضمون سے بڑھ کر اور کیا واعظ ہو سکتا تھا یعنی لوگوں صبر کرو جب کائنات کی سب سے محبوب ہستی جس کیلئے یہ کائنات بنی اس دنیا میں نہ رہے اور یہاں سے پردہ فرما گئے موت انہیں بھی آئی تو بھلا ان کے بعد کس کو موت سے مفر ہے جو بچ جائے؟ یہ تو خدا کا اٹل فیصلہ ہے اس حقیقت کا سامنا ہر ایک نے کرنا ہے خواہ اس کا اس پر ایمان ہو یا نہ ہو ہاں کرنے کا کام یہ ہے کہ اگر ہمیں ان ہستیوں سے واقعۃً محبت ہے تو اب رونے دھونے اور آہ و فغاں کرنے کے بجائے ان کے مشن کو اپنا مقصد بنائیں اور اس کی تعمیر و ترقی اور ترویج کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کہ آخر اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟

مولوی عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری احمد رضا خان صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:
”در حقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے جس طرح غوث پاک سرور دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے قرآن کریم نے فرمادیا وما یخطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔“

(سیرت امام احمد رضا، ص ۲۳، ۲۴، پروگریسو بکس لاہور)

جب شیخ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقیناً یہ آیت ان پر بھی فٹ آئے گی اور جب اعلیٰ حضرت شیخ کے ہاتھ میں مانند قلم تو اس آیت کے وہ بھی مصداق ہوں گے اب دیکھو قرآن کی آیتیں تم اپنے مولویوں پر فٹ کرو اور اعتراض ہم پر کرو۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

”فتاویٰ مبارکہ حسام الحرمین بے شبہ حق و صواب مطابق سنت و کتاب ہے۔ اس کا ماننا اس کے ارشادات جلیلہ کو عین مطلوب شرع مطہر اور اصول و مقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا عمل رکھنا مسلمانوں پر فرض اور

ان کے کامل ایمان صحیح الاعتقاد سچے پکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل اور فرمان
الہی جل و علا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم
تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر و احسن تاویلا۔ (الصوارم
الہندیہ: ص ۵۴)

یہاں پر بریلویوں کا کفر نگانا چ رہا ہے بریلوی جواب دیں کہ تمہارے نزدیک احمد رضا خان اللہ
تھا معاذ اللہ یا اللہ کا رسول العیاذ باللہ جو اختلاف کی صورت میں تم اے اس آیت کا مصداق
ٹھہرا رہے ہو؟۔

ایک بریلوی ملاں ”احمد رضا خان“ کی کتاب ”حسام الحرمین“ کے متعلق لکھتا ہے کہ:

کتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین

(الصوارم الہندیہ: ص ۶۴)

ہم عوام کی اسی عدالت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ بتائے کیا ”لاریب فیہ ہدی للمتقین“
قرآن کی شان نہیں؟

اعتراض ۶۹: انبیاء کرام کا عذاب سے بچ جانا غنیمت ہے۔ نعوذ باللہ
یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور رسولوں کا کمال
سلامت رہنا عذاب الہی سے فقط“۔

(بلغۃ الحیران، ص ۲۴۴)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۲)

الجواب: قارئین اول بات تو یہ کہ کتاب ہماری معتبر نہیں، ثانیاً عبارت میں کہیں بھی
یہ نہیں لکھا کہ انبیاء کیلئے یہ غنیمت ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہاں تو لکھا ہے کہ یہ
ان کا کمال ہے اور یقیناً ان کا عذاب الہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے اس میں بھلا کیا
شک ہے؟ ثالثاً دھوکا دہی ملاحظہ ہو بلغۃ الحیران کی عبارت میں ”فقط“ سے مراد یہ تھا کہ
سورۃ النمل یہاں مکمل ہو گئی مگر اس بد بخت نے فقط کو ماقبل کی عبارت سے ملا کر عبارت میں
حصر پیدا کر کے ایک غلط مفہوم دینا چاہا۔

مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چنانچہ خلود انبیاء و دروزخ و خلود کافراں در بہشت و آن اگرچہ بنظر ذات خود ممکن است اما بنظر آن کہ خلاف حکمت حقست ممتنع است۔“ (مکتوبات قدسیہ، ص ۳۴۳)

”و اگر عدل کنند مقربان را بر خاک زند و در ہاویہ سپارد کس۔“ (ایضاً، ص ۱۷۶)

چنانچہ انبیاء کو جہنم میں داخل کرنا اور کافروں کو بہشت میں اگرچہ فی ذاتہ ممکن ہے مگر حق تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر یہ امر ممتنع ہے اور اگر وہ ذات عدل پر آجائے تو مقربوں کو خاک پر دے مارے اور ہاویہ میں ڈال دے۔

اب لگاؤ اس عبارت پر بھی سرخی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں جانا ممکن ہے اور حضرت کو بھی گستاخوں کی فہرست میں شامل کر لو، معاذ اللہ۔

اعتراض ۷۰: انبیاء سے محبت ضروری نہیں ہاں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”میں کمبخت کیا چیز ہوں کہ میں اس کا انتظار کروں کہ مجھ سے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا منسرخ نہیں۔“ (اضافات الیومیہ، ج ۵، ص ۷۵) گویا دیوبندی مذہب میں انبیاء کرام سے محبت ضروری نہیں ہاں اس دیوبندی دھرم میں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے لکھا ہے کہ: ”اپنے پاس اعمال وغیرہ تو کچھ ذخیرہ نہیں صرف بزرگوں کی دعا اور محبت ہی ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے۔“ (اضافات الیومیہ، ص ۲۵۱، ۲۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۲، ۸۳، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۷، ۲۰۸)

الجواب: یہ بھی اس رضا خانی کا دھوکا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے محبت ضروری نہیں ان سے محبت تو ایمان کیلئے شرط ہے حضرت حکیم الامتؒ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ان سے طبعی محبت ضروری نہیں کیونکہ یہ امر غیر اختیاری ہے اور یہ بات وہ اپنی طرف سے نہیں فرما رہے ہیں اکابر علماء بھی ان سے پہلے بلکہ خود رضا خانی علماء بھی اس بات کو لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو چند حوالہ جات۔

۱۔ علامہ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

اعلم ان المراد بهذه المحبة الشرعية فانه يجب على المسلمين ان يقوارسوا رسول الله ﷺ بانفسهم واولادهم وليس المراد بهذا المحبة الطبيعية فانهم قد فروا عنه في القتال وتركوه وكل ذلك لا يثار حب النفس۔
(كشف المشكل، ج ۳، ص ۲۳۱، دار الوطن الرياض)

۲۔ بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ اولاد اور مال و دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے۔“ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۲۲۶)

تمہارا اپنا مفتی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی نہیں بلکہ محبت عقلی کرنا فرض ہے اب ہمت ہے تو لگاؤ اپنے اس شیخ الحدیث پر گستاخی کا فتویٰ۔ حضرت حکیم الامت کی محبت کا اندازہ لگانے کیلئے ان کا یہ ملفوظ کافی ہے:

”مجھ کو امور تکنوینیہ کے مصالح سے مناسبت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اللہ و رسول کا ذکر کرتا رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور جہاں دنیوی قصے شروع ہوئے مجھے وحشت شروع ہوئی۔“

(ملفوظات، ج ۱، ص ۲۰۴)

۳۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

”قال الامام ابو سليمان الخطابي لم يرد به جب الطبع بل

ارادہ حب الاختیار لان حب الانسان نفسه طبع ولا سبیل
الی قلبہ۔ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۴۹)

۴۔ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

”ولیس المراد الحب الطبعی لانه لا یدخل تحت الاختیار
ولا یکلف الله نفسا الا وسعها بل المراد الحب العقلی
۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۱۳۹)

یہ سارے علماء وضاحت کے ساتھ اس بات کو لکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے
محبت طبعی ضروری نہیں بلکہ محبت عقلی ضروری ہے اب اگر ہمت ہے تو ان پر بھی مستوی
لگاؤ۔ یاد رہے کہ حکیم الامت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ انبیاء سے معاذ اللہ طبعی محبت بھی سنہ
رکھے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات اگر ناموس رسالت و ناموس دین پر ماں باپ
اولاد مال و دولت کی قربانی دینی پڑے تو ہو سکتا ہے کہ کسی انسان کا دل نہ مانے اسے
افسوس ہو اس پر غم ہو تو اس پر تو کوئی مواخذہ نہیں لیکن ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ اس غم دکھ
درد کو ایک طرف رکھ کر محبت طبعی پر محبت عقلی کو ترجیح دے اور ان کو قربان کر ڈالے۔ اب
جو ان کو قربان کرنے پر ناگواری ہوئی تو وہ محبت فطری طبعی کی وجہ سے اور باوجود اس
ناگواری کے قربان کر دیا تو اس واسطے کہ دین اور اس کو لانے والے رسول اکرم ﷺ سے
محبت عقلی تھی جو محبت طبعی پر غالب آئی اور یہی شریعت کو مطلوب و مقصود ہے۔

یاد رہے کہ محدث جنیل حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے یہاں صرف محبت
اختیاری و عقلی کے قول کو اختیار نہ کیا بلکہ کہا کہ عقل کے ساتھ طبعی بھی ضروری ہے کہ اس
حدیث میں والدین اور اولاد کا کہا گیا اور ان سے محبت طبعی ہوتی ہے (فیض الباری) بعد
میں شاہ صاحبؒ کے اسی نکتے کو سرقہ کر کے احمد یار گجراتی نے بھی اپنی شرح مشکوٰۃ میں لکھا
ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ وللمناس فیما یعشقون مذاہم۔

اعتراض ۱۷: حضرت یوسف کے ثانی گسگوہی کے کالے بندے

تھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض ۷۲: گنگوہی کے کمالات و طاقت حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ۔ نعوذ باللہ
اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کے اشعار پر اعتراضات کئے گئے ان سب اشعار کا جواب آگے
مستقل عنوان کے تحت یکجا آ رہا ہے۔

اعتراض ۷۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا
انکار۔ نعوذ باللہ

دیوبند کے امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:
وثائق و حقائق اور سلسلہ ابراہیمی دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق
میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی و محکومی و غلامی
سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و
مطلوب اور بنی اسمعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ
تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی و ما ارسلمک الا کافۃ للناس
بشیرا و نذیرا (۳۲، ۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح
تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی
جن کا حسب ارشاد صاق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت
نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا۔ (ہفت
روزہ الہلال کلکتہ، ج ۳، ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳ء، ص ۷۷، ۷۸ طبع لاہور)

اس عبارت میں سرکار عیسیٰ کو مجدد ہی بتلا کر اس نے آپ کے رسول و نبی ہونے کا انکار کیا
ہے اور سلسلہ ابراہیمی میں دو رسول مان کر باقی رسل سے انکار کیا ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴)

الجواب: رضا خانی نے اول بے ایمانی تو یہ کی کہ اس کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ اس پر کسی کالم نگار یا مضمون نگار کا نام درج نہیں ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو۔ پھر کالم بھی پورا پیش نہیں کیا مکمل کالم اس طرح ہے:

”سلسلہ ابراہیمی (ع) میں دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی و محکومی و غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و مطلوب اور بنی اسمعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی و ما ارسلک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (۳۲، ۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کو نبی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صاق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا اس نے خود تصریح کر دی کہ میں تو رات کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں (یوحنا ۱۳، ۲۵) اس نے کہا کہ میرا مقصد صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش ہے (۱۵، ۱۹) اسی لئے اس نے اپنی اصلاح کو صرف یہودیوں تک محدود رکھا اور غیر قوموں میں وعظ کرنے کی مخالفت کر دی۔“

(ہفت روزہ الہلال کلمات، ص ۱۱، ج ۳، ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳، مطبوعہ الہلال اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ج ۲، ص ۲۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر حبلی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اسی واسطے ”انجیل یوحنا“ کے حوالے دئے ظاہر ہے کہ اگر اپنا عقیدہ بیان کرتا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہوتا تو قرآن و حدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا انجیل سے مسلمانوں کو

کیا سروکار؟۔

بریلوی تو نبی کریم ﷺ کو نبی نہیں مانتے

دوسروں پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی پہلے خبر لیں بریلوی مناظر عبد المجید سعیدی رحیم یار خانی مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور اس بات کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب میں مسند درجہ ذیل عنوان قائم کیا: ”سرگودھوی انکار نبوت کی تصریحات“۔ (تنبیہات، ص ۴۳) آگے لکھتا ہے:

”خلاصہ یہ ہے کہ سرگودھوی صاحب خود اپنی تحریرات کی روشنی میں ولادت باسعادت تا اعلان نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے گستاخ اور سوء ادبی کے مرتکب ہوئے ہیں“۔ (تنبیہات، ص ۶۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار
اسی اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”عبارت مذکورہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات (تحقیقات اشرف سیالوی کی کتاب ہے۔ از ناقل) کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے کی صورت میں بزعم اس فاضل محقق (اشرف سیالوی) کے حضور سید المرسلین ﷺ کی امتیازی شان خاتم النبیین کا ختم ہونا لازم آتا ہے جبکہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی شان خاتم النبیین کا ختم نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے تو نتیجہ واضح ہے کہ ان کے موقف اور عقیدہ کے مطابق العیاذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا بھی قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے“۔ (تصریحات بجواب تحقیقات، ص ۹۵، ۹۶)

معاذ اللہ یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں تمہارا اپنا مولوی کہہ رہا ہے کہ بریلوی مولوی حضرت عیسیٰ

عالیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور یہ عقیدہ قطعیات میں سے ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اقرار

کرتے ہیں ان کی اپنی تفسیر سے صراحت

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”عیسائیوں کی اس گمراہی کا ذکر کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے انہیں اپنی رسالت کیلئے چن لیا تھا۔“

(ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۴، مکتبہ سعیدناظم آباد کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

”اور اے مریم! اللہ (اس ہونے والے لڑکے) کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا نیز تورات اور انجیل کا اور اسے بنی اسرائیل کی طرف بہ حیثیت رسول کے بھیجے گا۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۲)

مزید ملاحظہ ہو:

”نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہے اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں) ہم خدا کے فرمانبردار ہیں اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جس کی ربانی بھی آئی ہو سچائی ہے اور ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۳۶۰)

اتنی صریح تصریحات کے بعد بھی مولانا پر یہ الزام لگانا کہ وہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں بے حیائی کی انتہاء ہے دراصل یہ غلیظ و کفریہ عقیدہ تمہارا اپنا ہے جو ہماری طرف لگا رہے ہو ماقبل میں ناقابل تردید دلائل دوبارہ ملاحظہ کر لو۔

اعتراض ۷۴: انبیاء کرام کی بے بسی۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی عمر پالن پوری لکھتے ہیں کہ: ”فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا قارون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھسنے سے بچا نہیں سکا کوئی طاقت بچا نہیں سکتی اللہ کی پکڑ سے بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ساری طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی تو نوح علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی ابراہیم علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچا سکی۔“ (ماہنامہ الدعوة الی اللہ لاہور شمارہ ۲۰ ماہ دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۷)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴، ۸۵)

الجواب: پہلی بات تو یہ کہ ماہنامہ الدعوة کو کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتابچہ تسلیم کر دیا ہے؟ پھر یہ جاہل لکھتا ہے کہ عمر پالن پوری لکھتے ہیں گویا مضمون وہ خود لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی تقریر ہے۔ ثالثاً اسے گستاخی میں شمار کرنا بھی پرلے درجے کی جہالت ہے مولانا نے جو کچھ کہا (رضا خانی کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے) وہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهار فلم یزدہم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتہم یتغفلہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصرروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جہارا ثم انی اعلنت لہم و اسررت لہم اسراراً

عرض کی میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی پڑا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا پھر میں نے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔“ (ترجمہ کنز الایمان، پ ۲۹، سورہ

نوح، آیت ۵ تا ۹)

گویا صبح وشام افراد و اجتماعا ہر طرح سے انہیں دین حق کی دعوت دی اور ایک دوسرے سے نہیں

ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ فلبث فیہم الف سنۃ الا خمسین عاما

اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا (کنز الایمان، پ ۲۰، سورۃ العنکبوت، آیت ۱۲)

سائزھے نو سو سال تک دعوت الی اللہ دیتے رہے مگر ہر طرح کی کوشش بھی انکی قوم کی اصلاح نہ کر سکی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اللہ کا عذاب آیا اور کافر بیٹے کو عذاب میں ہلاکت کے قریب دیکھا تو پدری شفقت نے جوش مارا اور بقول رضا خانیوں کے ساری دنیا کی مشکل کشائیاں کرنے والا، مختار کل، لوگوں کو اولاد دینے والا، انکا نفع و نقصان کرنے والا ان کی بیماریاں مصیبتیں دور کرنے والا جب اپنے بیٹے کو مشکل میں دیکھتا ہے تو عاجزانہ انداز میں حقیقی مشکل کشا کو پکارتا ہے یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جا رہا ہے وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے مگر رب نے فوراً وحی کر دی:

ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اہلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال ینوح انه لیس من اہلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک بہ علم انی اعظک ان تكون من الجہلین

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا (عرض کی) اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ (کنز الایمان، پ ۱۲، ہود ۴۴، ۴۵)

اب جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قرآن میں موجود ہے حضرت ابراہیم کا باوجود خواہش کے ان کے والد کا ایمان نہ لانے کا قصہ بھی قرآن میں موجود ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں

اب اگر معاذ اللہ گستاخی کا فتویٰ لگانا ہے تو قرآن پر لگاؤ اس میں بے چارے دیوبندیوں کا کیا قصور ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں:

”لو ادخل واحد من الانبياء والصالحين النار كان عدلا: اگر

وہ (فرضا) انبیاء کرام و صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کر دے تب بھی وہ عادل ہے۔“

(فیض غوث صدیقی، ص ۵۸۳، مترجم محمد ابراہیم بدایونی رضا خانی)

اعترض ۵: مولوی طارق جمیل کا حضور اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر

ثابت کرنا۔ نعوذ باللہ

طارق جمیل دیوبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ: ”مری سے ہماری جماعت آرہی تھی وہاں مزدور اکٹھے ہوئے تھے ہزار ڈیڑھ ہزار مزدوروں میں میں نے بیان کیا مٹی مٹی ان کے جسم چہرے پر مٹی ہاتھوں پر مٹی سارے کپڑے کالے میلے میں نے کہا بھائی کوئی ایسا فقیر ہے جسکے گھر میں تین دن چولہا نہ جلتا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے سب نے کہا نہیں کوئی نہیں میں نے کہا ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں دو دو مہینے اس کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔“

(ماہنامہ الدعوة الی اللہ شمارہ ۳۳، ماہ جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۲۳)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵)

الجواب: اولاً ہم ماہنامہ الدعوة کے متعلق وضاحت کر چکے ہیں یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں۔ ثانیاً یہ بھی رضا خانیوں کا دھوکا ہے پوری عبارت آپ بار بار ملاحظہ فرمائیں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم ﷺ سب سے بڑے فقیر ہیں۔ مگر آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا اگر کسی رضا خانی میں ہمت ہے تو امام غزالیؒ پر گستاخی کا فتویٰ لگائے:

”گفت حق تعالیٰ واللہ الغنی واتم الفقر آءینیا زخدا ی است وشاہمہ درویشد

وعیسیٰ (ع) فقیر را بدین تفسیر کرد و گفت: اصبحت مرتهنا بعملی وللامر بیدغیری فلا فقیر افقر منی وگفت من گرو کردار خوشم وکلید کردار من بہ دست یکی دیگر است و کدام درویش است از من درویشتر؟ (کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۲۰، اصل چہارم در فقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیر کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ میں اپنے کردار میں گروہوں اور میرے کردار کی کنجی دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟

مزید امام غزالی لکھتے ہیں: رسول مقبول ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا اگر تم و رسول (ﷺ) بای نشہ گفت اگر خواہی کہ فردا مرا دریابی درویش وارزندگانی کن (کیمیائے سعادت، ص ۴۲۴، ج ۲)

ترجمہ: اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو۔ مزید لکھتے ہیں:

”و در خبر است درویشان گلہ کردند بہ رسول (ﷺ) کہ تو انگران خیر دنیا و آخرت بر دند کہ صدقہ زکوٰۃ و حج و جہاد من کنند و ما نتوانیم رسول (ﷺ) رسول درویشان را کہ فرستادہ بودند بنواخت وگفت مرحبا بک و بمن جنت من عندہم از نزدیک قومی آمدی کہ من ایشان را دوست دارم ایشان را بگوئی کہ ہر کہ بر درویشی صبر کند برائی خدا تعالی ایشان را سہ خصلت بود کہ ہرگز تو انگری را نبودی کی آنکہ در بہشت کوشکھا ست کہ اہل بہشت آن را چتاں نبیند کہ اہل دنیا ستارہ را و آن نیست الا جای پیغمبراں و درویشان و شبیداں۔“

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۴۲۷، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گلہ کر بھیجا کہ یا رسول اللہ دین و دنیا کی نیکی تو امیروں ہی نے لوٹ لی

کہ وہ صدقہ اور زکوٰۃ اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے رسول اللہ ﷺ نے فقیروں کے اپنی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو ان سے کہہ دے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اس کے واسطے تین درجے ایسے ہیں کہ امیروں کے واسطے نہیں ہیں ایک یہ کہ اہل بہشت کو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے اہل دنیا کو ستارے اور وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی۔

یہاں تین فقیر خود نبی کریم ﷺ نے ذکر کئے (۱) فقیر پیغمبر (۲) فقیر مسلمان (۳) فقیر شہید۔ اور الاحوالہ مسلمان و شہید فقیر سے پیغمبر فقیر کا فقر زیادہ ہوگا تو ان بد بخت رضا حسانیوں کا فتویٰ تو نبی کریم ﷺ پر لگ رہا ہے ”فقیری“ کو عیب سمجھنے والے یہ ”سگان رضا“ ”کیمیائے سعادت“ میں چوتھی فصل فقیر اور زہد کے بیان میں کو شروع سے لیس کر آخر تک حرف بحرف پڑھیں انشاء اللہ ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے۔ جہاں تک چولہا نہ جلنے کی بات ہے تو وہ خود حدیث میں موجود ہے اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے فرماتی ہیں کہ: یا بنی اخی انا کنا لنتظر الی الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثہ اہلۃ فی شہرین وما اوقدت فی ابیات النبی ﷺ نار قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء

(بخاری و مسلم)

اے بھانجے ہم کیے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ﷺ کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی حضرت عروہؓ نے دریافت کیا پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس کھجور اور پانی۔

اعتراض ۶: انبیاء کرام احکامات خداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصر تھے۔ نعوذ باللہ

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی اور لیس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ: ”نبی اور رسول اللہ کے حکم سے یہ بتلاتا ہے کہ کفر و شرک روح کیلئے مہلک ہے..... مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ

کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کا ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے۔“ (عقائد اسلام، ص ۶۴ ج ۲، طبع لاہور)۔ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵)

الجواب : مکمل عبارت ملاحظہ ہوساری بات سمجھ آ جائے گی :

”غرض یہ کہ کوئی مریض بغیر طبیب کی رہنمائی کے خود اپنا علاج نہیں کر سکتا اسی طرح روحانی مریض بغیر طبیب روحانی کے خود اپنے باطنی امراض کا علاج نہیں کر سکتا، سمجھنا کہ سمیٹا ہوا ہے کہ سم الفار (سنکھیہ) مہلک ہے مگر عقلی طور پر اس کی وجہ نہیں بتا سکتا کہ سم الفار (سنکھیہ) میں ہلاک کرنے کی تاثیر اور خاصیت کیوں رکھی گئی ہے اسی طرح نبی اور رسول اللہ کے حکم سے بتاتا ہے کہ کفر اور شرک روح کیلئے مہلک ہے اور کفر و شرک روح کو ہلاک کرنے میں سم الفار کا حکم رکھتا ہے اور یہ بتانا کہ تکبر اور حسد اور حرص و طمع اور بدکاری اور بے حیائی وغیرہ وغیرہ اس قسم کی چیزیں روح کو ہلاک کرنے والی ہیں مگر اس بات کے سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے انبیاء کا اصل مقصود سعادت اور نجات کو سمجھا دینا ہے اور بتانا دینا ہے کہ منزل مقصود آخرت ہے اور یہ دنیا رہ گزر ہے محض عقل سے تو دنیا کا راستہ بھی نظر نہیں آتا آخرت کا راستہ محض عقل سے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔“

(عقائد اسلام، ص ۶۶ ج ۲ ادارہ اسلامیات)

اول بات تو یہ کہ اس میں کہیں بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا کاندھلویؒ یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام احکام شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ صرف عقل اور انکسار سے یہ نہیں بتا سکتے کہ کفر و شرک اور گناہ روح کو کس طرح ہلاک کرتی ہے اور یہ حقیقت نہیں بلکہ ان فواحش اور ذنوب کی تاثیر ہے جس جاہل کو حقیقت اور تاثیر میں فرق معلوم نہ ہوا سے علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے حیا، آبی چاہئے۔ انبیاء کا کام صرف اپنی

امت کو یہ بتا دینا ہے کہ ان فواحش سے دور رہو یہ روح انسانی کیلئے مہلک ہیں اب کیوں مہلک ہیں یہ ان کے منصب نبوت و رسالت میں شامل نہیں۔ اور اس میں بھی صرف عقل سے بتلانے کی نفی کی گئی ہے ہاں اللہ کسی پر راز کھول دے تو اس کی نفی نہیں کی گئی۔ احمد رضا خان کے والد نقی علی خان لکھتے ہیں:

”خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پروردگار نے علم روح کا کسی پر ظاہر نہ فرمایا پس کسی کو کیا مجال ہے جو اس کی حقیقت سے تعرض کرے..... بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر حقیقت روح کی عقل سے معلوم ہوتی پیغمبر خدا ﷺ جن کے کمال عقل پر موافق و مخالف کا اجماع ہے اس کو ضرور بیان فرماتے..... علم بالکنہ (حقیقت) روح کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔“

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۱۷۱)

رضا خانی جی! ہم آپ کے فتوے کے منتظر ہیں لا علمی اور حقیقت دونوں الفاظ یہاں موجود ہیں؟

علمائے اہل السنۃ
والجماعۃ
کے خوابوں پر جاہلانہ
اعتراضات اور
ان کے جوابات

خوابوں کے متعلق شریعت کا اصول

خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا

امام اہلسنت مولانا سر فراز خان صفدر صاحبؒ لکھتے ہیں:

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی خواب بظاہر بڑا خوشنما اور مرثدہ افزاء معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک، اندوہناک اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوشنما، خوش کن اور خوش آئیند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والی کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا کہ اور آنحضرت ﷺ نے کہا کہ (علمنا منکرا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خواب ہے فرمایا (انہ شدید) بہت ہی سخت آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ تو سہی تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ سیدنا حسینؑ پیدا ہوئے اور ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا (مشکوۃ، ج ۲، ص ۵۷۲)

ملاحظہ فرمائیں بظاہر کس قدر برا خواب تھا ام فضل بھی اس کو بیان کرنے سے کترار ہی تھیں مگر اس کی تعبیر کتنی بہترین تھی۔

(۲) کوئی خواب میں دیکھے کہ بیڑیاں پہنی ہوئی ہیں تو یقیناً خواب دیکھنے والا گھبرائے گا مگر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں البتہ گردن میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں بیڑیاں اس کی ثابت قدمی کی دلیل ہیں۔

(بخاری ج ۲، ص ۱۰۳۹، مسلم، ج ۲، ص ۲۲۱)

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانے میں حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پوری کھود کرید کرو گے۔ اس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔

{تعبیر الروایا ص ۱۰۸، اکبر بک سیلز}

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔ مزید تفصیلی حوالہ جات کیلئے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب ”عبارات اکابر“ کا مطالعہ کریں۔

خواب پر کوئی فتویٰ نہیں

دوسرا اصول یہ ہے کہ خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات، افعال اعمال صادر ہوتے ہیں شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض خواب میں اس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہو معاذ اللہ تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ اس وقت وہ مرفوع القلم ہے۔ حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ

زَفَعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلى حَتَّى يَبْرَأَ وَ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَغْفَلَ

(مسند ابوداؤد الطیالسی، ج ۳، ص ۷۱ رقم الحدیث ۱۴۸۵)

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قانون کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث صحیح ابن حبان، ابن ماجہ، مستدرک، مسند امام احمد اور دیگر کئی کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

انه ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة (ترمذی، ج ۱، ص ۲۵)

نیند کی حالت میں کوتاہی نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے۔ اسی قسم کی احادیث سے علماء نے یہ اصول نکالا کہ خواب کی کوئی حالت معتبر نہیں اس میں نہ تو کفر کا اعتبار ہے نہ اسلام کا نہ نکاح کا نہ طلاق کا چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَلِذَا لَا يَتَّصِفُ بِصِدْقٍ وَلَا كِذْبٍ وَلَا خَبَرٍ وَلَا انْشَاءٍ وَفِي التَّحْرِيرِ وَتَبْطُلُ عِبَارَاتُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالرَّدَّةِ وَالطَّلَاقِ وَلَمْ تُوصَفْ بِخَبَرٍ وَلَا انْشَاءٍ وَصِدْقٍ وَكِذْبٍ كَالْحَاثِلِ الطَّيُورِ

(شامی، ج ۳، ص ۲۴۵، مطلب فی تعریف السكران وحلمہ)

ترجمہ: اور اسی لئے سونے والا کلام صدق کذب انشاء خبر سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لایا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہیں نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے نہ انشاء اور نہ یہ سچ اور نہ یہ جھوٹ جیسے پرندوں کی آواز۔

پس جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں تو خواب کی بنیاد پر کسی پر گستاخی و کفر کا فتویٰ لگانا کتنا بڑا ظلم و جہالت ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے مرید کا ایک خواب جس میں وہ لا الہ الا اللہ اشرف رسول اللہ کلمہ پڑھ رہا ہے اس کے متعلق خود رضا خانی غلام نصیر الدین سیالوی کہتا ہے:

”علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“

(عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج ۱)

ا۔ کا مطلب ہے کہ بقول رضا خانیوں کے ایک کفر اگر کوئی خواب میں کرے تو بریلوی علماء کو بھی اس پر اعتراض نہیں اعتراض بیداری کی حالت میں ہوگا۔ اسی ایک حوالے سے رضا خانی کے سجائے گئے اس دجل کی تمام کی تمام دوکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن اتمام حجت کیلئے ہم معترضہ خوابوں کے جوابات بھی انشاء اللہ حوالہ قلم کریں گے۔

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتا ہے:

”یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خواب اور اس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے اس لئے خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر طلب ہوتا ہے خواہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہو یا کوئی دوسرا نظر رہ اس سے بعینہ وہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی مرادی اور ہوتا ہے اس لئے خواب میں نظر آنے والے منظر یا سننے والے الفاظ کی ہمیشہ تاویل کی جاتی ہے جسکو اصطلاح میں تعبیر کہا جاتا ہے اس لئے خواب میں جو کلمات ارشاد ہوں یا نظارہ کیا جائے اہل دیانت و امانت اس کی تعبیر کرتے ہیں ظاہری کلمات اور نظر رکھنے والے پر کبھی کسی نے گستاخی و بے ادبی کے مستوے نہیں لگائے۔“

(خوابوں اور شب رات پر اعتراضات کا علمی محکمہ، ص ۵۹، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رضا خانیو! اب تو شرم کرو آپ کا اپنا شیخ الاسلام کہہ رہا ہے کہ خواب ایک تعبیر طلب چیز ہوتی ہے اس کی بنیاد پر آج تک کسی نے کفر و گستاخی کا فتویٰ نہیں لگایا اور یاد رہے کہ طاہر القادری کوئی معمولی آدمی نہیں دعوت اسلامی کے دفاع میں شائع ہونے والی کتائب ”دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ“ مطبوعہ تنظیم اہلسنت کراچی میں اس شخص کو کافر و گمراہ کہنے والوں پر رضا خانی مفتیوں نے کفر کے فتوے لگائے ہیں۔

بریلوی مولوی ابولکیم صدیق فانی لکھتا ہے:

”عالم رویا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔“ (آئینہ اہلسنت

ص ۱۵۸)

مشقی غلام فرید ہزاروی لکھتا ہے:

”محض خوابوں کو خصوصاً مریدین یا خلفاء کے خوابوں اور انہی کی تعبیرات کو بنیاد بنا کر کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا یا ضلالت کا فتویٰ لگانا کہاں کی عقلمندی ہے۔“ (انوار رضا کا اخوند زادہ نمبر، ص ۲۴۴)

یعنی ان مولویوں کے بقول کاشف اقبال صاحب عقل ہی سے فارغ ہیں۔ اب آئے رضا خانی مولوی کے پیش کردہ خوابوں میں سے چند کی وضاحت پیش خدمت مسیں پوری دیگ کا اندازہ اسی سے لگالیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعتراض ۷۷: توہین ہی توہین الوہیت و رسالت اللہ کی گود میں نا نوتوی۔ نعوذ باللہ

یہ جاہلانہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے ایام طفلی میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ (سوانح فتاویٰ ۱۳۲ ج ۱، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۴۳، مبشرات ۶۵، ص ۶۵، سوانح عمری، ص ۳) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ اس میں کہاں ہے کہ نبوت والوہیت اللہ کی گود میں ہے؟ ما قبل میں اصول گزر چکا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا یہ ایک تعبیر طلب شے ہے اس کا سیدھا سادھا مطلب و تعبیر ہے:

”تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نہایت شہرت ہوگی۔“ (سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۱۳۲)

قرآن پاک میں اللہ کیسے ہاتھ، چہرے، پنڈلی کا ذکر آیا ہے تو اگر ان الفاظ میں تاویل

ہو سکتی ہے تو خواب کی تعبیر کیوں نہیں؟ وہاں الفاظ کو ظاہر پر کیوں رکھا جا رہا ہے؟ بریلوی شیخ الاسلام طہر القادری اس خواب کی تعبیر کرتے ہیں:

”اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فیض و برکت کا نصیب ہونا ہے۔“ (خوابوں پر اعتراضات، ص ۶۸)

علامہ عبد الغنی بلبسی لکھتے ہیں:

و من رای انه یعانقہ ویقبل عضوا من اعضائه فاز بالاجر الذی یطلبہ (تعطیر الانام، ج ۱، ص ۹)

جس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے ماتھے معانقہ (گلے) کر رہا ہے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کو بوسہ دے رہا ہے تو خواب والا انشاء اللہ اپنے مطلوبہ اجر کو پائے گا۔

مزید لکھتے ہیں:

و من رای ان اللہ تعالیٰ مسح علی راسہ وبارکہ فان اللہ تعالیٰ یخصہ بکرامتہ و یرفع قدرہ

(تعطیر الانام، ص ۹)

اگر کسی نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سر پر دست مبارک رکھے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کرے گا۔

و من رای کانہ صار الحق سبحانه و تعالیٰ یتدی الی الصراط المستقیم۔ (تعطیر الانام، ج ۱، ص ۹)

اگر کوئی شخص خود کو خواب میں خدا بنا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص صراط مستقیم پر چلے گا۔

رضا خانیو! گود پر تو تمہیں گستاخی کا فتویٰ نظر آنے لگا اب لگاؤ علامہ عبد الغنی بلبسی پر بھی کوئی فتویٰ جو اللہ تعالیٰ سے گلے ملو ارہے ہیں بوسے دلو ارہے ہیں سر پر ہاتھ پھر وارہے ہیں بلکہ خود خدا بن رہے ہیں؟؟؟

اعتراض ۸: قرآن مجید پر پیشاب۔ نعوذ باللہ

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ میں نعوذ باللہ قرآن پر پیشاب کر رہا ہوں فرمایا بہت اچھا اور مبارک خواب ہے

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۳۲، مزید المجید، ص ۶۶، قصص الاکابر، ص ۱۸، ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۱۷۰)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: پہلے ملفوظات کی پوری عبارت پڑھیں:

”حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں ایک شخص نے بڑا وحشت ناک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ قرآن شریف پر پیشاب کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے لڑکے پیدا ہو اور وہ حافظ ہو گیا اب دیکھئے یہ خواب ظاہر میں تو نامبارک تھا مگر حقیقت میں مبارک تھا۔“ (ملفوظات، ج ۹، ص ۲۵۶، ملفوظ ۲۳۰)

رضا خانی کی بے ایمانی اور بددیانتی ملاحظہ ہو کہ حضرت حکیم الامت خود بھی اس خواب کو ظاہر میں نامبارک کہہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہوئے دوبار ”نعوذ باللہ“ پڑھ رہے ہیں مگر یہ بے ایمان اس کو ذکر نہیں کرتا۔

شیخ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں:

”ومن رای كانه علی المصحف یحفظ احدا ولاده القرآن الکریم۔“ (تعطیر الانام، باب الباء، البوال)

اگر کسی نے دیکھا کہ گویا وہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہے تو اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک قرآن کریم حفظ کریگا

اب اگر غیرت ہے تو علامہ عبدالغنی نابلسی پر بھی فتویٰ لگا دیا اپنی جہالت کا ماتم کرو۔

اعترض ۹: حضور اقدس ﷺ اردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد۔ نعوذ باللہ ایک صالح فخر عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ ﷺ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔“ (براہین قاطعہ، ص ۲۶ دیوبندی، ص ۳۰ طبع کچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶، ۸۷)

الجواب: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی زبان حدیث کو اردو میں علماء دیوبند و دارالعلوم دیوبند نے متعارف کروایا زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی جو خدمت دارالعلوم دیوبند نے کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

کسی دوسرے سے کوئی زبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بخاری میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۷۵) مولوی نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیموئیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزانہ العرفان، ص ۹۴)

بلکہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا استاد تھا۔

(معلم تقریر، ص ۹۵)

اعتراض ۸۰: حضور اقدس ﷺ تھا نوی کی شکل میں۔ نعوذ باللہ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھت نوی کی شکل میں دیکھا (اصدق الروایا، ص ۲۵، ج ۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸)

الجواب: علامہ عبد الغنی بابلسی لکھتے ہیں:

”جو حضور ﷺ کی صورت میں متشکل ہوا ہو اور بادشاہت کا طالب بھی ہو تو بادشاہت حاصل ہوگی اور زمین کی اس فرمانبردار ہوگی، اگر ذلت کا شکار ہے تو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائیں گے اگر علم کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائیں گے فقیر ہے تو مستغنی ہوگا غیر شادی شدہ ہو تو شادی ہوگی۔“ (تعطیر الانام، ص ۷۲۲)

ملاحظہ فرمائیں اس قسم کے خواب کی کتنی خوشنما تعبیر علماء مجربین بیان فرما رہے ہیں مگر یہ

جاہل اس پر گستاخی کا فتویٰ لگا رہا ہے۔

تمہارے الیاس قادری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے شاہ عالم سے کہا:

”شاہ عالم! تمہیں اپنے اسباق رہ جانے کا بہت افسوس ہوتا ہے؟

تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سبق پڑھا

دیا کرتا تھا۔“ (تذکرہ صدر الشریعہ، ص ۳۸، ۳۹ مکتبۃ المدینہ)

اگر حضور ﷺ شاہ عالم کی صورت میں عالم خواب میں نہیں عالم بیداری میں آجائے تو یہ شاہ

عالم کی عظمت اور خواب میں حضرت تھانویؒ کی شکل میں آجائے تو گستاخی؟ یا للعجب کچھ تو

شرم و حیا کرو۔ اپنے مولوی کے یہ اشعار بھی پڑھو اپنے پیر کے بارے میں:

”تفسیر واضحی ہے تجلی فرید کا

تصویر مصطفیٰ ہے نظار افرید کا

(دیوان محمدی، ص ۱۷۴)

وہی جلوہ جو فاراں پر ہوا احمد کی صورت میں

اسی جلوے کر پھر عریاں کیا مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

جو محمد میں فنا ہو کے محمد نہ بنے

کیوں اسے دار پر لٹکائیں شریعت والے

(دیوان محمدی، ص ۱۹۶)

اگر رتی برابر شرم و حیا ہے تو لگاؤ اپنے اس مولوی پر بھی کوئی فتویٰ۔

اعتراض ۸۱: حضور اقدس ﷺ دیوبندی علماء کے باورچی۔ نعوذ باللہ

ایک دن حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ انکی بھاوج کھانا پکا رہی ہیں اتنے میں حضور ﷺ

تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے

مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں خود پکاؤں گا۔“

(تذکرہ الرشید، ج ۱، ص ۴۶، تذکرہ مشائخ دیوبندی، ص ۱۱۳، امداد المشتاق، ص ۱۷، شائم امدادیہ، ص ۱۵)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷)

الجواب: فاتح رضا خانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے سامنے جب بریلی مناظرے میں منظر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری نے یہی اعتراف پیش کیا تو حضرت نے اس کا یہ منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر رضا خانی مبہوت ہو گیا:

”گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے متوسلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دسترخوان کرم کے خوشہ چیں ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ”باورچی“ یا ”بھٹیاریہ“ کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کان یخصف نعلہ ویجلب شاتہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور ﷺ کو کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس

گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو موچی (چسار) اور ہر دودھ دہنے گھوسی کہہ جاوے گا ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، مولوی صاحب اعتراض کرنے کیلئے بھی سلیقہ چاہئے یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں

ہزار نکتہ باریک تر زموایں جست

نہ ہر کہ سر بستہ اشد قلندری داند

(فتوحات نعمانیہ، ص ۶۷۳، ۶۷۴)

اعتراض ۸۲: حضرت ابو بکر و عمر شکل میں شیطان۔ نعوذ باللہ
خواب میں حضرت ابو بکر و عمر شکل شیطان میں آسکتا ہے۔ (اضافات الیومیہ، ج ۸، ص ۱۹۳)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۰)

الجواب: معاذ اللہ اس ملفوظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شکل میں ”شیطان“ ہیں یہ اس بد بخت کی اپنی خباثت اور دل کی گندگی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل راقم نے جہانیاں کے ایک سعیدی رضا خانی کو اس کا منہ توڑ جواب دیا تھا جو یہاں پیش خدمت ہے۔

اعتراض: مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات حصہ ششم جز اول میں کہا ہے کہ:
”حضور ﷺ کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ کسی اور نبی کی شکل میں شیطان متشکل ہو سکتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر صحابہ میں سے کسی کو خواب میں دیکھے مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان حضرات کی صورت میں شیطان آسکتا ہے فرمایا مشہور قول پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔

اس میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شدید گستاخی ہے۔

جواب: اس کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمانے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آپ نے جو حوالہ دیا وہ ملفوظات کا ہے اور ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابر کا اصول یہ ہے کہ:

”بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہونا قلمین کو سب ہو گیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات باوجود سخت سند کے حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے۔“ {عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۳۹۱، ۳۹۲}

”ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ ملفوظات جبکہ ان کی تاریخی و حقیقی حیثیت بھی مسلمہ نہیں، کی بناء پر اولیاء اللہ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا۔“ {روئید مناظرہ پنڈی گستاخ کون، ص ۵۳۱، ۵۳۲}

جب آپ کے اکابر کو یہ بات مسلمہ ہے کہ ملفوظات میں اکثر بزرگوں کی طرف عنسل باتیں منسوب ہو جاتی ہیں اور ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں لہذا ان کی وجہ سے صاحب ملفوظ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا تو محض تعصب کی بناء پر آج ملفوظات کی بنیاد پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا سنگین فتویٰ لگاتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی شرم نہیں آتی؟ اور آئے بھی کیوں ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرنے سے ہی تو آپ لوگوں کی روزی روٹی وابستہ ہے شرم کر لی تو کھائیں گے کہاں سے؟

نوٹ: بعض حضرات اس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے ہیں کہ ملفوظات معتبر ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اس لئے کہ وہ یہ حوالے اس وقت نقل کرتے جب یہ دعویٰ ہمارا بھی ہوتا ہم یہ باتیں صرف بطور الزامی جواب کے کر رہے ہیں اگر بریلویوں کو الزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے۔

دوسری بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے مسلک کے استاد العلماء مولوی فیض احمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں:

”مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے“ {مہر منیر، ص ۲۶۸، فصل ۷}

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے ملفوظات میں جو کچھ کہا وہ خالص شرعی نقطہ نظر سے کہا اب آپ یا تو اس کی مخالفت کر کے شریعت کے مخالفت کر رہے ہیں یا اپنے مولوی جی کو

جھوٹا تسلیم کریں۔

قارئین کرام! مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے مشہور قول یہ ہے کہ خواب میں شیطان سوائے انبیاء کے سب کی شکل میں آ سکتا ہے۔ حکیم الامت نے مشہور قول لکھا ہے تو اب چاہئے تو یہ تھا کہ بریلوی مستند علماء کرام کے حوالوں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت تھانویؒ نے جو فرمایا وہ غلط ہے اور مشہور قول یہ مگر معترض ایسا نہ کر سکے اور انشاء اللہ تاقیامت ثابت نہ کر سکیں گے۔ محدثین کرام کی سنئے

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو طاقت دی ہے کہ وہ جس کی شکل میں آنا چاہے آ سکتا ہے لیکن سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت میں نہیں آ سکتا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۷۷۷، کتاب التعییر حدیث نمبر ۶۹۹۳-۶۹۹۷)

۲۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

بعض حضرت فرماتے ہیں سرکار کی اللہ نے خصوصیت رکھی ہے کہ ان کو دیکھنا ٹھیک ہے اور صحیح ہے اور شیطان کو روک دیا ہے کہ وہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آئے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۳۹۴)

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

بعض ارباب تحقیق لکھتے ہیں کہ شیطان خواب میں آ کر لوگوں کو یہ دھوکا دے سکتا ہے کہ میں خدا ہوں مگر سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہرگز نہیں آ سکتا۔

(اشعة اللمعات ج ۳ کتاب الروایاء فصل ۱ ص ۶۸۱)

ان تمام کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ نبی ﷺ کی شکل میں تو شیطان متمثل نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ ہر ایک کی شکل میں آ سکتا ہے اور مفہوم مخالف کے متعلق فاضل بریلوی کا اپنا فیصلہ ہے کہ صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کی جائیگا۔

(فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۵)

مولوی فیض احمد اویسی صاحب کا فتویٰ

بریلوی فیض ملت شیخ الحدیث والتفسیر مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:
شیطان کسی نبی کی صورت اختیار نہیں کر سکتا مواہب لدنیہ میں اس کو حضور کے خصائص
میں شمار کیا گیا ہے۔ {زائرین سرکار مدینہ، ص ۵}
اور ”مناظر صاحب“ کے علم میں تو یہ بات ہونی چاہئے کہ الخاصة ما یوجد فیہ ولا

یوجد فی غیرہ

بلکہ فیض احمد اویسی تو اس سے بھی بڑھ کر لکھتے ہیں:
”علماء کرام نے اس چیز کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔
چنانچہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں
اور آپ کے سوا بڑے سے بڑے شخص کی صورت شیطان اختیار کر سکتا
ہے۔“ {زائرین سرکار مدینہ، ص ۱۱}
اس عبارت پر بار بار غور فرمائیں اور جواب دیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے
ملفوظات اور اس عبارت میں مفہوم و مطلب کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ
آپ انصاف و دیانت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے وہی فتویٰ فیض احمد اویسی صاحب پر بھی
لگائیں گے جس فتوے سے آپ نے مظلوم تھانوی کو نوازا ہے۔

احمد رضا خان کا فتویٰ:

”حضور اقدس علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثیل نہیں
کر سکتا حدیث میں ہے۔۔۔ ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکہ دے سکتا ہے
بلکہ اپنے آپ کو الہ ظاہر کر سکتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۵۳)

بریلوی اشکالات اور ان کے جوابات

اشکال نمبر ۱: کنز العمال میں ہے کہ من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا
یتمثل بی ومن رای ابا بکر الصدیق فقد راہ فان الشیطان لا یتمثل بی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ”من رانی فی المنام فقد رانی حقاً فان الشیطان لا یتمثل بی ولا بالکعبۃ“

جواب: آپ نے جو کنز العمال کی حدیث پیش کی اس کی کوئی سند کنز العمال میں موجود نہیں سعیدی صاحب افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے اکابر کیلئے تو آپ کے یہ اصول ہیں کہ ان کو گستاخ ثابت کرنے کیلئے کوئی قطعی ثبوت پیش کرو اور دوسروں پر گستاخی کے فتوے لگانے کیلئے اس طرح کی بے سند حدیثوں کو دلیل بناتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں؟ کچھ تو شرم کیجئے ایک دن مرنا ہے اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے تو اس میں ولا بالکعبۃ کے بارے میں طبرانی نے اسی حدیث کے متصل لکھا ہے کہ ولا بالکعبۃ کی زیادتی میں عبدالرزاق منفرد ہیں اور یہ زیادتی محفوظ بھی نہیں۔۔

طبرانی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”لم یروہ عن زید بن اسلم الا معمر ولا عن معمر الا عبدالرزاق تفرده ابن السری ولا یروی عن ابن سعید الا بهذا الاسناد ولا یحفظ فی حدیث ولا بالکعبۃ الا فی هذا الحدیث۔ (المعجم الصغیر، ص ۵۵)

واقعی جب آدمی کے دل سے خدا کا خوف نکل جائے تو وہ اس قسم کے جھوٹ اور خیانت کرنے سے بھی نہیں شرماتا تاہم اس حرکت پر سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں یاد رہے کہ اگر آپ یہ تمام باتیں کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت کر دیں تب بھی آپ کے بڑوں کا اصول ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود وہ موضوع ہو سکتی ہے، اس اصول کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے کسی حدیث سے ہمارے خلاف استدلال کیا کریں۔

اعتراض: تفسیر حقی میں صدیق وقت کو بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

جواب: تفسیر حقی ایک غیر معتبر تفسیر ہے ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اعتراض: فتاویٰ رضویہ میں صالحین کی صورت میں تمثیل کا ذکر ہے صدیقین کا نہیں اور فتاویٰ رضویہ میں شیطان کی زبان سے خدا کا ہونے کا دعویٰ مذکور ہے یہ پر گز نہیں کہ اللہ کی صورت میں متمثل ہو سکتا ہے یہ دیوبندی جھوٹ ہے۔

جواب: آپ کے اعلیٰ حضرت نے نبی ﷺ کا استثناء کر کے کہا ہے کہ نیک لوگوں کی صورت میں متمثل ہو سکتا ہے جب نیک لوگوں کی صورت میں ہو سکتا ہے تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے مذہب میں نیک لوگ نہیں ہیں؟ باقی فتاویٰ رضویہ کی عبارت دیکھ لیں اس میں کہیں بھی دعوے کا ذکر نہیں جھوٹ تو آپ بول رہے ہیں محض فتوے لگانے سے تو کسی بات کا جواب نہیں ہو سکتا وہاں صاف لکھا ہے کہ خود کو الہ ظاہر کر سکتا ہے اور یہ ظہور متمثل ہونے کی صورت میں ہی ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عقلمند کیلئے اتنی باتیں کافی ہیں لیکن اگر بریلویوں کو آرام نہ آیا تو۔۔۔۔۔

ان كانت العقرب تعود فالتعل لها حاضرة

یار زندہ صحبت باقی

اعتراض ۸۳: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بیوی سے تعبیر کرنا

۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت ایک مشہور اعتراض کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۹)
اس کا جواب بھی راقم ایک مضمون کی صورت میں دے چکا ہے ملاحظہ ہو۔

بعض لوگوں کی طرف سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں ایک خواب جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں کی تعبیر نیک صالحہ بیوی سے دی تھی اور یہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی توہین ہے کیا کوئی اپنی ماں کو دیکھ کر جوڑی کی تعبیر نکالتا ہے۔۔۔؟؟ مجاہد تخریف مولوی عمر اچھروی ان الفاظ میں لوگوں کو دہائیاں دیتے ہیں:

فرمائے جناب جو ماں کی رو یا کوئسن بیوی سے تعبیر کرے اس پر آکافنوی کیا ہے جس مذہب کے مقتدی ان خیالات باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی کہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں ان کے ایمان کا حال آپ خود سمجھ لیں۔ {مقیاس حنفیت ص ۲۱۹}

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرنا کہ اس تعبیر سے انھوں نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے العیاذ باللہ سر اسرف بن تعبیر سے جہالت اور تعصب و اور ہٹ دھرمی ہے۔ قارئین کرام یہ بات ہم اپنے مضمون ”حکیم الامت پر مرید کو کلمہ پڑھانے کا الزام کا جواب“ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ خواب بعض اوقات بہت ہی وحشت ناک ہوتا ہے مگر اسکی تعبیر بہت ہی عمدہ اسی طرح خواب کبھی بہت عمدہ ہوتا ہے مگر تعبیر بہت ہی خراب جس کی متعدد مثالیں دے تھیں۔ اسی لئے خواب کو یا اس کی تعبیر کو ظاہری حالت پر قیاس کرنا محض جہالت اور نادانی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل ٹھیک اور فر بن تعبیر کے عین کے مطابق ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جو فر بن تعبیر کے موضوع پر ہے بنام ”تعطیر الانام فی تعبیر المنام“ میں لکھتے ہیں کہ:

ومن رای رجل احدا من ازواج النبی ﷺ وکان اعزب، تزوج امرأۃ صالحۃ

{تعطیر الانام فی تعبیر المنام، ص ۷۱، طبع بیروت}

اور جس کسی شخص نے خواب میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو دیکھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک صالحہ عورت سے شادی کرے گا۔

اللہ اکبر!!! بتائے مولوی عمر اچھروی صاحب شیخ عبد الغنی نابلسی رکیا مستوی ہے جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں بلکہ تمام ازواج النبی ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے ان کو خواب میں دیکھا تو یہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ ایک صالحہ عورت آئے گی۔ لیکن ان پر کوئی فتویٰ لگانے سے پہلے یہ یاد رکھ لیں کہ یہ وہی شیخ عبد الغنی نابلسی ہیں جن کے متعلق آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ ”امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں۔۔۔ لکھتے ہیں اور ہی لقب ان کو اپنی کتاب ”بریق المنار“ میں دیتے ہیں اور ان کی تعریف سے پھولے نہیں سماتے کہیں ان کو امام ممدوح اور ہسین شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔ پس اگر معاذ اللہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس تعبیر سے کافر اور گستاخ ٹھہرے تو شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی گستاخ اور کافر ہیں معاذ اللہ اور اگر وہ کافر ہیں تو آپ کے اعلیٰ حضرت ذلیل کافر ہوئے جو ایسے شخص کو امام، عارف باللہ اور نہ جانے کیا کیا لقب دے رہے

ہیں۔۔۔ کہئے کیا جواب ہے۔۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے والوں ذرا اپنے گھر کی خبر لو مولوی عمر اچھروی صاحب آخر کس منہ سے ہم پر اس قسم کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ ان کے اعلیٰ حضرت نے اپنے شاعری کے مجموعہ ”حدائق بخشش حصہ سوم“ میں حضرت ام المومنین کی جس طرح گستاخی کی ہے اس سے آج بھی ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ بریلویوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کو بچانے کیلئے اس دیوان کو بالکل غائب کر دیا ہے۔۔ اشعار ملاحظہ ہو:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش، حصہ ۳۲، ج ۳)

یعنی ان (حضرت عائشہؓ) کا لباس ایسا تنگ اور چست ہے اور پھر اس پر متضاد سینے کا ابھار ایسا تھا کہ آپ کا پیرا ہن سر سے کمر تک پھٹا جا رہا تھا قریب ہے کہ ان کی جوانی کا ابھار مرے دل کی مانند پھٹتا جا رہا ہے اور سینہ اور جسم کے لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ

{نوٹ} بعض جاہل بریلوی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ حکیم الامتؒ نے کمن عورت سے کیوں تعبیر دی۔۔۔ تو اس کا جواب ہے کہ یہ اعتراض کرنا محض ضد اور میں نہ مانوں ہے۔۔۔ اول تو ان کے اکابر نے کہیں بھی کم سن لڑکی کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلقاً۔۔۔ گستاخی کا کہا ہے۔۔۔ اور اصل اعتراض نکاح میں آنے کا ہے خواہ وہ کمن ہو یا بڑی۔

اعتراض ۸۴: دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ
دیوبندیوں کا درود اللھم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔۔۔ نعوذ باللہ

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۱، ۹۲ پر ایک مشہور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ایک مقالے کی صورت میں دے چکا ہوں ملاحظہ ہو۔ البتہ اس کا ایک اصولی جواب خود رضا خانی مولوی سے ملاحظہ ہو جو اسی خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

”علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“ (عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج ۱)

پس جب بقول آپ کے علمائے اہلسنت کو خواب پر کوئی اعتراض ہی نہیں تو تم اسے خواب کے عنوان ذکر کر کے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لو کہ کون ہو۔

{اعتراض پچھ: بریلوی حضرات کی طرف سے حضرت حکیم الامتؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے مرید نے ان کے نام کا کلمہ اور درود پڑھا اور حضرت حکیم الامتؒ نے بجائے اس پر سرزنش کرنے کے ان کے متبع سنت ہونے کی گواہی دی۔ جس کی وجہ سے یہ کافر ہیں معاذ اللہ۔

(۱) انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا (العیاذ باللہ)

(۲) صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کو

تجدید ایمان و نکاح کا کہتے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور کفر پر راضی رہنا خود کفر ہے لہذا حکیم الامت کافر ہوئے۔ معاذ اللہ

(۳) ایسے شیطانی دوسرے کو حالت محمود پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی؟

مولوی عمر اچھروی نے اس اعتراض پر یہ سرخی قائم کی ”دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے جدا ہے۔“ اور رضا خانی فورم پر بھی اس اعتراض پر یہی عنوان ہے۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام} فقیر اس کے دو جوابات دیگا ایک ”تحقیقی“ دوسرا ”الزامی“۔

تحقیقی جواب

اس اعتراض پر تفصیلی جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو خود

حضرت تھانویؒ کے اس ارادتمند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ:

اور سو گیا کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور ﷺ کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناقص بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ﷺ کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کرویٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے (جو بات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانویؒ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

{الامداد ص ۳۵، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ}

قارئین کرام اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ کی غلطی خواب میں ہوئی تھی اور صاحب خواب اس پر خاصہ پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زبان سے غلط کلمہ نکلتا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ ”بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے۔“ اور صرف یہی نہیں بلکہ

اپنی اس غلطی پر بھی وہ ”خوب رویا“۔ اب اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اس میں پہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بڑا خوشنما ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی بھیا نک اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوفناک لیکن اس کی تعبیر خوش آئینہ ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔ اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں بطور اختصار صرف دو حوالے عرض کروں گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے۔ انھوں نے فرمایا وہ بہت ہی سخت (اندیشہ) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ یوسہی کہ خواب کیا ہے؟ حضرت ام فضلؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ میری لخت جگر بیٹی (سیدہ حضرت فاطمہؓ) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ {مشکوٰۃ ص ۲۵۷ ج ۲}

ملاحظہ کیجئے بظاہر کس قدر برا خواب تھا کہ حضرت ام فضلؓ بتلانے سے بھی گھبرا رہی تھیں مگر اس کی تعبیر کس قدر خوشنما تھی۔ ایک اور مثال حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی ملاحظہ تاکہ بنا سہتی حنفیوں کی آنکھیں کھل جائیں جو حضرت حکیم الامتؒ کے مرید کے خواب پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کودی اور اس زمانے میں

حضرت امام صاحب عالیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پوری کھود کرید کرو گے۔ اس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔ {تعبیر الرویا ص ۱۰۸، اکبر بک سیلز}۔

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔

ان دونوں خوابوں کے بتلانے کا مقصد یہ تھا کہ بظاہر اگرچہ خواب خوفناک ہو لیکن ضروری نہیں کہ اس کی تعبیر بھی خوفناک ہو۔۔۔ پس جو خواب حضرت حکیم الامتؒ کے مرید نے دیکھا تھا اگرچہ بظاہر خوفناک تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعبیر بھی خوفناک ہو۔ جیسا کہ آگے ہم خود حضرت حکیم الامتؒ کے اقوال سے اس کو ثابت کریں گے۔

(۲) قارئین کرام یہ ایک خواب تھا اور خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض اگر کسی سے خواب میں الفاظ کفریہ سرزد ہو جائیں تو اس پر حکم کفر ہرگز نہ لگایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

رَفَعَ الْقَلَمَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلى حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنِ الصَّـبِي حَتَّى يَكْبُرَ

{الجامع الصغير ج ۲ ص ۲۴}

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور حضرت عمرؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ:

رَفَعَ الْقَلَمَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنِ النَّائِمِ

حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَخْتَلِمَ {الجامع الصغير ج ۲ ص ۲۴}

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) مجنوں جس کی عقل پر پردہ پڑا ہو ہے اور سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

إِنَّهُ لَيَنْسُ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ وَإِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ {ترمذی ج ۱ ص ۲۵}

یعنی نیند کی حالت میں کوئی کوتاہی اور جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے۔

اسی قسم کی روایات سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ قاعدہ اور اصول اخذ کیا ہے کہ نیند کی حالت میں کوئی بھی بات کسی بھی درجہ میں قابل اعتبار نہیں۔ خواہ کوئی اسلام لائے یا خواہ معاذ اللہ کوئی مرتد ہو جائے خواہ کوئی نکاح کر لے یا طلاق دے دے۔ چنانچہ علامہ محمد امین بن عمر الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وَلِذَا لَا يَتَصَفُّ بِصِدْقٍ وَلَا كِذْبٍ وَلَا خَبَرٍ وَلَا أَنْشَاءٍ وَفِي التَّخْرِيرِ وَتَبْطُلُ عِبَارَاتُهُ مِنْ
الْإِسْلَامِ وَالزَّوْجَةِ وَالطَّلَاقِ وَلَمْ تُوصَفْ بِخَبَرٍ وَلَا أَنْشَاءٍ وَصِدْقٍ وَكِذْبٍ كَالْحَبَانِ
الطُّيُورِ

{شامی ج ۲ ص ۵۸۸، طبع مصر فی مطلب طلاق المدھوش}

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِثْلُهُ فِي التَّلْوِيحِ فَهَذَا صَرِيحٌ "فِي أَنَّ كَلَامَ النَّائِمِ لَا يَسْمَى كَلَامًا لَفَةً وَلَا

شَرْعًا بِمَنْزِلَةِ الْمُهْمَلِ۔

اور اسی لئے سونے والے کا کلام صدق و کذب خبر و انشاء سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا (وغیرہ) یہ سب لغو اور بے کار ہے نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے اور نہ انشاء اور نہ سچ اور نہ جھوٹ جیسے پرندوں کی

آواز۔ اور ایسا ہی تلویح میں ہے پس اس عبارت سے صراحتہ معلوم ہوا کہ نیند کی حالت کا کلام نہ لغتہ کلام ہے اور نہ شرعاً جیسے مہمل۔

حدیث اور فقہ کے ان صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ نیند اور خواب کی حالت کی بات پر کوئی فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا۔ جب مسئلہ کی حقیقت یہ ہے تو حضرت تھانویؒ ایسے شخص پر کس طرح فتویٰ لگاتے اور کس طرح اس کو کافر اور مرتد کہتے۔۔؟

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔ انصاف

{اعتراض} ٹھیک ہے بھائی آپ کی یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں کہ کبھی خواب کی حقیقت کوئی اور ہوتی ہے ظاہر کوئی اور اور نیند میں مواخذہ نہیں مگر آپ لوگوں کو کس طرح دن دھاڑے دھوکہ دے رہے ہیں آپ کو شرم آنی چائے کہ وہ مرید آگے خود لکھتا ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی یہی حالت تھی۔ اب تو نیند والی حالت نہ تھی۔ اب کفر کیوں نہ ہوا؟۔ جناب مسیٰں بریلوی ہوں بریلوی اعلیٰ حضرت کا کتا میرے سامنے سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام} جناب آپ بریلوی ہیں یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے اور بریلوی کس قسم کی مخلوق ہے بھلا ان کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔۔ جیسا کہ آپ کے بھی علم میں یہ بات ہے۔۔ آپ نے یہ تو تسلیم کیا کہ یہ بات خواب کی تھی اور خواب پر مواخذہ نہیں شکر ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہی رٹ کہ کافر کافر خواب میں کلمہ پڑھا کفر۔۔ اس بار جو آپ نے حضرت تھانویؒ کو کافر ثابت کرنے کیلئے استدلال کیا اور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اس شخص کی زبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اختیاری طور پر نکلے تھے جس کا اظہار اس نے خود کیا اور اس پر کافی پریشان بھی تھا بلکہ وہ خود کہتا رہا کہ سارا دن روتا رہا اس حرکت پر۔ اور جناب والا بیداری میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر و ارتداد کا کوئی حکم نہیں لگاتی۔ قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا وَاَوْحِطْنَا بِاَعْيُنِنَا رَبَّنَا اِنْ نَسِينَا رَبَّنَا سَاغْفِرْ لَنَا رَبُّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ اگر ہم سے کوئی بھول یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔ اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

ج ۱ ص ۳۴۳ طبع مصر بحوالہ مسلم۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَايَ وَالنِّسْيَانِ وَمَا اسْتَغْفَرُوا عَلَيْهِ

{مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۴، ابن ماجہ ص ۱۲۸ وغیرہم}

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور نسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گسیا ہو کے مواخذہ سے درگزر فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ گنہگار بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل وغیرہ بے آب و گیاہ میں ہو اور اس کا سامان اور سواری وغیرہ گم ہو جائے اور اس کی تلاش سے مایوس ہو کر مرنے کیلئے کسی درخت کے سایہ میں آکر لیٹ جائے اسی حال میں اس کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع اپنے ساز و سامان کے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی میں یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَخْطَايَ مِنْ شِدَّةِ الْفُرْجِ خُوشِیْ کی وجہ سے اس سے خطا سرزد ہوگئی {مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۳}

یعنی وہ بیچارہ کہنا تو یہ چاہ رہا تھا کہ اے اللہ تو میرا رب میں تیرا بندہ لیکن خطا کر دیا۔ نہ بے ہوشی میں ہے نہ غشی میں نہ سویا ہوا ہے بیدار ہے مگر کلمہ کوئی اور نکل گیا جس پر اس کو اختیار نہ تھا۔ فقہاء احناف نے خطا کی تعریف و تشریح میں کافی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

اَلْخَاطِیُّ مَنْ یَجْرِیْ عَلٰی لِسَانِهِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ کَلِمَةً مَّكَانَ کَلِمَةٍ {فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۸۸۳}

اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے۔ نیز تحریر فرماتے ہیں کہ

اَلْخَاطِیْ اِذَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِهٖ کَلِمَۃُ الْکُفْرِ خَطَاۤیْ اَبَانَ کَانَ اَزَادًا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِمَا لَیْسَ بِکُفْرِ
فَجَرٰی عَلٰی لِسَانِهٖ کَلِمَۃُ الْکُفْرِ خَطَاۤیْ لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ کُفْرًا عِنْدَ الْکُلِّ۔ {ایضاً}

اور بہر حال خاطی کی زبان پر جب خطا کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاً وہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا جو کفر نہیں ہے لیکن خطا اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا۔ کم و بیش یہی مضمون اور یہی بات کشف الاسرار شرح اصول بزدوی ج ۴ ص ۵۵ طبع مصر۔ فتاویٰ شامی، شرح فقہ اکبر ص ۱۹۸ طبع کانپور مذکور ہے {نوٹ:} عربی کتب کے حوالہ جات حضرت امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”عبارات اکابر“ سے لئے گئے ہیں۔ البتہ آسانی کیلئے ان عبارات پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔

اب بجائے کہ ہم اس پر مزید تحقیق کریں خود فریق مخالف کے علم حضرات کا فتویٰ نقل کر کے اس بات کو سمیٹتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان کا فتویٰ

شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں {ملفوظات حصہ اول ص ۵۵، فرید بک اسٹال}۔

اب ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر خود انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے اور اس میں بعد میں روتا بھی ہے ایسے شخص کو حضرت تھانویؒ کیوں کافر کہتے۔؟؟؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوا۔؟؟؟ اور حضرت تھانویؒ کیوں کافر قرار پائے۔؟؟ جبکہ خان صاحب بریلوی کا فتویٰ بھی احکام اضطرار یہ میں وہی ہے جو حضرات فقہائے کرام کا ہے کیا خوب ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زینحانے کیا خود پاک دامن مان کنعاں کا

﴿اعتراض﴾: یہ جھوٹ ہے وہ یہ کلمہ کفر آپ کے حکیم الامت کی محبت میں بول رہا تھا اچھا بتاؤ اگر

اس سے غلطی ہو رہی تھی تو چپ رہتا خاموش ہو جاتا کہ میری زبان صحیح ادا نہیں کر رہی ہے بار بار یہ وظیفہ پڑھنے کا کیا مطلب یہی کہ حکیم الامت کی محبت اس سے یہ اگلا رہی تھی۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام} بریلوی صاحب یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کو کتنا ہی سمجھا دوں آپ نے نہیں ماننا کیونکہ آپ نے ہر حالت میں حضرت حکیم الامتؒ کو کافر کہنا کہ آپ کی روزی روٹی کا مسئلہ ہے۔۔۔ لیکن الحمد للہ انصاف پسند دنیا آج بھی زندہ ہے۔۔۔ وہ خود ہی دیکھ لے۔ جہاں تک آپ نے یہ اعتراض کیا کہ وہ خاموش کیوں نہیں رہا چپ ہو جاتا تو اللہ کے بندے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو الفاظ ادا کر رہا تھا اس کے بارے میں اس کو علم تھا کہ یہ درست نہیں ہے اور زبان اس کے قابو میں نہیں ہے لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے تکلم دو وجہ سے کیا:

(۱) ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہو جائے گی

(۲) اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے غم کھایا جا رہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقعہ ہو گئی تو معوذ باللہ ایسے الفاظ پر خاتمہ ہو گا اسی لئے اس نے دوبارہ تکلم کیا تا کہ الفاظ بھی صحیح ادا ہو جائیں اور سوء خاتمہ کے اندیشے سے بھی نجات مل جائے۔ جہاں تک آپ نے یہ کہا کہ وہ حضرت حکیم الامتؒ کی محبت میں یہ سب کہہ رہا تھا تو تف ہے آپ کی عقل پر اگر وہ ان کی محبت میں کہتا تو کیا اس کی وضاحت کرتا کہ زبان پر قابو نہیں ہے اختیار ہوں؟؟۔۔۔ اور کیا وہ اس پر روتا؟؟ بلکہ وہ تو اس پر خوش ہوتا کہ دیکھیں حضرت جی میں تو آپ کی محبت میں آپ کا کلمہ بھی پڑھنے لگ گیا ہوں۔۔۔ میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ جو لوگ کلمہ میں اپنے پیر کا کلمہ محبت کی وجہ سے پڑھتے ہیں ان کی حالت کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس کا اظہار کرتے ہیں:

ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو

بریلویوں کے معتمد علیہ صوفی بزرگ اور ولی غلام فرید اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام سریدین برگزیدہ تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں ”محمد رسول“

اللہ، حضرت شیخ کے ذریعے کہتے تھے ورنہ ان کا جی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔ {مقائیس المجالس ص ۶۷۱}

کوئی رضا خانی مجھے بتائے کہ شیخ اور پیر کی محبت میں کلمہ کون پڑھتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ شیخ کی محبت میں اسلام کے کلمہ کی جگہ پیر کا کلمہ پڑھوں اور کون مظلوم غلطی اور بے اختیاری کی حالت میں بھی کلمہ سرزد ہو جانے پر روتا ہے۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ۔
انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

﴿اعتراض﴾: اچھا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص سارا دن کلمہ کفر بکتا رہے اور بعد میں عذر کرے کہ میں بے اختیار تھا زبان قابو میں نہیں تھی تو کیا اس کا عذر مسموع ہوگا۔؟؟ مجھے بتاؤ ایک شخص سارا دن آپ کے مولانا تھا نووی صاحب کو گالیاں دے اور پھر بعد میں عذر کرے کہ زبان قابو میں نہ تھی غلطی ہو گئی تو کیا آپ اس کو غلطی تسلیم کریں گے۔ نہیں نہ آپ تو یہی کہیں گے کہ دیکھو دیکھو ہمارے مولانا کی گستاخی کر دی۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: جناب من آپ کے اس اعتراض کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی اور وہ سارا دن یہ کلمہ پڑھتا رہا بلکہ بیداری میں غلطی صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی اور ایک دو دفعہ ایسی غلطی کا خطا لسانی سے ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کہ بے خودی اور بے حسی کی حالت میں ہے عادتہ کچھ مستعبد نہیں۔۔ لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکنا عادتہ مستعبد ہے البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہوا ہو اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو خاطمی نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ ”معتوہ“ اور ”مجنون“ قرار دیا جائے گا۔ شریعت میں ایسے شخص کی عدم تکفیر کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں اگر ضرورت ہو تو پیش کر دئے جائیں گے۔

آپ نے ایک یہ اعتراض بھی کیا کہ اگر آپ کے مولانا تھا نووی کو کوئی گالیاں دے پھر زبان کی بے اختیاری کا بہانہ کرے تو کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرآن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی شخص

نہند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو یا ہمارے کسی عالم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میری آپ سے لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے۔ اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔ لیجئے آپ کے تمام اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اگر اور کوئی اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیجئے میں آج ہر طرح سے حجت تمام کر دوں گا۔

خواب کی تعبیر پر اعتراض

﴿اعتراض﴾: بھائی یہ باتیں تو میری سمجھ میں آگئی ہیں لیکن اس خواب کی تعبیر صحیح نہیں آخر جب وہ غلط الفاظ کہہ رہا تھا تو اس کی تعبیر یہ کیوں دی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ آپ کے حکیم الامت نبوت کا اعلان کرنے کے موڈ میں تھے۔

{خاتم النبیین ﷺ کا غلام}: جناب معترض صاحب میں اس بات کی وضاحت پہلے کر چکا ہوں کہ خواب کا برا ہونا تعبیر کے برا ہونے کو مستلزم نہیں ہے باقی اس تعبیر کی خواب سے کیا مناسبت ہے تو کاش اعتراض کرنے سے پہلے کم سے کم اس کتاب کو ہی مکمل پڑھ لیتے جس میں یہ واقعہ لکھا ہوا کہ اسی کتاب میں اس کا جواب موجود ہے جو خود حضرت حکیم الامتؒ نے دیا ملاحظہ ہو:

بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شریف لائیں ہیں اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ﷺ ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرنی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دی گئی ہے اسی طرح بجائے اسم نبوی ﷺ دوسرا ملفوظ ہونے کے تعبیر اگر اسی اتباع سے دیجائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا۔ {الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹}

امید کرتا ہوں کہ خود حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کے بعد اس کی تعبیر

اور خواب میں مناسبت بھی عقل شریف میں آگئی ہوگی۔ پھر یہ کہنا کہ اس سے نبوت کا اردہ ہے کس قدر گھنیا سوچ ہے ذرا حضرت تھانویؒ کے الفاظ پر غور کریں وہ تو ”متبع سنت“ کے لفظ استعمال کرتے ہیں دور دور تک اس میں نبوت کی بو بھی نہیں یعنی جس کی طرف تم نے رجوع کیا ہے وہ تو آقا مدنیؐ کا غلام ہے ان کی سنتوں کا پیرو ہے۔۔۔ ان کی غلامی اور ان کے طور طریقوں کی پیروی کو اپنے لئے سرمایہ سمجھتا ہے۔۔۔ افسوس۔۔۔ افسوس!!! اس ضد اور ہٹ دھرمی کا۔

قارئین کرام بنظر انصاف غور فرمائیں کہ اگر یہی واقعہ مرزا عسلا م متادیانی یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے ساتھ پیش آتا تو کیا وہ بھی یہی لکھتا جو حضرت تھانویؒ نے لکھا۔؟ مالک عرش کی قسم وہ ہرگز یہ نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے کی روشن ترین دلیل کہتا۔ اور ہزار ہا تعداد میں اس مضمون کے اشتہار شائع کرواتا ”جو لوگ میری نبوت و رسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بحیر گردن پکڑے میری رسالت کا اقرار کرتا ہے اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے“۔ میرا یہ نکتہ خاص کر ان حضرات کیلئے قابل غور ہے جو مرزا قادیانی کی سیرت کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف حضرت تھانویؒ کیا جواب دیتے ہیں کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ تو حضور ﷺ کا غلام ہے متبع سنت ہے۔ غور کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی بو آتی ہے۔ کیا حضور ﷺ کی غلامی کا اقرار کرنا کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا دیکھ کر

حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے اعلان اور وضاحت

قارئین کرام لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کو اس تعبیر پر کوئی اصرار بھی نہیں ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

”باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب و سوسہ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر یہ نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دینا صرف ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ {الامداد ص ۲۰}

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جب حکیم الامتؒ خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس تعبیر پر اصرار نہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ شیطانی و سوسہ ہو پھر بھی یہ کہنا کہ اپنے مریدوں سے

اپنے کلمہ پڑھواتے ہیں۔۔۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔۔۔ کس قدر ظلم ہے۔۔۔ الحساب یوم الحساب۔
انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

الزامی جواب

اس تمام تر تفصیل کے باوجود بھی اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا یہی نہج ہے تو ہم ان کے مشکور ہونگے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی اسی طرح تکفیری فتوے نافذ کر کے اس کی اسی طرح تبلیغ اور نشر و اشاعت کریں جس طرح وہ حضرت تھانوی اور دیگر اکابر علماء کے خلاف کرتے ہیں، ملحوظ رہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہو گا یہاں ہم کو بریلوی کے ان مفتیان کرام کی انصاف پسندی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔ قارئین کرام آپ بھی ذرا ان مفتیان کا انصاف اور ان کی دیانت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے پھر ایک اور واقعہ بیان کیا کہ میں اور بہت سے اہل صفا جناب معین الدین کی خدمت میں حاضر تھے اولیاء اللہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اس موقع پر ایک شخص آ یا بغرض بیعت آپ کے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے بیٹھنے کیلئے کہا وہ بیٹھ گیا آپ اپنی خاص حالت میں تھے آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ کہو گے تو مرید کروں گا اس نے عرض کی حکم بجالاؤں گا فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ اس نے اس طرح کہا تو آپ نے حلقہ بیعت میں داخل کر دیا خلعت اور نعمت عطا کی۔ {نوائد السالکین، ہشت بہشت مجموعہ ملفوظات مشائخ چشت ص ۱۵۱}

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کا ملفوظ

ایک مرتبہ کوئی شخص شبلی کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔ عرض کی ویسا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو عرض کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فرمایا اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ

رضا خانی نام نہاد مناظر محمد حسن علی رضوی اپنی کتاب ”برق آسمانی“ میں اس کو خواجہ غلام فرید کی تصنیف تسلیم کیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو:

بہر حال اتنا ضرور ہے کہ مصنف نے جس ”فوائد فریدیہ کا نام تمام وغیر مکمل حوالہ دیا ہے وہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔۔۔۔۔ اب جبکہ یہ ثابت اور مسلم ہے کہ فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

{ برق آسمانی ص ۹۸، ناشر البرہان پبلیکیشنز لاہور }

سجادہ نشین بیر بل شریف صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ انگریز اللہ کے رسول ہیں
زاں بعد آپ نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ وہ
بے چارہ ہیبت سے لرز رہا تھا۔ اور مجلس دم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا۔ ﴿انقلاب حقیقت فی
التصوف والطریقت، ص ۳۱﴾۔

کیا بریلویوں نے کبھی ان کتابوں پر بھی فتوے لگائے ہیں۔۔۔؟؟؟ کبھی ان کو بھی کافر
کہا ہے۔۔۔ اور اب جب یہ حوالہ ان کے سامنے آگئے تو اب ان کے مصنفین کے بارے میں
بریلوی کے ”دارالافتاء“ جس سے کفر کے فتوے ”تھوک ریٹ“ میں دستیاب ہیں کیا مستوی
لگائیں گے؟؟۔۔۔ انصاف شرط ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ جو لوگ سرعام زبردستی لوگوں
سے انگریز کے کلمہ پڑھواتے رہیں لندن کو اللہ کا کعبہ نعوذ باللہ تسلیم کروا تے رہیں وہ تو پکے ٹکے
مسلمان ولی سجادہ نشین سنی عاشق رسول ﷺ اور جن سے خواب میں ایسی غلطی واقع ہو جائے اس
پر وہ شرمندہ بھی ہوں احساس ندامت کی وجہ سے سارا دن رورہے ہوں۔۔۔ بے اختیار ہوں
۔۔۔ محسوس ہوں۔۔۔ وہ کافر۔۔۔۔۔ ان کو مسلمان کہنے والا یا سمجھنا والا بھی
کافر۔۔۔۔۔ فو اسفا۔۔۔ الحساب یوم الحساب۔۔۔ ایک دن سب نے مرنا ہے۔۔۔ اور قیامت کا
دن اسی قسم کی نا انصافیوں کا حساب چکانے کیلئے ہے۔

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

رضا خانی درود

رضا خانیوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے ان پر درود پڑھا مگر یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں میں نیچے بریلوی ملاؤں کی جس میں وہ تھوک ریٹ کے حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود بھی نہیں بلکہ درود ابراہیمی۔۔ اور کم بختی تو ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کر رہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔ امید ہے کہ بریلوی انصاف کرتے ہوئے اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر بھی اسی طرح گستاخی رسول ﷺ اور کفر کا فتویٰ لگائیں گے جس طرح حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا ہے۔

اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی السید الشاہ ابی الفضل شمس الملة والدين ال احمد اچھے میان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۱۲ از اختر رضا خان قادری)

اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی الھمام امام اھل السنۃ مجدد الشریعۃ العاطرۃ مویذ الملة الطاہرۃ حضرت الشیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی

اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللهم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ زبدة الاتقیاء المفتی الاعظم بالھند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۳)

مولوی عمر اچھروی یہ بات بخوبی یاد رکھیں
قیامت کے دن ہمارا اصلی کلمہ اسلام

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور درود شریف ابراہیمی تمہارے بہتان عظیم اور سنگین الزام کے خلاف جھگڑتا ہوا آئے گا کہ تم نے دنیا میں چند روز رہ کر علمائے اہلسنت دیوبند پر کیسے کیسے ظلم و ستم کے تیر برسائے۔

آخر میں عرض ہے کہ اس اعتراض کے انتہائی محققانہ اور مدلل جوابات اکابر دیوبند خصوصاً خود حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے دئے ہیں جیسے یہاں نقل کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر اہل علم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جزو اول سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام زید نکلتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکلتا ہے، دوبار میں جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص اس کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری، اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا، لیکن حالت خواب و بیداری میں زید کا ہی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے، بائیں خیال بندہ بیٹھ گیا، پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا زید، حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں،

اس روز ایسا ہی کچھ رہا، تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا، انتہی۔

اس واقعہ کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں، ان کے متعلق جو حکم شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کا ہو صاف اور مدلل ارشاد فرمایا جاوے۔

نمبر ۱: صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا کرتا تھا مگر اس کی زبان سے بلا قصد و اختیار غلط کلمہ نکلتا تھا، نیز اس کے الفاظ ”اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں انتہی“ ظاہر کر رہے ہیں کہ غلط کلمہ پڑھنے کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا، پھر باوجود یہ کہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اگر باختیار متخیل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار متخیل سے زنا کرے تو وہ بحکم رفع القلم عن ثلثہ الخ معذور تھا، لیکن وہ اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا، اور شعور و احساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اس کا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر وہ اس کا خیالی شعور و اختیار پھر فنا ہو جاتا ہے، اور لا اختیار و شعور اس سے وہی غلطی ساق سرزد ہو جاتی ہے اور جب کہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس کو بھی گوارہ نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور و اختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلاف شریعت نکلیں، اور اس لیے پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، مگر وہ پھر مسلوب الاختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اس سے اسی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے، غرض کہ وہ اپنی صحت اعتقاد کو صاف صاف لفظوں میں ظاہر کرتا ہے، اور اس کے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے عقیدہ میں کوئی خلل ہے، بلکہ اس کے بیان سے اس کا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور نادام ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی، ایسی حالت میں آیا اس کو دعویٰ بطلان شعور و قصد اختیار میں صادق سمجھا جائے گا یا کاذب، اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں، آیا اس لیے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ناممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے، جو صورت ہو اس کو موجب بیان فرمایا جائے، اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اس کا سقوط قصد و اختیار و سقوط عذر شرعی قرار دیا جاوے یا نہیں، اگر اس کو عذر شرعی نہ قرار دیا جاوے تو اس کی کیا وجہ ہے

، حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزدوی ص ۷۴/۱۴ میں ہے ان السكران اذا تکلم بکلمۃ الکفر لم تبین منه امر ائہ استحسنانا،

(حاشیہ ۱: سقوط شعور کا حکم اصالتاً حالت منام کے اعتبار سے ہے اور حالت یقظہ کے اعتبار سے دلالتاً اس طرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اور اس کے ان الفاظ سے کہ اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اول مرتبہ غلطی کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا منشاء بھی حالت اولیٰ کے ممال حالتیں تھیں، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان میں بھی اُسے اس غلطی کا احساس نہ ہو، اور اس نفسی شعور سے اس شعور کی مراد ہے جو معتد بہ ہو، ورنہ فی الجملہ شعور تو سکران اور مجانین اور معتوبین کو بھی ہوتا ہے جو کہ ناستابل اعتبار ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ سائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ حالت جو منشاء غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر طاری ہوئی تھی، اس وقت اس کا اختیار و شعور باطل ہو جاتا تھا، اور جب وہ حالت زائل ہو جاتی اس وقت شعور وغیرہ خود کراتا تھا، لیکن چونکہ حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل نہ ہوتا تھا، اس لیے بعد افاقہ اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، جیسا کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں اور یاد آنے کے بعد وہ پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر پھر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہو جاتا تھا، رہی یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اس کی تعین نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم) اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے :-

وجه الاستحسان ان الردۃ تبتنی علی القصد والاعتقاد ونحن نعلم ان السكران غیر معتقد لما یقول بدلیل انه لا یدکر بعد الصحو وما کان عن عقد القلب لا تنسی خصوصاً المذاهب فانها تختار عن فکر ورویة و عما هو الا حق من الامور عنده و اذا کان کذلک کان هذا عمل اللسان دون القلب فلا یكون اللسان معبر اعما فی الضمیر فجعل کاند لم ینطق به کما لو جرى علی لسان الصاحی کلمۃ

الکفر خطائی کیف ولا ینجو سکران من التکلم یکلمۃ الکفر عادۃ و هذا بخلاف ما اذا تکلم بالکفر ہا ز لا لانہ بنفسہ استخفاف بالذین و هو کفر و قد صدر عن قصد صحیح فیعتبر و تمسک بعضهم بما روی ان واحدا من کبار الصحابة سکر حین کان الشرب حلالا فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل انتم الا عیدی و عیدا بانی ولم یجعل ذلک منه کفر او فראسکران سورۃ قل یا ایہا الکفرون فی صلوة المغرب و ترک الایات فنزل قوله تعالی یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة و لم یحکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفرہ و لا بالتفریق بینہ و بین امرأۃ الخطاء و الجنون فلا تبین منه امرأۃ و لقائل ان یقزل هذا التمسک غیر مستقیم ہہنا لان کلامنا فی السکر المحظور و کان ذلک السکر مباحا لان الشرب کان حلالا فصدورہ عنہ عذرافی عدم اعتبار الردۃ لا یدل علی صیرورۃ المحظور عذرافیہ، انتہی

اس عبارت سے صراحت معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے، مگر وہ نہ دل سے اس کا اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اُس نے بقصد و اختیار صحیح وہ کلمہ کہا ہو تو ایسے شخص پر ردّت کا حکم نہ کیا جاوے گا، خواہ منشاء اس کا سکر ہو یا خطا یا جنون یا کچھ اور، کیونکہ مناط حکم عدم مواطات قلب باللسان و عدم قصد و اختیار صحیح قرار دیا گیا ہے، نہ کہ خصوص سبب، لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار محظور شرعی نہ ہو، اس تحقیق مناط کے بعد صاحب واقعہ کی معذوری ظاہر ہے کیونکہ وہ خود اس کا اختیاری نہ تھا، پس ایسی حالت میں اس کو معذور نہ کہنے کی کیا وجہ ہے، اور جب کہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے، تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہوگا جس کے اختیار کو زوال اختیار میں بھی داخل نہ تھا، یا جب کہ سکران کے عم مواطات قلب ثابتہ بدلاتہ الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کے عدم مواطات قدمب کا کیسے انکار کیا جاوے گا، جو ہزار زبان اس کلمہ کر سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے اور جبکہ خاطی کو معذور قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ فعل خطا کا قصد نہیں کرتا تو اس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا، تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے گا، ج کہ وہ اس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے، نیز جبکہ کرہ کو معذور قرار دیا گیا، اگرچہ اس نے

کلمہ کر باختیار جاری کیا، مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقصور بحد معتبر عند الشرع تھا اس لیے اس کے اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا، اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا چنانچہ درمختار جلد خامس ص ۱۳۳ میں ہے :-

ولاردة بلسانہ وقلبه مطمئن بالايمان فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحساناً وفي رد المختار تحت قوله لا يكفر بدتمال في الهداية لان الردة تتعلق بالاعتقاد لا ترى لو كان قلبه مطمئناً بالايمان لا يكفر وفي اعتقاد الكفر شك فلا يثبت البينة بالشك انتهى وقال تحت قوله استحساناً وجه الاستحسان ان هذه الفظة غير موضوعة للفرقة وانها تقع للفرقة باعتبار تغير الاعتقاد والا كراه

دلیل علی عدم تغیرہ فلا تقع الفرقة و لهذا لا يحكم عليه بالكفر، ذیل علی انتہی
تو جو شخص بالکل مسلوب الاختیار ہو وہ اس امر خاص میں جس میں اختیار ناقص بہ نقض معتبر عند الشرع کا عدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معذور قرار دیا جاوے گا اور کیوں نہ اس کو محسنون یا مسخوریہ معتوہ کی حد میں داخل کیا جائے گا، اور اگر اس کو عذر شرعی قرار دیا جائے تو اس پر زجر یا ملامت کرنا یا اس کو تجدید ایمان و نکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اس کو تجدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب، اگر واجب ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اس وقت اس کے معذور ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ نیز اگر اس صورت میں زوجہ قبول نکاح جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کر لے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے، اور اگر مستحب ہے تو اس امر کی صنف طور پر تصریح ہونا چاہیے کہ نکاح اول بحالہ باقی ہے اور عورت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں، تا کہ وہ مجمل الفاظ سے مغالطہ میں پڑ کر کسی اور سے نکاح کرنے پر جرأت نہ کر سکے۔

نمبر ۲: اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعہ اگر واقعہ میں بے اختیار تھا تب تو معذور ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان و نکاح صرف رفع تہمت عوام کے لیے محض مستحب ہے اور اگر وہ واقع میں بے اختیار نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت تکلم بکلمہ حقہ پر قادر تھا، مگر اس نے اسے ترک کیا، اور کلمہ کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اس صورت میں تجدید

ایمان و نکاح اس پر واجب ہے، اور معیار اس کے صدق و کذب کا اس کے تدین و صلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں؟

جُز و دُوم جواب سہارنپور

صورت مسئلہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق مسائل نے سوال میں دو امروں کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ صاحب خواب سے خواب میں کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی جگہ غلطی سے بجائے نام حضور ﷺ کے زید کا نام نکلتا ہے، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھ رہا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بجائے نام مبارک رسول اللہ ﷺ کے زید کا نام بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولا نا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے نام مبارک کی جگہ زید کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے، غیر نبی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن امراؤں ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایت تکلم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اس قول کی حکایت ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جس میں شرعاً وہ معذور ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر پر دال نہ ہوگا، اور نہ موجب ارتداد ہوگا نہ دیانتہ نہ قضائی لہذا جو اس نے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایت کیا ہے اس پر شرعی مواخذہ نہیں ہے، البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولا نا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معذوری نہیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، بالجمہ اس کے تمام سوقی کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو برا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرنا

چاہتا ہے، لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں سمجھتا اس لیے وہ اسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے لہذا اس کو دیانتہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ کا فرقہ قرار دیا جائے گا، لیکن باعتبار ظاہر جب اس کے عذر میں بغور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر ان اعذار شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے عذر معتبر فرمایا ہے، درمختار میں ہے:-

و شرائط صحتها العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوه و
موسوس و صبی لا یعقل و سکران و مکرہ علیہا،

یہ شخص عاقل اور صافی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعویٰ کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃ سالب اختیار ہوتے ہیں، مثلاً جنون، سُکر، اکراہ، عتہ، اور حالت موجودہ مسیٰ جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لیے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیوں کہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے، اور غلبہ محبت سالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محذور و ممنوع فرمایا ہے۔ لا تطرونہ کما اطرت الیہود و نصاریٰ و لکن قولوا عبد اللہ و رسولہ اور اگر غلبہ محبت اور اس کا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نہی عن الاطراء خود اہل ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطراء سے حضور ﷺ فرما رہے ہیں، لہذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا، علاوہ ازیں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا، لہذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامی نے حاشیہ رد المحتار باب المرتد میں لکھا ہے:-

وقولہ (لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محل حسن) ظاہرہ انہ لا

یفتی من حیث استحقاقہ للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذلك التأویل و
 هذا لا ینافی معاملته بظاهر کلامه فیما هو احق العبد و هو طلاق الزوجة بدلیل ماصر
 جوابه من انه اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجرئ علی لسانه کلمة الکفر خطاء بلا
 قصد لا یصدقه القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ و بین ربه تعالی فتأمل ذلك
 اور عامہ شامی دوسری جگہ باب المرتد ہی میں لکھتے ہیں :-

وفی البحر عن الجامع الصدخیز اذا الطلق الدجل کلمة الکفر عمداً لکنہ لم
 یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یکفر لان الکفر یتعلق بالضمیر علی الکفر و قال
 بعضهم یکفر و هو الصحیح عندی لانه استخف بدينه اه

علیٰ بذاب اعتبار بعض احکام ظاہر اس قائل کو دعویٰ بطلان قصد و اختیار میں طرأ صادق نہیں
 سمجھا جائے گا اور بطلان شعور و ادراک کا وہ خود ہی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں
 نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلان شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے۔

تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو عبارت سائل نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی
 ہے اس کو بحث مسئلہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، محل مسئلہ عنہ میں نہ سکر ہے نہ اس کو قیاساً سکر
 میں داخل کیا جاسکتا ہے، نہ یہاں خطا ہے، اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ غلطی کا عذر بھی
 قاضی نہیں قبول کر سکتا، لہذا عبارت بزدوی میں حقیق ردة کا حکم ذکر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ
 ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر روة
 حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائے گا، اور تمام احکام مرتد کے اس پر جاری نہ کیے جاویں گے، کیونکہ جب تک
 مواطاة قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک اس کو دیانۃ و قضائی
 مرتد نہیں کہا جاسکتا، اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہر اس کو احتیاطاً تجدد
 ایمان اور تجدید نکاح اور استغفار و توبہ کا حکم کیا جاوے اور اسی طرح سوال میں جو عبارت درمختار
 جلد خامس کتاب الاکراه سے نقل کی گئی ہے ولا ردة بلسانه و قلبه مطمئن بالایمان فلا تبین
 زوجته، اس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اصول بزدوی کا جواب دیا گیا ہے، درمختار
 باب نکاح الکافر میں ہے۔

ما یكون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولاده واولاد ذنا و ما فیہ خلاف یومر
بالاستغفار والتوبة وتجديد النکاح،
اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں :-

قوله وتجديد النکاح ای احتیاطاً وقوله احتیاطاً ای یا مروه المفتی بالتجديد
لیكون وطؤه حلالاً بالاتفاق وظاهره انه لا یحکم القاضی بالفرقه بینهما وتقدم ان
المراد بالاختلاف ولورواية ضعيفة ولو فی غیر المذاهب اه

صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمہ کفر ہونا باعتبار
ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو متقہص ہے کہ اس کو بالضرورة تحبید
ایمان و نکاح کا حکم کیا جائے، اور وجہ اس کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا
مختلف فیہ نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو
شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس
کا سبب حالت موجودہ میں بجز فطر زید اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سلب اختیار قرار نہیں
دیا جاسکتا شرعاً نوادر..... حکم نہیں قرار دیے گئے ہیں۔

گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذہنتین ہے، ایک جہت وہ
ہے کہ جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہراً اطلاق کلمۃ
الکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے، ادھر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ
تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے :-

وفی الخلاصة و غیر ہا اذا کان فی المسئلة وجوہ تو جب التکفیر و وجہ واحد
یمنعہ فعلمی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد
فی البزادیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل،

یہی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ و بین
اللہ تعالیٰ نکاح اول بحالہ باقی ہے، لہذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے
نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے، فقط

کتبہ احقر خلیل احمد (فقہ اللہ تعالیٰ للتردد لغد)

جز و سوم جواب دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمہ کفر نکلا، اور اگر وہ باختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اجراء احکام کفر اس پر یقینی تھا، لیکن خواب میں بحالت نوم جو اس نے اپنے کو متکلم اس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں ندامت اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، کہ اس حالت میں وہ مکلف نہیں ہے اور مرئوع القلم ہے، باقی بعد بیداری ے جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا، اور اس میں بھی بجائے آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کے زید کا نام نکلا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر و بیئوتہ وجہ کا نہ کیا جاوے گا، کیونکہ ارتداد کے لیے باختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے، درمختار میں ہے :-

وفي الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد الخ قوله من هزل بلفظ كفر ای تکلم به باختیاره الخ شامی و شرائط صحتها العقل و الصحوة الطوع در مختار قوله و الطوع ای الاختیار، شامی،

اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطائی کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، قال فی الشامی و من تکلم بها مخطئا او مکرها لا یکفر عند الكل الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا، اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء یہ لکھتے ہیں و من تکلم بها مخطئا او مکرها لا یکفر عند الكل، وہاں حکم کفر و بیئوتہ زوجہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور جب کہ قائل دعویٰ خطا کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالا ارادہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصدق ہوگا، جیسا کہ خلاصہ وغیرہا سے علامہ شامی نے نقل

کیا ہے۔

اذا كان في مسئلة وجوه توجب التكفير وجه واحد يمنع فعله المفتي ان
يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم، زاد في البرازية الا
اذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل

پس جب کہ مفتی خود بلا بیان متکلم بکلمۃ الکفر اس کے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور
تحسین الظن بالمسلم کا مامور ہو تو جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطا کا مقرر ہے تو بالضرور اس
کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا، جیسا کہ الا اذا صرح بارادة موجب الکفر بھی اس کو مقتضی ہے،
بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے، لہذا اس کو معذور رکھنے اور حکم کفر وارتداد سنہ
کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے، اور جب کہ حکم کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بیونہ زوجہ بھی
مفرع نہ ہوگا، استجاباً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے باقی
علامہ شامی کا قول درمختار لا یفتی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقد يقال المراد
الاول فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا
اقرار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آخر میں کہا فتاویٰ ذلک وحررہ نقلاً فانی لم ادر تصریحاً بہ اور
اس کے بعد جو نعم سید کو الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعہ
مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے اور اس موقع پر جہاں درمختار میں یہ تفصیل مذکور ہے مایکون
کفر اتفاقاً الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عمادیہ سے ناقل ہیں :-

قوله وتجديد النكاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیة وزاد فیہا قسماً ثالثاً
فقال وما کان خطاء من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائلہ یقر علی حالہ ولا یومن
بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک،

اس روایت فصول عمادیہ میں تصریح ہے کہ خطاء جو الفاظ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن
الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاویگا، اور امر بتجدید النکاح نہ کیا
جاویگا،

پس احقر کے نزدیک سوال میں جس روایت اصول بزدوی اور اس کی شرح سے استدلال

کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے اور حکم کفر و بیہودہ زوجہ نہیں کیا گیا، اور تجدید نکاح کو واجب نہیں کہا گیا وہ حق ہے، اور جو جواب سوال مذکور کا ضمن سوال میں درج کیا گیا ہے بقولہ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے اس لئے وہ جواب صحیح ہے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ الاحقر، عزیز الرحمن عفی عنہ ۲۶ھ ۱۳۶۲ھ

شبیر احمد عفی اللہ عنہ

الجواب صواب، حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمہ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان سائل بلا اختیار زبان سے نکلا اور اس کی تکذیب کا مفتی کو کوئی حق نہیں، تو قائل بالاتفاق کافر نہیں، اور نہ اس پر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائی بلا قصد صادر ہوا، اور صورت اولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گویا نہ مصدق ہو اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اور رد المختار کی عبارت بذیل ماصر جوابہ من انه اذا اراد ان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائی بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لہ لا یکفر فیما بینہ وبين ربہ تعالیٰ ۱۵ اس کے معارض دوسری عبارت ان کی موجود ہے۔ وما فیہ اختلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ و تجدید النکاح ۱۶ در مختار قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمدیۃ و قولہ احتیاطاً ای یا مرہ المفتی بالتجدید لیکون وطوہ حلالاً بالاتفاق و ظاہرہ ۱۷ انہ رای حکم القاضی بالفرقۃ بینہما ۱۸ رد المختار، الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا یا نہ متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوج کو حلف دے، واللہ اعلم..... محمد انور عفا اللہ عنہ

جز وچہارم جواب سوال متعلق اصل جواب ازدیو بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصَّلٰوة والسلام علی رسولہ الکریم

علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس صورت میں کیا ارقام فرماتے ہیں کہ زید نے بحالت

خواب کلمہ طیبہ میں بجائے محمد رسول اللہ ﷺ ایک مولوی صاحب کا نام لیا، اور بحالت بیداری اسی طرح درود شریف میں جس کے الفاظ میں ”اللہم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا“ تک شامل ہیں انہی کا نام پڑھا۔ اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، اُن مولوی صاحب نے اس پر زید کو کوئی تنبیہ نہیں کی اور نہ اس خیال کے بدلنے کی کوئی صورت بتائی، بحالت موجودہ سوال یہ ہے کہ:

- (۱) زید کا اس طرح کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تغیر و تبدل کرنا کفر ہے یا نہیں؟
- (۲) جن مولوی صاحب کے روبرو زید نے یہ واقعہ پیش کیا ان کا اس پر ناپسندی و ناراضی ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟
- (۳) زید کا مذکورہ خواب اضغاث احلام (شیطانی وسوے) میں شمار ہو گا یا روئے صادقہ (سچے خواب) میں سے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جب تک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا یا اُن مولوی صاحب کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بنیو اتو جروا، جزاکم اللہ خیر الجزاء، خادم العلماء والطلبا، ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۶ھ

الجواب، اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمہ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا اور اس نعلطی پر ندامت ہے اور اس کی تصحیح اور تدارک کا ارادہ ہے اور اسی خیال سے نعلطی مذکورہ کا تدارک آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے نام مبارک آنحضرت ﷺ کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں موافق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و روایات کتب معتبرہ اس شخص پر حکم کفر کا اتعاقب نہیں ہے:

قال اللہ تعالیٰ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَاَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَفَع عَنْ اٰمَتِي الْخَطَا وَاَلنَّسِيَانَ، قَالَ فِي الدَّر الْمَخْتَار فِي الْفَتْح بَاب الْمَرْتَدِ ابْضَا وَشَرَائِطُ صَتْحِهَا الْقَعْل وَالصَّهْو وَالطَّوَالِخ وَقَوْلُهُ وَالطَّوَالِخ الْمَخْتَارِ شَامِي وَفَرَمَانًا مِّنْ تَكْلِمِ بَهَا مَخْطَاً اَوْ مَكْرَهَا لَا يَكْفُر عِنْدَ الْكُل، ص ۲۸،

الحاصل زید پر بحالتی مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا، حکم کفر

باتفاق فقہاء نہیں ہے کما مر عن الشی لا یکفر عند الکل، اور جبکہ قائم حامی پر خم کفر کا نہیں ہے تو اگر اُن مولوی صاحب نے بوجہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تنبیہ سننے کی تو موجب ملامت و اعتراض نہیں ہے پھر غیر کافر کو جس کو فقہاء نے کافر نہیں کہا، اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہو سکتا ہے، احادیث صحیح میں ہے :

وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب عليه من احدكم كان راحلة بارض فلاة فانفلتت منه وعليها طاعمه وشرابه فایس منها فاتی شجرة فضطجع فی اظللها وقد ايس من راحلة نینهما هو كذلك اذ هو قائمة گنده فاخذ بخطامها قال من شدة الفرح اللهم انت عبدی وانا ربک اخطا من شدة الفرح رواه مسلم،

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ
اور یہ خواب اس کا بیش شیطانی اثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا، لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اس لیے اس پر مواخذہ نہیں، اور نہ اُن مولوی صاحب پر ترک ملامت معذور کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند،

(حاشیہ : ملاحظہ ہو رسالہ الامداد جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ ص ۱۹، قولہ دوسرا احتمال، ص ۲۰ قولہ یا یہ کہ شیطانی تصرف ہوائی قولہ نہ عاصہ ہے۔)

جز و پنجم جواب واپلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو واقعے مذکور ہیں، ایک حالت خواب کا دوسرا حالت بیداری کا، حالت خواب کے واقعہ کو تو اصول شرعیہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد رفع القلم عن ثلاثة الخ نائم مرفوع القلم ہے، اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعاً معتبر نہیں،

بلکہ حالت نوم کا کلام کلام طیور کے مشابہ اور اسی کے حکم میں ہے،

وفي التحرير وتبطل عباراته من الاسلام والردة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وكذب كالحن الطيور اه ومثله في التلويح وهذا صريح في ان كلام النائم لا يسمى كلاماً لغته ولا شرعاً منزلك المهمل الخ (رد المحتار)

پھر اس خواب کے واقعہ کی حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفر نہیں تھا، اگرچہ الفاظ کفریہ ہیں، لیکن الفاظ کفریہ کہ محض نقل کا فربہ بناتی، اگر کوئی کہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں، تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ الفاظ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے:

قال الله تعالى وقالت اليهود عذير ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله،

یہ الفاظ کہ عذیر خدا کے بیٹے ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں، اور مسلمان انھیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے یہ کلمات نقل کرتے ہیں، تو جب کہ ان کلمات کا نقل کہ ناباوجود یکہ منقول عنہم نے ان کا تکلم بحالت اختیار کیا تھا، اور ان پر انہیں کلمات کے تکلم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا، کما قال تعالى وقالوا! اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا الهنا قلين کے لیے موجب کفر نہ ہوا تو حالت خواب کے وہ کلمات کہ نہ ان کا قائل کافر ہوا، اور نہ نوم کی حالت میں ان کلمات کو کلمات کفر کہا جاسکتا ہے، نقل کرنے سے کفر کا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جاسکتا، رہا دوسرا واقعہ جو حالت بیداری کا ہے اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالت خواب کی غلطی سے نادام اور پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ درود شریف پڑھ کر اس کا تدارک کرے، اور وہ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اس میں بھی بجائے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے زید کا نام اس کی زبان سے نکلتا ہے، اُسے اس غلطی کا احساس تھا، مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا، بے اختیار مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں تنقیح طلب ہیں، اول یہ کہ حالت بیداری میں ایسی بے اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے، بغیر اس کے کہ نشہ ہو، جنون ہو، اکراہ ہو، عذہ ہو ممکن اور متصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو

ظاہر یہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں، امر اول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف سُکر (جنون اور اکراہ و عتہ) میں منحصر نہیں، کتب اصول فقہ و فقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختیار کرنا تحدید و حصر پر مبنی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے اور مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے۔ **الافی بعض المواقع حیث یکون الزجر مقصوداً، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :**

من اصابہ برسام و اطعم شیئاً فذهب عقله فہذی نار قد لم یکن ذلک ارتداداً و کذا لو کان معتوها او موسوسا او مغلوباً علی عقله بوجہ من الوجوہ فہو علی ہذا اکذا فی السراج الوہاج (ہندیہ مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ میں الوجوہ قابل غور ہے، لیکن واقعہ مسؤل عنہا میں نہ تو ذوال شعور و ذوال عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعات مذکورہ کی بناء پر ذوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا ادراک بیان کرتا ہے اور عذر میں صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لیے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور و ادراک کے کلمہ کفر یہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری ہے، اور عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلاف عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفراغ من التکلم بھی اس پر نادم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، روتا ہے، اسباب معلومہ (سُکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبر سنی، مرض، مصیبت، غلبہ خوشی، غلبہ حزن، فرط محبت وغیرہ بھی ذوال اختیار کے سبب بن سکتے ہیں اور جہاں ذوال عقل یا ذوال اختیار ہو وہاں احکم رذات ثابت نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے :

وما ظہر منہ کلمات کفریۃ یغفر فی حقہ و بعامل معاملۃ موتی المسلمین حملاً علی انہ فی حال زوال عقلہ، انتہی،

یعنی قریب موت و نزاع روح اگر مختصر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو انہیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اموات مسلمین کا سا معاملہ کیا جائے اور ظہور کلمات کفریہ کو زوال عقل و اختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدت مرض یا کلفت نزاع روح کو زوال عقل کے لیے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگرچہ نزاع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسیناً للظن بالمسلم احتمال زوال عقل کو قائم مقام زوال عقل کی کر لیا گیا،

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کرنا امید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر بیٹھ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع سامان اُس کے پاس کھڑا ہے،

اس روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں بیساختہ یہ لفظ نکل جاتے ہیں اُنٹ عبدی و انار بک یعنی وہ خدا کی جانب میں یوں بول اٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں اخطأ من شدة الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے خطا یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ شدت فرح بھی زوال اختیار کا سبب ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ تکلم جو خطا ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لیے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ کفر کا تلفظ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّت نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سر منڈاؤ الو اور قربانیاں ذبح کرو، تو صحابہؓ بوجہ فرط حزن و غم کے کہ اپنی تمنا اور آرزو امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جاسکے، ایسے بیخود ہوئے کہ باوجود آنحضرت ﷺ کے مکرر سہ کر فرمانے کے کسی نے فرمان عالی کی تعمیل نہ کی، آپ

غملگین ہو کہ خیمہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لیجا کر اپنا سر منڈا دیں، اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حلق کو بلا کر اپنا سر منڈا دیا، جب اصحاب کرام نے دیکھا تو اُن کے ہوش و حواس بجا ہوئے، اور ایک دم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ طرفِ حزن بھی موجبِ زوالِ اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ قصد و اختیار سے آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

امتحانِ تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کی زبان سے باوجود ادراک و شعور کے بے قصد غلط الفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب اُن کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرطِ رعب کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں ہوتی۔

رسولِ خدا ﷺ ازواجِ مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے، اللہم ہذہ قسمتی فیما املک فلا تاخذنی فیما تملک ولا املک، یعنی اے خداوند! میں نے اختیاری امور میں برابر کی تقسیم کر دی، اب اگر فرطِ محبتِ عائشہ کی وجہ سے میلانِ قلب بے اختیاری طور پر عائشہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا، کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ رہا اطراءِ ممنوع جو فرطِ محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقیناً مرفوع القلم ہوگا، نیز حدیث لا تطرونی الخ مسیئیں اطراء کی نہی ضرور ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطراء کا سبب فرطِ محبت ہی ہو، بلکہ جہالت، تعصب، غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجبِ اطراء ہو سکتے ہیں، پس نہی عن الاطراء مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت کو نہیں ہو سکتی، اسی طرح غلبۃ محبت منحصر فی الاطراء الاضطرابی نہیں۔ اس لیے نہی عن الاطراء کو مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حدیث مذکور اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۃ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابلِ مواخذہ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ غیر

اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کس نے بنایا، غلبہٴ محبت نے۔

بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھیے جس میں امم سابقہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیز ہوا میں اڑا دینا، **فواللہ لئن قدر اللہ علی الخ ان الفاظ کے** (اس تقدیر پر کہ **قَدْز قَدْزَت** سے مشتق مانا جائے) الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اس کا جواب ربّ خشیتک اسے کفر سے بچا کر مغفرت خداوندی کا مستحق ٹھیرا دیتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوف خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیے اور بے اختیاری کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچ گیا، بہر حال وجوہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور و ادراک یا ارادہ اختیار اٹل ہو جاتا ہے، پس اگرچہ واقعہ مسئول عنہا میں سکر، جنون، اکراہ، عتہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کر دیا جائے کہ اس نے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا امر تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کیجائے گی یا نہیں اس کے متعلق گزارش جو کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے۔ اول یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری کس قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے، سواً صحت ہو کہ صاحب واقعہ کا قول یہ ہے (لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اور اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللہم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا زید، حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اُسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی، اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کے لیے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ عام طور پر وہ آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ کر اپنی منامی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے

اختیاری طور پر وہی غلطی سرزد ہوتی ہے اور اس کی زبان اس کے ارادے اور اعتقاد کے ساتھ موافقت نہیں کرتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غلطی اس سے خطا سرزد ہوئی، یعنی وہ اپنی اس غلطی کو خطا سرزد ہونا بیان کرتا ہے، کیونکہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ انسان کا قصد اور کچھ ہو اور جو راج سے فعل اس کے قصد خلاف صادر ہو جائے، مثلاً کوئی ارادہ کرے کہ اللہ واحد کہوں اس ارادے سے زبان کو حرکت دے لیکن زبان سے بے اختیار اللہ عابد نکل جائے، خطا کے یہ معنی عبارات ذیل سے صراحتاً ثابت ہوتی ہیں:

الخاطئی من یجرى علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ (فتاویٰ قاضی خان) الخاطئی اذا جرى علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بان کان یرید ان یتکلم یمالیس بکفر فجرى علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء (قاضی خان) اما اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجرى علی لسانہ کلمۃ خطاء بلا قصد (بزازیہ)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ بلا قصد شعور و ادراک کی حالت میں جو کلمہ زبان سے نکل جائے وہ خطا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کا ان الفاظ کفریہ کے ساتھ تکلم کرنا خطا ہے، کیونکہ اس کا قصد اس کے خ اف الفاظ مباحہ کہنے کا تھا، اور بلا قصد اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

اور جب ان الفاظ کا خطا صادر ہونا ثابت ہو گیا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر الفاظ کفر خطا کسی کی زبان سے نکل جائیں تو ان کا حکم کیا ہے، اس کے لیے کتب فقہ میں مختلف عبارتیں ملتی ہیں، اول یہ کہ الفاظ کفریہ کا خطا سے نکل جانا موجب کفر نہیں :

رجل قال عبد العزيز عبد الخالق عبد الغفار عبد الرحمن بالحاق الكاف في اخواله سم قالوا ان قصد ذلك يكفر وان جرى على لسانه من غير قصد او كان جاهلاً لا يكفر و على من سمع ذلك منه ان يعلمه الصواب (قاضی خان) الخاطئی اذا جرى علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بان کان یرید ان یتکلم یمالیس بکفر فجرى علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء لم یکن ذلك کفراً عند الكل (کذا فی العالمگیریۃ نقلاً عن الخانیۃ)

اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی خاں کی دونوں عبارتیں صرف حکم دیانت بتاتی ہوں، کیونکہ بزاز یہ اور ردالمحتار کی عبارتوں میں بھی حکم دیانت ہی بتایا گیا ہے، کہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اس کے بعد حکم قضا یہ بتایا کہ قاضی تصدیق نہ کرے اور حکم قضا کی قاضی خاں کی عبارتوں میں نفی نہیں، بلکہ وہ حکم قضا سے ساکت ہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ ہاں بیشک یہ احتمال ہے، لیکن اول تو مفتی کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم دیانت بتائے، اس لیے صورت مسئلہ میں مفتی کو یہی فتویٰ دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت ردۃ میں طوع و اختیار بھی داخل ہے، اور بے اختیاری ردۃ معتبر نہیں ہوتی، تو یہ عدم اعتبار صرف مفتی کے اعتبار سے ہوتا ہے، یا قاضی بھی غیر اختیاری ردۃ کو معتبر نہیں سمجھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر ظاہر ہوں تو اس میں مفتی اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور ردۃ کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسا کہ جنون معروف یا سکر ثابت عند القاضی یا طفولیت مشاہدہ وغیرہ۔ پس صورت مسئلہ میں اگر اس کی حالت بے خودی و بے اختیاری کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو بھی اس کا اعتبار کرنا پڑے گا۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ قاضی کو صاحب واقعہ سے اس کی اس حالت بے خودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اس طرح جاتا کہ اس شخص نے فلاں الفاظ کفریہ کا تکلم کیا ہے اور پھر یہ شخص قاضی کے سامنے عذر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اس سے بے اختیاری کا ثبوت مانگتا، اور صرف اس کے کہنے سے حکم ردۃ کو اس پر سے مرتفع نہ کرتا، لیکن یہاں یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ میں بحالت بے خودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھی، یہ الفاظ کہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ الفاظ بایں حیثیت کو بے خودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوتے ہوں موجب کفر نہیں ہیں۔

چہارم: یہ کہ ردۃ حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور اگر چہ بعد ثبوت ردۃ بعض عباد کے حقوق متعلق ہو جاتے ہیں لیکن اُن کو نفس ثبوت و اثبات ردۃ میں دخل نہیں، بلکہ وہ بعد ثبوت

ردّ مترتب ہوتے ہیں، جیسا کہ بزاز یہ میں اس کی تصریح ہے :

پس کسی متکلم کے دعویٰ خطا کرنے سے کوئی حق عبد زائل نہیں ہوتا، اور اس لیے قاضی کو اس کی تصدیق کر لینا ہی رائج ہے، جیسا کہ حدیث اخطأ من شدة الفرح اور حدیث واللہ قدر اللہ علیٰ اور مختصر کے کلمات کے کفریہ کے اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحب واقعہ کے اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیاری سے ہوا تصدیق کی جائے گی یا نہیں، اس کا جواب ضمناً تو آچکا، لیکن زیادہ وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے۔

اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر عائد نہ ہو، کیونکہ جہت اسلام رائج ہے اور مسلمان کے ساتھ حسن ظن لازم ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکے گا تو اس صورت مسوئلہ میں جب کہ قائل خود اپنا کلمہ کفر سے ڈرنا، پریشان ہونا اور پھر تدارک کے خیال سے درود شریف پڑھنا اور اس میں بے اختیاری سے غلطی کرنا اور پھر اس پر افسوس کرنا اور رونایاں کرتا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کفریہ اپنے ارادے اور اختیار سے کہے ہیں، یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں، تو سکوت کرنا چاہیے تھا، لیکن اس نے سکوت نہ کیا، اور کلمہ کفر زبان سے نکالا، تو گویا قصد کلمہ کفر کے ساتھ تکلم کیا، صحیح نہیں، کیونکہ اس نے قصد تو درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر تلفظ کے وقت زبان سے دوسرے لفظ نکلے، پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں، پھر لفظ غلط نکلے، تو گویا ہر مرتبہ بقصد اصلاح تکلم کیا نہ بقصد الفاظ کفریہ، اور سکوت محض تکلم بقصد اصلاح والتدارک سے افضل نہیں ہو سکتا، پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مختل ہو گئے خود اس کے بیان میں موجود ہے کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثر ناطقہ بدستور تھا، اس لیے مفتی کا ذمہ صورت واقعہ میں لازم ہے کہ اس طرح فتویٰ دے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے

صدور خطا ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا جیسا قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہو چکا، اس لیے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا۔ احتیاطاً تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے، اور اُسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں، ہاں اگر اس کی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضا و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہوتا ہم بوجہ مذکورہ بالا قضا بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولا

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۶ھ

ضمیمہ فتویٰ دہلی

جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا

خط

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق مضامین ذہن میں تھے جنہیں اس وقت عجلت کی وجہ سے ضبط تحریر میں نہ لاسکا اور بعد میں اس سوال کی عبارت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا، اور اس کا جواب لکھا، میرے خیال میں اس واقعہ کا خطا پر محمول ہونا ہی متعین ہے اس لیے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا اُسے قلمبند کر کے بذریعہ اس عریضہ کے پیش کرتا ہوں.....

محمد کفایت اللہ عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

۷/۱۱/۱۳۶۶ھ

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، پھر اُس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے عَصَى اَدْمَ رَبِّہِ کے میم پر زیر اور رَبَّہِ کی با پر پیش پڑھ گیا۔ اس کی زوجہ نے یہ غلطی سن لی تھی، زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری طلاق کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معلق کیا تھا، اور

اُس نے نماز ادا نہیں کی، کیونکہ مذکورہ بالا غلطی اُس نے کی ہے، جس سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس لیے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلقہ ہوگئی ہوں قاضی نے زید سے دریافت کیا، اس نے غلطی کا اقرار کیا، مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھ سے خطا ہوئی ہے، قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا، اس لیے میری نماز صحیح ہوئی، اور وجود شرط نہیں ہوا،

قاضی نے زوج کے اقرار بالخطا، کو تسلیم کر کے اس کی صحت نماز کا حکم کر دیا اور زوجہ کا دعویٰ طلاق بوجہ اس کے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی، خارج کر دیا، اس کے بعد عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ کلمہ مذکورہ ایک کلمہ کفریہ ہو گیا تھا اور زید نے کلمہ کفریہ کا تکلم کیا ہے اس لیے وہ مرتد ہو گیا اور ارتداد کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کا مجھے حق حاصل ہو گیا ہے، میرا نکاح فسخ کر دیا جائے، یعنی فسخ نکاح کا حکم کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی کا پہلا حکم دربارہ صحت نماز صحیح واقعہ ہوا یا نہیں، اور کیا اب قاضی زید پر ارتداد کا حکم کر کے فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔ بینو اتوجروا!

الجواب: زید کا دعویٰ دربارہ صدور غلطی الخطا، وعدم قصد الاختیار مقبول ہے کیونکہ نماز اور اس کے ارکان و شرائط حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا دیانہ و قضاء مقبول ہے۔

جیسے خطا غیر عورت سے وطی کر لی، یا شکار سمجھ کر کسی انسان کو مار ڈالا، تو ان صورتوں میں دعویٰ خطا قضاء بھی مقبول ہے اور حد قصاص واجب نہیں ہوتا، کیونکہ حدود حقوق اللہ خالصہ میں سے ہیں، اور ان میں دعویٰ خطا مقبول ہے، پس جب کہ دعویٰ خطا مقبول ہوا، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ قرأت میں خطا اعراب غلط پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو متقدمین اگرچہ ایسی غلطی میں جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے، فسادِ صلوٰۃ کے قائل ہیں لیکن متاخرین میں سے بہت سے جلیل القدر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی، اور یہی قول مفتی بہ ہے،

واما المتأخرون کا بن متاقل وابن سلام واسماء عیل الزاهد وابی بکر البلاء عی والہندوانی ابراہیم الفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطاء علی العراب لا یفسد مطلقاً ولو اعتقاده کفر اذ رد المختار وکذا وعصی ادم ربہ بنصب الاول ورفع الثانی یفسد عند

العامة وكذا افساء مطر المندري ن بكسر الذال و اياك نعبد بكسر الكان والمصور
بفتح الواو وفي النوازل لا تفسد في الكل وبه يفتى بزاوية وخلاصة (ردالمحتار) و
هو الاشبه كذا في المحيط وبه يفتى كذا في العناية وهكذا في الظهيرية
(عالمگیری)

پس اس قول مفتی بہ کے موافق قضا اول یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہوگا، اور جب نماز صحیح ہوگئی تو
وجود شرط نہ ہوا، اور طلاق معلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کا ارتداد زوج کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کرنا غیر مسموع ہے، کیونکہ
قاضی اس صورت میں ارتداد زید کا حکم نہیں کر سکتا، جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اب اگر حکم بالا ارتداد کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں، اول یہ کہ قضا اول بحالہ باقی
ہے، اور قضا بالا ارتداد بھی کر دی جائے تو اس میں صریح طور پر اجتماع ضدین بلکہ نقیضین ہے
کیونکہ قضا اول کا مقتضی صحت نماز ہے اور قضا ثانی کا بطلان نماز، قضا اول کا مقتضی بقاء نکاح ہے
اور قضا ثانی کا بطلان نکاح۔ قضا اول کا مقتضی اسلام زید ہے (کیونکہ صحت صلوٰۃ کے حکم کے
لیے اسلام مصلیٰ شرط ہے) اور قضا ثانی کا مقتضی کفر زید اور یعنی ان دونوں متناقض حکموں کا وہی
کلام واحد ہے۔ دوم یہ کہ قضا اول کو باطل کر دیا جاوے اور قضا ثانی کو واجب النفاذ سمجھا جائے،
مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، پہلی تو بوجہ لزوم اجتماع نقیضین سے اور دوسری اس وجہ سے کہ
قضا اول جب کہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہو جائے تو پھر وہ واجب العمل والتنفیذ ہو جاتی ہے اور خود
اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اس کے البطلان کا اختیار نہیں رہتا۔

واذا رفع الیہ حکم قاض اخر تید اتفاقا اذ حکم نفسه مثل ذلک (ای الرفع)
کذلک تعدۃ ای الزم الحکم مقتضاه لو مجتہد افیہ (در مختار) قوله نفذه ای یجب
علیہ تنفیضہ (ردالمحتار) اعلم انہم قسموا الحکم ثلثة اقسام قسم یرد بکل حال
وهو ما خلف النس او الاجماع وقسم بمضی بکل حال وهو الحکم فی محل
الاجتہاد الخ (ردالمحتار)

(۲) حکم بالردت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا قضا

مقبول ہے، ورنہ وطی بالشبہ میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور عذر نہ لازماً آتی، رمی الانسان بالخطا میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور قصاص لازم آجاتا، حالانکہ لازم باطل ہے، یعنی قضا و جوب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حدود و حقوق اللہ میں سے ہے اور قضا میں اگرچہ حق عبد بھی ہے لیکن اس کا بدل دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا اور اسکی شائستگی خاطر کا جبر ہو گیا اور اخلاص عالم جب موجب قصاص تھا بوجہ دعویٰ خطا اس کا حکم مرتفع ہو گیا، یہ بات کہ حکم بالروت حقوق اللہ میں سے ہے اس عبارت سے ثابت ہے بخلاف الارتداد لانہ معنی بتفرد بہ المرتد لاحق فیہ لعبرہ من الادمیین (بزازہ) پس جبکہ صورت مسئلہ میں زید تکلم بالخطا کا مدعی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا قول قضا مقبول نہ ہو۔

(۳) ردة کی حقیقت فقہاء نے اس طرح بیان کی ہے اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان یعنی کلمہ کفر قصد ازبان پر جاری کرنا، قصد کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریان کلمۃ الکفر کہا جاتا، پھر جہاں شرائط صحت ردة بیان کیے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار نہ متحقق ہو ردة کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اس کا حکم کر دینا بدیہ باطل ہے، مثلاً وضو شرائط نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہ ہوگی، تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار امور قلبیہ میں سے ہیں اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہو سکتی، جب تک صاحب معاملہ خود اقرار نہ کرے، پس تحقق شرط ردة کے لیے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اس نے قصد الفاظ کفریہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے اور چونکہ اس کے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اس کے علم کی نہیں، اس لیے اس کے اقرار و انکار کی تصدیق ضروری ہوگی۔

ہاں کبھی اس کے عدم انکار قصد کو قائم مقام ارار قصد کے حکم قضا میں کر لیا جائے تو ممکن ہے لیکن اس کے انکار صریح کی کہ قصد سے صراحۃً منکر ہو تصدیق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

نیز اقرار صرف تلفظ بالا اختیار کا ثبوت ردة کے لیے کافی ہے اس کے معنی کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں، کیونکہ بازل و لاعب کے ارتداد کا حکم مستحق القدیرو تاجر وغیرہما کتب معتبرہ میں مصرح

ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ ان کا یہ کلمہ کفریہ غیر مقصود المعنی نہیں بلکہ استخفاف فی الدین ہے، پس یہ قول کہ ادعاء خطا کی صورت میں ارتداد کا حکم نہ کرنا چاہیے یقیناً راجح بلکہ صواب ہے۔

قال فی الجوال حاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ہا زلاً والاعبا کفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاد کما صرح بہ فی الخانیۃ ومن تکلم بہا مخطاً و مکرہا لا یکفر عند الکلم الخ (در المختار)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور اراد کی صورت میں دیلتہ و قضائی بالاتفاق کا فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ خطا اور اکراہ کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اکراہ میں قضا کا فرق نہ ہونا مسلم ہے فلہذا فی الخطار۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ردۃ زوج کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ و خراج عن المسلم متعلق ہے تو ممکن ہے کہ خطا ادعا سے اس پر فہم بینہ و بین اللہ کفر کا حکم عائد نہ ہو لیکن اگر قاضی ادعاء خطا کی تصدیق کرے تو زوجہ کا حق باطل ہے اور اسی وجہ سے بزاز اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگر دیلتہ کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خود..... نمبر ۲ میں نقل کر چکے ہیں کہ ردۃ کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں، پس اس کی یہ عبارت خود اس حکم عدم تصدیق قاضی کے منافی ہے شامی نے اس قول کو صرف بلفظ بدلیل ماصرحوا بیان کیا ہے اور تصریح کرنے والوں کا نام نہیں بتایا، اس لیے یہ نقل چنداں قابل اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم کلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ردۃ کے آثار مترتب علیہ میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طوع و اختیار ثابت نہ ہو جائے حقیقت ردۃ نو متحقق ہوئی نہیں اس پر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع الفصولین و نور العین و خیر یہ و بحر یہ سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفریہ جن میں کوئی بعید تاویل بھی ہو سکتی ہے بولے پر بھی حکم بکفر نہ کیا جائے۔

اور عالمہ شامی فرماتے ہیں و مفعومہ انہ لا یحکم بفسخ النکاح یعنی جامع الفصولین و نور العین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نہ کیا جائے پس جامع الفصولین و نور العین و خیر یہ کی نقول شامی کی بحث سے بدرجہا اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔

اور پھر یہی اس صورت کا حکم ہے کہ قائل نے کلمہ کفریہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کو صورت بچاؤ کی پیش نہیں کی حالانکہ صورت مسئلہ میں قائل خود ہی اپنی معذوری اور بے اختیار بیان کرتا ہے، پس یہاں بدرجہ اولیٰ حکم ردت نہیں ہو سکتا۔

(۴) تعلیقات طلاق کا (ان و خلت الدار فانت طالق) جس میں عورت کا حق متعلق بالذات ہوتا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زوج تعلیق باوجود شرط کا انکار کر دے اور زوجہ تعلیق یا وجود شرط کی مدعی ہو تو بینہ زوجہ کے ذمہ ہے، ورنہ قول زوج کا معتبر ہوتا ہے۔

وان اختلافی وجود الشرط فالقول له الا اذا بهنت وما لا يعلم الا منها فالقول لها في حقها (عالمگیری) فان اختلافی وجود الشرط فالقول له مع البین لانکار الطلاق (در مختار) قوله فی وجود الشرط ای اصلاً و تحقیقاً کما فی شرح المجمع ان ختلافی وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیه ادعی لا سقناء و الشرط و وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیه ادعی لا سقناء و الشرط و القول الخ (در المختار)

پس دعویٰ فسخ نکاح میں گویا زوجہ وجود شرط کی مدعی ہے اور وہ تکلم بکلمۃ الکفر طوعاً و اختیاراً ہی زوج اس کا منکر ہے، لہذا حسب قاعدہ مذکورہ قول زوج قضا بھی معتبر ہونا چاہیے۔ بلکہ یہاں بدرجہ اولیٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ احکام ردت میں سے ہے و حکم الشیء ثمرۃ و اثرہ المرتے علیہ (رد المختار)

الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمہ کفریہ نکل جاوے اور وہ خطائی نکلنے کا مدعی ہو جیسا کہ اکثر نماز میں خطا ایسے الفاظ جن کا تہمید کفر ہے نکل جاتے ہیں، دیانۃً حکم ارتداد کا عائد نہ ہوتا تو متفق علیہ ہے قضا بھی اس کے قول کی مع یمین تصدیق کی جائے گی اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ارتداد کا حکم لگائے اور اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے، یا اس کی زوجہ کا نکاح فسخ کر دے، نیز خطا کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ متکلم بے ہوش ہو یا مجنون ہو بلکہ ہوش و

حواس صحیح ہونے اور ادراک و شعور قائم ہونے کی حالت میں بھی بلا قصد الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں۔ اُنٹِ طالق کہنے کے بعد قضایہ تاویل کہ میری مراد طالق عن وثاق تھی اس لیے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور ان کے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہو جاتا ہے بخلاف کلمہ کفر کے کہ یہ بالذات موجب ردّت نہیں، بلکہ طوع اختیار شرائط صحت رد سے ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں، پس انکار اختیار در حقیقت انکار سبب ہے نہ انکار حکم مع الاقرار بالسبب، ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دلی

۱۷ رجب ۱۳۳۶ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جز و ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا

در تمہید

مَلَقَّبَ بِهِ
الْقَوْلُ الْمَحْبُوبُ فِي حُكْمِ الْمَغْلُوبِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا، اما بعد گزارش ہے کہ جس وقت سے واقعہ خواب الامداد میں شائع ہوا ہے اُس وقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھ دی جاوے، پس ہم اس پر ایک تفصیلی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہم العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداخلت سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ صاحب واقعہ کو

معذور سمجھتے تھے اور اسی بناء پر انھوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہذا وہ معذور ہیں اور اُن پر ملامت نہیں کی جاسکتی،

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی لپیٹتے ہیں، ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کے اعتراض کا منشاء خلوص اور محبت ہے اور وہ خیر خواہانہ نکتہ چینی کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے اعتراض کا منشاء حسد اور عداوت ہے اور جو کہ طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزادی پر کمر بستہ ہیں اور انھوں نے یہاں تک ایمان اور انصاف سے آنکھ بند کر لی ہے کہ واقعہ کی صورت بدل کر اور اس میں تحریف کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے، پس معاندین اور حاسدین سے خطاب کرنا بے کار ہے، اور ان کی نسبت تو ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں ۔

آنکھ اور باشد حسود آفتاب	کور میگرد و ز بود آفتاب
اینست درد بے دوا کورست آہ	اینست افتاد ابد در قعر شاہ
تغی خورشید از بایست او	کے بز آید این مسرا و ادبگو
تو بخشا بر کسے کاندر جہاں	شد حسود آفتاب کا مسراں
تا ندش پوشید ہیچ از دید ہا	داز طراوت دادن بوسید ہا
یا ز نور بیدش تانند کاست	یا بدفع جاہ او تانند حناست
تا بر آر اید ہنر را تار دپود	چشم در خورشید نتواند کشود
تو حسودی کز صلاح من مسترم	می منزاید کمتری در اختری
خود حسد نقصان دےج دیگرست	بلکہ از جملہ کمیہا بدتر است
آن بلیس از ننگ عار کمتری	خویشتن انگن در صد استری
از حسد می خواست تا بالا بود	خود چہ بالا بلکہ خون بالا بود
آن ابو جہل از محمد ننگ داشت	وز حسد خود را بہالامی منراست
بو الحکم نامش بدو بو جہل شد	اے بسا اہل از حسد نا اعمر شد
در گذر از فضل در چشتی دفن	کار خدمت دارد و خلق حسن
صد از نہا گر بگویم تو کری	بشنوی و نا شنودہ آوری

رہے وہ لوگ جو کہ بلا عناد و حسد محض خلوص و محبت سے نفس واقعہ یا حضرت مولانا کے فعل پر نکلتے چینی کرتے ہیں اُن کے سامنے ضرور جی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کر دی جاوے، اور چونکہ انھوں نے ہمدردی اور دل سوزی کو کام فرما کر حضرت مولانا کو ان کی ایک ایسی لغزش پر متنبہ کیا ہے جس کو وہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے، تو ہماری دل سوزی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے ان تمام پہلوؤں پر بحث کر کے جو کہ ہماری نظر میں منشاء انکار ہو سکتے ہیں (خواہ وہ خود ہمارے غور و خوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کو ان کے سامنے خیر خواہانہ پیش کر دیں۔ واللہ المستعان وہو الموفق للصواب۔

اس گزارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جس قدر اعتراضات ہیں ان سب کا حاصل کل تین اعتراض ہیں :-

(۱) واقعہ قابل اعتراض تھا (۲) مولانا نے اس پر اعتراض نہیں کیا (۳) اسے شائع کر دیا جو کہ فتنہ عوام کا باعث ہوا۔ پس مولانا کا عذر تو یہ ہے کہ نہ واقعہ کے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا، اور نہ ہم کو اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال ہوا، بلکہ ہم کو اس کی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس واقعہ سے نہ پریشان ہو اور نہ اپنے عقیدہ کو بگڑنے دے اس لیے ہم نے اسے شائع کر دیا، پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے۔ رہا یہ امر کہ خود واقعہ قابل اعتراض تھا یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہو سکتا ہے، اس لیے ہم اس پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کو قابل اعتراض کہتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان و نکاح کرنی چاہیے، پس اب ہم کو اس واقعہ کا شرعی حکم معلوم کرنا چاہیے، سو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے۔

تحقیق حکم واقعہ زیر بحث

تجدید ایمان و نکاح موقوف ہے تحقیق ارتداد پر اور حقیقتِ ردت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے، اور خلاف اسلام عقیدہ رکھے، یا وہ بقصد صحیح کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو، کما قال الامام فخر الاسلام فی اصولہ الردۃ تنبی علی القصد والاعتقاد۔ پس جبکہ

یہ حقیقت واقع میں بھی متحقق ہوگی اور قاضی کو بھی اس کے تحقیق کا علم معتبر عند الشرع ہوگا۔ تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تحلیق ہوا ہے دیانۃً بھی مرتد ہوگا اور قضاۃً بھی اور اگر واقع میں اس کا تحقیق ہوا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہو سکا، تو وہ دیانۃً مرتد ہوگا، مگر قضاۃً مرتد نہ ہوگا، اور اگر واقع میں اس کا تحقیق نہیں ہوا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقیق کا بطریق معتبر عند الشرع ثبوت ہو چکا ہے تو وہ شخص دیانۃً مرتد نہ ہوگا مگر قضاۃً مرتد ہوگا۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب واقعہ زیر بحث میں دو امور تنقیح طلب ہیں، اول یہ کہ واقعہ میں حقیقت ردت متحقق ہوئی یا نہیں، دوم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقیق حقیقت ردت کا علم معتبر عند الشرع ہو سکتا ہے یا نہیں، اور وہ اس پر ارتداد اور بینونت زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں، سو امر اول کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو، کہ آیا وہ الفاظ درحقیقت بالاضطرار اس کی زبان سے نکلے، یا اُس نے قصد اُکبے، ہم کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں، لہذا دیانت کے متعلق تو اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

رہا امر دوم سو وہ منقح ہو سکتا ہے، پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے بالاضطرار کلمات معلومہ نکلے، اس میں دو جزو ہیں، ایک یہ کہ میری زبان سے کلمات کفر نکلے۔ دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا، اور میں نے بقصد یہ الفاظ نہیں کہے، جزو ثانی تو ضیح ہے جزو اول کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے رد و قبول کا حق اصلۃً دو شخصوں کو ہو سکتا ہے اول قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الجملہ بینونت سے بھی ہے۔ اور المرأة کا لقاضی مصرح ہے، سو قاضی کے متعلق تو یہ تفصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں، ایک وہ لوگ جو نفس معاملہ ارتداد و تکفیر کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ قتل مسلم کو اہمیت دیتے ہیں، اس لیے وہ شبہ کی حالت میں حق قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے، ہاں حق بینونت زوجہ میں ارتداد کا حکم کرتے ہیں اور اس پر بینونت مرتب کرتے ہیں، دوسری جماعت فقہائے محتاطین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو حدود و قصاص سے کم نہیں قرار دیتے۔

ایسے لوگ ادنیٰ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ردت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا سا بھی شبہ

ہوتا ہے وہاں نہ قتل کا حکم کرتے ہیں اور نہ بینونت کا، چنانچہ درمختار میں ہے :-

الكفر لغة الستر و شرعاً تكذيبه صلى الله عليه وسلم في شئ مما جاء به من الدين ضرورة و الفاظه تعرن في الفتاوى بل افردت بالتأليف مع انه لا يفتى بالكفر بشرو منها الا فيما اتفق المشائخ عليه كما سيجي قال في الجرد قد الزمت نفسي ان لا افتى بشئ منها انتهى

اور رد المحتار میں ہے :- سبب ذلك ما ذكره قبله بقوله وفي جامع الفصولين روى الطعادي عن اصحابنا لا يخرج الرجل من الايمان الا حجو خله في تم ما يقن انه ردة يحكم بها و ما يشد انه ردة لا يحكم بها اذا لا سلام الثابت اليزدل بالشك مع ان الاسلام يعلو وينبغي للعالم اذ ارفع اليه هذا ان لا يبادو بتكفير اهل الاسلام مع انه يقفى بصحة السلام المكره اقول قد قدمت هذا ايصير و ميزانا فيما نقلته في هذا الفصل من المسائل فانه قد ذكر في بعضها انه كرمع اند لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل انتي ما في جامع الفصولين وفي الفتاوى الصغرى الكفر تنى عظيم فلا جعل المومن كافرا متي وجدت انه لا يكفر انتهى او في الخلاصه ويرها اذا كان في المسالة وجوه توجب التكفير دو وجه واحد يمنع فعله المفتي ان يميل الى الوجه الكفر فلا نفعه التاويل حينذ ونى التتار خانية لا يكفر بالمحتمل لان الكفر نهاية في العقوبة فيستدعى نهايته في الجناية ومع الاحتمال لان نهاية انتهى والذي تحرر لا يفتى بكر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره اختلاف و لوروية ضعيفة فعلى هذا اكثر الفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها وقد الزمت نفسي ان لا افتى بشئ منها انتهى كلام البحر باختصار انتهى كلام رد المختار ان روايات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہاء نفس تکفیر ہی کو مہتمم بالشان سمجھتے ہیں، اور ان کی احتیاط کا منشا صرف تباعد عن قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اس کا منشا خود اہمیت تکفیر ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من الیمنوت کا حکم کیا گیا تو اس میں صرف قتل سے اجتناب ہوگا، نفس تکفیر سے نہ ہوگا، حالانکہ فقہاء تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں، نیز اس وقت فقہائے محتاطین فی

التکفیر و تشددین کے مسلک میں کچھ فرق نہ ہوگا، کیونکہ قتل مسلم میں تو تشددین بھی لامحالہ احتیاط کریں گے، اور محل شبہ میں قتل کا حکم نہ دیں گے، تو پھر دونوں مسلکوں میں فرق کیا ہوا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے محتاطین فی التکفیر کا مطلب یہی ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کی جائے گی، اور نہ من حیث بطلان النکاح، شاید کسی کو اس کے ماننے میں اس لیے تامل ہو کہ علامہ شامیؒ کو اس میں تردد ہے، اس لیے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا۔ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ، اور یہ بیان تھا فقہاء محتاطین کے مسلک کا، اس پر علامہ شامیؒ نے حسب ذیل گفتگو کی :-

قوله لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ ظاہر ہانہ لایفتی دمن حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم بینونة زوجتہ، وقدیمال المراد الاول، فقط لان تاویل کلام للتباعدا عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل وهذا ینافی معاملة بظاهر کلامہ فیما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة و ملکها النفسها بدلیل ماصر حواہ من انه اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانہ کلمة الکفر خطائی بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالیٰ فتأمل ذلک و حرره نلافانی لم ار اتصریح به نعمہ سید کر الشارح ان ما یکون کفرا اتفاقاً یطل العمل والنکاح وما فی خلاف یومر بالا استغفار والتوبة و تجدید النکاح و ظاہر ہانہ امر الاحتیاطاً الی آخر ما قال رحمہ اللہ

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قولہ لایفتی بکفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث البینونة، لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تفریق من حیث القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث البینونة لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے، اور تکفیر من حیث البینونة کی ممانعت مقصود نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا منشا اس کے قتل سے احتراز کرنا ہے، اور یہ حکم بالبینونة کے منافی نہیں ہے، اس لیے بینونة کے بارے میں اس کی تاویل نہ کی جاویں گی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ مباحہ

بولنا چاہے اور بلا قصد اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ عذر کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطائی میری زبان سے نکل گیا تھا، تو قاضی اس کو نہ مانے گا، اور بینونہ کا حکم کر دے گا، اس کے بعد علامہؒ نے قائل الخ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہاء محتاطین کے اس کلام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہو سکتے ہیں، تم اس میں غور کریو، مجھے ان کے کلام میں کوئی محمل مصرح نہیں ملا ہے، ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القتل کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، اور نہ من حیث الہینونہ، چنانچہ شارح کہے گا کہ جو کفر اتفاقی ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، اور جس میں اختلاف ہو اس میں توبہ استغفار اور تجدید نکاح کا مسلم کیا جاوے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اختلافی میں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاویگا، بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح توبہ و استغفار کا حکم کیا جاویگا، لی آخر ما قال، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شامی کو شرح صدر نہیں ہوا، اور وہ کوئی محمل متعین نہیں کر سکے۔ اب ہم وجہ تردد کو رفع کرتے ہیں تاکہ محمل اول جس کو علامہ موصوف ان کے کلام کا محمل ظاہر اور تصریحات سے موید فرماتے ہیں متعین ہو جاوے اور اس میں کچھ تامل نہ رہے، پس ہم کہتے ہیں کہ فقہاء محتاطین کی احتیاط کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ اس کو اصل کفر سے بچایا جاوے، کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، کمافی التثار خانۃ الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیسدعی نہایۃ فی الجناۃ الی غیر ذلک، پس جس وقت تک واقعہ میں بچاؤ کا پہلو ہو اس وقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ مکفر مسلم کے لیے حدیث میں اس قدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو خود مکفر کافر ہو جاوے، اور اس بنا پر انھوں نے تکفیر میں احتیاط فرمائی ہے

منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر عن استحقاق القتل کے واجب الاختیار ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف تباعد عن القتل کی وجہ سے ہوتی تو آج کل کسی حناص واقعہ میں احتیاط فی التکفیر لازم نہ ہوتی، کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اندیشہ نہیں ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے اور جب کہ نفس تکفیر سے

احتیاط کی گئی تو حکم بالبینونۃ سے اجتناب لازم ہوگا، کیونکہ بینونۃ متکلم فیہا اثر ہے کفر کا، جب کفر ثابت ہو تب بینونۃ ثابت ہو۔ پس بینونۃ کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا، اور یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہم اُسے کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے، پس حکم بالبینونۃ احتیاط فی التکفیر کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا، لہذا فقہاء کے کلام میں وہ محمل نہ ہو سکے گا جو عبارت مذکورہ میں معترض نے قرار دیا ہے، رہا معترض کا ہذا لا بینافی معاملۃ بظاہر کلام کہنا، سو اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے کلام سے کفر ثابت نہ کریں گے اور بینونۃ ثابت کر دیں گے، تو اس کا بے معنی ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس کلام کا اثر بالذات بینونۃ نہیں ہے بلکہ کفر ہے، اور اس سے اولاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً بینونۃ ثابت ہوتی ہے، پس اس سے کفر ثابت نہ کرنا اور بینونۃ ثابت کرنا کیا معنی۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس سے ابتدائی کفر ثابت کریں گے اور پھر اس سے بینونۃ ثابت کریں گے تو پھر احتیاط کہاں رہی،

پس خلاصہ یہ ہے کہ بینونۃ اثر ہے ارتداد کا اگر بینونۃ ثابت کی جائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا، اور احتیاط فوت ہوگی، اور اگر احتیاط کو کام میں لایا جائے گا تو بینونۃ کا حکم نہیں کیا جاسکتا، اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں، تو عدم حکم بینونۃ لازم ہے، رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لایصدقہ القاضی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ قول مثلاً الفاظ خاصہ اور فعل مثلاً تکلم بالعمد یا بالخطا دونوں کا حکم یکساں ہے، پس اگر قول محتمل الوجہ قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجہ بھی قابل تاویل ہوگا، حالانکہ خاطی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے، مگر فقہاء کہتے ہیں کہ بینونۃ زوجہ کے بارے میں قاضی اس کو نہ مانے گا، اور جب کہ تاویل فعل کو نہ مانے گا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے، کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے، پس ثابت ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارہ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو محمل حسن پر محمول کیا جائے گا اور دربارہ بینونۃ تاویل نہ کی جائے گی انتہی حاصل استدلال،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ انہی فقہاء کا قول ہے جو تکفیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لایکفر بالمحمل کہتے ہیں، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس سے استدلال صحیح نہیں، اور ہم کو دلائل سے یہی ثابت ہوتا

ہے کہ یہ جزئیہ مصرحہ فقہاء محتاطین نہیں ہے بلکہ ان کا مصرح ہے جو تکفیر میں تشدد کرتے ہیں، پس اُس کے قول سے فقہاء محتاطین کے قول کے معنی متعین نہیں کیے جاسکتے، اور ایک قرینہ اس کا یہ بھی ہے کہ فقہاء محتاطین کے بعض جزئیات جن کو ہم شامی سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف ہیں۔

الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء محتاطین کا مسلک یہی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا فعل میں کوئی ایسا پہلو ہو جو اس کو کفر سے بچا سکتا ہو تو اس کو نہ من حیث استحقاق القتل کا فرکبہا جائے گا اور نہ من حیث بطلان الزکاح، اور جب کہ وہ شخص اپنے قول یا فعل کا کوئی محمل متحمل بیان کرے تو اُسے قبول کیا جائے گا، خواہ وہ خلاف ظاہر ہی کیوں نہ ہو، پس اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اس کو صاحب واقعہ کے عذر معقول اور محتمل کو رد کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے جو معاملہ ردت کو اہمیت نہیں دیتے، تو صرف اس شق پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو رد کر دے گا یا قبول، اور اس کو کیا کرنا چاہیے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

قاضی خاں ۲۲۳ ج ۲ میں ہے، قال فی السیر الکبیر اذا اختلف الزوجان فقال الرجل قلت المسيح ابن الله فی قول النضری وقالت المرأة لم تقل قول النصارى کان القول قول الزوج مع یمینہ فان جات المرأة بشہود فقالوا اسمعنا يقول المسيح ابن الله ولم يقل شیئا الخرو قال الزوج قلت قول النضری الا انہم لم یمسعو فان القاضی یجیز شہادتهم ویفرق بینہ وبين المراقۃ وان قال الشہود لا ندری قال ذلک ام لا الا انالم نعم منشیئا غیر قوله المسيح ابن الله لا یقبل القاضی شہادتهم حتی یشہدوا لہ لم یقل معها غیرها و جملوا دعوی الاستئنا فی الطلاق کذتک اہ

اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقیق ردت میں نزاع ہو اور زوج کلمہ کفر کے صدور کو تسلیم کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کلمہ کے بموجب کفر ہونے کا انکار کرے تو بار ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور اگر زوجہ اس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی ثابت کر دے، لیکن شہود زوج کے عذر کے انتفاء پر شہادت نہ دیں تب بھی قاضی زوجہ کے دعوے کو خارج کر دیگا اور

زوج کے عذر کو تسلیم کرے گا۔

پس واقعہ زیر بحث میں جب کہ بظاہر زوجہ منازع بھی نہیں ہے اور اگر منازع بھی ہو تو اس نے صدور کلمات کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان کا صدور صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور اگر وہ شہادت سے بھی ثابت کر دے تو زوج اس کا عذر یعنی عدم قصد و اختیار بیان کر رہا ہے جس کے ساتھ کلمات معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوجہ اس کے انقضاء کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کر سکتی تو پھر قاضی اس کے عذر کو کسی دلیل سے رد کریگا، اور جب کہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے بینہ نہیں طلب کرتا، حالانکہ اس کا عذر بوجہ قابل سماع ہونے کے ایک ایسا ہی امر ہے جس پر شہادت قائم ہو سکتی ہے تو پھر وہ صاحب واقعہ کے ایسے عذر کو جس پر شہادت بھی نہیں مانگی جاسکتی کیونکہ روک لگا پس ثابت ہوا کہ جو قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ ردت کو اہمیت نہیں دیتے اس کو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس کے ارتداد کے لیے بجز اس کے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ اپنے ارتداد کا نہ صراحۃً اقرار کرتا ہے اور نہ دلالت اس لیے کہ وہ صدور بالاضطرار کا اقرار کرتا ہے اور نہ اقرار نہ صراحۃً اقرار کفر ہے اور نہ دلالت لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت بالا یصدقہ القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ عذر کو قبول..... تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قاضی خاطی کی اس وقت تصدیق نہ کرے گا، جب کہ اس کو متہم سمجھے، اور واقعہ ہذا میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لہذا قاضی اس کے عذر کو رد نہیں کر سکتا،

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت لا یصدقہ القاضی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید بشرط اتہام ہے لہذا واقعہ ردت بھی مقید بشرط اتہام ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے :-

لَوْ قَالَ الزَّوْجُ طَلَّقْتُكَ أَمْسَ وَقُلْتُ انْشَاءَ اللَّهُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَكْرَهُ الْقَوْلُ قَوْلَ الزَّوْجِ وَذَكَرَ فِي النُّوَادِ خِلَافَ ابْنِ أَبِي يَوْسُفَ رحمہ اللہ وَمُحَمَّدٍ رحمہ اللہ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي يَوْسُفَ يَقْبَلُ قَوْلَ الزَّوْجِ وَالْإِيقَعُ الطَّلَاقُ وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَقَعُ الطَّلَاقُ وَلَا يَقْبَلُ قَوْلَهُ وَعَلَيْهِ الْأَعْتِمَادُ وَالْفَتْوَى احْتِيَاطًا لِأَمْرِ الْفَرْجِ فِي زَمَانٍ غَلَبَ فِيهِ فُسَادُ النَّاسِ انْتَهَى جُلْد

ثانی، ص ۲۴۳

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا، تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا، لیکن نو اور سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہ ہوگا، پس چونکہ روایت نو اور کی ہے اس لیے اس کو ظاہر روایت کے مقابلہ میں متروک ہونا چاہیے تھا، مگر جب فقہاء نے زمانہ کارنگ بدلا ہوا دیکھا اور سمجھا کہ بد دینی بہت پھیل گئی ہے اس امر فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انہوں نے اس روایت نو اور پر اعتماد کیا اور اس پر فتویٰ دیا، یہ تو طلاق کا واقعہ تھا، اس پر غالباً بعض فقہاء نے ردت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے اور انہوں نے اس میں بھی لایصدقہ القاضی کہہ دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایت نو اور پر فتویٰ دے رہے ہیں ان کا کیا مطلب ہے سو اُن کا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج اپنے بیان میں متہم معلوم ہو، اس وقت اس کے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائے گا، اور بنا بر ظاہر حال متہم نہ معلوم ہو اس وقت اس کے قول کو اصلی مذہب کی بنا پر قبول کیا جائے گا کیونکہ وہ رد قول زوج کا مبنی خلاف ظاہر حال اور فسادِ زمان بتلاتے ہیں، پس اگر ظاہر حال مخالف نہ ہوگا تو اُس وقت اصل مذہب کو نہ چھوڑا جائے گا، کیونکہ عدول عن اصل المذہب بنا بر ضرورت تھا۔ والضروریات تنقذر بقدر الضرورة، پس جب کہ مقیس علیہ حقیقت میں مقید ہے تو مقیس لامحالہ مقید ہوگا، اور معنی یہ ہوں گے لا یقصد قہ اذ اتہمہ لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے کیونکہ اتہام کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اس لیے اس جزئیہ اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہ ہو سکے گا یہ گفتگو اس وقت سے جب کہ یہ مان لیا جاوے کہ ردت کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردت کا طلاق پر قیاس ہی صحیح نہیں ہے اور جب کہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ نئی تھا اس جزئیہ کا تو خود یہ جزئیہ بھی صحیح ہوگا اور جب جزئیہ صحیح نہ ہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہو سکتا۔

اب عدم صحت قیاس کی وجہ سنو اس کی وجہ کئی ہیں۔ اول کہ الفاظ طلاق موضوع ہیں بینونت کے لیے برخلاف الفاظ کفر کے :-

قال در المختار ولا ردة بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحساناً وفي رد المختار والقياس ان يكون القول قولها حتى يفرق بينهما لان كلمة الكفر سبب الصول القرقة فيستوى فيه الطائع والمكروه كلفظة الطلاق ووجه الاستحسان ان هذا اللفظة غير موضوع للفرقة وانها تقع الفرقة باعتبار تغير الاعتقاد والا كراه دليل على عدم تغيره فلا تقع الفرقة ول هذا ليحكم عليه بالكفر اه

اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کا تعلق نفس الفاظ سے ہے نہ کہ قصد و اعتقاد سے اور کفر کا تعلق قصد و اعتقاد سے ہے نہ کہ نفس الفاظ سے پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو وہ اس وقت بظاہر مدعی ہے اور فی الحقیقت منکر، بظاہر مدعی اس لیے ہے کہ اس کا تکلم بطلقت کا اقرار ہے ایقاع طلاق اور زوال ملک نکاح کا پس جب وہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا تو وہ اس حق کا انکار کرتی ہے جس کا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے پس زوجہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لیے انکار کافی ہے اور درحقیقت منکر اس لیے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلقت کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا تھا، تو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقت کا تکلم کیا ہے جو مقید بانشاء اللہ تھا جس سے میری ملک زائل نہیں ہوئی پس اس کے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا، اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تو نے اس طلقت کا تکلم کیا تھا جو مزیل ملک تھا، لہذا تیری ملک زائل ہوگی، پس، اس وقت زوجہ مدعیہ زوال ملک ہے اور زوج منکر لہذا بار ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے

لیے انکار کافی ہوگا، ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استثناء کا دعویٰ کرے اور عورت اس کو تسلیم نہ کرے تو بار ثبوت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نو اور میں بضرورت احتیاط فرج و فساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بینہ زوج کے ذمہ ہے اور جب کہ زوج تکلم بکلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایسے امر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے، تو اس وقت وہ صرف منکر ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا اس نے اقرار کیا جو یعنی نفس تکلم و بنفسہ موجب کفر نہیں ہے بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو کلمہ کفر سے متعلق ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقتاً اقرار کرتا ہو اور نہ ظاہراً پس وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے، اس حالت میں زوجہ کا اس کے عذر کو قبول نہ کرتا اور ارتداد و زوال ملک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس کو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دلالتاً لہذا بار ثبوت سراسر زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لیے انکار کافی ہوگا، فافتر قاپس ردت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر بعض احکام میں طلاق کو ردت پر قیاس کیا جاوے جیسا کہ فقہاء نے تنازع زوجین فی انہ قال فی قول انصری ام لا پر دعویٰ استثناء کو قیاس کیا ہے کمایظہر من روایۃ قاضی خاں السابقہ تو یہ قیاس قیاس اولویت ہے اور مقبول ہوگا، کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقرر بالمینونہ ہے کما مر، اور با ایں ہمہ اس کا قول بلا بینہ کے مقبول ہو سکتا ہے تو ردت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی بیوت کا قرار نہیں کرتا اس کا قول بالاولیٰ مقبول ہوگا، ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمدؒ نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بینہ لازم کیے، مگر واقعہ ردت میں زوج پر بینہ لازم نہیں کیے بلکہ صرف زوجہ سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت نہ قائم کر سکے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا، بادی النظر میں شاید کسی کو بیان مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوجہ شہادت سے ثبات کر دے کہ زوج نے فی قول انصری نہیں کہا تو تفریق کر دی جائے گی، حالانکہ اس شہادت سے صرف تکلم بکلمہ کفر ثابت ہوگا، اور صرف تکلم کا ثابت ہو جانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا، جیسا تم نے اوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہ ہو، تو اس شہادت کی بنا پر تفریق کیوں کی جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا، اور اس کی بنا پر تفریق نہیں کی گئی، بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا

ہے یعنی قصد زوج اس کا اقرار خود کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ایک واقعہ کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصارى اور یہ امر متعلق بکلمہ کفر قصد خود زوج کے اقرار سے ثابت تھا۔ اس طرح کفر ثابت ہو گیا۔ لہذا قاضی کے لیے تفریق کا حکم لازم ہو گیا۔ دوسری وجہ عدم صحت قیاس کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمد کی روایت موجود تھی فقہاء نے بضرورت اس کو اختیار کر لیا، اور واقعہ وحی میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے عمم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جس پر مبصر حین رفقہ القاضی اعتماد کر سکیں، پس اُن کا واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا اور اس کا کوئی معارض موجود نہ تھا، لہذا انھوں نے ابتدائی روایت نوادر پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا، لیکن واقعہ ردت میں امر ایمان فرج سے زیادہ اہم ہے اس لیے اس کو معاملہ فرج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردت میں ایمان اس سے زیادہ قابل حفاظت ہے، اور وہاں اگر حفاظت فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظت ایمان میں احتیاط ہے، اس لیے بھی واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ روایت لایصدقہ القاضی کا مبنی قیاس بر طلاق ہو، جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کا مبنی کچھ اور ہو تو اس وقت گفتگو یہ ہے کہ اس وقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام، پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ غیر متعلق ہے، اور اگر مطلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ و مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایت اور اصل مذہب ہے اور اس کا مبنی معلوم نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت لایصدقہ القاضی کا مبنی بناء بر ظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، اور اس بناء پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جائے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جائے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت قاضی خاطی کو متہم سمجھے جیسا کہ اوپر صفحہ ۸۰۸ میں بقولنا اب دیکھنا یہ ہے الخ بیان کیا گیا، اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ زیر بحث میں صاحب

واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہ اتہام نہیں ہو سکتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت لایصدقہ القاضی سیر کبیر کے معارضہ میں اس وقت پیش ہو سکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا بنی قیاس بر طلاق نہیں ہے بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتماد ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ وہ مقید بشرط اتہام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے اور جب تک یہ امور طے نہ ہوں اس وقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہو سکتی اور یہ امور ہنوز طے نہیں ہوئے، لہذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔

عدم قبول قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی، اور ثابت ہو گیا کہ نہ قاضی محتاط کو اس کے عذر کے رد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی مشدد کو۔

اب ہم ہتے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ زوجہ کے پاس اس کے انتقاء کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی نہ اُس کے پاس اُس کے انتقاء کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اس کو اس کا انتقاء معلوم ہے اور نہ زوج کسی درجہ میں اس کے انتقاء کا اقرار کرتا ہے پس وہ زبردستی اس پر ردت کا الزام کیسے لگا سکتی ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم اختیار عند القاضی بھی مقبول ہے اور عند الزوجہ بھی پس کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس پر ردت کا الزام قائم کرے اور اس کی زوجہ کو بائن کہے، اس تحقیق کے بعد ہم اُن شبہات کو تفصیل وار نقل کر کے اُن کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہو سکتے ہیں۔

شبہ اول: ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر مختار تھا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت پر تو اختیار تھا، انتہی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کا قصد تکلم بکلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا، جو کہ رکن ردت ہے، زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا، پس اگر کوئی احتیاط سے کام نہ لے اور اس کی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد اس سے کلمہ کفر صادر ہو جائے تو اس کو یہ نہ کہا جائے گا کہ اُس نے بقصد و اختیار کلمہ کفر کا تکلم کیا، مثلاً سکران قبل از سکر جانتا تھا کہ سکر کے

بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہے گی، اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے، تو اگر بحالت سکر اس کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا، تو اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے قصد اکلمہ کفر زبان سے نکالا کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سکر پر تو قابو تھا، پھر اس نے اس کو ترک کیوں نہ کیا، اور؟ جب کہ سکران کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ اس نے اس سکر کا ارتکاب کیا ہو، جس کی شریعت نے اس کو ممانعت بھی کی تھی، تو صاحب واقعہ کی نسبت کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ترک تکلم کیوں نہ کیا حالانکہ صاحب واقعہ کئی وجہ سے سکران سے زیادہ معذور ہے، اول اس لیے کہ سکران بالقصد سبب مزیل اختیار کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحب واقعہ کے قصد و اختیار کو سبب مزیل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا۔ دوم اس لیے کہ سکران جس امر کا قصد کرتا ہے اس کے لیے زوال اختیار لازم ہے یعنی شرب سکر اور صاحب واقعہ جس کا قصد کرتا ہے اُس کے لیے زوال اختیار لازم نہیں یعنی تکلم بکلمہ صحیحہ (وبین الوجهین فرق فلیتنبہ) سوم اس لیے کہ سکران شرب سکر کے وقت اس کا خیال نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کیا نکلے گا، اور صاحب واقعہ تکلم کے وقت حتی الوسع اس کا اہتمام کرتا تھا کہ میرے منہ سے صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے، پس جب کہ باوجود ان وجوہ فرق کے سکران کو سکر کی بنا پر مختار نہیں کہا جاسکتا ہے، تو صاحب واء کو ترک سکوت کی بنا پر کیسے مختار کہا جاسکتا ہے، رہا یہ امر کہ اس نے سکوت نہ کیا، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس وقت تکلم کا قصد کرتا تھا اُس وقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تکلم کر سکوں گا، لیکن صدور کلمات کے وقت اس پر سبب مزیل اختیار طاری ہو جاتا تھا اور اس سے غلطی ہو جاتی تھی، رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آزما چکا تھا تو پھر اس کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ شاید مجھ سے پھر غلطی ہو جاوے تو اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ وہ بیچارہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے، کیونکہ یہ کھٹکا تو اس کو اپنے ہر تکلم کے وقت ہو سکتا ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالات عقلیہ ہیں اور اثبات ردوت کے لیے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہو سکتے اور جو حالت اس پر طاری تھی اس کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا، اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی التکلم کیا چیز تھی، بلکہ اس کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شبہ دوم: ہم نہیں مانتے کہ اُسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ آخر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا، حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو درکنار خود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بہت سے آثار آرمی کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا۔

شبہ سوم: اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی اور محبت آدمی کو درجہ اضطراب و سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجہ اضطراب تک پہنچا دیتی، تو حدیث میں اطرار سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال بسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ امر مفہوم ہو، بلکہ یہ احتمال دو وجہ سے خلاف واقعہ ہے اول اس لیے کہ صاحب واقعہ واقعات مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا مبنی بتا رہا ہے اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا، دوسرے اس لیے کہ محبت اولاً بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ کہ زبان پر پس اگر محبت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑنا چاہیے تھا، محبت سے زبان کا بے قابو ہو جانا اور دل پر کچھ اثر نہ ہونا یعنی عقاید کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے، ثانیاً یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو نہ عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ اطباء، عشاق تو یہ کہتے ہیں ۔

چوں بکوشم تا سرش نہاں کنم
سر بر آرد چوں علم کا ینک منم
رغم القمن گیرم تا گہ دو گوش
کائے مدغ چوں ہی پوشی پوش

ایضا کہتے ہیں ۔

عشق آمد عقل او آوارہ مند
صبح آمد شمع اور بیچارہ شد
عقل چوں شخماست چوں سلطان رسید
شخہ بیچارہ در کنجے حسزید

اور اطباء عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً دعویٰ مذکور پر نہی اطرار سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخاطب ارباب ہوش و اختیار ہیں، نہ کہ عشاق مسلوب العقل اور مجاہدین غیر مکلف،

شبہ چہارم: اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطراب و سلب اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ نادر ہے اور اس اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظہر کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذمہ اس کی تعین لازم ہے، ہمارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو نادر کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کہنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء منیں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے، کما صرح بہ الاطباء دیعرفہ من جر بہ اور عرف احوال العشاق،

شبہ پنجم: اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، پس گو صاحب واقعہ حقیقتہً مختار نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا،

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردت کا منشاء یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا، تاکہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں نہ قصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں، پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لیے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جاسکتا، مثلاً روایت سیر کبیر منقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کلمہ کفر مسیح ابن اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنوں یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، یا مثلاً کسی نے مسکر محرم کا ارتکاب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ مسکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وہ چونکہ وہاں تبدل اعتقاد یا قصد

فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لیے اس کو مرتد نہیں کہا جاسکتا، چنانچہ کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے :-

توله لان السكر جعل عذرا للشارۃ الى الجواب عما يقال قد جعل السكر المحظور عذرا في الردۃ حتى منع صحتها فيجوز ان يجعل عذرا في غيرها ايضا فقال عدم صحة الردۃ لغوات ركنها وهو تبدل الاعتقاد لان السكر جعل عذرا فيها نجلان ما يعنى على العبارة من الاحكام مثلا الطلاق والعاق العقود لان ركن التصرف قد تحقق فيها من الامل مضافا الى المحل فوجب القول بصحتها

پس اس وقت یہ پوچھنا صحیح نہ ہوگا کہ بتلاؤ عذر صاحب واقعہ عذر معتبرہ عند الفقہاء نہیں سے کس میں داخل ہے، یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل دارتھے، اب ہم سب کا ایک جواب اجمالی دیتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ تھا بلکہ مختار تھا اور اس کا نتیجہ ہونا چاہیے کہ وہ دیا بیٹہ بھی مرتبید ہو اور قضائی بھی اور اس پر مرتد کجے تمام احکام جاری کیے جائیں، کیونکہ اُس نے بحالت صحت عقل و درستی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ بلکہ محض اپنی خوشی سے ایسا فعل کیا جو موجب کفر تھا، اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں، پس اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں جاری نہ کیے جائیں، حالانکہ واقعہ سے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا، پس لازم ہے کہ یہ تمام خدشات مخدوش ہوں۔

شبہ ششم : اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا، لیکن قاضی اس کو نہیں مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اُس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نا مسموع ہوگا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ واقعہ صدور کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اولاً وہ اقرار صدور کلمات کرے اور دوسرے وقت وہ عذر کرے، لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلکہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا عذر نا مقبول ہے۔

ثانیاً اس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں، بلکہ

اُس کے لیے اور امور کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہو یا کسی اور دلیل سے اور اگر اس کے بیان سے ہو تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا خود اس اقرار ہی میں عذر موجود ہے اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، آیا دیسندار ہے یا بددین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کر لی جاوے، اور اس کے بعد بھی متہم معلوم ہو، اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تاویل خاف ظاہر ہے۔

ثالثاً یہ کجکاؤ کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق و خلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے اور دلت میں یہ کاوش نہیں کہ جاسکتی، دیکھیے واقعہ سیر کبیر میں باوجود یکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو مسیح ابن اللہ کہتے سنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول انصاری نہیں سنا، حالانکہ فی قول انصاری ایک ایسا فقرہ ہے جو مسموع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لیے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بینونت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے مسیح ابن اللہ سنا، انھوں نے فی قول انصاری کیوں نہ سنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بینونت و ردت سے گریز کرتا ہے پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہیے) پس جب کہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ بیچارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم: فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباحہ بولنا چاہے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہیے۔

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء محتاطین کے مسلک خلاف ہے، مکامر ثانیاً روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا معارضہ بھی نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں راجح ہونا تو درکنار۔

ثالثاً اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جزئیہ کا مبنی بظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے، یا کم از کم اس کا

میں معلوم نہیں۔

رابعاً فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالبینونہ نہ کرنا چاہیے۔ کما سبق لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور بینونہ کے لیے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا مبنی معلوم نہ ہو، یا اس کا مبنی ایک قیاس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینی چاہیے اور بینونہ کا حکم کر دینا چاہیے، پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ قابل التفات ہوگا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خاٹی کو متہم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ زیر بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے متہم نہیں کر سکتے، پس یہ جزئیہ ناقابل التفات ہے یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق، اس لیے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

شبہ ہشتم: اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم نہیں ہے تو بنا بر احتیاط تو اس کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا فتویٰ نہ دیا جاوے، کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ گو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں، لہذا تم تجدید ایمان و نکاح کرو، وہو کما تری، پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ سیر کبیر میں معاملہ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصارى نہیں کہا تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بینونت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دیتے،

شبہ نہم: فقہاء کہتے ہیں ما یكون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلافاً یومر بالتوبۃ والا ستغفار و تجدید النکاح، اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بالا اتفاق کلمات کفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالا اتفاق کلمہ کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بلا قصد، اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اس کو توبہ و استغفار تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا اور بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصداً کوئی ایسا

فعل صادر ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاوے گا کہ تو بہ استغفار اور تجدید نکاح کر لے تاکہ تیری زوجہ بالا اتفاق حلال ہو جاوے، قصداً کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ بدون قصد کے ردت متحقق ہی نہیں ہو سکتی، نہ بالا اتفاق نہ بالا اختلاف کیونکہ قصد رکن ردت ہے

شبہ دہم: عالمگیری میں ہے رجل قرأه کان اقر و هو صبی لفلان بالف درهم وقال الطالب بل قررت بهاله بعد البلوغ فالقول قول المقر مع يمينه وكذلك لو قال اقررت له بهافي حالة نومي وكذلك لو قال اقررت بهاقبل ان اخلق ولو قال اقررت له وانا ذاهب العقل من برسام اولم فان كان عرف انه كان اصابلم يلزمه شيء وان كان لا يعرف ان ذلك اصابه كان صامئاً للمال، كذا في المبسوط

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقرر کوئی ویسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو پس چونکہ صاحب واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے اس لیے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے ردت کا اقرار پر، اور جس طرح ردت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں کما مر یونہی اس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ جس طرح الفاظ طلاق بینونت کے لیے موضوع ہیں یوں ہی اقرار ثبوت حق غیر کے لیے موضوع ہے، پس جب کہ وہ استمرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ ثبوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لیے اس کا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس صدور الفاظ نہ موجب ردت ہے اور نہ ان کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بینونت زوجہ سے ہے کیونکہ ردت کا تعلق تو قصد و ارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بینونت کا تعلق بطور لزوم کے ردت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بینونت کے لیے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلومہ کا اقرار کرنا، نہ اقرار ردت ہوگا، نہ اقرار بینونت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب اقرار کا ابطال نہ

ہوگا، فافترقا،

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ نہ اتفاق ہے اور نہ اخلاقی، لعدم تحقیق حقیقیہ الردۃ کما سبق تفصلہ، پس اس کو جو بایا استحباباً تجدید نکاح کا فتویٰ تو نہیں دیا جاسکتا، لیکن اگر کوئی تنزلاً تجدید نکاح کر لے تو اس کو اختیار ہے۔

حاصل تحقیق و تنقید مذکورہ بالا یہ ہے کہ رواد و واقعہ کو پیش نظر رکھ کر نہ صاحب واقعہ پر دلائل کفر و ارتداد بطلان نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ قضائی اور نہ بنا بر احتیاط تجدید ایمان و نکاح کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت صحت و عقل و درستی ہوش و حواس اختیاراً اور بالقصد کہے ہیں تب تو اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور اگر درحقیقت وہ معذور اور مجبور تھا، اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد و اختیار صادر ہوئے تو وہ معذور ہے، اور نہ اسے تجدید ایمان کی ضرورت ہے، اور نہ تجدید نکاح کی، اب وہ خود فیصلہ کر لے کہ کیا صورت تھی۔ ہذا عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

دو ضروری باتوں پر عامہ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق فقہی تھی، اب ہم عام مسلمانوں کو دو ضروری اور قابل تنبیہ امور پر متنبہ کرتے ہیں۔

اول یہ کہ فقہاء جو تکفیر مسلم میں احتیاط بلوغ سے کام لیتے ہیں جس کا تحقیق مذکورہ بالا میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے، اس سے مسلمانوں کو جرات نہ ہونی چاہیے کیونکہ جب محتاط فقہاء مسلمان کی طرف کفر کی نسبت کرنے کا اتنا برا سمجھتے ہیں کہ جب تک اُن کو گنجائش ملتی ہے اس وقت تک وہ کسی مسلمان کی طرف اس کو منسوب نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کس قدر برا ہوگا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال بعید اور وہم بھی ہو اس سے بھی نہایت درجہ حذر کریں، کیونکہ کفر سے بڑھ کر حق سبحانہ کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے، چنانچہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حق سبحانہ تمام جرموں کو معاف کر دیں گے مگر کفر کو معاف نہ کریں گے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر شدید جرم ہے اور اس سے بچنا کس

قدر ضروری ہے۔

دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں اور خواہ مخواہ ان پر بد گمانی اور طعن و تشنیع نہ کریں، کیونکہ حدیث شریف میں اُن سے دشمنی رکھنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے، اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اُسے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

تذیب متضمن توضیح بعض اجزائے اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلخ شوال ۳۶ھ کو کانپور گیا ہوا تھا، ۳ ذیقعدہ کو جو وطن واپس آیا تو ایک نووارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمت سے صالح الدین و صالح العقل معلوم ہوئے، مجھ کو ذیل کا رقعہ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جس کے متعلق رسالہ ہذا میں فتاویٰ مذکور ہیں، انہی صاحب کا ہے، چونکہ اس رقعہ سے ان کی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوص اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمہ الکفر سے سکوت کرتا از ایک دوسرا جواب علاوہ تقریر مذکور قول یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا الخ و قول شبہ اول الخ کے نکلتا ہے فی قولہ ہذہ الوقعہ جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت خارج ہے لی قولہ سکوت لازمی تھا۔ جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، فقط، اس لیے اس رقعہ کا رسالہ ہذا سے الحاق مناسب معلوم ہوا، وہی ہذہ

(بعد القاب و آداب)

احقر غالباً ۲ ذیقعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا، حضور کانپور تشریف لے گئے تھے۔ میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے، جس روز تشریف لائے تھے اُس روز تو عرض حال بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اور دوسرے روز موقع تو ملا لیکن چند عارضہ رپیش آئے پس سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تا بکے، بغیر عرض کیے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہو سکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے نہیں کہ زبانی عرض کر سکے اور نہ تحریری، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کی وجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز

حملے کیے جو کہ محض بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے، کاش ایسا خواب اس پر معاصی کو نہ آتا، تو حضور پر ظالموں کو زبان درازی کا موقع ہی نہ ملتا، اس لیے حضور کو منہ نہیں دکھا سکتا، کہ حضور پر جو کلتیں اہل دنیا کی طرف سے زبان درازی کی پڑی ہیں، ان کا سبب یہ عاجز ہے، لیکن کیا کروں خواب کو آتے ہوئے کو رد کرنا میرے اختیار میں نہ تھا، اس لیے معذور ہوں، لیکن ایسے خواب کا صدور اس نالائق سے ہونا موجب ندامت ہے، دریاں حالیہ اس مسکین نے حالت بیداری میں اپنی ایسی حالت پر ندامت بھی کی، اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ کی شان میں بڑی سخت گستاخی ہوئی ہے اس واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۂ رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا، لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی۔ گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۂ دور بھگتا ہوں، وہی صورت مجبوراً درپیش ہوتی ہے، جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت سے خارج ہے تو محض سکون اختیار کیا گیا، دریاں حالیہ صدور معصیت پر توبہ سے ارادۂ توقف خود معصیت ہے لیکن جب کہ توبہ ہی معصیت ہوگئی تو معصیت اور توبہ (معصیت پر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اس لیے سکوت اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل مچا دیا، ان ظالموں کے فہم و ادراک پر سخت افسوس ہے کہ جو کچھ ان کے منہ میں آیا دل کھول کر کہا، حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کر رہا ہوں۔ افسوس کہ نہ تو میں ایسے خواب کا ارادۂ خواہشمند تھا اور نہ خواب آنے پر ہی خوش ہوا اور نہ بطور آزمائش ایسے الفاظ کا تکرار ہی کیا، کہ اب دیکھیں وہی زبان سے نکلتا ہے، یا اچھ اور نہ شوقیہ ہی اس کی طرف رغبت تھی۔ صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا، سو یہ حرکت اس لیے ہوئی کہ نہ تیو میری نیت میں کوئی فساد تھا اور نہ ہی علم غیب تھا، کہ اس کو الٹا سمجھنے والے بھی موجود ہیں اپنے مکان پر آج تک ایسے بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا۔ صرف ایک دوست نے معمولی سی بات سنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے۔ پھر اُسی دوست نے لدھیانہ سے مجھ کو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی اور اس کا سبب تم ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ تم کسی پرچہ میں اس شک کو رفع کرو، جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں

پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں بحوالہ آیت جعلنا لكل نبی عدوۃ یہ لکھا کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب دارث الانبیاء ہیں، اس واسطے اگر مولانا صاحب کے ناحق درپے ہو جاویں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ لوگوں کا ناحق درپے آزار ہونا مولانا صاحب کے لیے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کر کے کسی پرچہ میں مخالفین کے برخلاف مضمون شائع کرنے سے باز رہا۔ اور نہ مجھ کو اتنی لیاقت ہی ہے کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونے کے قابل ہوں۔ اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گاڑی پر سوار ہوا تو لدھیانہ مسیں چونکہ والدین ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لیے لدھیانہ چند روز ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ شورش پسندوں نے اس واقعہ کو بہت دور تک پہنچایا ہے آخر تھانہ بھون میں حاضر ہوا تو اتفاقاً الامداد زیر طبع میں وہی مضامین تھے۔ مسجد میں ایک ذاکر صاحبؒ کے پاس رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطالعہ سے گزرا۔ اس میں وہی مضامین تھے، ایک ذاکر صاحبؒ سے ملاقات ہوئی جو رامپور ریاست کے باشندے ہیں، اور انہی کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گزرا تھا۔ کچھ انہوں نے بھی واقعہ تازہ کر دیا، اس لیے طبیعت پر رنج پر رنج تھتا، اور حضور سے بانی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی، اور نیز حالت بھی میری درست نہیں تھی، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدل لیاقتی سے درگزر فرما کر معافی عطا فرمادیں، واقعہ مجھ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔ باقی کچھ حالات پھر بذریعہ پرچہ عرض کروں گا، اور کچھ زبانی، یہ صرف بطور معذرت نامہ کے عرض کر دیا گیا۔ زیادہ حد ادب۔

جواب جو اُن کو زبانی دیا گیا اس کا حاصل یہ ہے ”اُن نجیدہ و شرمندہ نہ ہوں۔ لائتزر وازرۃ و زراخری آپ کا اس میں کیا جرم ہے، اور اگر میرے رنج سے رنج ہے، تو خود مجھ ہی کو اس لیے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا، آپ مطمئن رہیے، اور جو حالات آپ کو اپنے کہنا ہوں بے تکلف کہیے، جو خدمت میرے لائق ہوگی اس میں دریغ نہ ہوگا۔

جس سے اُس کی تسلی ہو گئی۔ چنانچہ اس کے جواب میں اُن کے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل ان کے ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں اُن کی تسلی کی گئی تھی۔

اب میں خاتمہ پر اپنے اور اُن دینی بھائیوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دعا

کرتا ہوں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَلَاخِي وَأَذْخَلْنِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (ترجیح خامس

ص ۲۶)

ضمیمہ امداد الفتاویٰ مبوب جلد چہارم

فائدہ ثالثہ دار بعین

از مواند العوید فی زوائد الفوائد مندرجہ النور، رجب ۱۳۴۷ھ

در تہتمہ ترجیح الراجح حصہ ششم فصل دوم

اس کا موقع مضمون متضمن توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از

صاحب واقع کے بالکل ختم پر یعنی انت ارحم الراحمین

کے بعد ہے، یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے

وہی ہذا

تذنیب ثانی

نیز تضمین مزید توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از صاحب واقعہ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ میں

صاحب واقعہ باد دیگر میرے پاس بغرض تربیت باطنہ آئے اور ضروری حالات کی روزانہ اطلاع

کے ضمن میں ایک خالص حالت متعلق واقعہ کی تحریر اطلاع حسب ذیل دی۔ جس کے شروع ہی

کے سطور سے جو ان کے متاثر من الجذب ہونے پر دال ہیں ان کی مزید معذوری کی صریح توضیح

ہوتی ہے نیز احقر کی تعبیر کا ان کی اور اس کی اجابت کے مناسب ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے اس تحریر

کی بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہی ہذا

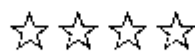
علاوہ اس کے ایک اور بات ہے کہ جس کو میں اب تک آپ کی خدمت بابرکت میں عرض

نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے اخفاء میں دیدہ و دانستہ اغماض نہیں کیا بلکہ اتفاق سے نہیں عرض

نہیں کر سکا، وہ یہ کہ خواب کا واقعہ جو ریاست رامپور میں میرے ساتھ ہوا جس میں کلمہ شریف کا

ذخیر تھا اس کے متعلق بعض نے تو جنون لکھا اور بعض نے فرط محبت وغیرہ، لیکن اس میں جو اصل راز

تھا اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا مجھے۔ راز اس میں یہ تھا کہ ان دنوں میں مجھ پر جذب کے آثار نمایاں تھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلطہ تھا اس غلبہ محبت میں مجھے شیخ کی تلاش ہوئی لیکن میں اپنی عقل کو جانتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کسی نا اہل کی صحبت میں نہ پھنس جاؤں اور پھر جو اہل ہیں ان میں بھی مرتبہ کی حیثیت سے ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو فضل ہے اور طبیعت اس امر کی مقتضی تھی کہ شیخ وہ انتخاب کروں کہ جس کی نظیر آج تمام دنیا میں موجود نہ ہو تو میری عقل اس کے امتیاز سے عاری تھی۔ یہ امکان تھا کہ میں اپنی عقل سے خود شیخ کا انتخاب کرتا اور عند اللہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ہوتا۔ اس لیے میں نے اپنی عقل پر عدم اہتمام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا۔ میں نے جنگل میں بیٹھ کر رات کے وقت نہایت زاری اور اضطراب سے نہایت پستی اور تذلل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مرتبہ والا کاتیرا ولی کون سا ہے اور میری عقل اس بات کے پہچاننے سے عاری ہے۔ اے اللہ! تو میری امداد فرما اور مجھے بتلا دے تاکہ میں اس کی طرف رجوع کروں اور اے اللہ میں صرف واب پر اعتماد نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان متمثل ہو کر کوئی شکل پیش کر دیوے اور میں دھوکہ میں آ جاؤں اور بھی خیال تھا کہ کسی بدعتی پر میرا اعتقاد نہ جسے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ واقعہ گذرا۔



رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب

آخر میں ہم رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے اصولوں پر کفر و گستاخی بنتے ہیں امید کرتے ہیں کہ رضا خانی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر بھی فسٹوی لگائیں گے۔

نبی کریم ﷺ مقتدی مولوی احمد رضا خان حضور ﷺ کے امام

ان کے انتقال کے دن مولوی سید احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمد للہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۲۲)

اس خواب کے متعلق غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”کوئی اس سے پوچھے کیا وہ معاذ اللہ کہتے ان کو پہلے تو پتہ نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں بعد میں جب پتہ چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور مجھے اعزاز بخشا تو یہ جائے شکر اور حمد ہی تھی نہ کہ جزع و فزع اور رونے دھونے اور توبہ استغفار کی۔“ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۳۲۳، ج ۱)

معلوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کو امتی کا مقتدی بنانے پر رضا خانیوں کو فخر ہے مگر کاشف اقبال رضا خانی اس کو گستاخی سمجھتا ہے اور عنوان قائم کرتا ہے ”حضور ﷺ مقتدی اور تھانوی امام نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸) مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تھانوی کا اتنا بلند مقام ہے کہ حضور ﷺ بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں۔“ (بلی کے خواب میں چھپھرے، ص ۱۹)

حسن علی رضوی میلیسی رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ اپنی ہر صف و ہر شان میں بے مثل و بے مثال ہیں اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھا رہا ہے دنیا جہاں کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا لیکن حضور ﷺ کی یہ شان اور یہ عظمت ہے کہ آپ اگر شرکت فرمادیں تو حضور خود امام ہوں گے۔“ (برق آسمانی، ص ۶۳)

اب فیصلہ کریں کہ ان مولویوں میں گستاخ کون ہے مسلمان کون سچا کون جھوٹا کون؟

حضور ﷺ کے جسم پر کھیاں

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی گیس رانی (یعنی جسم اطہر پر بیٹھنے والی ملکیاں ہٹاتا ہوں) خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ مکھی تو جسم اقدس پر بیٹھتی نہ تھی علماء نے تعبیر فرمایا بشارت ہو تمہیں کہ احادیث میں جو خلط (یعنی گڈمڈ) ہو گیا ہے تم اسے پاک صاف کرو گے۔“ (ملفوظات ج ۲، ص ۲۳۸ مکتبۃ المدینہ)

اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر کھیاں بیٹھتی تھیں معاذ اللہ تو رضا خانی اسے گستاخی پر محمول کریں گے مگر چونکہ خواب اپنے مولوی کا تھا اس لئے اس پر مبارک خواب کا عنوان قائم کیا۔

حضور ﷺ بے بس ہیں

بریلوی نباض قوم مولوی ابوداؤد صادق اپنے ہم مسلک پیر سیف الرحمن کا خواب اور اس پر تبصرہ یوں نقل کرتے ہیں:

”پیر سیف الرحمن اپنے معتقد کے خواب کی آڑ میں لکھتے ہیں کہ میں (ملا میرا حبان) اور (پیر) مبارک صاحب نبی اکرم ﷺ کے پاس جاتے ہیں..... اور حضور اکرم ﷺ روتے ہیں اور امتی امتی کہتے ہیں اور مبارک صاحب سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت بہت گناہ گار ہے کوشش کرو

”۔ (ہدایۃ السالکین، ص ۳۳۲)

کیا کسی سنی کا ایمان و ضمیر اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسی بے بسی کے انداز میں روتے ہوئے حضور (ﷺ) اپنی امت کیلئے پیر سیف الرحمن کے حضور سفارش کریں۔ (خطرے کا سائرن، ص ۶۵)

حضور ﷺ پر ایک اور افتراء

(سیف محمدی کی روح) پیر سیف الرحمن کے حوالے سے یہ سیفی نظریہ بھی سنی بریلوی مسلک کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی روح پر سیف الرحمن تھا۔ (ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۸)۔ (خطرے کا سائرن، ص ۶۸)

بریلوی پیر امام الانبیاء والصحابہ

پیر سیف الرحمن بریلوی لکھتا ہے:

”صوفی رستم خان نے خواب دیکھا کہا ہے کہ محبت کی حالت میں خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ صبحہ افروز ہوا اور اہل الذکر کی بڑی اجتماع کی محضر میں ہمیں ارشاد فرمایا کہ عصر حاضر میں میرا اصلی وارث اور نائب حضرت اخوندزادہ سیف الرحمن صاحب ہیں اور اس مبارک محفل میں تمام انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سابقہ اولیائے عظام اور حضرت صاحب کے تمام مریدین موجود ہیں اسی اثناء میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے مبارک و امامت کیلئے آگے کر دیا اور خود حضرت رسول اکرم ﷺ نے تمام حاضرین کے سمیت مبارک صاحب کے پیچھے اقتداء کیا۔“ (ہدایۃ السالکین، ص ۳۹۲)

اس خواب پر مولوی ابوداؤد صادق رضا خانی یوں تبصرہ کرتا ہے:

”پیر سیف الرحمن صاحب کو امام الانبیاء والصحابہ والاولیاء بنایا اور سب حضرات کے ساتھ خود مقتدی بن کر پیر صاحب کے پیچھے ہاتھ باندھ کر ان کی اقتداء معاذ اللہ استغفر اللہ (خطرے کا سائرن، ص ۷۳)

خواب بریلوی پیر سورج اور شیخ عبدالقادر جیلانی چاند

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت غوث الاعظم مشرق کی طرف سے چودھویں کے چاند کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور حضرت مبارک صاحب مغرب کی طرف سے سورج کی شکل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور یہی چاند اس سورج میں جذب ہو جاتا ہے۔“

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۳)

خواب بریلوی پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے افضل

حضرت پیران پیر صاحب عبودیت کے مقام سے مشرف تھے اور سید حضرت مبارک صاحبؒ نے چھ مقامات عبودیت کے مقام سے فوق طے کئے ہیں اور حضرت مبارک صاحبؒ کا مقام پیران پیرؒ کے مقام سے فوق ہے الحمد للہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۵)

ٹی وی میں نبی اکرم ﷺ کا سلام

بریلوی فرقہ کے موجودہ سربراہ اختر رضا خان نے ایک پوری کتاب ”ٹی وی مووی کا آپریشن“ کے نام سے ٹی وی کی حرمت پر لکھی ہے اور بریلی سے ایک کتاب ”ابلیس کا قصہ“ بھی اس ٹی وی کے خلاف شائع ہوئی ہے اب رضا خانیوں کا خواب کی آڑ میں اس حرام چیز کے اندر نبی کریم ﷺ کی توہین ملاحظہ ہو:

”بروز جمعرات میں نے مدنی چینل پر سنہری جالیوں کا روح پرور منظر دیکھا تو یکا یک وہی آواز مجھے پھر سنائی دی الفاظ کچھ یوں تھے میرے الیاس کو تم نے ابھی تک میرا پیغام نہیں پہنچایا“۔ (سرکار ﷺ کا پیغام عطار کے نام، ص ۷)

قرآن مجید پاؤں تلے

بریلوی شمس العارفین شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

”ایک رات خواجہ تونسوی نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر پاؤں تلے اور دائیں بائیں قرآن مجید بکھرا پڑا ہے۔“

(مرآت العاشقین، ص ۴۱)

نبی کریم ﷺ کی ہڈیاں قبر مبارک سے چننا

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتے ہیں:

کشف المحجوب میں ہے کہ ابتدائے زمانہ میں آپؐ گوشہ نشینی کا ارادہ فرمالیا اور مخلوق سے کسنا رہ کش ہو گئے تا کہ دل کا تزکیہ کریں اور خالص اللہ جل مجدہ کی اطاعت میں کمر بستہ ہوں ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضور سید اکرم ﷺ کے جسم اقدس کی ہڈیاں مبارک قبر انور سے چن چن کر جمع کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے کر پسند کر رہے ہیں۔

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاسبہ، ص ۹۴)



قرآنی تراجم پر اعتراضات کا محققانہ جائزہ

نوٹ

تفصیلی اعتراضات اور جوابات کیلئے اور کنز الایمان کی حقیقت جاننے
کیلئے ”نور سنت کا کنز الایمان نمبر“ شمارہ مطالعہ فرمائیں

اعتراض ۸۵: اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت

اللہ يستهزى بهم (پ ۱، رکوع ۲)

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (ترجمہ احمد علی لاہوری، ص ۵ طبع لاہور)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے (محمود الحسن)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے (ترجمہ علی حضرت)

تمام دیوبندی مترجمین نے اللہ تعالیٰ سے ٹھٹھا ہنسی کرنے کو منسوب کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و بلند ہے اس لئے ان امور کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۲، ۶۳)

یہ اللہ کی کھلی گستاخی و بازاری الفاظ ہیں (ملخصاً سیدنا علی حضرت، ص ۱۴، براہین صادق، ص ۳۰۸)

الجواب: عرض ہے کہ اردو زبان میں ”استہزاء“ جو احمد رضا خان نے استعمال کیا اس کا معنی ہے:

”ٹھٹھا کرنا، ہنسی، تمسخر“۔ (نور اللغات، ص ۳۲۲، ج ۱)

تو بات تو وہی آگئی کان یہاں سے پکڑو یا وہاں سے استہزاء کا معنی ہنسی، ہنسی کا معنی استہزاء تو ایک اسلام دوسرا کفر کیسے؟ کلب کا معنی کتا کتا کا معنی کلب لیکن ان رضا خانیوں کے نزدیک کلب تو کمال احتیاط ہے مگر کتا بازاری زبان ہے۔

اعتراض ۸۶: اللہ کو ابھی معلوم نہیں ہوا

ولما يعلم الله جیسے آیات کے تراجم پر بھی گوہر افشانی کی گئی اور اسے کفر کہا گیا

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۴)

الجواب: مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: تاکہ ہم جان لیں (تفسیر نعیمی، ج ۲، البقرہ آیت

(۱۴۳

حالانکہ اب تک جانا نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کریں (نعیمی، ج ۲، ص ۲۰۹)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے: تاکہ معلوم کرے اللہ تعالیٰ کہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے
(مقیاس حقیقت، ص ۲۹۲)

اب غیرت ہے تو یہاں بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ

اعتراض ۸۷: اللہ بھول جاتا ہے

نسواللہ فنیہم (پ ۱۰، رکوع ۹)

بھول گئے اللہ کو وہ بھول گیا ان کو (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبندی مترجمین نے اللہ تعالیٰ کا بھولنا بیان کیا ہے جو کہ اللہ کیلئے محال ہے دیوبندی تراجم سے واضح ہوا کہ ان کے ہاں خدا کو نسیان ہو سکتا ہے۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۵)

الجواب: غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: سوال اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا (تبیان القرآن، ج ۵، ص ۱۸۵)

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتا ہے: انہوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے ان کو بھلا دیا (ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۶)

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتا ہے: اللہ بھی ان کو بھول گیا (مظہر القرآن، توبہ، ص ۵۶۳)

ابوالحسنات قادری لکھتا ہے: اللہ نے انہیں بھلا دیا (تفسیر الحسنات، توبہ آیت ۶۷)

اب اگر غیرت ہے تو اپنے ان اکابر کو بھی کفر کے گھاٹ اتارو

اعتراض نمبر ۸۸: ووجدک ضالافہدی (سورۃ الضحیٰ)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا
(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

رضا خانی مولوی ان تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”دیوبندی وہابی مترجمین نے ضالاکا ترجمہ بھٹکتا ہوا، بے خبر وغیرہ الفاظ سے کیا جو

کہ صریحاً غلط ہے اور بے ادبی ہے دیوبندی وہابی مولویوں نے یہ نہ دیکھا کہ کس

کو بھٹکا ہوا اور بے خبر کہہ رہے ہیں رسول کریم ﷺ کی ناموس و عظمت پر دھبہ لگ جائے ان ظالموں کو اس کی کیا پرواہ کاش یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا بغور مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا جو خود بے خبر ہو بھٹکتا پھرتا ہو وہ ہادی اور راہنما کیسے ہو سکتا ہے“

(فیصلہ کیجئے۔ از شیر محمد جمشیدی رضا خانی۔ ص: ۱۷-۱۸)

(۲) اس کے علاوہ عبدالرزاق بہتر الوی نے (تسکین الجنان۔ ص: ۶۷-۳)

(۳) رضاء المصطفیٰ اعظمی (کنز الایمان مع خزائن العرفان۔ ص: ۲)

(۳) ملک شیر محمد اعوان (محاسن کنز الایمان۔ ص: ۶۶)

(۴) مولوی کاشف اقبال رضا خانی (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۹۵)

نے بھی ان تراجم پر کم و بیش اسی قسم کا جاہلانہ اعتراض کیا ہے۔

الجواب: رضا خانی مولویوں کا ہمارے اکابر کے کئے گئے ترجمہ پر اعتراض کرنا محض جہالت کتب تفسیر سے نابلد ہونے اور ضد و تعصب کا نتیجہ ہے۔ چونکہ رضا خانیوں نے فیصلہ کرنے کیلئے خود ایک اصول لکھ دیا ہے کہ:

”یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ

ہوتا“ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۷)

لہذا اب ہم اسی کسوٹی پر اپنے اکابر کا ترجمہ پرکھتے ہیں۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے ایک لحظہ کیلئے بھی کفر نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی

اور انہوں نے اس آیت کے متعدد محامل بیان کیئے ہیں:

ضال: کا معنی غافل حضرت ابن عباس حسن بصری ضحاک اور شہر بن حوشب نے کہا کہ آپ کو احکام شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو ان کی

ہدایت دی اور اس کی تائید ان آیات میں ہے:

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان (الشوری: ۵۲) وان كنت من
قبله لمن الغافلین (یوسف: ۳۱)

(تفسیر کبیر - ج: ۱۱ - ص: ۱۹۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

”علامات نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور ان تمام علوم سے لاعلم
جن کو جاننے کا ذریعہ سوائے نقل کے نہیں ہے۔ اسی مفہوم کے مثل آیت و
ان كنت من قبله لمن الغافلین اور آیت ما كنت تدري ما الكتاب والايمان کا
مفہوم ہے۔“ (تفسیر مظہری - ج: ۲۱ - ص: ۲۹۲)

امام عبد اللہ احمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ

ووجد ضالاى غير واقف على معالم النبوت واحكام الشريعة
وما طريقه السمع (فہدی) فعرفك الشرائع والقرآن“ (تفسیر
مدارک - ج: ۳ - ص: ۶۵۴-۶۵۵)

بیضاوی شریف

ووجدك ضالا عن علم الحكم والاحكام فهدى فعلمك
بالوحي والالهام والتوفيق للنظر

زاد المسير في علم التفسير لابن الجوزي

فيه ستة اقوال: احدها: ضالا عن معالم النبوة واحكام الشريعة
فهذا قال الجمهور منهم الحسن والضحاك

تفسیر خازن

ووجدک ضالا ای عما انت علیہا الیوم (فہدی) ای فہداک
الی تو حیدہ ونبوتہ و قیل و وجدک ضالا عن معالم النبوة و
احکام الشریعة فہداک الیہا

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غلام رسول سعیدی امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”یعنی ہمارے وحی کرنے سے پہلے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے از
خود اپنی عقل سے دین کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے
آپ کی طرف وحی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب
کی تفصیلات کا علم ہوا“

(تاویلات اہل السنۃ۔ ج ۵ ص: ۷۷-۷۸ بحوالہ تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۲)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ

ضالا: عن شریعتک ای لا تعرفہا فہداک الیہا

(شفاء ج ۲ ص ۷۱ مکتبہ حقانیہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

یعنی و دریافت ترار اہم گم کردہ پس را نمود ترا و بیان
ایں ہدایت و ضالا است کہ آنحضرت ﷺ بعد از
رسیدن بحد بلوغ بسبب کمال اینقدر معلوم شد کہ عبادت
بتائ و رسوم جاہلیت ہمہ پیچ و پوچ است در بے تفتیش دین
حق شدند و از زبان پیران کہنہ سال شنیدند کہ اصل
دین بادیہ حضرت ابراہیم است آنحضرت ﷺ را
ایں خیال در سرافتاد کہ عبادت بتانرا گذاشتہ و رسوم

جاہلیت راہ ترک دادہ متوجہ رب ابراہیم و اوعبادت کنم لیکن چوں ملت ابراہیمی کسے راہ یاد نمائندہ بود و نہ در کتابی مدون بود و نہ آنحضرت ﷺ را قدرت خواندن کتاب حاصل ناچار در تلاش احکام ایں ملت بیتاب و بیقرار بودند و بقدر معلوم از تسبیحات و تہلیلات و تکبیرات و اعتکاف و غسل از جنابت دارے مناسک حج و دیگر امور از ہمیں جنس اشتغال می ورزیدند تا آنکہ حق تعالی ایشان را بوجہ خود بر اصول ملت حنفی آگاہ ساخت“ (تفسیر عزیزی۔ ج ۲ ص ۲۲۰)

اکابر دیوبند کا ترجمہ ہی جمہور کے مطابق ہے

ان تمام جمہور مفسرین جن میں ضحاک اور حسن بصری جیسے آئمہ ہیں اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا کہ آپ ﷺ کو احکام شریعت کی تفصیل کا علم نہ تھا آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کا علم آپ کو عطا کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی یہی ترجمہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔ یہ کتنا کھلا ہوا تضاد ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ جو محض بعض صوفیاء سے منقول ہے اسے تو عشق کی معراج قرار دے دیا جائے اور حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جو جمہور کے مطابق ہے اس پر فتوے لگ جائیں۔ اب رضا خانی ہمت کریں اور ان مفسرین کو بھی معاذ اللہ گستاخ کہیں۔

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر اور بھی بیان کی ہے کہ آپ اپنے دادا عبدالمطلب سے گم ہو گئے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کو ان کے پاس لایا جیسے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کروائی۔ یا آپ ﷺ بی بی خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ جارہے تھے ایک کافر نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہو گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا اور آپ ﷺ کو قافلے کے ساتھ ملا دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹، تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۱، تفسیر مدارک ج ۳ ص ۶۵۵، تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۲۶، تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۲۹۲)

اگر اس تفسیر کو سامنے رکھا جائے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ:
 ”اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی“

بالکل درست بنتا ہے اور سرے سے کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی ترجمہ کو ملحوظ رکھا۔ یہ کھلا ہوا تعصب ہے کہ رضا خانی بے خبر اور بھٹکتا ہوا کو راہ حق اور اسلام سے معاذ اللہ بے خبری پر محمول کر رہے ہیں۔ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:
 ”ضال کا معنی ہے سیدھے راستے کو ترک کرنا۔ خواہ یہ ترک عدا ہو یا سہوا۔ کم ہو یا زیادہ تو کسی شخص سے کوئی بھی کسی قسم کی خطا ہو جائے تو اس کیلئے ضال کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اس لئے لفظ ضلال کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف بھی ہوتی ہے اگرچہ دونوں کے ضلال میں بہت فرق ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے متعلق فرمایا
 ووجدک ضالاً فہدی (الضحیٰ: ۷) یعنی جب آپ کو نبوت پر فائز کیا تو آپ مکمل شریعت سے آگاہ نہ تھے“

(المفردات ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹ ملخصاً بحوالہ تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۲)

یہاں بھی نظر کرم ہو

مولوی غلام رسول سعیدی امام ابو منصور ماتریدی کے حوالے سے لکھتے ہیں:
 ”ضال کا معنی ہے غافل اس آیت کے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء متقدمین اور صالحین کی خبروں سے غافل پایا۔ بعض علماء نے کہا آپ کو گمراہ قوم میں پایا تو آپ کو ہدایت دی۔“

(تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۲-۸۲۵)

تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ضال کا معنی ہے معرفت سے عاری ہونا جب آپ ایام طفولیت میں تھے تو

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”ضال“ پایا یعنی علوم و معارف سے خالی پایا“

(تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۸۲۶)

آل رضا کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”بے خبر“ سے تو بڑی تکلیف ہوئی یہاں بھی:

نافل۔ ہدایت دی، معرفت سے عاری
کے الفاظ پر کچھ نظر کرم فرمائیں گے؟ اگر آپ کی طرح کوئی بے حیائی پر اتر آئے تو کہہ سکتا ہے کہ
ان مفسرین کی تفاسیر کو پڑھ کر تو لگتا ہے:

”نبی کریم ﷺ حق سے بے خبر ہدایت و معرفت سے عاری تھے“
العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد

احمد رضا خان صاحب قارونی کے ترجمہ پر ایک نظر
رضا خانیوں کو بڑا ناز ہے کہ ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا ترجمہ:
”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفته پایا تو اپنی طرف راہ دی“
کر کے گویا کمال کر دیا اس ترجمہ پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک رضا خانی اصول ملاحظہ
فرمائیں:

- (۱) پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:
”ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے
ادبی کا احتمال ہو“۔ (ضیاء القرآن: ج ۱: ص ۸۳)
- (۲) مفتی احمد یار صاحب نعیمی لکھتے ہیں کہ:
”اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے
ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو“۔ (تفسیر نعیمی: ج ۱: ص ۵۳)
- (۳) پیر ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:
”جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک ادب کا وہم بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع
ہے“۔ (تفسیر الحسنات: ج ۱: ص ۲۲۵)
- (۴) بریلوی صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:
”جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے“۔
(خزانة العرفان: ص ۲۹۔ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)
- (۶) مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے کہ:

”جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی و گستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔ لکنفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنیٰ بے ادبی بھی کفر قطعی ہے۔“

(محاسبہ دیوبندیّت: ج ۲ ص ۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک اگرچہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی بے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی، اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔ اب مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کیلئے ترجمہ کیا:

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

دوسری طرف زلیخا کیلئے بھی یہی الفاظ استعمال کئے:

انالراہا فی ضلال مبین (یوسف: ۳۰)

ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں

اب دیکھئے زلیخا کا خود رفتہ ہو کا کسی طور پر بھی اچھی نیت سے نہ تھا اس کی محبت تو شہوت اور عنایت مقصد کیلئے تھی اب یہی لفظ جو انتہائی غلط معنی رکھتے ہیں نبی عالیہ السلام کی محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیئے تو بتائے ایسا محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیا تو بتائے ایسا ذو معنی لفظ استعمال کرنا عشق و محبت ہے یا کھلا ہوا کفر؟

رضا خانیوں کو ”بے خبر“ اور ”بھٹکتا“ پر تو بڑا غصہ آیا مگر کیا انہوں نے ”خود رفتہ“ کے معنی بھی لغت میں دیکھے ہیں؟ اگر نہیں تو ملاحظہ ہو:

”خود رفتہ: بے خبر، بے خود، جسے اپنے آپ کی خبر نہ ہو“

(فیروز اللغات ص: ۵۹۹)

لیجئے خود رفتہ کے معنی بھی ”بے خبر“ ہی ہیں اگر حضرت تھانوی عالیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ کفر کر دیا تو احمد رضا خان بریلوی بھی بچ کر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی (الباق: ۵۰)

تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا

جواب دو یہاں تو ”خود رفتہ“ ترجمہ کرنے کا خیال نہیں آیا بلکہ صاف طور پر دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کو ”بہکا ہوا“ کہا اب ذرا اس کا معنی بھی اپنی محبوب لغت میں ملاحظہ فرمائیں:

بہکا جانا: (محاورہ) گمراہ ہو جانا، غلطی کرنا، بدمست ہو جانا، دھوکا کھانا“

(فیروز اللغات۔ ص ۲۲۷)

رضا خانیو!

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کل پاؤ گے

گھر کی گواہی

حافظ نذر احمد صاحب اس آیت کا لفظی ترجمہ کرتا ہے:

ووجدک ضالا اور آپ کو پایا

ضالا بے خبر

فہدی تو ہدایت دی

(آسان ترجمہ قرآن۔ ص: ۱۲۶۹)

اس ترجمہ کی تائید مفتی محمد حسین نعیمی بریلوی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور اور مولوی سرفراز نعیمی جیسے آپ کے جید اکابر نے کی ہے۔

رضا خان بریلوی کے والد نقی علی خان صاحب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھولا پھر تجھے راہ بتائی“ (الکلام الاوضح۔ ص: ۶۷)

مظہر علی حضرت شہت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھٹکا ہوا پس ہدایت فرمائی“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۳۴۰ نوری کتب خانہ لاہور)

لوحی حضرت محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ آپ کے گھر سے برآمد ہو گیا اب اپنی کفر ساز مشین گن سے دو تین گولے اپنے ان اکابر کی قبروں پر بھی برساؤ

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

سابقہ اکابر کے تراجم

دریافت تراہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود (شاہ ولی اللہ)
یعنی و دریافت تراہ گم کردہ پس راہ نمود ترا

(شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۰)

بھٹکتا پر تو بڑا اعتراض ہے یہاں ”راہ گم کردہ“ پر کیا فتویٰ ہے؟
اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین دہلوی)
اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی (شاہ عبد القادر دہلوی)

شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھو

رضا خان بریلوی کا بریلویوں کو حکم

شاہ صاحب کے اسی ترجمے جس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا کہ متعلق آل رضا
کے پیشوا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی لکھتے ہیں کہ:
”فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا
جائے“

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۴ سنی دالاشاعت فیصل آباد: ج ۲۶ ص ۵۷۷ جدید)

مگر خان صاحب کی ناخلف اولاد آج اسی ترجمہ کو گستاخانہ کہہ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۸۹:

ولقد همت به وهم بها

اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا (ترجمہ حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ)

اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)
اب رضا خانی فکر کی عکاسی یہ ہے کہ دونوں تراجم میں عصمت انبیاء مجروح ہوتی ہے۔ (انوار کنز
الایمان ص ۱۲)

دیوبندی تراجم سے معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی زنا کا ارادہ کر لیا تھا نعوذ باللہ
(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف ص ۹۲)

الجواب:

قارئین گرامی قدر صاف اور آسان سی بات ہے کہ حکیم الامت نے جو کچھ لکھا ہے کہ بریلوی
مسلک کے پیاروں کے حکیم نے بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ ہمت بہ میں ہم کے معنی ارادہ زنا ہیں
اور ہم بھا میں اس کے معنی قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخانے
تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو کہ نہ گناہ ہے نہ
جرم (جاء الحق ص ۴۴۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

”اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولقد همت به وهم بها لئن لم یجد یوسف فی ذلک من لدن ربہ لکون من الخاسرین کے بارے میں کئی فقہاء و
محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیث
قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو
اس کیلئے نیکی لکھی جاتی ہے لہذا ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہوگی تو گناہ
ہے لیکن آمادگی اور تعلق خاطر کے بغیر معاف ہے (یعنی صرف ارادہ معاف ہے
) یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا لئ“۔

(تعلیقات رضا۔ ص ۲۹۸ مترجم مولوی محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ کرمانوالہ بک)

شاپ لاہور)

ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں جنکی تفسیر بریلوی رازی وغزالی احمد سعید کاظمی کی مصدقہ ہے
کہ ہم دو قسم ہیں ایک ہم ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور پختگی اور رضا ہو مثل امراة
عزیز کے کہ اس کی نیت یقیناً بدی کی طرف مائل ہو چکی تھی اور دوسرا ہم عارض ہے اور وہ خطرہ اور

حدیث نفس ہے جس میں کسی قسم کا اختیار و عزم نہیں ہوتا مثل ہم یوسف علیہ السلام کے۔ (تفسیر الحسنات ج ۳ ص ۲۵۸)

لہذا معلوم ہو گیا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صفائی بریلوی حضرات کے گھر سے ہو گئی۔ باقی رہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ کہ اس نے فکر کیا عورت کا تو صاف سا مطلب ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا کہ عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کو دواؤ چلنے نہ پائے۔ (تفسیر عثمانی)

تو اب بتائے کیا قباحت ہے اس میں؟

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم پر وقف نہ کرو بلکہ بھٹک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ہم کر لیا لیکن اب ان دونوں ہموں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

(جاء الحق ص ۴۳۹، ۴۴۰)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ حجاز ڈاکٹر محمد علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر ہم بھاپر وقف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا عزیز مصر کی عورت نے

یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا

قصد کیا۔“ (اصول ترجمہ و تفسیر قرآن ص ۹۲)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں

”اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا۔“

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۲۴)

آگے لکھتے ہیں

”حضرت یوسف کے ہم سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی

شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول

میں رکھتے ہیں۔“ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۳۷)

آگے لکھتے ہیں

”انہوں نے بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے۔“ (تبی القرآن ج ۵ ص ۷۳۹)

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

”ہمارے سلجھے ہوئے مفسرین نے دو باتیں بیان کی ہیں اگرچہ میں ان سے متفق نہیں مگر ان کے نقل کرنے میں مضائقہ نہیں ایک قول یہ ہے کہ ہم بھسا اور یوسف بھی اس کے قتل کا ارادہ کر لیتے یعنی زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا اور یوسف نے اس کے قتل کا دوسرا یہ کہ زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا تھا اور یوسف نے جس زلیخا کو دیکھ کر اپنی قوت مردی میں ہیجان محسوس کیا اگرچہ فعل بد سے متنفر ہی رہے جیسے کہ کوئی جانور کو صحبت کرتا دیکھ کر انسان کی قوت مردی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے حالانکہ اس جانور سے محبت کرنا قطعاً گوارا نہیں ہوتا۔“

(تفسیر نعیمی ج ۱۲ ص ۲۳۸)

ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں اور بریلویوں کو کہتے ہیں جو تم نے ٹیم بٹھائی ہے تراجم پر کام کرنے کیلئے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں درمنثور کے ترجمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی پڑھ لو اگر تم میں شرم و حیا کی رتی بھی ہوئی تو آئندہ اہلسنت پر اعتراض نہ کرو گے۔

اعتراض نمبر ۹۰:

حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا۔

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

بریلوی محقق یوں ناراض ہونے لگے کہ

”یاد رکھیے انبیاء علیہم السلام کو خدا کی نصرت اس کی رحمت صدق یا ایفائے عہد سے ناامید ہونے والا لکھ دیا اپنی سچائی میں شک کرنے والا یا اللہ کی طرف جھوٹ کا گمان کرنے والا لکھ دیا۔ یہ ایک مستقل کفر ہے۔“

(فیصلہ کیجئے ص ۵۰، آؤ حق تلاش کریں ص ۴۰)

دیوبندی مترجمین کے تراجم سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایک تو انبیائے کرام تائید ربانی سے ناامید ہو گئے اور دوسرا خدا تعالیٰ نے تائید و نصرت وعدے فرمائے تھے سب جھوٹے تھے نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۳، ۹۴)

الجواب: اس لفظی ترجمے پر اعتراض ہے یا اس کے مفہوم پر؟ اگر لفظی ترجمے پر اعتراض ہے تو دیکھئے یہ تو آپ کے گھر کے جید حضرات نے بھی لکھا ہے ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

حتی اذا استیشس۔

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے

وظنوا اور خیال کر چکے

انہم کہ وہ۔

قد یقینا

کذبوا وہ جھٹلائے گئے

(تفسیر الحسنات ج ۳ ص ۳۲۵)

- ۲۔ شیخ سعدیؒ نے بھی ترجمہ یہی کیا ہے جو فاضل بریلوی کا مصدقہ ہے۔
- ۳۔ بریلوی اکابر کا مصدقہ ترجمہ آسان ترجمہ قرآن میں ہے۔ یہاں تک جب مایوس ہونے لگے رسول (جمع) اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ (ص ۵۴۶)
- اور اس کا مفہوم یہ بنتا ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، ادھر خدا کی طرف سے ان کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے غرض دونوں طرف سے حالات و آثار پیغمبروں کیلئے (ظاہری اسباب کے طور پر) یا اس انگیز تھے یہ منظور دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے لئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ

صرف ڈرانے کے واسطے تھا کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن (ظاہر طور پر) اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وساوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے الخ۔

آگے حضرت منیبہ کے تحت پھر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامید کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں آیت حتیٰ اذا استینس الرسول الخ میں یہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں الخ (تفسیر عثمانی ص ۳۲۹)

تقریباً یہی بات تفسیر مظہری والے نے بھی لکھی ہے۔ القصہ اس مفہوم پر دو اشکال ہو سکتے ہیں

۱۔ انبیاء سے کیا فہم میں غلطی ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا انبیاء کو وسوسہ ہو سکتا ہے؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”خطا فی التعمیر اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی واقع ہوئی ہے چنانچہ سال حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوئے بنا بریں مدینہ طیبہ سے اسی قصد سے روانہ ہوئے لیکن جب حدیبیہ میں پہنچے تو کفار مکہ مانع ہوئے آخر اس پر صلح ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکہ میں تو داخل تو آپ کو بطریق رؤیا معلوم ہوا تھا پس مختلف کیسے واقع ہوا فرمایا مقصود اصلی مکہ میں داخل ہونا ہے خواہ وہ امسال ہو یا آئندہ سال، پس خطا فی التعمیر ہے نہ اصل واقعہ میں“ (ملفوظات مہر یہ ص ۵۴)

امید ہے معمہ حل ہو گیا ہو۔

دوسرے اعتراض کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: انبیاء سے خطا ہو سکتی ہے (ص ۴۲۰ جاء الحق) دوسری جگہ لکھتے ہیں: یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے بھی محفوظ ہیں۔ (جاء الحق ص ۴۲۹) اس کا مطلب ہے باقی محفوظ نہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے۔ (نور الاعرفان ص ۱۸۳۱ نعیمی کتب خانہ) بریلوی مسلک میں تو انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ بھی صادر ہو جاتا ہے مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر سنہ نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطا صادر ہو سکتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۴۲۷)

اب آگے بھی سنئے

ابوالبرکات قادری صاحب خلیفہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں اگر انبیاء وحی سے پہلے جھوٹ اور گناہوں سے معصوم نہ ہوں گے تو ان کے دعویٰ نبوت میں شبہ ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابوشکور سالمی ص ۱۶۷)

اس کتاب کی تیاری میں کئی بریلوی علماء کی کاوشیں ہیں بالخصوص شرف قادری صاحب وغیرہ آگے لکھتے ہیں:

اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابوشکور ص ۱۶۷) میرے خیال میں اب اس ترجمے پر کوئی اشکال نہیں رہا۔

اعتراض نمبر ۹۱: انا فتحنا لک فتحنا مینا لیغفر لک اللہ ماتقدم من

ذنبک وما تاخر (الفتح پ ۲۶)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سبب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)
ان تراجم پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے کہ:

”مسلمانو! غور فرمائے! دیوبندیوں اور نجدی و بانی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے۔ معاذ اللہ“۔ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی مولوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا (النجوم الشہابیہ؛ ص: ۵۸) اس پر ۵۴ رضا خانی اکابر کی تصدیقات ہیں حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے (ملخصاً گستاخ کون؟ ص: ۱۹۶)
شیر محمد اعوان رضا خانی آف کالا باغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور وار بنادالا۔۔۔ ایک عمام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟“۔ (محاسن کنز الایمان ص: ۵۶-۵۷)

الجواب: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال نقل کئے ہیں چند ملاحظہ ہو:

واختلف اهل التأويل في معنى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر فقیل (ما تقدم من ذنبك) قبل الرسالة (وما تاخر) بعدها قاله مجاهد ونحوه قال الطبري وسفيان الثوري قال الطبري: هو راجع الى قوله تعالى (اذا جاء نصر الله والفتح الى قوله توبوا) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر قبل الرسالة (وما تاخر) الى وقت نزول هذه الآية و

قال سفیان الثوری (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) ما عملته فی
الجاهلیۃ قبل ان یوحى الیک (وما تاخر) کل شیء لم تعلمه۔ وقاله
الواحدي قد مضى الکلام فی جریان الصغائر علی الانبیاء فی سورة
البقره فهذا قول وقيل ما تقدم من ذنبک قبل الفتح وما تاخر بعد الفتح
۔ وقال عطاء الخراسانی من ذنبک ابوک آدم وحواء الخ

(الجامع الاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام: سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو ذنب ہو گیا اور وہ تاخر سے مراد ہر وہ
ذنب جسے آپ نہیں جانتے اس کی مغفرت کی نوید ہے۔ اور علامہ واحدی فرماتے ہیں کہ انبیاء سے
صغائر کے صدور کے جواز پر بحث گزر چکی ہے اس آیت سے مراد فتح سے پہلے کے ذنوب اور
ماتاخر سے مراد فتح کے بعد کے ذنوب عطاء خراسانی فرماتے ہیں ما تقدم من ذنبک سے مراد حضرت
آدم وحواء کا ذنب ہے۔

اسی طرح علامہ مکی السنۃ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اس آیت کی تفسیر یوں بیان
کرتے ہیں:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قبل اللام فی قوله تعالیٰ
لیغفر لک لام کی والمعنی فتح الک فتحا مبینا لکی یجتمع لک مع
المغفرة تمام النعمة بالفتح وقيل لما کان هذا الفتح سببا لدخول مكة
والطواف بالبيت کان ذالک سببا للمغفرة ومعنی الآية لیغفر لک اللہ
جميع ما فرط منك ما تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوة وما تاخر یعنی
بعدها (تفسیر خازن ج ۶ ص ۱۵۷)

(خلاصہ کلام) اس قول میں لام لام کنی ہے اور اس کا معنی ہے کہ ہم نے تیرے واسطے ایک واضح
فتح دی تا کہ آپ کیسے فتح کو مغفرت کے ساتھ جمع کر کے نعمت کو پورا کر دیا جائے اور بعض نے
فرمایا کہ یہ فتح سبب ہے کہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کا تو اصل یہی سبب
مغفرت ہے تو اس صورت میں آیت کا معنی یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے نبوت ملنے سے
پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں لام سبب کیلئے نہیں جیسا کہ رضا خان بریلوی نے سمجھا بلکہ لام کئی ہے۔ علامہ سفیان ثوریؒ سے اس آیت کی تفسیریوں بیان کرتے ہیں:

ما تقدم من ذنبك مما كان منك قبل النبوة وما تاخروا عنه كل شيء
لم تعلمه ويزدكر مثل هذا على طريق التاكيد كما تقول اعط من تراه و
من لم تراه واضرب من لقيت ومن لم تلقه فيكون المعنى ما وقع لك
من ذنب وما لم يقع فهو مغفور لك (تفسير خازن ج ۶ ص ۱۵۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ”وہ تمام فروگزاشتیں جو رسالت سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں آپ سے ہو گئی ہوں اور وہ تمام زلات جو رسالت کے بعد یعنی اس سورت کے نزول کے بعد آپ سے ہو جائیں اور ان پر عتاب ہو سکتا ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو صلحاء کی نیکیاں بھی اہل قرب کیلئے لغزشیں ہوتی ہیں۔۔“

عطا خراسانی نے کہا کہ ما تقدم سے مراد آدم و حواء کی غلطیاں ہیں

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۳۳۸)

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کیلئے خوشخبری ہو آپ کے رب نے تو بیان فرمادیا کہ آپ کے ساتھ آخرت کا کیا معاملہ ہوگا مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ آخرت میں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی

ليدخل المومنين والمومنات جنات الى فوزا عظيما

(بخاری رقم الحدیث ۴۱۲۸ مسلم رقم الحدیث ۷۸۶۱ مسند امام احمد بن

حنبل ج ۳ ص ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ صحابہ بھی اس آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف مانتے نہ کہ اپنی طرف ورنہ ان کو یہ سوال پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”انہیں خصائص میں سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں چونکہ انبیاء

علیہم السلام کے توبہ و غفران اور ان سے واقع شدہ زلۃ و خطا کا ذکر فرمایا ہے تو
نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں فرمایا انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک
اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فتح کو مقدم رکھا اس کے بعد غفران ذنوب
گذشتہ و آئندہ کا ذکر فرمایا

(مدارج النبوة ج ۱ ص ۲۶۴۔ مترجم مفتی معین الدین نعیمی بریلوی)

ان تمام مفسرین و علماء نے آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف رکھی اور پھر
اپنے ذوق کے مطابق اس کی مختلف توجیہات بیان کی کسی نے خلاف اولیٰ کسی نے صغائر کسی نے
خطائیں کسی نے کچھ۔

اگر رضا خانیوں کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”خطائیں“ پر غصہ ہے تو حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خان صاحب کے اس ترجمہ پر بھی نظر کرم کریں:

”والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی۔ سورۃ الشعراء ۸۲/۲۶

اور جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری ”خطائیں“ قیامت کے دن بخشے گا
(کنز الایمان)

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

”والانبیاء علیہم السلام کلہم منزہون عن الصغائر والكبائر و

قد کانت منہم زلات و خطیئات

(شرح فقہ اکبر۔ ص: ۵۷)

انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں ہاں البتہ کبھی کبھار
زلات و خطیئات کا صدور ہوتا ہے۔

اور اگر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں ”گناہ“ پر اعتراض ہے تو اپنے
استاذ المناظرین کی اس عبارت کو بھی سامنے رکھیں:

”ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ

نہیں۔“ (فیصلہ مغفرت ذنب۔ ص: ۴۸)

مزید تفصیل انشاء اللہ آگے رضا خانی حوالہ جات میں آرہی ہے۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ پر ایک نظر

خان صاحب نے اس آیت میں عطا خراسانی مرحوم کی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ جسے رضا خانیوں نے بنیاد بنا کر ان کے ترجمہ کو گویا اردو کا قرآن معاذ اللہ کہہ دیا اور اس بنیاد پر ان سارے اکابر کی بے دھڑک تکفیر کر رہے ہیں۔ لیکن اول بات یہ ہے کہ اسی عطا خراسانی نے ذنب اور گناہ کی نسبت حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی طرف کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفسیری حوالوں میں گذرا۔ اگر عطا خراسانی ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنے پر عاشقان رسول ﷺ کے سردار ہیں اور باقی تمام مترجمین ایک نمبر کے گستاخ معاذ اللہ تو اسی اصول کے تحت ایک نبی اور ان کی زوجہ محترمہ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر یہ گستاخ کیوں نہیں؟ اگر ایک توجیہ قبول ہے تو دوسری توجیہ بھی مانو۔ نیز عطا خراسانی کی اس توجیہ کا رد علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب القول المحرر میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

”لا ینسب ذنب الغیر الی غیر صدر منه بکاف الخطاب (کسی کا گناہ دوسرے شخص کی طرف کاف خطاب کے ساتھ منسوب نہیں ہو سکتا جس سے کہ وہ گناہ سرزد نہ ہوا ہو) فلان ذنوب الامت لم تغفر کلہا بل منهم من یغفر لہ ومنہم لا یغفر لہ (نیز یہ توجیہ اس لئے بھی درست نہیں کہ امت کے تمام تر گناہ نہیں بخشے گئے بلکہ بعض کیلئے بخشش ہوگی اور بعض کیلئے نہیں ہوگی)

(بحوالہ جواہر البحار ج ۲ ص ۲۱۳)

اب جواب دو کیا علامہ سیوطی علیہ الرحمہ وہابی دیوبندی مودودی نجدی گستاخ تھے جو عشق و رسالت اور عصمت انبیاء کے عین مطابق ترجمہ کو رد کر رہے ہیں معاذ اللہ؟ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک کے ساتھ جمہور امت ہو وہ تو غلط اور دوسرے کے ساتھ عطا خراسانی ہو وہ بھی مرجوح قول کے ساتھ مگر وہ عاشق رسول اور جو اس کی توجیہ کو نہ مانے وہ دنیا کا سب سے بڑا گستاخ۔

فیاللعجب

علمائے دیوبند عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں
حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: رسول ﷺ کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیال شریف میں ہو تو اطلاع فرمادیں میں نے شرح العفانہ ونشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت صاف اس مضمون کی نہیں مل رہی البتہ نشر الطیب میں ایک حدیث ملی اگر مادہ عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

الجواب: مادہ عصمت کا وارو ہونا ضروری نہیں، اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے آیات متعدد لوگوں نے ذکر کی ہیں لیکن میرے نزدیک دعائے ابراہیمی قال و من ذریعتی کے (جو وعدہ انی جاعلک للناس اماما پر معروض ہے) جواب میں جو قال لا ینال عہد الظالمین ارشاد ہوا ہے کافی حجت ہے کیونکہ امامت سے مراد نبوت ہے کما ہونا ظاہر اور اس کا نیل (یعنی ملنا) ظالم کیلئے ممتنع شرعی قرار دیا ہے۔ اور ظلم عام ہے ہر معصیت کو پس اس سے جمیع معاصی ست عصمت ثابت ہوئی اور جو بعض قصص وارد ہیں وہ مآول ہیں ضرورت معصیت کے ساتھ اور حقیقت معصیت کی منفی ہے۔ فقط (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۰۷)

اپنے گھر کی خبر بھی لیں

ان اللہ والوں پر تو آپ نے کفر و گستاخی کے خوب گولے برسائے ہیں مگر اب وقت انتقام آچکا ہے اور آپ کے عشق رسالت کا امتحان بھی ہونے والا ہے۔ مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی نقی علی خان کی کتاب میں ہے:

خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے

واستغفر لذنوبک وللمومنین والمومنات

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے

(فضائل دعا۔ ص: ۶۹ مکتبہ المدینہ)

ہے کوئی رضا خانی سچا عاشق رسول جو خان صاحب اور ان کے والد کو کفر کے گھاٹ اتارے؟ مگر

صبر کریں مزید حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں نقی علی خان صاحب مزید لکھتے ہیں:
تاکہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ
(انوار جمال مصطفیٰ - ص: ۱۷ شبیر برادرز)

یہی نقی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوج
گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی
اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبد اشکور؟“
(سرور القلوب - ص: ۲۳۶ شبیر برادرز)

حضرت تھانوی کے ترجمہ پر اعتراض کرنے والو! کہ ہائے نبی کریم ﷺ کو خطا کا رکھ دیا ہائے
گستاخی کر دی ہائے اسلام مٹا دیا یہاں بھی داویلا کرو۔ میں کئی بار نور سنت میں اور دوسری محفلوں
میں بھی بانگ دہل کہہ چکا ہوں کہ اکابر دیوبند کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ جو بھی الزام
ان پر بدعتیوں نے لگایا ان کی صفائی ان ہی بدعتیوں کے گھر سے نکل آئی آج اکابر علمائے دیوبند
کی ایک اور کرامت اور حقانیت کا ظہور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ہوا مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

منظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر
رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتیٰ تو رمت قدمائے یہاں تک کہ
پائے مبارک ورم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت
حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے
گناہ معاف فرمائے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ نے
فرمایا افلا اکون عبد اشکور۔“

(۱۵ تقریریں - ص: ۱۷۰)

نبی ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کر کے حشمت علی صاحب اپنے ہی بھائی محبوب علی خان رضوی کے

فتوائے کفر تلے دب گئے ہیں (النجوم الشہابیہ کا حوالہ گزر چکا)
مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی غفور مادمائے
لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر“۔

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۶)

بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ماتقدم من
ذنبک وما تاخر۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ اے محبوب
اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے
گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے وہ سب بخش دئے
“۔ (کوثر الخیرات۔ ص: ۲۲۵ اہل السنۃ پہلی کیشنز جہلم)

یہ کون اشرف سیالوی ہیں؟ وہی اشرف سیالوی جسے اہلحق کے سامنے مناظرہ کرنے سے مفرور
گھر میں بیٹھ کر چیلنج دینے کے بادشاہ حنیف قریشی رضا خانی کے چیلوں نے اس کے مناظرے کی
روئیداد گستاخ کون؟ میں استاذ المناظرین لکھا اور وہی اشرف سیالوی جس کے بارے میں
بدعتیوں کے مفتی اعظم منیب الرحمان صاحب یہ لکھتے ہیں کہ:

”مصنفات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو
ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد
اللہ ظہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر
ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے
ہیں۔“

(تفہیم المسائل۔ ج ۳۔ ص ۱۷۱ ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی رضا خانی مسلک میں حجت
و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب کہاں ہے عشق رسالت ﷺ کی آڑ میں دنیا بھر کے توحید کے
متوالوں کو گستاخ اور کافر کہنے والے؟ لگاؤ اپنے ان اکابر پر کفر کے فتوے، ڈالو انہیں جہنم کی

آگ میں، تاکہ سب کو پتہ چلے کہ یہ عشق صرف دکھاوے کا نہیں مبنی بر حقیقت ہے
 بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ
 کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

رضا خانیو! قوم کو دھوکا مت دو

رضا خانی لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی تو انبیاء علیہم
 السلام کو گناہ گار مانتے ہیں معاذ اللہ حالانکہ ہمارے عقیدہ تو ہے کہ نہ ان سے صفائے کبریا کا
 صدور ممکن ہے یہ دیکھو جی یہ گستاخ ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں ملاحظہ ہو ان کا اصل عقیدہ جو ان
 کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

”نبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو
 نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیا ناخطا صادر
 ہو سکتے ہیں۔“ (جاء الحق۔ ص: ۲۳۲)

دیکھ ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیانا اور خطا گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضا خانیوں
 اب وہ وقت نہیں کہ تم اپنے اس مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب
 نوچ لیا گیا ہے۔ تم کسی نے رضا خان بریلوی کی مدح سرائی کرنے سے منع نہیں کیا ہر ایک کا حق
 ہے کہ وہ اپنے محبوب کے کمالات بیان کرے لیکن تم نے یہ عجیب ڈرامہ بنایا ہوا ہے کہ جب تک
 احمد رضا خان بدعتی کے مقابلے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافرو گستاخ نہ بنادو تمہیں مدح ہضم ہی
 نہیں ہوتی۔ دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے یہ مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی
 پگڑیاں بھی بیچ بازار اچھالی جاسکتی ہیں۔ بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکو اس اب
 ایک نہیں سنی جائے گی،

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
 ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر ہر کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔

رضا خانی پیران پیر علیہ الرحمۃ کے باغی

رضا خانیو! تم جس ترجمہ کو کفر کہہ رہے ہو جس ترجمہ کو گناہ و گستاخی کہہ رہے وہی پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

”قال تعالیٰ واستغفر لذنوبک ای لذنوب وجودک۔“

(سرا ۱۱۱ ص: ۷۴)

اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے گناہوں یعنی اپنے وجود کے گناہوں کی معافی مانگ لگاؤ فتویٰ شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی مگر تم ایسا کبھی نہیں کرو گے کہ کہیں ”گیارہویں کی دیگ“ کی نذر کا اعدام نہ ہو جائے اس لئے کہ تمہارا حضرت سے یہ عشق تو صرف گیارہویں کی کھیر کی رکابی کے گرد گھومتا ہے۔ علمائے دیوبند کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے شرک و بدعت کے امڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بندھ باندھے ہوئے ہیں ورنہ اندرون خانہ تم بھی سمجھتے ہو کہ یہ لوگ سچے عاشقان رسول ﷺ ہیں:

ہنر پنچشم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمنان خارا است

آل قارون رضا خان بریلوی کا ترجمہ رضا خانیوں نے رد کر دیا
سورہ فتح کی جس آیت کے ترجمہ پر رضا خانیوں کا ناز ہے اور جس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی
تکفیر کی جا رہی ہے اس کے متعلق علامہ سعیدی کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

”ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت اطلاق است
قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات
اور ایرادات ہیں“

(شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۲۵ مطبوعہ لاہور)

”یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً مخدوش ہے“۔

(شرح صحیح مسلم ص: ۹۸)

”اس تفسیر پر عقلی خدشات ہیں“۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۰)

رسول اللہ ﷺ کی صریح اور صحیح احادیث کے برعکس ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۱)

”اس آیت سے امت کی مغفرت لینا صحیح نہیں“۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۸)

”یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے

تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے)“۔ (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۲)

بحوالہ سالنامہ معارف رضا کا کنز الایمان نمبر ۲۰۰۹ ص: ۱۵۵-۱۵۶)

اکابر دیوبند کا ترجمہ سابقہ اکابر کے ترجمہ کے عین مطابق ہے

محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

ہر آئینہ ما حکم کر دیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرز ترا خدا انچہ کہ سابق گذشتہی از

گناہ تو وانچہ پس ماند۔“

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ

”تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔“

شاہ عبدالقادر جس کا ترجمہ رضا خان بھی پیش نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا

ظلمت کے بھیا نک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اعتراض نمبر ۹۲: ومکرواومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا دوا سب سے بہتر ہے (شیخ الہند) رضا خانی لکھتے ہیں:

”مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے سو چئے کہ خدا کی ذات سے مکر اور دوا جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا متحمل ہے۔“ (محاسن

کنز الایمان - ص: ۳۴)

رضاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کی طرف مکر، فریب، بد سگالی کی نسبت اس کی شان میں حرف گسری کی

متراوفا ہے۔“ (اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ - ص: ۵)

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”دیوبندی مترجمین نے بے دھڑک اللہ تعالیٰ کی طرف چالبازی مسکر اور دوا

منسوب کیا ہے اس سے ترجمہ کا عام قاری یہی نتیجہ اخذ کریگا کہ اللہ تعالیٰ چالباز

اور مکار ہے۔“

(دیوبندیت کے بظان کا انکشاف۔ ص: ۶۳)

جواب: جناب عام قاری تو ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ جائے گا کہ یہاں ”مکر“ احمد رضا خان بریلوی کا مکہ و مدینہ میں حسام الحرمین کیلئے کیا گیا ”مکر“ مراد نہیں بلکہ وہ مکر مراد ہے جو اللہ کی شان اور نظم قرآن کا منشاء ہے، البتہ آپ جیسے ”مکار“ وہی مطلب اشد کرو گے جو کیا۔

رضا خان صاف آف بانس بریلی قرآن پاک کی آیت

اللہ يستهزی بهم ويمدهم في طغيانهم يعمهون (بقرہ۔ ۱۵)

کا ترجمہ کرتے ہیں

”اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔“ (کنز الایمان)

یہاں اللہ کی طرف ”استہزاء“ کا لفظ خان صاحب نے منسوب کیا حالانکہ ”استہزاء“ کا معنی اردو لغت میں:

ٹھٹھا کرنا، ہنسی کرنا، تمسخر (نور اللغات ج ۱ ص ۳۲۴ جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی)

ہے۔ اب رضا خانی الٹی سوچ کے مطابق عام قاری ترجمہ قرآن جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یہی تاثر لے گا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ مسخرہ پن کرنے والا مسخرہ ٹھٹھا باز ہے العیاذ باللہ۔ اگر خان صاحب کا یہ ترجمہ کرتے ہوئے عام قاری یعنی بریلوی رضا خانی جیسے رضا خان صاحب ”بھولی بھیڑیں“ کہتا ہے سب کو معلوم ہے کہ بھیڑ بے وقوف جانور ہے اور ہو بھی بھولی تو نور علی نور بس اگر اس طرح کی بے وقوف بریلوی بھیڑیں یہاں یہ الٹا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کا وہی معنی لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے مطابق ہو تو علمائے دیوبند کا ترجمہ پڑھنے والا پڑھے لکھے قاری بھی اس کا ہرگز وہ معنی نہیں لیتے جو آپ سمجھ رہے ہو یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج خصوصاً پاکستانی حاجیوں کو شیخ الہند کا یہ ترجمہ مفت دیا جاتا ہے۔

دوسری بات رضا خانی کہتے ہیں کہ تدبیر ترجمہ کر کے اعلیٰ حضرت نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا حالانکہ یہی ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا:

اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔“

(بیان القرآن سورہ انفال - ۳)

کتنا کھلا تعصب ہے کہ ایک طرف تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر دل کھول کر سب و شتم کیا جائے مگر جہاں تمہارے اصول کے مطابق حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے صحیح اور اللہ کی شان کے لائق ترجمہ کیا اسے نقل ہی نہیں کیا یہ تعصب نہیں؟ اگر یہ سب کچھ انصاف کی رو سے لکھا جا رہا ہوتا تو ہر منصف کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہاں کسی کی برائی کو نقل کرے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی ذکر کرے۔

رضا خانی اپنی چار پائی کے نیچے جھاڑو پھیریں
خان صاحب آف بانسی بریلی لکھتے ہیں:

کوہ فگن تھا انکا مکر مگر مکر حق تھا بڑا محب رسول (حدائق بخشش ج ۳ ص ۴۱)

رضا خانی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ ہو (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۲۶۳)

رضا خانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کیلئے مکر کا معنی خفیہ تدبیر لکھا (سیدنا اعلیٰ حضرت - ص: ۲۸)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کے مکر سے مراد (تبیان القرآن ص ۱۸۰)

عبدالرزاق بھٹرا لوی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ کے مکر سے مراد (تسکین الجنان - ص: ۱۶۵)

ان تمام رضا خانیوں نے ”اللہ کے مکر“ کا جملہ استعمال کیا اور رب تعالیٰ کے گستاخ ہوئے رضا خانی جو تاویل یہاں کریں وہی علمایہ دیوبند کے ترجمہ میں کر لیں۔ مگر فی الحال تو جلد سے جلد اپنے ان اکابر پر گستاخی کا فتویٰ لگا کر ان کیلئے ہاویہ میں جگہ بک کروائیں۔

سابقہ اکابر

شیخ عبدالقادر جیلانی

مکر امن اللہ و امتحانا (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مکر خدا آنست (شرح فتوح الغیب ص: ۱)

زآنکہ بود اندامین از مکر خدا (مثنوی دفتر سوم ج ۲ ص ۸۰)

شیخ سعدی

پس ایمن نشوند از مکر خدا مگر گروہ زیاں کاراں (ترجمہ شیخ سعدی اعراف ۹۹)

وایشاں بدسگالی میکردند و خدا بدسگالی میکرد (یعنی بایشاں) و خدا بہترین بدسگالی کنندہ کافی است

(شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

ان اعتراضات کی ضرورت کیوں پیش آئی

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمایا کہ اکابر علمائے دیوبند نے جو ترجمہ کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین و مفسرین کرام کے ترجمہ و تفسیر کے عین مطابق ہے۔ رضا خانی حضرات چونکہ کھلم کھلا ان اکابر کے نام لیکر دشنام طرازی تو نہیں کر سکتے کیونکہ انہی کے نام پر بعد میں عوام سے روٹیاں لینی ہیں اسی لئے قرآن کے صحیح تراجم سے عوام کو بدظن کرنے کیلئے اہل حق کے تراجم پر دل کھول کر تبرابازی کی گئی۔ خود خان صاحب آف بریلی نے یہ ترجمہ کس طرح لکھوایا ملاحظہ ہو:

”صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی

ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی آپ

نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی

جب صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے منہ مایا چونکہ

ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے

کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔“

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹ کنز الایمان نمبر ص: ۳۵)

ایک طرف آل رضا کہتی ہے کہ آل قارون رضا خان بریلوی پورے ہندوستان میں ناموس رسالت ﷺ کا واحد چیمپئن تھا اگر یہ نہ ہوتا تو آج پورے ہندوستان میں وہابیت ہوتی ساری زندگی ناموس رسالت کیلئے وہابیوں کا رد اور مسلمانوں کو کافر بناتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اکابر دیوبند کے تراجم گستاخانہ تھے تو کیا اس کا رد اور اس کا حل پیش کرنا رضا خان صاحب کی ذمہ داری اور عشق رسالت کا تقاضہ نہ تھا؟ اگر تھا تو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی خدمت کیلئے وقت کیوں نہیں؟ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ رضا خان صاحب عوامی آدمی نہ تھے انہیں عوام میں بیان کرنے کیلئے نہ کوئی بلاتا نہ خود جانے کا شوق نہ دعوت و تبلیغ سے سروکار نہ عوامی جلسے جلوس میں شرکت کا داعیہ نہ تعلیم و تعلم سے کوئی تعلق اور مناظرے کا نام تو سن کر ویسے ہی ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ان سب کاموں کیلئے اس آدمی نے اپنے ان خلفاء کو رکھا ہوا تھا ظاہر ہے کہ عوام نے ان کا گریبان پکڑا ہوگا کہ تم قرآن پاک کے نام پر دھوکہ دیتے ہو جب ہم قرآن کھول کر اسے پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسا کوئی عقیدہ اس میں نظر نہیں آتا جس کا تم پر چار کرتے ہو اس لئے مولوی امجد علی صاحب گھوسوی نے ہوشیاری کرتے ہوئے اس وقت کے آل بدعت کے سرخیل سے یہ گزارش کی کہ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ نظم قرآنی میں تو ہم سے تحریف ممکن نہیں اس لئے ترجمہ کے نام پر اس تحریف کا ارتکاب کر دیا جائے۔ ادھر رضا خان صاحب آف بریلی چونکہ علمائے حق کی مخالفت انگریز کے حکم پر کر رہے تھے اور قرآن سے انگریز کو بغض تھا اس لئے اس کی خدمت کے صلے میں پونڈ ملنے کی امید نہ تھی جس پر امجد علی صاحب کو ٹال دیا مگر جب امجد علی صاحب نے بار بار گزارش کی اور اصل صورتحال سامنے رکھی تو خان صاحب کو بھی بات سمجھ آ گئی اور اس کیلئے راضی ہو گئے مگر کس وقت؟ ”نیم غنودگی“ کی حالت میں۔ رب کریم کے اس مقدس کلام سے اس بے اعتنائی ہی کا نتیجہ ہے کہ خان صاحب کو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت کی کوئی توفیق نہ ملی۔ اور دوسری طرف جنہیں ساری زندگی کافر کہتے رہے اللہ نے ان سے اپنے کلام اور رسول ﷺ کی حدیث کی وہ خدمت لی کہ آج میرا مضمون پڑھنے والے بریلوی کے گھر میں بھی علمائے دیوبند کا چھپا ہوا قرآن ہوگا اور میرا مضمون پڑھنے والے رضا خانی مولوی نے علمائے دیوبند کی چھاپی ہوئی حدیث کی کتاب ہی سے حدیث رسول پڑھ کر امتحان دیا ہوگا۔ بہر حال اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو

ایک اور مستقل مضمون ہو جائے گا۔

ایک مطالبہ

آج جب ہم خان صاحب کو آف بریلی کے کفر و ایمان پر بات کرنے کیلئے رضا خانیوں کو دعوت دیتے ہیں تو فوراً چلا اٹھتے ہیں اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے نہیں کہا تو ہم بھی رضا خانیوں سے سوال و مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تراجم خان آف بریلی کے سامنے بھی تھے کیا آپ ان تراجم پر یہی اعتراضات خان صاحب سے پیش کر سکتے ہیں جو آج آپ حضرات کرتے ہیں؟ دیدہ باید۔

فیصلہ کن بات

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام متاخر فیہ امور ان کے عقاید و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“
(اتحاد بین المسلمین۔ ص ۱۱۳ و ۱۱۴ لفظی پہلی کیشنز لاہور)

اسی طرح پنڈی کا رضا خانی حنیف قریشی کہتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں۔“

(روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟ ص: ۸۰، ۱۳۸ ملک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اسی طرح مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ و غیرہم (دو آدمیوں کیلئے علیہ الرحمۃ اور پھر غیرہم)۔ سبحان اللہ شیخ الحدیث صاحب کے علم کا زور ہے یہی حرکت اگر کوئی دیوبندی کر لیتا تو حسن علی رضوی آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی۔۔۔ احمد رضا حسان بریلوی

۔۔۔ نے فرمائی ہے۔

(یو بندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۵۳ دار الغوشیہ سمندری شریف)
الحمد للہ ما قبل میں ہم نے قریباً تمام تراجم میں محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم پیش کئے اور ثابت کیا کہ اکابر دیوبند نے انہی تراجم کی ترجمانی کی جنہیں رضا خانی حضرات متنازعہ فیہ امور میں حکم ماننے کیلئے تیار ہیں۔ اب اگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کیلئے نہیں ہیں تو ترجمہ کنز الایمان کو آگ لگائیں اور اکابر دیوبند کے ترجمہ کو حرز جان بنائیں جو چودہ سو سال کے علماء و مفسرین کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہے۔

مرثیہ گنگوہی رحمہ اللہ پر اعتراضات کا جائزہ

کاشف اقبال رضا خانی اور دیگر رضا خانی مولویوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں ”مرثیہ گنگوہی“ کے مختلف اشعار پر بھی اعتراضات کئے ہیں جن کے جوابات کچھ عرصہ پہلے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے گئے تھے جسے اب ہم یہاں شامل کر رہے ہیں

اعتراض ۹۳: خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلاق کے
میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی
(مرثیہ ص ۹)

مربی تو رب ہے اس شعر میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی کہا گیا تم اپنے بڑوں کو رب
العالمین سمجھتے ہو (معاذ اللہ)۔

جواب: افسوس کہ رضا خانی حضرات اس شعر پر اعتراض کرنے سے پہلے کسی اچھے سے
پرائمری اسکول میں اردو پڑھ کر وہاں پڑھ لیتے کہ اردو محاوروں میں ”مربی“ کا لفظ کن کن
معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو انھیں اس شعر پر اس طرح کے جاہلانہ اعتراض ہرگز نہ
سوچتے۔ قریباً تمام اردو لغات میں مربی کا معنی ”مہذب بنانا“، پرورش کرنا، کسی سے حسن سلوک
کرنا، سرپرست، اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کرنا کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی حضرت
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مربی اس معنی میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ہمارے سرپرست تھے اور ہماری
باطنی اور روحانی تربیت آپ ہی نے انجام دی گویا آپ ہمارے مربی یعنی تربیت کرنے والے
تھے۔ قرآن پاک کی آیت **وَقُلْ رَبِّ اَزَحْمُهُمَا كَمَآ رَبَّيْنِي صَغِيرًا** (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل
۲۴) کا ترجمہ احمد رضا خان یوں کرتا ہے کہ ”اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان
دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا۔“

یہاں ماں باپ کیلئے ”رب“ کا لفظ خود قرآن کریم میں استعمال ہوا اور اس کا معنی احمد
رضا خان نے پرورش، پالنے کے لئے یہی معنی شعر میں مربی کا ہے۔
مخلوق کیلئے مربی کا لفظ استعمال کرنے پر بریلوی اکابرین کے حوالے
پہلا حوالہ: مفتی احمد یار گجراتی سورہ یوسف آیت ۴۱ میں ربک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:
اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو رب کہہ سکتے ہیں یعنی مربی اور پرورش کرنے والا۔

{نور العرفان، ص ۲۸۹}

دوسرا حوالہ: **رَبِّيْ اَحْسَنَ مَنَوَايَ اِنَّهٗ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُوْنَ** کی تفسیر میں احمد یار گجراتی لکھتے
ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ انہ کی ضمیر عزیز مصر کی طرف لوٹتی ہے اور رب بمعنی مربی ہے،
قرآن کریم نے پرورش کرنے والوں کو کئی جگہ رب فرمایا ہے۔

{نور العرفان، ص ۲۸۶}

تیسرا حوالہ: قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ۔۔
خدا کی پناہ وہ میرا مربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے
اور ظالم کامیاب نہیں۔

{جاء الحق، ص ۳۲۶، ضیاء القرآن پبلیکیشنز}

چوتھا حوالہ: یہی محدث اعظم ہند الحاج الشاہ سید محمد اشرفی البھیلانی کچھو چھوی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں آج میں آپ کو جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی سنارہا ہوں کہ
جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے
کاراں تہاء۔۔ الخ

{تجلیات امام احمد رضا ص ۶۱، برکاتی پبلیکیشنز کراچی}

پانچواں حوالہ: اس وقت حنفیہ کا مربی و معاون میاں فضل الہی تھا۔

{ملفوظات مہر یہ ص ۲۸، گولڑہ شریف اسلام آباد}

چھٹا حوالہ: لیکن ترتیب اور نتائج دیکھنے کے بعد فوراً مربی پر نظر پڑ جاتی ہے کہ ایسی تربیت
اور ایسے نتائج کا مربی اور پھلتے پھولتے باغ کا مالی کون ہے اس لئے
تیسرے حصہ میں مربی یعنی حضرت قبلہ عالم مرشد علیہ الرحمۃ کے عادات و
اخلاق، اوصاف و کمالات کا تفصیل ذکر ہوگا۔

{انقلاب حقیقت، ص ۷، از صاحبزادہ عمر بیر بل شریف، ادارہ تصوف بیر بل شریف}

ساتواں حوالہ: اس وقت صرف اپنے مربی اور محسن کی یاد نے مجھے بے اختیار کر دیا۔

{انقلاب حقیقت ص ۴}

یہاں مربی سے مصنف کی مراد حضرت میاں شیر محمد شر قپوری صاحب ہیں۔

آٹھواں حوالہ: مربی کے سینے کے انوار مرید کے سینے میں ارادہ سے اور بے ارادہ

آتے ہیں۔ {انقلاب حقیقت ص ۱۹}

نواں حوالہ: جو نصف خام حالت میں اپنے مربی درخت سے الگ ہو کر بازار

میں بکنے جاتے ہیں {انقلاب حقیقت ص ۲۴۸}

دسواں حوالہ: بریلویوں کے نام نہاد مناظر مفتی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ:

مربی پالنے والے کو کہتے ہیں اور حقیقی رب، اللہ تعالیٰ ہے اور مجازی ہر وہ شخص کہ جو روزی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام بولے اللہ کی پناہ وہ عزیز مصر تو میرا رب ”پالنے والا“ ہے۔

{آز رکون تھا؟ ص ۵۸، ۵۹ اسلامک بک کارپوریشن}

تلک عشرۃ کاملہ

اب ہم رضا خانی حضرات سے صرف یہی درخواست کریں گے کہ اگر آپ کے اندر واقعی انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو اپنے اعتراض سے ہرگز رجوع نہ کریں بلکہ جتنی کتابیں آپ نے مرثیہ کے اس شعر پر اعتراض کرنے میں سیاہ کی اتنی نہیں تو کم سے کم ایک کتاب اپنے ان اکابرین کے مندرجہ بالا حوالہ جات پر بھی لکھ دیں اور برملا اس بات کا اعلان کریں کہ ہمارے ان بڑوں نے بھی اپنے پیروں کو رب اور مربی کہا جو کہ صرف رب العالمین کی صفت ہے لہذا یہ رب کے گستاخ خدا کے نافرمان ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض ۹۴: پھر میں تھے کعبہ میں پوچھتے گنگوہ کا رستہ

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

اس شعر میں حضرت گنگوہی کو کعبہ کہا گیا گویا تم حج پر جا کر بھی اپنے پیر کا طواف کرتے ہو اور اس کی طرف منہ کرنے نماز پڑھتے ہو۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم فریضہ حج ادا کرنے گئے تو روانگی سے قبل ہمارے شیخ و مرشد کامل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تربیت فرمائی تھی کہ حج کے تمام ارکان کو سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا تا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہیں حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے اور حج مبرور کا ثواب تب ملے گا جب حج کے تمام ارکان سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کئے گئے ہوں گے۔ تو ہم نے جب وہاں جا کر مقامات مقدسہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ارکان کو ادا کیا تو

ہمیں اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ انھوں نے اسی طرح حج کی ادائیگی کی تعلیم فرمائی تھی۔ بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں:

احمد رضا خان کا حوالہ:

”بیعت کے معنی بک جانے کے سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام ارادت ہے اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔“

{ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۹، فرید بک سنابل لاہور}

بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت کے اس ملفوظ کی روشنی میں مرثیہ کے شعر کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ کعبہ جو قبلہ اجسام تھا وہاں گئے اور حاضری کا حق ادا کیا اس کے بعد اپنے سینے میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کیلئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجہ کو مبذول کیا۔

احمد رضا خان کو قبلہ و کعبہ کہنا

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ

جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نہ ماتم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو

عجم کے واسطے اریب وہ قبلہ نہ ماتم ہو

{مدائح اعظم حضرت معنۃ الروح، ص ۳۰، رضوی کتب خانہ بریلی شریف، اشاعت اول}

سبع سنابل کا حوالہ:

”ایک مرتبہ حضرت مندوم جہانیاں کعبہ مبارکہ میں حاضر تھے آدھی رات کا وقت تھا اور کعبہ معظمہ آپ کو نظر نہ آتا تھا۔ عرض کیا یا الہی کعبہ نظر نہیں آیا۔ ارشاد ہوا کہ کعبہ شیخ نصیر الدین محمود کے طواف کینے دہلی گیا ہوا ہے۔ آپ کے دل

میں یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ میں تو کعبہ کے طواف کو آؤں اور کعبہ خود ان کے طواف کو جائے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ میں بھی انہی کے طواف کو جاؤں چنانچہ آپ اس جگہ سے چل پڑے۔“

{سبع سنابل ص ۱۶۳، حامد اینڈ کمپنی لاہور}

بریلویوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے جہاں حج کو چھوڑ کر اور کعبے کو چھوڑ کر اپنے پیروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔

اعتراض ۹۵: مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ ص ۳۳)

دیکھو یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیخ دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: افسوس کہ رضا خانی اعتراض کرنے سے پہلے اردو محاورات اور تشبیہات کو ہی اچھی طرح سمجھ لیتے جس شخص کو عربی اردو محاورات کا تھوڑا بھی علم ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ موت و حیات کے لفظ ہدایت اور گمراہی ترقی و پستی کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِیَهْلِكْ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيْنَةِ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيْنَةِ (سورۃ الانفال آیت ۴۲)

تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ اس آیت میں موت و حیات سے مراد ہدایت و گمراہی ہے۔ ہم اکثر اپنے جملے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فلاں قوم مردہ ہے فلاں قوم کے باسی واقعی زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم پستی میں ہے اور بالکل مردوں کی طرح ہو چکی ہے اور وہ قوم زندہ ہے اچھی حالت میں ہے۔ تو اس شعر کا مطلب بھی یہی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کر چکے تھے اور ان میں ایمان کا نور مردہ ہو چکا تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پستی سے نکالا

اور دوبارہ ان کو زندہ کیا اور ان کو گمراہی کی موت سے نکال کر ہدایت کی زندگی کی طرف لائے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا برحق ہے مگر کاش کہ نبی کریم ﷺ کے اس
ادنی امتی کی کرامت (جو اصل نبی ہی کا معجزہ ہوتا ہے) بھی دیکھ لیتے جو گمراہی میں پڑے
لوگوں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر دوبارہ زندہ کر رہا ہے۔ اس میں تقابل یا توہین ہرگز نہیں۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لیں

احمد رضا خان بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

شفایار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ

ہے زندہ کر رہا ہے مردے خرام احمد رضا خان کا

{مدائح الخضر، ص ۲۵}

غور فرمائیں اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر توہین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے طفیل تو صرف بیمار شفا پاتے ہیں آؤ دیکھو احمد رضا خان کہ وہ تو پاؤں کی ٹھوکر سے مردوں کو زندہ
کر دیتا ہے۔ بلکہ ایک رضا خانی نے تو اپنے پیر کی مدح سرائی میں اس سے بھی بڑھ کر گستاخی کی
اور کہتا ہے کہ:

برلا دوائے حضرت عیسیٰ بحمد اللہ

دریں اجمیر یک دارالشفاء کردہ ام پیدا

{دیوان محمدی ص ۹۰، مطبوعہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف خانپور}

یعنی معاذ اللہ جو مریض حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹھیک نہ کر سکے اور ان کو لا علاج فستردے دیا
ایسے مریضوں کیلئے ہم نے اجمیر میں ایک شفاء خانہ کھول دیا ہے وہ وہاں ہمارے پیر صاحب
کے آستانے پر آئیں اور شفاء پائیں۔

اسی طرح قمر الدین سیالوی صاحب کے ایک مرید ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی ان الفاظ میں توہین کرتے ہیں

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلادے

میرے آقا کے معجزوں نے کئی عیسیٰ بنادے

{ فوز القمّال ج ۳ ص ۶۴، انجمن قمری اسلام سلیمانیہ }

معاذ اللہ! کس قدر صریح گستاخی ہے، ہے کسی بریلوی میں یہ جرات کہ اس شعر کو لکھنے والے اس کو شائع کرنے والے اس پر سکوت کرنے والوں پر بھی کوئی فتویٰ لگائے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ علمائے دیوبند پر فتویٰ لگانے سے ہی تو دال روٹی ملے گی اور اپنوں پر زبان درازی کرنے پر جوتے۔

اعتراض ۹۶: قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی
(مرثیہ، ص ۹)

اس شعر میں حضرت گنگوہیؒ کے کالے غلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا گیا ہے جو ان کی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر پر اعتراض بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے اس لئے کہ اردو محاورات میں یوسف ثانی حسین و جمیل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام چونکہ حضرت کے فیض تربیت سے بہر یاب ہو کر واصل الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے اس لئے باوجود یہ کہ ان میں سے بعض کا رنگ ”بالی“ تھا لیکن پھر بھی ذکر الہی کی برکت سے ان کے چہرے چمکتے تھے اور نورانی آنکھیں رکھنے والوں کو ان میں حسن و جمال ہی نظر آتا تھا۔
بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں

احمد رضا خان کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین

روئے یوسف سے فزوں تر حسن روئے شاہ ہے

پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ

{ حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۶۴ }

اس شعر میں کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی گئی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی فزوں تر یعنی زیادہ تھا آئینے کے سامنے والے

حصہ کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ کہا گیا اور پشت کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تو دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں، معاذ اللہ۔

یار لڑھی والے کا خود کو یوسف اور یعقوب کہنا:

یوسفم در چاہ من بدم نیز یعقوبم کہ گریاں من بدم

{دیوان محمدی، ص ۱۵۸}

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جن کو کنویں میں پھینکا گیا تھا وہ میں ہی ہوں اور حضرت یعقوب علیہ السلام جو ان کی جدائی کے غم میں گریاں کرتے تھے وہ بھی میں ہی ہوں معاذ اللہ

اعتراض ۹۷: وہ صدیق تھے وہ فاروق پھر کہے نبی کیا ہے

شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گرٹھانی ہے

اس شعر میں حضرت گنگوہی کو ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کہا گیا ہے کیونکہ صدیق و فاروق ان کا لقب ہے۔ (معاذ اللہ)

جواب: جاہل معترض کو چاہئے کہ وہ لغت اٹھا کر صدیق اور فاروق کے معنی دیکھے صدیق کا معنی سچا اور فاروق کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا اور بے شک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ دونوں صفتیں موجود تھیں۔ ذرا اپنے گھر کی خبر لو:

عمیاں شان صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے

کہوں اتقی نہ کیوں کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(مدائح علی حضرت، ص ۳۰)

اتقی قرآن پاک میں حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوا سیجنبھا الاتقی یوتی مالہ یتزکی۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اتقی سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ ہیں مگر یہ رضا خانی کہتا ہے کہ احمد رضا خان تو خیر الاتقیاء تھے اس لئے میں ان کو اتقی کہوں گا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

جلال و بیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر اشد آعلیٰ الکفار کے ہوسر بسر مظہر

{مدائح علی حضرت، ص ۳۰}

غور فرمائیں مرثیہ کے شعر میں تو صرف فاروق کا لفظ تھا یہاں تو صریح طور پر احمد رضا خان کو حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیا گیا۔ اور اگلا شعر ملاحظہ فرمائیں قرآن پاک میں اشداء علی الکفار صحابہ کرامؓ کی شان بتلائی گئی مگر رضا خانیوں نے اللہ سے مستابلے کرتے ہوئے یہ آیت احمد رضا خان پر چسپاں کر دی۔

اعتراض ۹۸: زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعلیٰ ہبل شاید

شائد اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی (مرثیہ، ص ۵)

اس شعر میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کا بانی ثانی یعنی دوسرا محمد ﷺ کہا گیا کیونکہ اسلام کے بانی تو رسول خدا ﷺ ہی ہیں جو ان کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر میں ثانی کا لفظ بمعنی مانند اور مماثل کے نہیں جو آپ نبی کریم ﷺ سے تقابل کروارہے ہیں بلکہ دوم اور دوسرے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس شعر میں حضرت محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ غزوہ احد میں شیطان نے یہ خبر اڑادی تھی کہ ان محمد اقد قتل اس وقت جو کفار کے لشکر کا سردار تھا اس نے یہ نعرہ بلند کیا اعلیٰ ہبل اعلیٰ ہبل ہمارے معبود ہبل کا نام اونچا ہو۔ مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی تخیل کا ادا کرنا چاہا کہ:

”باطل کی طرف سے جس طرح اعلیٰ ہبل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے بانی اسلام ﷺ کے متعلق وہ جھوٹی اور ناپاک خبر اڑائی تھی آج ان ہبل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں اور مزار پرستوں کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آیا ہے کوئی حامی سنت اور ماحی بدعت اس عالم سے اٹھ گیا ہے جو اہل باطل ان کی وفات کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں۔ تو رسول ﷺ اس خاص معاملے میں پہلے تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملے میں دوسرے نمبر پر۔“

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہنا نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے تو قرآن پاک پر کیا فتویٰ ہے جس میں صدیق اکبرؓ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا گیا:

اذا اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذہما فی الغار جب آپ کو مکہ سے نکالا

کافروں نے جب آپ دو کے دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر کے دوسرے آپ) جب وہ دونوں غار میں تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

دل هذه الایة علی فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ من وجوه۔۔۔ الرابع انه تعالیٰ سماه ثانی اثین فجعل ثانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حال کونه فی الغار والعلماء اثبتوا انه رضی اللہ تعالیٰ کان ثانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر المناصب الدینیة۔

{تفسیر کبیر، ج ۱۶، ص ۶۶، بیروت}

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بچہند وجہ دلالت کرتی ہے۔۔۔ ان میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثین کہا پس برفاقت غار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا گیا اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے۔

رضا خانی ہمت کریں اور لگائیں ایک عدد فتویٰ امام فخر الدین رازی کے ساتھ من جملہ ان بہت سے علماء کرام پر جنہوں نے بہت سے امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا۔

رضا خانی اپنے گھر کی خبر لیں:

آپ کی کیا کرے کوئی مدحت نائب غوث دریائے رحمت

آپ کی ذات عکس پیہر سیدی مرشدی المحضرت

{تجلیات امام احمد رضا، ص ۱۶۷}

معاذ اللہ یہاں احمد رضا خان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس کہا جا رہا ہے کہ جس طرح آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر آدمی کو اپنا عکس نظر آتا ہے اس طرح جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو گے تو تمہیں وہ احمد رضا خان نظر آئیں گے اور جب احمد رضا خان کو دیکھو گے تو تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نظر آئے گا۔ العیاذ باللہ۔ ایک اور غالی بریوی مرید اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وہی جلوہ جو فاراں پر ہوا احمد کی صورت میں

اسی جلوے کو پھر عیاں کیا مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

معاذ اللہ یعنی آج سے چودہ سو سال پہلے جو ہستی فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوئی تھی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ وہی ذات اور اسی ذات کے جلوے آج چودہ سو سال بعد کوٹ مٹھن کی گلیوں میں میرے پیر یعنی پیر فرید کی شکل میں جلوہ آراء ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی یہ گستاخیاں نظر نہیں آتیں جو وہ دوسروں پر بلا وجہ گستاخی گستاخی کے فتوے داغتے ہیں۔

اعتراض ۹۹: تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار رانی مری دیکھی بھی نادانی (مرثیہ ص ۱۳)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی گئی اور ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا گویا گنگوہی صاحب دیوبندیوں کا خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی طور پر جا کر اللہ سے یہی خواہش کی تھی کہ اونی۔

جواب: اس شعر پر اعتراض بھی بریلویوں کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ہر زبان میں بات سمجھانے کیلئے تشبیہات کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً جب آپ کسی کی بہادری سے متاثر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شیر جیسا ہے یا کسی کی خوبصورتی بیان کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ فلاں چاند جیسا ہے۔ تو اب اس میں صرف اس کی کسی مخصوص صفت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تشبیہ من کل الوجوہ مراد نہیں ہوتی کہ فلاں آدمی جس کو شیر یا چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے شیر جیسے دانت ہیں ایک دم ہے، چار ناگمیں ہیں اور اس کا چہرہ چاند جیسا گول ہے۔ غرض تشبیہ صرف کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ۔

(مطول مختصر المعانی، دروس البلاغہ وغیرہم)

اسی طرح اس شعر میں جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو طور سے تشبیہ دے کر اونی کا جملہ استعمال کیا گیا اس سے مقصود صرف اس بات کا بیان کرنا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور خدا سے عرض معروض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کا دیدار کروں آپ کو دیکھوں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا دیدار نہ کر سکے۔ اسی طرح آپ کی قبر پر آ کر میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر میں آپ کا چہرہ انور دیکھ لوں بار بار بے ساختہ میری زبان سے نکل رہا

ہے کہ ارنی مجھے اپنا دیدار کرائے جس طرح جب آپ زندہ تھے تو میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوتا تھا۔ مگر اب آپ کی وفات کے بعد میرا یہ مطالبہ کرنا ایک نادانی ہی ہے کیونکہ اب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اب آپ سے مثل زندوں کے دیدار کی خواہش کرنا نادانی ہے کہ گئے لوگ واپس نہیں لوٹتے۔

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں

قارئین کرام آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل میں اپنے پیروں کو اپنا خدا ماننے والے یہ بریلوی بد بخت ہی ہیں۔ یا محمد گڑھی والا اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے جتا ہے کہ:

خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں
{یوان محمدی، ص ۱۹۱}

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی
کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی
(دیوان محمدی، ص ۲۰۱)

اعتراض ۱۰۰: مرثیہ گنگوہی کے کئی اشعار میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت طلب کی گئی ہے۔

جواب: ہم شرعی استعانت اور بزرگان دین کے وسیلے کے منکر نہیں۔ اس لئے پہلے ہمارا عقیدہ اچھی طرح سمجھو اس کے بعد اعتراض کرو۔ مزید تفصیل کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”دل کا سرور“، ”گلدستہ توحید“ اور ”تسکین الصدور“ کا مطالعہ کرو۔

اعتراض ۱۰۱: مرثیہ گنگوہی پر علمائے دیوبند نے بھی فتوے لگائے ہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ فتوے ہمیں تسلیم نہیں کیا پتہ آپ نے اپنے گھر سے بنائے ہوں جبکہ آپ جعلی فتوے بنانے میں ماہر ہیں اور آپ کے اپنے لوگوں نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے۔ بصورت تسلیم جواب یہ ہے کہ رضا خانی حضرات نے استفتاء کا سوال یوں بنایا: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا،

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجمیر کا راستہ

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی علماء دیوبند کی نظر میں۔ ص: ۲۰)

اب ظاہر ہے کہ یہاں یہی تاثر دیا گیا کہ یہ شعر کہنے والا کوئی مشرک رضا خانی عام جاہل نعت خواں ہے کیونکہ یہاں واضح طور پر عرس کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اب رضا خانی حضرات نے یہ دھوکا دیا کہ یہ اشعار عرس پر مزارات پر سجدہ کرنے والے جاہل مشرک رضا خانیوں نے پڑھا ہے اور جب اعراس پر ہونے والے غیر شرعی افعال اور ان میں شرکت کرنے والے مشرک۔ و جاہل لوگوں کو سنا منے رکھ کر علماء نے فتویٰ دیا تو رضا خانیوں نے یہ شور مچا دیا کہ یہ اشعار تو علمائے دیوبند کے ہیں۔ یہ ہے رضا خانیوں کی خیانت اور دھوکہ بازی کی مختصر تفصیل۔ اب یہاں اس کا مختصر جواب بھی پڑھ لیں۔ اگر رضا خانی حضرات نے مختصر المعانی یا تلخیص المفتاح یا مطول وغیرہ کو پڑھا ہوتا تو ان کی عقل میں بات آجاتی مگر علم سے کورا ہونے کی وجہ سے معترض ہوئے۔ مختصر المعانی میں اسناد حقیقی و مجازی کی تفصیل میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے:

انبت الربیع البقل کہ موسم بہار نے فصل اگائی۔ اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے اور مجازی بھی۔ اگر کافر کہے گا تو یہ اسناد حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ موسم بہار نے فصل وغیرہ کو اگایا۔ اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسناد مجازی ہوگی کہ اللہ نے موسم بہار کے ذریعے اگایا۔ تو یہ اسناد مجازی ہوگئی کہ یہ اگانا بہار کی طرف جو منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسم بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوئی تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: مختصر المعانی مع الحاشیہ۔ ص: ۵۲-۵۷۔

بہر حال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر وہی بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اکابر و اسلاف میں یہ مسلم ہے اور خود رضا خانیوں کو بھی یہ بات مسلم ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ اب دیکھئے اگر ان اشعار کو رضا خانی کہے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا کہ ان کے عقائد میں شرک بھرا ہوا ہے اور اگر سنی دیوبندی مسلمان بلکہ مسلمانوں کے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کہیں گے تو مطلب اور بات کچھ اور ہوگی۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز جناب مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے:

”ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے حضرت شیخ الجامع علامہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فارسی شعر کی بابت استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا غلط ہے ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شعر فلاں شخصیت کا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ موقول ہے یعنی اس کی تاویل لازم ہے۔“

(شیخ الاسلام محدث گھوٹوی۔ ص: ۲۸۱)

تو معلوم ہوا کہ شاعر کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر شاعر بد عقیدہ ہو جیسا کہ بریلوی حضرات ہیں تو پھر فتاویٰ جات یونہی سخت ہونے چاہئے اور اگر شیخ الہند جیسا تبصر عالم ہو تو پھر معنی و مطلب حسن شعر پر معمول کیا جائے گا اور شعر کی تاویل کی جائے گی۔ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہوا اشرف سیالوی رضا خانی شکست خوردہ مناظرہ جھنگ لکھتا ہے:

”علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسک بسنة خیر من احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قلدة یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر رد و قدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہونا اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت سے سرشار ہونا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔۔۔ تو اس کلمہ کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتویٰ اور کلمہ شرعی عائد کیا جاتا۔“ (مناظرہ جھنگ۔ ص: ۲۸۲)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانی حضرات کا اصول یہ ہے کہ صاحب تحقیق اور صاحب علم اور عشق و محبت سے سرشار آدمی بات کرے تو تاویل کی جائے گی ورنہ فتویٰ لگا پا جائے

گا۔ تو پھر ہمیں کہنے دیجئے کہ شیخ الہند کا صاحب تحقیق ہونا اور علم سے سرشار و عشق و محبت میں مستغرق ہونا مسلم ہے لہذا اگر ایسا شخص کوئی بات کرے تو چونکہ و مشرک نہیں اور شرک کے چراثیم میں ڈوبا ہوا نہیں تو اس کے کلام کی توجیہ اس کے مقام کو دیکھ کر کی جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض کوئی بزرگ اور صاحب تحقیق کوئی غیر شرعی بات کر بھی دے تو حتی الامکان اسے اچھے معنی پر محمول کیا جائے گا اشرف سیالوی کے اس ایک حوالے ہی سے الحمد للہ علمائے دیوبند پر رضا خانیوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کا اصولی جواب بھی ہو گیا۔ الحمد للہ۔

باقی خود رضا خانی علماء و اکابر پر رضا خانیوں کے کفر و گمراہی کے فتوؤں کو پڑھنے کیلئے حضرت علامہ ابو ایوب قادری صاحب کی کتاب ”دست و گریبان“ مطبوعہ دار النعیم اردو بازار لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

اعتراض ۱۰۲: حضرت گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں امام حسین کے مرثیہ کو جلا دینے کا حکم دیا اور خود تم گنگوہی کے مرثیے پڑھ رہے ہو۔

جواب: وہاں صرف امام حسینؑ کے مرثیہ کو جلانے کا حکم نہیں دیا بلکہ خاص ان مرثیوں کے بارے میں حکم ہے جو تعزیوں میں پڑھے جاتے ہیں جو غیر شرعی اشعار اور احادیث موضوعہ و عقائد باطلہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مقامات و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدید غم وغیرہ امور مخالفہ شرع سے یکسر پاک ہو بہ نفسہ حسن و محمود ہے۔ خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم۔ اگرچہ وہ نظر بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنا مرثیہ مشہور ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن المراثی۔“ (رسالہ تعزیہ داری۔ ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ مرثیہ وہی ممنوع ہے جو روایات کا ذبہ و خرافات پر مشتمل ہو ورنہ جائز۔ حدیث میں اشعار

پڑھنے پر سخت وعید آئی ہے مگر سب نے اسے غیر شرعی اشعار پر محمول کیا اور سلف و اکابر اشعار پڑھتے ہوئے آئے ہیں۔ یہاں بھی اسی فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

الحمد للہ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ رضا خانی حضرات کے مرثیہ گنگوہی پر مشہور اعتراضات کے جوابات دے دئے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی اور اشکال یا اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیں انشاء اللہ اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں الحمد للہ یہاں تک تو راقم الحروف نے ان رضا خانی عبارات کا جواب جس کو بزم خویش ان رضا خانی مولویوں نے گستاخی پر محمول کیا (معاذ اللہ) ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا کہ جن عبارات کو یہ لوگ گستاخی سمجھ رہے ہیں وہ نہ صرف قرآن و حدیث، سلف صالحین بلکہ اہل بدعت کے اکابر سے بھی ثابت و موید ہیں۔ اب ان لوگوں کو مزید ان کے گھر کا آئینہ دکھانے کیلئے ہم یہاں اس مذہب کی چند گستاخانہ عبارات پیش کر رہے ہیں تفصیل کیلئے قارئین مولانا ابو محمد کی لا جواب کتاب ”رضا خانیت پر چار حرف“ کا مطالعہ کریں جس میں تین سو سے زائد عبارات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۱) انبیاء کی نبوت کا انکار۔ معاذ اللہ

مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی سرگودھوی جن کے متعلق بریلوی مشتی اعظم پروفیسر منیب الرحمن لکھتا ہے:

”میں اہلسنت و جماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما اللہ العالی نے مسلک اہل سنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

(تفہیم المسائل، ج ۳، ص ۱۷)

معلوم ہوا کہ اشرف سیالوی صاحب کا شمار بریلوی مستند و حجت قسم کے اکابر میں ہوتا ہے اب اسی مولوی کے متعلق بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر مشتی نذیر احمد سیالوی لکھتا ہے:

”کیونکہ اس نظریہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات و نظریہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نبی نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔“ (تصریحات، ص ۱۱۵)

”تحقیقات“ اشرف سیالوی کی کتاب کا نام ہے جو اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے خلاف لکھی ہے (معاذ اللہ) اور عبارت میں ”صاحب تحقیقات“ سے مراد یہی مولوی اشرف سیالوی ہیں اور ”تصریحات“ اسی تحقیقات کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اشرف سیالوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ نبی نہیں مانتے۔ ماقبل میں مولوی عبد المجید سعیدی رضا خانی کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ مولوی اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ سے بھی سلب نبوت کے قائل ہیں العیاذ باللہ۔

دیوبندی مذہب کا مولف غلام مہر علی بریلوی (جس کی کتاب کا چر بہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ہے) بریلوی غزالی زماں مولوی احمد سعید کاظمی کو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”آپ کے باپ مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کے سچے اور پکے فیضہ کہ نبی کل امور میں پسندیدہ ہوتے ہیں کہ بعد آپ کا یہ اقرار کہ معاذ اللہ حضور ﷺ بواقعد صالح حدیبیہ (آپ ۵۹ سال عمر مبارک اور تاوفاست اقدس) ساری عمر خلاف اولیٰ ناپسندیدہ کام کرتے رہے آپ شعوری و الاشعوری طور پر حضور اکرم ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہیں۔“ (جوابات رضویہ، ص ۱۶)

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”حضور مظہر حسن ذات حق ﷺ معصوم ہیں لہذا قرآن مجید کے کسی لفظ کے ترجمہ و معنی یا کسی نجی گفتگو میں اپنی طرف سے آپ کیلئے گناہ یا گناہ گار کا لفظ بولنا آپ کی نبوت کا انکار و کفر ہے۔“ (عصمتہ النبی، ص ۱۲)

اور معصوم صرف نبی اکرم ﷺ نہیں بلکہ سارے انبیاء ہیں اور مندرجہ بالا اصول کے تحت کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا گویا اس کی نبوت کا انکار کرنا ہے اور کفر کا ارتکاب ہے تو اب ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) احمد رضا خان کے والد نقی علی خان حضور ﷺ کی شان میں وارد آیت لیغفر لک اللہ

الآیۃ کا ترجمہ کرتا ہے:

”تا کہ معاف کرے اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ“ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۷۱)

(۲) یہی مولانا نقی علی خان لکھتے ہیں:

واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات

معفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے
(فضائل دعا۔ ص: ۶۹ مکتبۃ المدینہ)

(۳) یہی نقی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوچ گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی اگلی پچھلی خطا معاف کی فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔“

(سرور القلوب۔ ص: ۲۳۶ شبیر برادرز)

(۴) مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتیٰ تورمت قدمہا یہاں تک کہ پائے مبارک ورم فرما گئے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ نے فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۱۷۰)

(۵) مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی عفو فرما دیے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۶)

(۶) بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں

کہ:

”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخرو۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ اے محبوب اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی مرز و نہسین ہوئے وہ سب بخش دئے۔“ (کوثر الخیرات۔ ص: ۲۲۵ اہل السنۃ پہلی کیشنز جہلم)

(۷) ان کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

”نبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر سنہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیہ ناخطا صادر ہو سکتے ہیں۔“ (جاء الحق۔ ص: ۲۳۴)

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ پیرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر ہے کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔

(۸) جمعیت علماء پاکستان کے صدر صاحبزادہ ابوالخیر زبیر حیدر آبادی نے نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر پورا رسالہ ”مغفرت ذنب“ لکھا۔

(۹) اسی ابوالخیر کی بات کی تائید میں بریلوی ۲۰۴ علماء کی تقاریر و تائید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کے جواز پر پوری کتاب ”فیصلہ مغفرت“ شائع کی گئی۔
گویا مولوی نقی علی خان، حشمت علی رضوی، احمد یار گجراتی، اشرف سیالوی سمیت یہ ۲۰۴ علماء یعنی سارا کامسک نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر ہے
معاذ اللہ۔ دوسروں کو گستاخ رسول ﷺ کہنے والوں کو اتنی شرم و حیا نہیں کہ ان کا مسلک تو سرے سے نبی کریم ﷺ کی نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۲) انبیاء شیطانی گروہ میں داخل ہیں معاذ اللہ
ما قبل میں ہم نے ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ بریلوی انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم ﷺ کو گناہ گار مانتے ہیں بلکہ احمد یار گجراتی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ انبیاء سے معاذ اللہ گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں اب ذرا اسی پر مفتی احمد یار کا فتویٰ ملاحظہ ہو:
”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“

(تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

اس کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء معاذ اللہ بریلوی فتوے کی رو سے شیطانی گروہ میں داخل ہیں کیونکہ گناہ گار ہیں۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ذلیل کہنا۔ معاذ اللہ
مولوی احمد رضا خان نبی کریم ﷺ کے متعلق شعر لکھتا ہے:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش، ج ۲، ص ۲۹)

اس عبارت پر تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے۔

مولوی احمد رضا خان کے والد مولوی نقی علی خان لکھتے ہیں:

امام حجتہ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ علی نبینا الصلوٰۃ

والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو تو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو۔ (جواہر البیان، ص ۷۷)

(۴) شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ معاذ اللہ

مولانا عبد السمیع رامپوری لکھتا ہے:

”اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے بلکہ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ (انوار ساطعہ، ص ۵۹)

اس کتاب پر مولوی احمد رضا خان کی تقریظ ہے اور حاضر ناظر بریلوی مذہب میں علم کو مستلزم ہے پس جب شیطان آپ ﷺ سے زیادہ جگہوں پر حاضر و ناظر تو معاذ اللہ علم بھی زیادہ رکھتا ہوگا۔

ما قبل میں کاشف اقبال نے یہ عنوان لگائے تھے: ”حضور اکرم ﷺ پر غیر نبی کی برتری“ (ص ۸۰)، ”انبیاء پر برتری کا دعویٰ“ (ص ۸۱) اب جواب دو کیا یہ نبی کریم ﷺ پر شیطان کی برتری کا دعویٰ نہیں معاذ اللہ؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

”رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔“ (خالص الاعتقاد، ص ۶۰، ۶۱)

بریلوی مذہب میں مفہوم مخالف معتبر ہے تو مطلب ہوا کہ ابلیس کا علم نبی کریم ﷺ سے وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں معاذ اللہ۔ یہی بات دعوت اسلامی کے الیاس عطاری نے بھی اپنی کتاب ”کفر یہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب، ص ۲۴۵ مطبوعہ طبع اول اکتوبر ۲۰۰۹ء میں لکھی مگر محرف نے نئے ایڈیشن میں ہمارے اعتراض پر اس حوالے کو نکال دیا

ہے۔

عرفان قادری بریلوی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ ”جاہل“ کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویش ناک امر ہے۔“

(نبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ ص ۷۴)

اس مولوی کو کئی بریلوی علماء کی تائید حاصل ہے دلچسپ امر یہ کہ اس کتاب کی تائید کرنے والا خود کاشف اقبال رضا خانی ہے یاد رہے کہ جب تم نے اس لفظ کو گستاخی کہہ دیا تو اب کسی کتاب میں اس کے ہونے سے تمہارا گستاخی کا فتویٰ ختم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی اس لپیٹ میں آئے گا۔ اسی کتاب کی جلد ثانی کے ص ۵۲، ۵۳، ۵۴ پر کہا گیا کہ اشرف سیالوی نے جانوروں سے بھی بدتر کفار سے حضور ﷺ کو تشبیہ دی۔ معاذ اللہ اور حفظ الایمان کی عبارت پیش کر کے سوال کیا کہ اس کو پھر کس طرح گستاخی ثابت کرو گے؟۔ اب علماء دیوبند پر اپنی زبان گندی کرنے والے کاشف اقبال صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ تمہارا مولوی بقول تمہارے حفظ الایمان سے بھی بدتر عبارت لکھے اور تمہارے منہ پر تالے لگے ہوئے ہیں کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ اگر واقعی عشق رسول ﷺ ہے تو اب ایک عدد کتاب ”بریلویت کے بطلان کا انکشاف“ بھی لکھو۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام فیل ہو گئے۔ معاذ اللہ

بریلوی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

”دو بار وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام میاں رہے امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکام میاں رہے اور یہود کے ذر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔“

(انوار شریعت، ص ۵۵، ج ۲، فتاویٰ نظامیہ، ۷۷، ۷۸)

(۶) نبی کریم ﷺ کیلئے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ و غلیظ عقیدہ

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ زوجین (میاں بیوی) کے جفت (ہم بستری) ہونے کے وقت بھی حاضر (موجود) ناظر (دیکھ) ہوتے ہیں۔“ (مقیاس حقیقت، ص ۲۸۲) استغفر اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔“ (جاء الحق، ص ۷۹)

عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانیوں کے امام المناظرین صوفی اللہ دتہ لکھتا ہے:

”کیا سینماؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چٹکوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اسی جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟“ (تنویر الخواطر، ص ۷۱)

یہ بد بخت کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کا شراب خانوں، چٹکوں، فلمی گھروں میں حاضر و ناظر ہونا کوئی گناہ کوئی عیب نہیں عیب تو ہم جیسے انسانوں کیلئے ہے۔ بد بخت انسان فرشتے تو احکام خداوندی کے مکلف ہی نہیں تو ان پر قیاس کیسے؟ میں پوچھتا ہوں احمد رضا خان بھی تمہارے نزدیک معصوم عن الخطاء مبراء عن الذنب تھا تو کیا تم اس کو چٹکوں میں حاضر و ناظر کر کے اس طرح فخر کرو گے؟

سید فیض علی شاہ رضا خانی اس سے بھی بڑھ کر کفر لکھتا ہے:

جس جگہ کوئی زنا کر رہا ہے جس جگہ کوئی رشوت حاصل کر رہا ہے جس جگہ کوئی شراب نوشی کر رہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کر رہا ہے یا خلوت میں بد فعلی

کر رہا ہے یا چوری کر رہا ہے حضور ﷺ اس کے شاہد ہیں حضور ﷺ مشاہدہ

فرما رہے ہیں۔“ (تفسیر اسرار البیان، ص ۲۳)

استغفر اللہ..... شرم..... شرم..... شرم.....

اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کا رد

بریلوی غزالی ورازی دوراں وفلاں فلاں مولوی عمر اچھروی اپنی بدنام زمانہ کتاب ”مقیاس

حنفیت“ میں لکھتا ہے:

”حضور ﷺ جن کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں۔“

(مقیاس حنفیت، ص ۲۸۲)

استغفر اللہ! العیاذ باللہ! وہ حیاء دار نبی! شرم و عفت کا وہ پیکر! جس کی امت کو یہ تعلیم ہو کہ جب چوتو نگاہیں نیچی کر کے چلو، جس حیاء دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ کنواری دلہن سے زیادہ شرم و حیاء والے، اور جن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب تم نبی کی بیبیوں سے کچھ پوچھو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو، جس نبی کی عفت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت شرم و حیاء کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں ”جب میرے گھر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردہ کر کے قبور مطہرہ کی زیارت کو آتی۔“ جو صدیقہ نبی کی حیاء کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا، ارے وہ مقام جہاں شرم و حیاء کے مارے فرشتے بھی الگ ہو جائیں یہ بد بخت بے حیاء کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں ملاحظہ فرما رہے ہوتے ہیں

یا اللہ! آسمان پھٹ کیوں نہیں پڑتا۔۔۔؟ زمین شق کیوں نہیں ہو جاتی۔۔۔؟ قلم ٹوٹ کیوں نہیں جاتے۔۔۔؟ ان بد بختوں کے ہاتھوں پر یہ سب کچھ اس لکھتے ہوئے ریشہ طاری کیوں نہیں ہوتا۔۔۔؟

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں ”حاضر و ناظر“ ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو نبی کے بارے میں اس قسم کی بکواس

کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی؟

ہائے! جس نبی کے دین میں میاں بیوی کو یہ حکم ہو کہ اگر آس پاس کوئی جانور ہو تو اسے مخصوص حالت میں نہ آؤ آج اسی دین کے نام لینے والے بد بخت ”مقیاس حنفیت“ کا نام لیکر نبی کو وہاں حاضر ناظر مان رہے ہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زمزم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہونے نہیں دیں گے۔ یہ بکواس ”مقیاس الکفر“ تو ہو سکتی ہے، مقیاس حنفیت نہیں۔

پھر اس بد بخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابو طلحہؓ کی اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے بیمار تھے اس رات وہ فوت ہو گئے حضرت ابو طلحہؓ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگین و حزن رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے برتاؤ کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے ان سے رات کو جماع فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جاگزیں سنائی: ”رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پریشان ہوں گے اب ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کر دیں۔“ صبح حضرت ابو طلحہؓ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابو طلحہؓ کی زوجہ کے صبر و استقلال پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اعرستم اللیلة؟

کیا اس اندود ہناک واقعہ کے بعد تم نے گھر والی سے جماع بھی کیا اور وہ پھر بھی کچھ نہ بولی؟ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا ”جی ہاں۔“

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود وہاں موجود تھے؟ زید اگر الیاس عطار سے پوچھے کہ حضور رات گھر والی سے جماع کیا؟ اور عطار صاحب بولے جی، تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا تھا؟ کچھ تو عقل کو ہاتھ لگاؤ۔ چنانچہ علامہ نووی نے ”اعرستم اللیلة“ کا یہی معنی بیان کیا جو میں نے ذکر کیا:

”السؤال للتعجب من صبرها وصبرها وسرور أبعسن رضاها بقضاء الله ثم دعا

صلی اللہ علیہ وسلم لهما بالبرکۃ فی لیلتهما فاستجاب اللہ۔“ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اعرستم اللیلۃ یہ ام سلیم کے اس فعل اور ان کے اس عظیم صبر پر بطور تعجب کے تھا اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر اس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پر بطور خوشی کے ہوتا پھر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کینے اس رات میں برکت کی دعا کی جو اللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی ”اعرستم اللیلۃ“ کا مطلب بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے جو حضرت ابو طلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی ان کے اس صبر اور راضی برضائے الہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پر تعجب کا اظہار ہوتا۔“ (شرح مسلم، ج ۶ ص ۵۰۵، فرید بک سنال لاہور، دسمبر ۲۰۰۲)

عمر اچھروی نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی مگر مسلم کے شارح امام نووی شافعی کو یہ شیطانی استدلال نہ سوجھا جو عمر اچھروی کو سوجھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ عنوان باندھا گیا:

”استحباب تحنیک المولود عند ولادته وحملہ الی صالح یحنکہ وجواز تسمیۃ یوم ولادته واستحباب التسمیۃ بعد اللہ و ابراہیم و سائر اسماء الانبیاء علیہم السلام۔“ (اصح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبد اللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا استحسان۔

ابن اثیر بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج ۱ ص ۳۶۶)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی نے اس روایت پر ”باب الصبر“ قائم کیا۔ (ریاض الصالحین، ص ۵۴)

ابن قیم جوزی رح نے اس روایت پر باب قائم کیا:

”فی استحباب تحنیکہ۔“ (تحفۃ المولود، ص ۳۲)

غرض جس جس محدث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم و بیش اسی عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چیلنج

پوری دنیا کے زندہ مردہ بریلویوں کو چیلنج ہے کہ چودہ سو سال کے مسلم بین الفریقین کسی بھی شارح حدیث سے اس جملے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کر دیں جو عمر اچھروی کے فتنہ پرور و حیاء سوز دماغ میں آیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لو کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر جھوٹ بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا ہے۔

ایک باطل تاویل کا جواب

پنڈی مناظرے میں حنیف قریشی رضا خانی، طالب الرحمن زیدی غیر مقلد کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: ”یہ الگ بات ہے مثل کراما کاتین“۔ الخ

الجواب: یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو ”حاضر ناظر“ ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کر لیں تو پھر ”ناظر“ تو نہ رہے۔ تو عمر اچھروی کی عبارت میں ”حاضر ناظر“ بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو ”ناظر“ ماننا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر ”ناظر“ ہونا گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو ”حاضر“ ہونا کیوں نہیں؟

ثانیاً: اگر تمہاری اس تاویل باطل کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آنکھ بند کر لیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتلے پتلے پوٹوں کے پیچھے کے علم کی نفی کر رہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

مثلاً: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذومعنی لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و گستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خود ساختہ احتمالات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رابعاً: نصیر الدین سیالوی بن اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتا ہے:

”اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنی کے موہوم ہوں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۱۲۸)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین اشرف سیالوی کی تقریظ ثبت ہے۔

منشاء تابلش قصوری رضا خانی لکھتا ہے:

”صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔“

(دعوت فکر: ص ۱۶، مکتبہ شرفیہ۔ مرید کے ۱۹۸۳)

”کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جارہی ہے۔“ (معرفت: ص ۱۰۲)

اس کتاب پر ۳۶ ”رضا خانی مفتیان“ کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھنا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمد للہ! رضا خانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے اب تک بدنام زمانہ گستاخان رسول ﷺ احمد رضا خان، احمد یار گجراتی، حشمت علی، نعیم الدین، عمر اچھروی وغیرہم کی

جن عبارات کی تاویل رضا خانی کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کا اعدام ہو گیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان رضا خانیوں کے گستاخان رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے۔

- خامسا: خود مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی و کفر ہے کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں۔ اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی۔ لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متفرقہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے۔“ (مقیاس حنفیت: ص ۲۷۹ ردوار المقیاس، اچھرہ، دسمبر ۱۹۶۶)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمد للہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اگر بریلوی پٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ،

یار زندہ صحبت باقی

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں۔“ (جاء الحق: ص ۷۹)

تاریک راتوں میں تنہائی میں سوائے حرام کاریوں کے یا بیوی کے ساتھ ہم بستری اور کون سے کام کئے جاتے ہیں؟ رضا خانیوں کا گندہ عقیدہ ملاحظہ ہو۔ عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانی امام المناظرین اپنے استاد کا سکھایا ہوا گنداس طرح ظاہر کرتا ہے:

”کیا سینماؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں

برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟“۔

(تنویر الخواطر: ص ۷۱)

یہ بد بخت کہنا چاہ رہا ہے کہ نبی شراب خانوں سینماؤں فلمی گھروں چمکھ خانوں میں حاضر ناظر ہیں فلمی گانوں کا علم رکھتے ہیں اور بدکار انسانوں پر انہیں قیاس مت کرور رضا خانیوں کی طرح بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا تو یقیناً ان کی گستاخی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ سب جائز ہے اس لئے گستاخی بھی نہیں اس لئے برابر نہیں نبی کا اور بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا استغفر اللہ میں کہتا ہوں کہ کیا تو احمد رضا خان بریلوی، احمد یار گجراتی، عسر اچھروی، الیاس عطاری اختر رضا خان کو بھی بدکار انسان مانتا ہے؟ اگر نہیں تو انہیں کبھی چمکھ خانے شراب خانے اور انڈین فلمیں دیکھنے اور بنانے کیلئے حاضر ناظر کیا ہے؟

ایک طرف تو رضا خانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور پھر جب نبی کریم کے متعلق ان کے کسی خدائی عقیدے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً معاذ اللہ اللہ پر قیاس کرنے لگ جاتے ہیں مثلاً اگر اللہ کے نبی ہر جگہ حاضر ناظر تھے تو تو اپنے صحابہ کے سیر معونہ میں کیوں بھیج دیا زہر آلود گوشت کیوں کھالیا تو جھٹ سے جواب دیں گے کہ اللہ بھی تو یہ سب جانتا تھا خدا کے بندے اللہ تو فعال لمایرید۔۔۔۔۔ لایسل عما یفعل وہم یسلون

اس کی شان ہے کل تو کو کوئی تمہاری طرح عقل سے پیدل کسی کو قتل کر دے کسی کی ٹانگ یا تھ توڑ دے کسی کو آگ میں ڈال دے اور یہی قیاسی شگوفہ چھوڑے کہ جب اللہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں تو مجھ پر کیوں

ان سے کہا جاتا ہے کہ جب ہر جگہ حاضر ناظر تو کیا گندے مقامات پر بھی تو جھٹ سے جواب کیا اللہ کو وہاں کا علم نہیں؟

خالمو! اللہ اللہ ہے اور مخلوق مخلوق میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ ان مقامات پر جائے غیر محرم عورتوں کو دیکھے

ایک ساتھی نے کہا کہ میں نے ان رضا خانیوں سے سوال کیا کہ جب حضور حاضر ناظر ہیں ہر جگہ تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

تو کہا اللہ کیوں نظر نہیں آتا؟ پھر اللہ کو مثال میں پیش کر دیا کیا تم نبی کو اللہ مانتے ہو؟ جاہلو! اللہ جسم سے پاک ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم رکھتے تھے وہ بھی جسم کثیف حیاتی میں ہر ایک کو جب موجود تھے تو نظر بھی آتے تھے خدا تو اس وقت بھی نظر نہیں آتا اب جب حضور موجود نہیں تو نظر بھی نہیں آتے

ایسے جاہلوں کو یوں جواب دو کہ قرآن میں اللہ کے ہاتھ و چہرے کا ذکر ہے اب لازم ہوا کہ اللہ کا معاذ اللہ نبی کریم کی طرح ہاتھ بھی ہے اور چہرہ بھی ہے اس لیے کہ جب تم نبی کو اللہ پر قیاس کر سکتے ہو تو کوئی اور اللہ کو نبی پر قیاس کیوں نہیں کر سکتا؟

اب پوچھو منظور ہے یہ سیاسی شگوفہ؟ ان حضرات کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ مخلوق کو اللہ۔

(۷) حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین۔ معاذ اللہ:

مولوی اشرف سیالوی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے بارے میں لکھتا ہے:

”جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا تو ان کو باکرہ اور کنواری پایا آپ نے ان کے ساتھ ہم بستری فرمائی اور مہربکارت کو توڑا اور اس بند ڈبیا کی چابی اپنے تروتازہ یاقوت (رنگ شرمگاہ) کو بنایا اس ڈبیا کا قفل کھولا اور اس میں مادہ تولید والا گوہر داخل کیا۔“

(تحقیق: ص ۲۱، ۲۲)

اگر یہ بازاری انداز زبان گستاخی نہیں تو کیا کسی اور کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ احمد رضا حسان بریلوی نے اختری بیگم کے ساتھ زفاف کیا تو ان کو باکرہ پایا مثل بند ڈبیا کے تو ان کے سرخ یاقوت میں مادہ تولید والا گوہر ڈالا..... شرم..... شرم..... شرم.....

مولوی احمد رضا خان بریلوی حضرت یوسف علیہ السلام اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا تقابل کراتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ تھا معاذ اللہ شیخ تو آئینہ

کے سامنے والے رخ تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام پیچھے والے
روئے یوسف فزوں تر حسن روئے شاہ ہے
پشت آئینہ نہ ہوا انباز روئے آئینہ

(حدائق بخشش: ص ۶۴ ج ۳)

۸) حضرت آدم علیہ السلام کی توہین۔ معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”آدم علیہ السلام کو..... دیکھنے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں..... مثلاً..... ریڈیو، ٹی وی وغیرہ یہ
سب چیزیں ان کو دکھا کر ان کے نام اور بنانے کی ترکیبیں اور ان کے سارے حالات
بتائے گئے۔“

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۳۱)

استغفر اللہ ٹی وی اور اس کے سارے حالات یعنی فلمیں، گانے، ڈرامے یہ سب حضرت آدم
علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا ملا حظہ ہو علم غیب کی آڑ میں کس قدر گندہ عقیدہ پیش کیا جا رہا ہے ایک اور
عقیدہ ملا حظہ ہو:

”اس کے بعد اہل ہنود (ہندو) کے مذہب کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ ہندو کا مذہب
قدیم و کہنہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام
کا ہے۔“

(مقائیس المجالس: ص ۲۶۳)

استغفر اللہ معاذ اللہ مقائیس المجالس کا مستند ہونا ما قبل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی ایک جگہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:
”جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرما لیتے ہیں تو وہ بد بخت بنتا ہے اور گناہ کرتا
ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ہونا اس سبب سے ہوا کہ توجہ محبوب علیہ السلام کچھ
ہٹ گئی۔“

(شان حبیب الرحمن: ص ۱۴۸)

استغفر اللہ کتنا بڑا کفر ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی سے بے توجہی منہ مارتے ہیں تو وہ بد بخت اور گناہ گار ہو جاتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھی حضور ﷺ نے بے توجہی اختیار کی اسی لئے ان سے یہ خطا (ان کے اصول کے مطابق گناہ و بد بختی) ہو گئی تھی معاذ اللہ۔
استغفر اللہ۔

۹) حضور ﷺ بتوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے۔ معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گجراتی بخاری شریف پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:
”بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا۔“

(نور العرفان: ص ۷۹۹)

استغفر اللہ ”بھی“ کے لفظ سے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نبوت کے بعد بھی معاذ اللہ کھاتے تھے جب یہ عبارت انوار العلوم کے مفتی کے پاس بھیجی گئی تو اس نے جواب دیا کہ عبارت بالکل درست ہے ملاحظہ ہواصل فتویٰ (دست و گریبان: ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)
مظہر اعلیٰ حضرت شمت علی رضوی بھی اس کفریہ عقیدہ کا اظہار یوں کرتا ہے:
”حضور جن امور پر قبل نبوت عمل کر چکے تھے اور بعد کو وہ حرام ہوئے غمگین رہا کرتے تھے“
(۱۵ تقریریں: ص ۳۵۷)

۱۰) انبیاء کرام قبور مطہرہ میں کیا کرتے ہیں؟ معاذ اللہ:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون مگر رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

”انبیاء کرام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۲۷۶)

بریلوی شیخ الحدیث عبدالرزاق بھٹرا لوی لکھتا ہے:

”عورتوں سے ملوان سے صحبت کرو یا ان سے شب باشی کرو ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے

ہیں یعنی جماع کرنا۔ (تسکین البجنان: ص ۵۹ مکتبہ امام احمد رضا)

رضا خانی تاویل:

اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں کہا زرقانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جواب: جہاں تک علامہ زرقانی کی بات ہے تو انہوں نے تو علی بن عقیل حنبلی کے حوالے سے صرف اتنی بات نقل کی ہے:

”قال ابن عقيل حنبلي ويضاجع ازواجه ويستمتع بهن اكمل من الدنيا... الخ“۔ (زرقانی علی المواہب: ج ۲ ص ۱۶۹)

علامہ زرقانی نے اس قول کو جس شخصیت کی طرف منسوب کیا ہے وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتا کتب اسماء الرجال میں دیکھیں کہ یہ علی بن عقیل بدعتی تھا معتزلی تھی اکابر کی مخالفت کی (میزان الاعتدال، ج ۶ ص ۴۶ اللذہبی) اس نے سنت سے انحراف کیا اس زمانے میں بدعات میں اس کی نظیر نہیں ملتی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۴۵، ۴۶، ۴۷) مزید تفصیل کیلئے ابن اشیر، ذیل الطبقات اور اللسان وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ایسے بدعتی اور معتزلی کے قول پر اس طرح عقیدے کی بنیاد قائم کرتے ہوئے کچھ تو حیا کرنی چاہئے۔ پھر ابن عقیل کی پوری عبارت چھان مار لیں آپ کو کسی عربی عبارت کا یہ ترجمہ نہیں ملے گا ”ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں“ بہر حال احمد رضا خان نے جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے وہ ابن عقیل کے نقل سے عین ایمان نہیں بن جائے گا۔

تلك عشرة كاملة

الحمد لله جلد اول مکمل ہو گئی ان شاء اللہ مزید اعتراضات کے جوابات اب جلد ثانی میں دئے جائیں گے۔

انشائی اللہ جلد ثانی میں آپ پڑھیں گے مندرجہ ذیل اعترضات کے جوابات

- علمائے دیوبند پر یزیدیت کا الزام
- علمائے دیوبند پر خارجییت کا الزام
- علمائے دیوبند پر رافضیت کا الزام
- علمائے دیوبند پر قادیانیت کا الزام
- علمائے دیوبند پر انگریز نوازی کا الزام
- علمائے دیوبند پر مخالفت پاکستان کا الزام

نوٹ: کتابت کی تصحیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے مگر بشر ہونے کے ناطے کتاب اغلاط سے مبرا نہیں ہو سکتی اس لئے کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔ نیز کوئی ایسا اعتراض جس کا جواب اس جلد میں نہیں دیا گیا ہمیں ارسال فرمائیں انشاء اللہ اگلی جلد میں اس اعتراض کا جواب شامل کر لیا جائے گا۔ جزاکم اللہ۔